UNIVERSAL
LIBRARY
OU_188864
UNIVERSAL
LIBRARY

۴۸۶

OSMANIA UNIVERSITY
COLLEGE LIBRARY.

الحمدللہ العظیم کہ دریں ایام فرحت انجام کتاب نادر البیان المسمےٰ بہ

سفر دار المصطفیٰ ص

کپتان رچرڈ فریڈرک برٹن کی انگریزی کتاب کا

سلیس و بامحاورہ اُردو ترجمہ

بادارت مولوی محمد انشاء اللہ ایڈیٹر

و مالک اخبار وطن لاہور

حمیدیہ سٹیم پریس لاہور میں

باہتمام مولوی ثناء اللہ مینیجر مطبع

طبع شد

قیمت فی نسخہ عـہ

دفعہ اوّل

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فہرست مضامین کتاب "سفر دار المصطفیٰ"

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
دیباچہ از مترجم و تمہید		محمہ حج	۱۲	بدوی لٹیروں کا ڈر	۲۲
تواریخ طرز معاشرت	۱	حرمین کے ساکنین کو بدو بھی نہیں لوٹتے	۱۳	بند و کشش	۲۳
حیرت و استعجاب	۲	سلام کا جواب دینا علامت دوستی ہے	۱۳	اول منزل - المستہل مشاہدات	۲۴
مختصر سیرت	″	میاں بلفظ تحقیر ہے	۱۳	عجوہ - شہرت عکیت	۲۵
۱۸ زبانوں میں مہارت	۳	ہوائے آتشین	۱۴	شدت پیاس حدت آفتاب	۲۵
وجوہات سیاحت حجاز	″	شغدف	۱۵	دودھ کا بیچنا بے عزتی ہے	۲۶
مقصد سیر و سفر	۴	روانگی جانب مدینہ	۱۶	طوفان خشک	″
عربی گھوڑوں کی نخاس	۴	عرب شیخ	″	سارہ - جامدہ	۲۵
نجد الشمالی	۴	کوفیہ - شام - عبا -	۱۷	لبن حلیب	۲۶
دیگر اغراض سفر	۵	نعلین یا متضحب خدا -	۱۷/۱۸	طلب بخشش یا انعام	۲۶
تین اقوام مختلف	۵	عربا کا لباس	۱۸	بنی حرب	۲۷
مصنوعی شیخ عبد اللہ	۶	معقرک - ماعین	۱۸	حمال اور انکی تمردی	″
عربی خیمہ نما مقبرہ	۶	ہتھیاروں کی چمک اور صفائی فن سپاہ گری ہے	۱۹	شرش تیان - بحار	″
بے نظیر کتاب	۶	سلیح لک -	۱۹	لٹیروں کی مٹ بھیڑ	۲۸
سو جلدوں میں کتاب ختم ہوگی..	۷	برٹن صاحب نے میرا ایک پستول لے لیا	۱۹	سیال + منزل بیر سعید	۲۹
پہلا باب	۸	مصنوعی حمائل شریف	۲۰	الحمرا یا الواسط	۳۰
لندن سے ینبوع	۸	روز نامچہ	۲۰	بدخلق اور بیمروت دیہاتی	۳۰
ینبوع میں قیام	۸	جاسوس اور ساحر کو عرب قتل کر دیتے ہیں	۲۱	گاؤں کی سیر و ویرانی کی باعث	۳۱
فوج نظام	۹	نقشہ اتار کر چھپا دیا	-	قلعہ الحمراء	۳۲
شریف سے ملاقات	۹	جرمن سیاح کی درگت	۲۱	بدوی احسان نہ بندوق کو نہیں لگاتے	″
شہر ینبوع	۹	فیجر لب سنکر بدوی خوش ہوتے ہیں	-	عربوں کا غصہ فرو کرنے کی آسان ترکیب	۳۳
کسٹم ہوس	۱۰	شہری عرب زیادہ آزاد خیال ہیں -	″	دو حربی لٹیرے عرب سردار	″
قابل ذکر مقامات	۱۰	روانگی قافلہ	″	کمزوری گورنمنٹ	۳۴
آب شیریں	۱۱	ینبوع کا استحکام	۲۲	سلطان کی عملی حکومت ملک میں نہیں بتلائی جاتی	″
عادت کی زبردست طاقت	۱۱	عرب سفر کی صعوبت کو سرود سے کم کردیتے ہیں	″	تنظیمات سلطنت کا نتیجہ	۳۵
اسلحہ سے شوق	۱۱	**دوسرا باب**	۲۳	بدوی قوم کو درست کرنے کی تدبیر	″
صحت بخش مقام	۱۱	جبل رضوی	۲۳	انتظام ہو تو ایسا ہو	۳۶
مہمان نوازی	۱۱	برٹن صاحب کے ہندستانی ہونے کا گمان	″	سعد کی گزر اوقات زندگی	۳۷
ضیعت شیعہ اور اس کا رنج	۱۲	برٹن صاحب افغان بن گئے	″	مکھی کے زہر کا اثر زائل ہوجاتا ہے	″

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
بدر	٣٧	شعب علی	٥٤	شیشہ	٦٨
الحمراء سے روانگی	٣٨	مسجد الشجرہ	〃	خوشنما مناظر	٦٩
لٹیروں سے مٹ بھیڑ بار دیگر	٣٨	مدینہ میں باغات اور سبزی کی کثرت	٥٥	متوسط درجہ کے لوگوں کی طرز معاشرت	〃
جمال کی سرکشی	٣٩	مدینہ کا نقشہ اُتارنا	〃	عورتوں کا سخت پردہ	〃
جدیدیا الخیف + بغار	〃	ینبوع سے مدینہ ١٣٢ میل ہے	٥٦	عربوں کی کھانا کھانے کا طریقہ	٧٠
حملہ کرنیکی گھاٹی + بیر عباس میں ورود	٤٠	مدینہ میں تعطیشا پیدل داخل ہونا	٥٥	سوداوی مزاج یا مالیخولیا	٧٠
تیسرا باب	٤١	ینبوع سے مدینہ تک منزلوں		نمک الرزق + الفطور	٧١
بیر عباس	٤١	اور مسافت کی تفصیل۔	٥٦	بھوک + تشنگی کے پانی مطہر کرنا	〃
ترک سوار کا قتل	٤١	**چوتھا باب**	٥٧	قیلولہ + ایلولہ + غیلولہ۔	٧٢
عربا کو لٹیروں سے کچھ ڈر نہیں	٤٢	ینبوع سواد نواح مدینہ	〃	کیلولہ + فیلولہ	٧٢
ایک عرب شیخ کا جلوس	٤٤	باب العنبری	〃	ملاقات کا وقت	〃
الشرق	〃	تکیہ + سبیل قدیم کے کھنڈرات	〃	طعام عشا + اطعمہ	٧٣
عربی شیوخ کے اعزاز میں فوجی قواعد	〃	قلعہ مدینہ + المناخہ	٥٨	مدینہ کی سرد راتیں	〃
مختلف ممالک کی سوار فوج کا موازنہ	٤٥	روضہ مبارک + بقیع الغرقد	٥٩	درد کمر کا پُرتاثیر نسخہ	〃
ترکی فوج اور بدوی لٹیرے	〃	شجرۃ المدینہ	〃	گھوڑوں میں بھاگ دوڑ کا نظارہ	٧٤
خیالی باغ ارم	〃	قافلہ (کاروان) کا استقبال	〃	مدینہ کے کتے + مبارز کتا	٧٤ و ٧٥
بدوی چور کو زخمی کرنے کی مشکلات	٤٦	خالص اور بے ریا الفت	〃	توہم + غیر موزوں لطیفہ	٧٥ و ٧٦
جبریہ قیام + زخم کا علاج	〃	رقیق القلبی	〃	**پانچواں باب**	٧٧
شارع عام کو چھوڑنا خطرناک ہے	٤٧	معانقہ کا طریقہ	٦٠	حرم نبوی میں جانا	٧٧
بیر عباس سے روانگی	〃	محلۃ العنبریہ	٦٠	مسجد نبوی کے فضائل	〃
شعب الحاج + قافلہ پر فیر	٤٨	برّ المناخہ + ہلاٹلی	٦١	مسجد نبوی میں ایک نماز کا ہزار گنا ثواب ہونا	٧٨
مجلس شوریٰ شیوخ عرب	٤٩	عمدہ لباس کا پلٹ دیتا ہے۔	〃	آداب اقامت مدینہ + زیارت	٧٨
شہدا + وادی سیالہ ٤٩	٥٠	مجلس + عمدہ دستور			
بیر الهندی + جبل ورقان	٥٠	طریقہ رسم ملا			
منزل سویقہ	٥١	قہوہ نوشی			
ادائے قرض کی مشکلات	〃	پولیٹیکل گپ شپ			
سویقہ سے روانگی	٥٢	سیاحت سے غفلت کے ارادہ کا ترک کرنا	〃	عام اجماع دربارہ فضیلت مدینہ	٨٠
جمال کی ناراضگی کا نتیجہ	〃	عربوں کے بچوں کی بے باکی۔	٦٥	عرض و طول مسجد نبوی	〃
وادی العقیق + مدریج	٥٣	دلیری اور شوخی		رواق + ربط + خسوخہ الحوش	٨١
مدینہ منورہ کا اوّلین نظارہ	〃	[illegible] کو مارتے نہیں	٦٦	مواجہہ شریفہ	٨٢
تعطیشا اونٹوں سے نیچے اترنا	〃	[illegible] تہذیب عرب	〃	محراب النبوی	٨٢
حرم مدینہ میں داخل ہونے کے وقت کی دعا	〃	... کا حال + دیوان	٦٧	ساخت مواجہہ شریفہ	٨٣

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
مصلائے شافعی + مصلائے حنفی	۸۴	مہبط جبرئیل	۹۸	ختم سیر مسجد نبوی	۱۱۱
منبر شریف + الروضہ	〃	مہبط جبرئیل پر دعا	〃	نہایت نامعقول شبہ	〃
احادیث دربارہ فضیلت روضہ	〃	فاطمہ رضی اللہ عنہا کا مقصورہ	۱۰۰	رسول اللہ کی قبر کیا کسی نے دیکھی ہے	۱۱۲
تحیۃ المسجد + حجرات کا وقت	۸۵	دعاء زیارت فاطمہ رضہ	〃	قبور شریف کا صحیح صحیح حال	〃
باغ کی ہم شبیہ	۸۶	شریف کی اصطلاح	〃	حجرہ شریف کی خاک لوگ تبرکاً اٹھاتے تھے	۱۱۳
عالی شان منظر	〃	اہل عبا	۱۰۱	لحد بنانا سنت ہے	〃
مقبرہ شریف	۸۷	فاطمہ کیا باوجود نکاح دواماً		حیات انبیاء و شہداء	۱۱۴
صلوٰۃ کے مختلف معنی	〃	کنواری رہیں ؟	〃	زمین پر انبیاء کے بدن کا کھانا حرام ہے	〃
حجرۂ مبارک	〃	محراب عثمان + زیارت کا اختتام	۱۰۲	نقب حجرہ شریفہ اور اس کی ناکامی	۱۱۵
قبر مبارک کے گرداگرد کٹہرے	۸۸	زیارت تک مبارک	〃	سلطان نور الدین زنگی کا	
کٹہرے کے چار دروازے	۸۸	فقراء و مساکین کی یورش	〃	نہایت عمدہ کام	〃
شباک النبی	۸۹	باب السلام	۱۰۳	حجرہ شریفہ کے گرداگرد خندق سیسہ	〃
دعا جو قبر شریف پر پڑھی جاتی ہے	〃	سبیل + باب الرحمت	۱۰۴	نباشی کی ناکام کوشش	〃
نقشۂ قبر مبارک	۹۰	باب مجیدی + باب النساء	〃	مدینہ کا نقشہ اتار کر چھپا دینا	۱۱۷
ولکنہ الا عادات	۸۹	فرش الحجر	〃	مدینہ کے سابقہ نقشے غلط ہیں	〃
خصفۃ السلطان	〃	باب جبرئیل	۱۰۵	**چھٹا باب (۶)**	۱۱۸
زیارت کے بعد صدقہ دینا لازم ہے	۹۱	عشاء کے بعد دروازۂ حرم بند ہو جاتے ہیں	〃	بنی آدم کی زبانوں میں اختلاف	
دعاء زیارت ابو بکر رضہ	۹۲	شکیلیہ مینار	〃	پڑھنے کی ابتداء	۱۱۸
〃 عمر رضہ	〃	مینار باب السلام	〃	عربی زبان کس نے ایجاد کی	〃
شباک النبی میں سے اندر جھانکنا	〃	مینار باب الرحمت	〃	عرب میں سب سے اول عمالقہ آباد ہوئے	〃
متعصب شیعوں کی سفاہت	۹۳	مینار سلیمانیہ + رئیسیہ مینار	۱۰۶	۴۰۰ برس کی انسانی عمر	۱۱۹
کوکب الدری اور تسبیح مروارید	۹۴	ستون ہائے مسجد نبوی	۱۰۷	عمالقہ کا استیصال تام	〃
قبر شریف کا نظارہ رات کو قابل دید ہے	〃	استوانۂ مخلق + اسطوانہ عائشہ رضہ	〃	یہود کا حجاز میں آباد ہونا	۱۲۰
اختلاف مورخین در وضع قبور شریفہ	〃	ستون حنانہ	〃	عرب بہت سی اقوام کے مورث ہیں	۱۱۹
بیت المال مسلمین	〃	اسطوانہ ابولبابہ + اسطوانۃ السریر	۱۰۸	یہودیوں کے حجاز میں آباد ہونے کا سبب	۱۲۰
کلکشندی کا بیان	۹۵	اسطوانہ علی + اسطوانۃ الوفود	۱۰۹	قبر ہارون علیہ السلام	〃
ابن جبیر کا بیان	〃	اسطوانہ تہجد + مقام جبرئیل	〃	ابوہریرہ رضہ کی روایت	۱۲۱
السمہودی کا بیان	۹۶	کیاری فاطمۃ الزہری رضہ	〃	عرب کی وجہ تسمیہ	〃
جسم مبارک رسول اللہ کس وضع سے دفن ہے	۹۷	بیر النبی یا زمزم	۱۱۰	خیبر کے معنی	〃
السمہودی کون ہے ؟	〃	الصیحانی	۱۰۹	طبری کی روایت	۱۲۲
حجرۂ قبور شریفہ میں اب کوئی نہیں جا سکتا	〃	بنق	۱۱۰	اوس و خزرج کا مدینہ میں آکر آباد ہونا	〃
جاز خیالی وضع قبور شریفہ کی	۹۸	استواء مدینۃ النبی	۱۱۱	کافر نعمتی سخت عیب ہے	〃
حجرۂ مبارک میں عیسیٰؑ کی قبر کی جگہ خالی ہے	〃	شجر قنادیل	〃	سد مارب + سیل العرم	۱۲۲

مضمون	صفحہ
[illegible]	۱۲۲
جلاوطنی کے لئے عجیب بہانہ	۱۲۳
یہود عرب کے موالی بن گئے	״
۱۲۰ برس تک لڑائی رہنا	״
تبع الاصغر	״
تبع کا مدینہ کو ویران کرنے سے باز رہنا	۱۲۵
تبع کا نامہ رسول اللہ کے نام	״
ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ	۱۲۶
بیعت عقبۃ الاولیٰ	״
״ ״ ثانیہ	۱۲۷
بیعت کبریٰ	״
انصار کے ۲ گروہ	۱۲۹
ہجرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	״
بریدۃ الاسلمی کا مسلمان ہونا	״
ناقہ قصویٰ	۱۳۰
قبا میں نزول اجلالی	״
پیر کا دن بہت بابرکت ہے	״
قبا سے روانگی	۱۳۱
مسجد جمعہ	״
سنہ ہجری کی ابتدا	״
مدینہ میں رونق افروزی	۱۳۲
۷ ماہ تک ابو ایوب کے گھر رہے	״
حجرات اور مسجد نبوی کی تعمیر	۱۳۳
پیاز لہسن وغیرہ رسول اللہ نہیں کھاتے تھے	۱۳۳
قدیم عربوں کے مکانات کی وضع	۱۳۴
یہود کو رسول اللہ سے حسد پیدا ہونا	״
تاریخ وفات رسول اللہ	۱۳۴
خادم حرمین الشریفین	״
کیفیت بناء مسجد نبوی	۱۳۵
مسجد کیلئے رسول اللہ خود اینٹیں لاتے تھے	״
تحویل قبلہ + روایت ابوہریرہ رضی	۱۳۶
طبری کی روایت	״
رسول اللہ کے زمانہ میں محراب نہ تھی منبر	۱۳۷
تقسیم اوقات مبارک	۱۳۸
بیان تعمیر مسجد نبوی بعد رحلت رسول اللہ صلعم	״

مضمون	صفحہ
بطحا	۱۳۹
منبر نبوی کی تین گنگھیاں بنوائی گئیں	۱۳۹
اصحاب الصفہ	۱۳۹
زیادات عثمانی رضی	״
تیسری بار مسجد نبوی کا تعمیر ہونا	۱۴۰
مسلمان عورتوں میں پردہ کی ابتدا	״
ولید کا مسجد نبوی کو مذہب مطلا کرنا	۱۴۱
حجرہ مبارک کی صندلی اور برنجی جالی	״
آتشزدگی اور بجلی سے حجرہ مبارک محفوظ رہا	۱۴۲
چوتھی بار مسجد نبوی کی مرمت	۱۴۳
نباشی قبور شریف کا ناپاک ارادہ	״
عیسائیوں کا جسم اطہر کو قبر سے نکالنے کا ارادہ	۱۴۳
حجرہ مبارک کے گرد اگرد سیسہ کی دیوار	״
پانچویں دفعہ مسجد نبوی کی تعمیر	״
چھٹی بار مسجد نبوی کی تعمیر	۱۴۴
سلطان سلیمان اعظم کی عمارت	״
سلطان عبدالمجید کی عمارت	״
مسجد نبوی کا خزانہ وہابیوں نے لوٹ لیا	۱۴۵
رسول اللہ کے اعجاز سے وہابی حجرہ مبارک کا گنبد نہ گرا سکے	۱۴۶
زیارت کی ممانعت وہابیوں نے کر دی	״
وہابیوں کو شکست اور انکا حجاز سے چلا جانا	״
خزانہ حجرہ مبارک کی سنبھالی	״
مسجد نبوی کے خدام کا حال	״
شیخ الحرم + مدیر الحرم	״
مستسلم + بوابین + خزینہ	۱۴۷
بطالین + فراشین	״
شاگرد پیشہ	۱۴۸
قاضی اور مفتیوں کا عملہ	״
رؤسا یا مؤذنین	״
خطیب اور شیخ الخطباء	״
امام اور شیخ الائمہ	״
مالکی مذہب کے پیرو کم ہیں	״
حنبلی مذہب سے وہابی مذہب نکلا	״

مضمون	صفحہ
امام حنفیہ اور امام خطیب	۱۴۸
مزورین	۱۴۹
اوقاف کی آمدنی اور صدقہ کی رقم کا سالانہ آنا	״
ان مدنیوں کی تشریح جو سالانہ وظیفہ پاتے ہیں	״
ساتواں باب (۷)	۱۵۰
شہر مدینۃ النبی کا مفصل حال	״
حجاز کے حدود اربعہ	״
حجاز کے معنی	״
مدینہ منورہ کے تعدد اسماء	۱۵۲
حدود حرم مدینہ	
مدینہ اور مدنی میں فرق	۱۵۳
آتشکدہ مدینہ	۱۵۴
حرب الشرقی	״
سافلہ اور عوالی	״
مکہ افضل ہے یا مدینہ؟	״
مدینہ افضل ہے کیونکہ [illegible]	״
قبر شریف [illegible] افضل ہے کعبہ سے	۱۵۵
العالیہ	۱۵۵
[illegible] الزرقاء	۱۵۶
[illegible] کی موجودہ	״
[illegible] پانی	۱۵۶ ۱۵۷
آب و ہوا	۱۵۷
[illegible] بارش	״
بارش کی باقاعدگی	۱۵۸
بیماریاں اور انکا علاج	״
[illegible]	۱۵۹
طاعون سے ہمیشہ مدینہ پاک رہا	״
چیچک کا علاج	״
مدینہ میں ٹیکہ چیچک کا قدیم رواج	۱۶۰
آشوب چشم [illegible] وغیرہ	״
فتیلہ جلانا	״
[illegible] کا خاص علاج	۱۶۱
[illegible] طلسم	۱۶۲

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
پیچش اور اس کا علاج + ناہرو	۱۶۳	اناج - غلہ + ترکاریاں	۱۷۹	شامی قافلہ کا مدینہ پہنچنا	۱۸۹
کلب الکلب کا علاج	״	انگور کی اقسام	״	سلطانی تحائف	״
برص + زخم + ناسور + قرح	۱۶۴	پھل اور میوہ جات	۱۸۰	خیموں کا خوبصورت شہر	۱۹۰
تبدیلی آب و ہوا	۱۶۵	شامی انار + رب رمان	״	تخت رواں	۱۹۱
دودھ کا علاج	״	دنبقا اور انکے بچونکی ہیئت کذائی	۱۸۱	دلول	״
عربوں کی تقلید کیوں نہیں کرتے ؟	״	حوران جہنم	״	کیمپ کی زندگی	״
شہر مدینہ کی آبادی وغیرہ	״	ذکر بنا مسجد قبا	۱۸۲	ارزہ (جنگی ناچ)	״
مدینہ کے بازاروں کا حال	۱۶۶	احادیث در مسجد قبا	۱۸۳	روانگی جانب جبل احد	۱۹۲
فصیل شہر اور بروج	״	مسجد ضرار	״	قبۃ السباق	۱۹۳
کوچہ و برزن	۱۶۷	اہل قبا والونکی تعریف میں نص قرآنی	״	مکان سید زکی الدین	״
پبلک عمارتیں + وکالہ	״	حضرت عمر کا مسجد قبا میں جھاڑو دینا	״	امیر الحاج	״
حمام + قہوہ خانہ	״	مسجد قبا کی وضع قطع	״	واقعہ حرۂ واقم	۱۹۴
مکانات کی وضع + آبادی	״	مصلائے نبوی	۱۸۴	فضائل جبل احد	״
قلعہ مدینہ اور اسکی فوج	۱۶۸	طاقۃ الکشف	״	احد کی شہرت کے اسباب	۱۹۵
مضافات شہر مدینہ	۱۶۹	مبرک الناقہ	״	غزوۂ احد	״
خمسہ مساجد	۱۷۰	مکان الآیت	۱۸۵	قبۃ ہارون	۱۹۶
عرب تعمیر پر فضول روپیہ نہیں لگاتے	۱۷۱	مسجد التقوی	״	جنت کے پہاڑ	۱۹۴
عربوں کی کفایت شعاری	״	فاطمہ رضی اللہ عنہا کے آٹا	״	دوزخی پہاڑ	۱۹۵
جوش	۱۷۲	پیسنے کی جگہ	״	مستراح	۱۹۶
باغات نخلستان کی کثرت	״	مسجد عرفات	۱۸۶	باغات و چشمۂ احد	۱۹۷
آٹھواں باب (۸)	۱۷۳	زیارت مسجد علی رضی اللہ عنہ	״	میدان غزوۂ احد	״
مسجد قبا کی زیارت کا بیان	״	بیر الاریس	״	مسجد و مشہد حمزہ رض	۱۹۸
خاص خاص مشاہد عظام + ناقہ مکی	״	بیر الخاتم	۱۸۷	القبۃ مشہد حمزہ رض	״
باروبہ + نخیل	۱۷۴	بیر التفلات	״	زیارت قبر حمزہ رض	۱۹۹
۱۳۹ قسم کی کھجوریں	۱۷۵	مسجد آبار	۱۸۸	صہریج	۲۰۱
۷ قسم کی مشہور کھجور	״	بیر الغرس	״	شہداء احد کے مقابر	״
الشلبی + عجوہ + الحلوہ -	۱۷۶	بیر رومہ	״	قبۃ الثنایا	״
البرنی + وحشی + صیحانی -	״	بیر بضاعۃ	״	دیوار پر ٹیکنے کا دستور	۲۰۲
خضیریہ + جبلی حلایہ	״	بیر بصہ	״	عبداللہ کی نشانی	״
لثون + اوزان	۱۷۷	بیر حا	״	غار جبل احد	۲۰۳
مد + رطل وغیرہ	״	باغ الہند شونیہ	״	قبۃ المسری	״
غذا دوائی اور کھجور کے اقسام کھانے	״	حاک شفا	״	حرم نبوی میں حلبہ چراغاں	۲۰۴
بالمہ + تلدیۃ الشام + ندمیا		بیر عہن		اکالۃ الاکباد	۲۰۴
کھجور کے درختوں میں آبپاشی	۱۷۸	**نواں باب (۹)**	۱۸۹	ایرانیوں کی درگت حرم	۲۰۴
قبا کی صحت بخش آب و ہوا -	۱۷۶	زیارت مقبرہ حمزہ رضی اللہ عنہ	״	نبوی میں	״

مضمون	صفحہ
ایرانیوں پر شبہ	٢٠٤
مدفن فاطمہ پر ایرانیوں کی	
گریہ وزاری	٢٠٥
شیخین کی قبر پر ایرانیوں کا	〃
حال نفاق	〃
اعصاب کی کشش سے	〃
اظہار غصہ	〃
مدینوں کی محبت خالص	٢٠٦
کا اظہار	〃
عمر رضی اللہ عنہ کی بے ادبی	
مزنیسے ایک ایرانی کا قتل ہونا	〃
بے معنی لفظ	〃
دسواں باب (١٠)	٢٠٧
مدینہ کے ساکنین کا حال	〃
انصار کا خاندان	〃
بیت الانصاری	٢٠٨
بیت ابو جود	〃
بیت الشعیب	〃
بیت القرانی	〃
نخاولہ	〃
سید اور شریف کا فرق	٢٠٩
سامات علویہ	٢١٠
بنو خلیفیہ	〃
صدیقیہ	〃
رفض کے معنی	〃
پنچ میل آبادی	〃
سوفات	٢١١
مدینہ کے ہندی	〃
احناف کی کثرت	٢١٢
بدوی شافعی مذہب ہیں	〃
زیدی	〃
بیاضی	〃
اہل مدینہ پر کوئی ٹیکس نہیں ہے	〃

مضمون	صفحہ
اکرام کے لئے چار طبقے	٢١٢
تعداد اکرام	٢١٣
اکرام کے ملنے کا قاعدہ	〃
تجارت اہل مدینہ	٢١٤
حرفت و اجرت	٢١٥
نرخ اشیاء	〃
محتسب بازار	٢١٦
عرب گھی کے بہت شائق ہیں	٢١٧
بردہ فروشی	٢١٨
جاریہ بیضاء	〃
مدینہ والوں کی رنگت اور	〃
وضع قطع	٢١٩
لباس اہل مدینہ	〃
زیور و عطریات	٢٢٠
اظہار ماتم	〃
سواری اور خورد و نوش کے جانور	〃
ناقہ احرار	٢٢١
دنبہ	٢٢١
گائے	〃
بکری کا گوشت عرب کھاتے ہیں	〃
لڑائی میں درود شریف کا ورد	〃
مہمان نوازی	٢٢٢
جرائم اور انکی سزا	〃
شراب مدینہ میں نہیں بکتی	〃
انشاء اللہ مکرر	٢٢٣
عورتوں کے متعلق عربوں کے	〃
ظرافت آمیز مقولے	
خطبہ رسم نکاح	٢٢٤
رسوم میت	〃
کتابوں کی کثرت	٢٢٥
تعلیم علم دین	〃
مصری قرات	٢٢٦
عربی زبان جدید	〃

مضمون	صفحہ
گیارھواں باب (١١)	٢٢٧
بقیع اور مقابر مشہورہ	〃
بومارستان کی خیالی خواص	〃
حوازم اور حوامد کی لڑائی	〃
مسقط جانیکا ارادہ	٢٢٨
منقطع ہو گیا۔	٢٢٩
مسقط اور مدینہ کا درمیانی	
فاصلہ	٢٢٩
خیبر	٢٢٨
بقیع	〃
احادیث در فضائل	
بقیع	٢٣٠
قبر عثمان بن مظعون رض	٢٣١
مروان کا نہایت زبون کام	〃
قبر سیدنا ابراہیم ابن	〃
رسول اللہ صلعم	〃
بقیع کی وضع	〃
وہابیوں کا بقیع کے	
گنبدوں کو گرا دینا	٢٣٢
کرایہ پر دفن کرنیوالوں	〃
کی سختی اور بیدردی	〃
دعا برائے اہل بقیع	٢٣٣
مشہد عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ	〃
حش کوکب	٢٣٤
قبر ابو سعید الخدری	٢٣٥
زیارت گنج شہیدان بقیع	〃
زیارت قبر حلیمہ سعدیہ	〃
زیارت سیدنا ابراہیم	〃
قبہ نافع مولا قاری	٢٣٦
قبہ امام امالک رح	〃
زیارت قبر عقیل رض	〃
قبہ امہات المومنین	〃

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
قبۂ بنات رسول اللہ	٢٣٦	قبر ابوسفیان بن الحارث	٢٤٢	قافلہ رکب	٢٤٨
فقراء کی یورش	〃	۵۵ مساجد مدینہ	〃	درب الشرقی	٢٤٩
قبۃ العباسیہ	٢٣٧	مسجد قبلتین	〃	درب السلطانی	〃
زیارت امام حسن و دیگر		مسجد بنو ظفر یا مسجد البغلہ	٢٤٣	مزید شغدف و شبریہ	〃
ائمہ ہدیٰ	٢٣٨	مسجد الجمعہ یا مسجد عاتکہ	〃	درستی سامان سفر	٢٥٠
تابوت علی مرتضیٰ	٢٣٩	مسجد فضیخ یا مسجد الشمس	٢٤٤	جمّال سے معاہدہ	〃
چلہ سروتن	٢٣٨	مسجد قریظہ	〃	مصافحہ، خو لطلہ ۵۰ کو	٢٥١
زیارت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا	٢٣٩	مسجد مشربہ ام ابراہیم	٢٤٥	تعارفہ و تعزیلہ	〃
اختلاف تعیین جائے قبر		مسجد الاجابہ	〃	ابو شواربیہ کا لطیفہ	〃
سیدۃ النساء رضہ	〃	مسجد فتح	〃	مالحین	٢٥٢
ہودج عروس کے مانند عورتوں		حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا	〃	شرائط نمک حرمی	〃
کا جنازہ بننے کی ابتداء	٢٤٠	مسجد سلمان الفارسی رضہ	٢٤٦	بدوؤں کے متعلق شیخ حامد	
ختم زیارات بقیع	〃	مسجد علی رضی اللہ عنہ	٢٤٧	کی نصیحت	〃
مزار صفیہ رضی اللہ عنہا	٢٤١	مسجد ابوبکر رضی اللہ عنہ	〃	الوداعی ملاقات	٢٥٣
بیت الحزن	٢٤٠	مسجد الرایہ	〃	قافلہ کی گھبراہٹ روانگی	〃
قبر فاطمہ بنت اسد	٢٤١	جبل ثواب	〃	زیارت الوداع	〃
رسول اللہ پانچ اشخاص		قوت الاسلام	〃	مزوّر وغیرہ کا حساب	〃
کی قبر میں لیٹے	٢٤١	مسجد غنیمین	〃	بے باق کرنا	٢٥٤
قبر عبدالرحمٰن بن عوف رضہ	〃	مسجد الوادی	٢٤٨	مدینہ میں آخری رات	٢٥٥
قبر ابن حذافۃ السہمی	٢٤٢	صابئین اور مجوسی	٢٤٦	مدینہ سے زندہ بچ آنے	
قبر عبداللہ بن مسعود رضہ	〃	قبۃ المسرے	٢٤٨	پر مبارک باد	٢٥٦
قبر سعد بن زرارہ	〃	بارھواں باب (۱۲)	٢٤٨	کتاب تمام شد	
قبر سعد بن معاذ	〃	شامی قافلہ کا بیان	〃	✱	
قبر ابوشحمہ	〃	قافلہ طیارہ	〃		

۷۸۶

اَللَّیلُ وَالخَیلُ وَالبَیدَاءُ تَعرِفُنِی
وَالسَّیفُ وَالضَّیفُ وَالقِرطَاسُ وَالقَلَمُ

عرض حال

نحمدہ ونصلی ونسلم علیٰ رسولہ الکریم

تمہید اُنیسویں صدی عیسوی میں جس قدر جانباز اور اُولوالعزم یورپین سیاح گذرے ہیں اُن میں سے کسی ایک کو بھی شہرت اور ناموری میں وہ درجۂ بلند اور پایہ رفیع حاصل نہیں ہوا جو کتاب "پلگری میج ٹو المدینہ اینڈ مکّہ" (حجِ حرمین الشریفین) کے مُصنّف کپتان رچرڈ فریڈرک برٹن کو مقدّر سے نصیب ہوا۔

پچپن ۵۵ برس سے زیادہ عرصہ گذرا۔ جب یہ کتاب اول ہی بار انگریزی زبان میں لنڈن میں شائع ہوئی۔ مگر اس مُرور زمانہ سے اس کی عبارت کی تر و تازگی اور طرز بیان کی لطافت اور پاکیزگی میں بالکل فرق نہیں آیا۔ جب پڑھا جاتا ہے اس کے سحر بیان سے لُطف تازہ اور سرور بے اندازہ اُسی طرح حاصل ہوتا ہے۔ کہ جس طرح ۱۸۵۵ء میں اس کتاب کے اوّل بار مشتہر ہونے نے دنیا کو بے حد حیرت اور استعجاب میں ڈال دیا تھا۔ اس مئے خانہ کے بادہ نوش اب بھی اس بادۂ کہن کو مزے لے کر پیتے ہیں ؂

ہنوز آں ابر رحمت دُر فشان است
خُم وخُم خانہ با مُہر و نشان است

تواریخ طرز معاشرت حقیقت میں یہ کتاب اپنے بیان کی شوخی اور شگفتگی اور طرز تحریر کے دل نشین اور مؤثر پیرایہ کے سبب سے تمام دیگر سفرناموں پر فوقیت و سبقت

لے گئی ہے + اس میں عربوں کی زندگی - طرز معاشرت - خوخصلت - عادات واطوار - چال و چلن اور رسم ورواج کا پورا پورا حال نہایت شرح وبسط سے درج ہے جس سے اس کتاب نے ایک مستقل قومی تواریخ کا درجہ حاصل کرلیا ہے + اس کتاب کے علاوہ مسلمان حاج اور حرمین الشریفین میں اُن کی ایام حج کی زندگی کا من وعن فوٹو بھی اس کتاب سے ظاہر ہوتا ہے

جرأت و شجاعت

نہایت تعجب خیز اور حیرت انگیز امر یہ ہے کہ کپتان برٹن نے اس اہم اور پُرخطر سیاحت اور سفر کو نہایت خوش اسلوبی کے ساتھ انجام دیا اور لطف یہ کہ کوئی اُن کی اصلی قومیت شناخت نہ کرسکا -

کیا لطف جو غیر پردہ کھولے
جادو وہ جو سر پہ چڑھ کے بولے

اُنھوں نے اپنے آپ کو نو مسلم بھی ظاہر نہیں کیا تاکہ اگر مناسک حج وغیرہ میں اُن سے کچھ فروگذاشت ہو جاتی تو اُس کو اُن کی مذہبی ناواقفیت پر دال سمجھا جاتا - نہیں - اُن کی ہمت نے یہ بات گوارا نہ کی - بلکہ اُنھوں نے پیدائشی مسلمانوں کی طرح سے یہ سفر طے کیا + کپتان برٹن کی دلیری اور بے جگری اور ہمت مردانہ کو صد آفرین ہے کہ اپنی جان کو خطرہ میں ڈال کر بلکہ اپنے سر کو ہتھیلی پر رکھ کر یہ سفر صعب اختیار کیا ع آفریں باد بریں ہمت مردانہ تو + زیارت حرمین الشریفین کے دوران میں اگر ذرہ بھر بھی اس بات کا شبہ اُن پر ہو جاتا کہ یہ مسلمان نہیں ہیں - یوروپین ہیں - جو بھیس بدل کر حرمین الشریفین کا حال دریافت کرنے آئے ہیں - تو اُس کا نتیجہ سوائے اس کے اور کچھ نہ ہوتا کہ عرب اُن کو فوراً قتل کر ڈالتے + سچ ہے

اُولوالعزمانِ دانشمند جب کرنے پہ آتے ہیں
سمندر پاٹتے ہیں کوہ سے دریا بہاتے ہیں

جس بھیس اور لباس سے برٹن صاحب نے سفر حجاز طے کیا اُس سے اُن کو اوّل ہی مرتبہ سابقہ نہیں پڑا تھا + وہ ہندوستان کے قیام کے دوران میں کئی مرتبہ اس قسم کے بھیس بدلنے کی مشق کر چکے تھے + حجاز روانہ ہونے سے پہلے دس برس تک کپتان برٹن افغانوں اور ایرانیوں کی عادت وخصلت سیکھتے رہے + اوائل عمر ہی سے اُن کے مزاج میں سیر و سیاحت کا بہت شوق تھا -

مختصر سیرت

کپتان برٹن انگلستان کے شہر ہرٹفرڈ شائر میں ۸ مارچ ۱۸۲۱ء کو پیدا ہوئے +

اکیس ۲۱ برس کی عمر میں سلسلۂ ملازمت میں منسلک ہو کر وہ انگلستان سے ہندوستان آئے
اور بمبئی کی ایک دیسی پلٹن میں جس کا نام ۱۸ بمبئی نیٹو انفنٹری تھا لفٹنٹ کے عہدہ پر بھرتی ہو کر
ماہِ اکتوبر ۱۸۴۲ء میں بڑودہ میں تعینات ہوئے + مگر فوجی زندگی اُس کا سخت ربط و ضبط اور
فوجی حکام کی ماتحتی اُن کو پسند نہ تھی۔ آزاد رہنے کے وہ بہت شائق تھے۔ اس لئے کوشش کر کے
تھوڑے ہی عرصہ کے بعد اُنہوں نے سررشتۂ فوج سے اور دوسرے شعبۂ میں اپنی تبدیلی کرالی اور
ملک سندھ میں سررشتۂ سروے (پیمائش) میں اسسٹنٹ کے عہدہ پر مامور ہوئے + اب اُن کو
سیاحت کرنے اور مختلف ملکوں کی زبانیں سیکھنے کا خاطر خواہ موقعہ مل گیا +

۱۸ زبانوں میں مہارت انگریزی تو اُن کی مادری زبان تھی۔ کپتان برٹن نے عربی زبان آکسفورڈ
میں سیکھنی شروع کی۔ لنڈن میں آکر اُردو زبان سیکھی + جب وہ ہندوستان
آئے تو یہاں کی مختلف زبانیں جلد جلد سیکھنی شروع کر دیں + ہندوستانی۔ گجراتی۔ مرہٹی۔ فارسی
ملتانی۔ پنجابی۔ سندھی زبانوں کو وہ اس طرح بولتے تھے کہ جیسے کوئی اپنی مادری زبان میں گفتگو کرتا
گورنمنٹ کے سرکاری امتحانات زباندانی میں کپتان برٹن ہمیشہ اوّل نمبر رہا کرتے تھے + ۱۸۴۷ء
میں وہ بیماری کے سبب سے رخصت لے کر تبدیل آب و ہوا کے لئے دکھن گئے اور وہاں تامل
اور تیلگو زبانیں سیکھ گئے + اِن کے علاوہ وہ ترکی۔ سنسکرت۔ پشتو اور ارمنی زبانیں بھی اچھی طرح
بول سکتے تھے۔

جس زمانہ میں وہ سندھ میں پیمائش کے کام پر مامور تھے۔ اُنہوں نے کئی کتابیں تصنیف کیں
ہندوستان میں وہ صرف سات سال تک متعیّن رہے + ۱۸۴۹ء میں پنجاب میں جب انگریزوں
اور سکھوں کے درمیان میدانِ کارزار گرم ہو رہا تھا تو کپتان برٹن نے یہ درخواست کی کہ مجھکو اس
جنگ میں مترجم کے عہدہ پر مامور کیا جائے۔ مگر گورنمنٹ نے اُن کی یہ درخواست منظور نہ کی۔ اس لئے
ملازمت ہندوستان سے دل برداشتہ ہو کر اور بیماری کے بہانہ سے تین ۳ سال کی طویل رخصت لیکر
۱۸۵۰ء میں وہ یورپ چلے گئے۔ اور عملاً اسی سال سے اُن کی ہندوستانی زندگی کا خاتمہ ہو گیا

وجوہات سیاحت حجاز ۱۸۵۲ء تک اہل یورپ کو عرب کے مشرقی اور وسطی ممالک کا حال معلوم
نہ تھا + یہ وہ زمانہ تھا کہ جب ہندوستان پر براہِ راست تاج برطانیہ کا قبضہ
نہ تھا + یہاں کا نظم و نسق ایسٹ انڈیا کمپنی کے ماتحت تھا اور ڈائرکٹران کمپنی مذکور اُس وقت وہی کام
انجام دیا کرتے تھے جو آجکل وزیر ہند لنڈن میں انجام دیتے ہیں + کپتان برٹن اُس زمانہ میں ہندوستان

ہیں ایسٹ انڈیا کمپنی کے ملازم تھے۔ وہ سیر و سیاحت اور زباندانی کے بہت دل دادہ تھے۔ لندن کی رائل جغرافیکل سوسائٹی اس بات پر آمادہ تھی کہ کسی انگریز سیاح کو خرچ وافر دے کر عرب کے وسطی اور مشرقی علاقوں کا حال دریافت کرنے کے لئے بھیجا جائے۔ جنرل مانٹیتھ نے کپتان برٹن کا تعارف سوسائٹی مذکور کی کارکن کمیٹی سے کرا کے سوسائٹی کے خرچ پر کپتان برٹن کو حجاز روانہ کرنے کا انتظام کرا دیا۔ کپتان برٹن نے ایسٹ انڈیا کمپنی سے تین ۳ سال کی رخصت طلب کی اور اپنا منشا ظاہر کر دیا کہ میں مسقط کی راہ سے مشرقی اور وسطی عرب کی سیاحت کر کے وہاں کا حال معلوم کروں گا۔ مگر ڈائرکٹران ایسٹ انڈیا کمپنی نے کئی وجوہات سے اتنی طویل رخصت منظور نہ کر کے اُن کو صرف ایک سال کی رخصت عطا کی۔ تاکہ وہ اس عرصہ میں حجاز یعنے خاص عربی بولنے والے لوگوں کے ملک میں قیام کر کے عربی زبان کی تکمیل کر لیں۔

مقصد سیر و سفر مجبوراً اس ایک سال کی رخصت کو منظور کر کے کپتان برٹن انگلستان سے مصر آئے اور وہاں سے براہ ینبوع البحر وارد سرزمین حجاز ہوئے۔ اُن کا خاص ارادہ تو یہ تھا کہ جس جزیرہ نما عرب کا حال ہنوز یورپ والوں کو معلوم نہیں ہے وہاں کی سیاحت اس طرح سے کرنی چاہئے کہ مدینہ منورہ پہنچ کر وہاں سے جانب مسقط روانہ ہو جائیں یا مکہ معظمہ سے مسکلہ تک سفر کریں جو بحر عرب پر ایک مشہور بندرگاہ ہے۔ مگر کپتان برٹن کا یہ مقصد پورا نہیں ہوا اور ارادۂ اللہ الغالب کے ارادہ سے اُن کا ارادہ مغلوب ہو گیا۔ جس وجہ سے کپتان برٹن اپنے اس ارادہ کی تکمیل نہ کر سکے وہ وجہ اسی سفرنامہ میں ناظرین کی نظر سے گذر کر کاشف حالات ہو گی۔

عربی گھوڑوں کی نخاس مذکورۂ بالا ارادہ کے ساتھ ہی اس جانکاہ سیاحت کی صعوبت سر پر لینے سے کپتان برٹن کی یہ خواہش بھی تھی کہ وسط عرب میں کوئی ایسی منڈی معلوم ہو جائے جہاں سے عربی گھوڑے ہر سال ہندوستان میں بکثرت لائے جا سکیں۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ اہل ہند اس وقت عربی گھوڑوں سے بہت شوق رکھتے تھے اور فوجی ضروریات ملکی کے لئے بھی اُن کی بڑی احتیاج تھی۔ مگر سفر حجاز میں عربی گھوڑوں کے متعلق کپتان برٹن کو یہ حال معلوم ہوا کہ عرب کے مغربی ممالک کی نسبت مشرقی ممالک میں بہت عمدہ نسل کے تازی گھوڑے پیدا ہوتے ہیں۔ مغربی عرب میں گھوڑے اعلےٰ نسل کے نہیں ہوتے اور نہ بکثرت دستیاب ہو سکتے ہیں۔

ربع الخالی اس سیاحت سے ایک اور مطلب یہ تھا کہ مشرقی عرب کے اس ریگستان کا حال

دریافت کیا جائے جس کو اہل یوروپ عرب کے نقشہ میں ربع الخالی کے نام سے لکھا کرتے تھے اور جس کی نسبت یوروپ والوں کو یہ یقین تھا کہ وہاں انسانی آبادی کا بالکل نام ونشان بھی موجود نہیں ہے +

حجاز میں معتبر راویوں سے ربع الخالی کا احوال دریافت کرکے کپتان برٹن کو تسلی ہوگئی اور جیسا کہ اہل یوروپ کا خیال ہے وہ مُلک بالکل سُنسان۔ غیر آباد اور ریگستان نہیں ہے بلکہ وہاں انسانی آبادی کی کثرت ہے + وہاں وادی سبزہ زار اور نخلستان بھی بہت ہیں جو کبھی کبھی بارش کے برس جانے سے اکثر سرسبز اور شاداب رہتے ہیں۔

دیگر اغراض سفر

اس سفر کے دیگر اغراض یہ تھے کہ عرب میں دریا اور چشمے وغیرہ معلوم کئے جائیں + پانی کے بہاؤ کا رُخ دریافت کیا جائے + ہمیشہ رواں رہنے والے دریاؤں اور ندیوں کی موجودگی۔ یا۔ عدم موجودگی کی کیفیت معلوم کی جائے۔ اور سب سے آخری غرض یہ معلوم کی جائے کہ آیا تمام اہل عرب ایک ہی نسل سے ہیں یا کسی دوسری نسل کے کچھ لوگ بھی عرب میں رہتے ہیں ؟۔

عرب میں ایک بھی ایسا دریا۔ یا۔ ندی نہیں ہے کہ جس میں سال کے بارہ ۱۲ مہینے تک پانی موجود رہتا ہو۔ ہاں نالوں کی بہت کثرت ہے جو بارش میں رواں ہو جاتے ہیں ورنہ ہمیشہ خشک اور بے آب پڑے رہتے ہیں۔

اہل یوروپ کا خیال تھا کہ مُلک عرب کا ڈھلان جانب شمال ہے۔ اس لئے عرب کے تمام دریاؤں اور چشموں کا پانی بہکر شمال کی طرف جاتا ہوگا + مگر یہ خیال غلط ثابت ہوا۔ عرب کا ڈھلان جانب جنوب ہے۔

تین اقوام مختلف

کپتان برٹن نے اپنی تحقیق کی بنیاد پر اپنے سفرنامہ میں یہ حال لکھا ہے کہ عرب میں تین مختلف نسل کے لوگ آباد ہیں + یہ تینوں اقوام خد وخال۔ عادات و اطوار۔ سیرت وصورت میں ایک دوسرے سے علیحدہ علیحدہ ہیں:۔

۱۔ عرب کے اصلی۔ یا۔ قدیم باشندے + ان کو ہندوستان کے بھیل وغیرہ اصلی باشندوں کی طرح نوآبادکاران عرب نے مُلک عرب کے اُن مشرقی اور جنوب مشرقی علاقہ

میں بھگا دیا جو ساحل سمندر کے ملحق واقع ہیں۔

۲۔ مُلک شام۔ یا۔ مُلکِ الجزائر کے باشندوں کی نسل کے لوگ + یہ لوگ سام اور قحطان کی اولاد میں سے ہیں۔ اِن لوگوں نے عرب میں آباد ہو کر عرب کے اصلی یا قدیمی باشندوں کو اُن کے علاقوں سے نکال کر مشرق اور جنوب مشرق کی طرف بھگا دیا۔

۳۔ مصری اور شامی نسل کے دوغلے + اِس نسل کے لوگ جزیرہ نمائے سینا میں آباد ہیں۔

شیخ عبداللہ مصنوعی

۳ / اپریل ۱۸۵۳ء کو کپتان برٹن انگلستان سے جہاز میں سوار ہو کر جانب مصر روانہ ہوئے اور وہاں افغان کا بھیس بدل کر سر منڈا کر اور داڑھی کے بال لمبے بڑھا کر اپنا نام شیخ عبداللہ رکھا۔ مصر میں کچھ عرصہ قیام کر کے مصری عازمانِ حج کے ہمراہ بندرگاہ سویز سے جہاز میں بیٹھ کر مدینہ منورہ کے بندرگاہ ینبوع البحر میں آ کر جہاز سے خشکی پر اُترے۔ اور ینبوع سے حاجیوں کے قافلہ کے ہمراہ مدینہ منوّرہ گئے + اِس کتاب میں اُن کے سفر کا وہ سب حال درج ہے جس طرح وہ ینبوع سے مدینہ منورہ پہنچے۔ اور مدینہ منورہ میں قیام کر کے وہاں کی زیارتیں دیکھیں اور وہاں کے رسم و رواج اور بدیوں کی خو خصلت اور عادات و شمائل سے واقفیت حاصل کی + بعد ازاں شامی قافلہ کے ہمراہ مدینہ سے مکّہ معظمہ روانہ ہوئے۔

عربی خیمہ نما مقبرہ

سر رچرڈ برٹن کو ۱۸۵۵ء میں برٹش گورنمنٹ نے کے سی ایم جی کا معزز خطاب عطا فرمایا + اواخر عمر میں وہ اٹھارہ ۱۸ برس تک مسلسل سلطنت آسٹریا کے بندرگاہ ٹریسٹی میں برٹش قونصل کے عہدہ پر مامور رہے اور وہیں داعی اجل کو لبیک کہہ کر ستر برس کی عمر میں ۲۰ / اکتوبر ۱۸۹۰ء کو اِس عالم فانی سے عازم عالم باقی ہوگئے + اُن کی نعش کو حنوط کر کے انگلستان لے گئے اور وہاں قصبہ مارٹلیک میں اُن کو سپردِ خاک کر دیا گیا + اُن کی بیوی نے بطور یادگار اُن کی قبر پر سنگ مرمر کا ایک عربی وضع کا خیمہ بنوا دیا +

بے نظیر کتاب

میں نے کپتان برٹن کے سفرنامہ کو بہت شوق سے معائنہ کیا + اُس کے مطالعہ سے معلوم ہوا کہ واقعی کپتان برٹن نے اپنے سفرنامہ کو نہایت تحقیق اور جانفشانی سے لکھا ہے + اِس قابل ہے کہ اردو زبان کی خدمت و ترقی کے لئے

اس کا ترجمہ اُردو زبان میں کیا جائے۔ جو مسلمانوں کے لئے تو ہر لحاظ سے قابل قدر ہی ہوگا پر دیگر اقوام کے علم دوست قدردان بھی اسے کچھ کم عزت کی نگاہ سے نہیں دیکھیں گے۔ چنانچہ مَیں اپنے دوست مولوی مصباح الدین احمد صاحب کا ممنون ہوں کہ اس ترجمہ کی تیاری و اشاعت میں مجھے اُن سے قابل قدر مدد ملی۔ کپتان برٹن کے ادیب بے نظیر اور منشی بے بدل ہونے میں کچھ شبہ نہیں + جس بات کو لکھا ہے اس قدر تحقیق اور سچائی سے اور مؤثر اور کارگر پیرایہ میں لکھا ہے کہ ہو بہو اُس حال کی تصویر لفظوں میں کھینچ دی ہے + عرب کے متعلق متعدد سفرنامے چھپے۔ مگر سچ تو یہ ہے کہ جو رتبہ عربی سفرنامہ زمانۂ سابق میں لکھنے سے محمد ابن جبیر اندلسی کو حاصل ہے وہی پایہ زمانۂ حال میں انگریزی سفرنامہ لکھنے میں کپتان برٹن کو حاصل ہے + واقعات کا حال تو کپتان برٹن نے سچ سچ نہایت امانت اور دیانت سے لکھا ہے۔ مگر جس جگہ واقعات میں اپنی رائے کو شامل کر دیا ہے وہاں تعصب کی جھلک دکھلا دی ہے + بہت سے زائد اور غیر دلچسپ حالات کہیں کہیں سے چھوڑ دیئے گئے ہیں اور جہاں کہیں ضرورت ہوئی۔ وہاں نہایت مختصر فٹ نوٹوں کے ذریعہ سے اصلیتِ واقعہ ظاہر کر دی گئی ہے +

تین جلدوں میں یہ کتاب ختم ہوگی۔ ارادہ ہے کہ اگر زمانہ نے مساعدت اور عمر نے موافقت کی۔ تو انشاءاللہ تعالےٰ اس سفرنامہ کے تین ۳ حصے اُردو میں یکے بعد دیگرے شائع کئے جائیں گے + چنانچہ پہلا حصہ مدینۂ منورہ کے حال میں ہدیۂ ناظرین ہے +

دوسرا حصہ مکہ معظمہ اور حج کے مفصل حالات میں اور تیسرا حصہ مصر اور حوالی مصر کے بیان میں اور مصر سے ینبوع البحر تک کے سفر کے احوال میں شائع ہوگا + الا ماشاء اللہ + السعی منی والاتمام من اللہ تعالےٰ +

المشتہر

بندہ محمد انشاء اللہ ایڈیٹر و مالک اخبار وطن و حمیت و انجمن و مالک بسٹیم پریس لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اے کارساز قبلۂ حاجاتِ کارہا — آغاز کردہ ام تو رسانی بانتہا

پہلا باب

لنڈن سے ینبوع

۱۸۵۳ء کے موسم سرما میں لنڈن سے مَیں حجاز کی سیر و سیاحت کے ارادہ سے جہاز میں مصر کی جانب روانہ ہوا + چند روز کے بعد مصر کے بندرگاہ اسکندریہ میں وارد ہُوا۔ کچھ عرصہ وہاں قیام کر کے دریائے نیل کے راستہ سے قاہرہ روانہ ہو گیا + قاہرہ اور مصر کے دیگر قابلِ دید مقامات کی سیر کرتا ہُوا سُوئیز پہنچا + بندرِ سُوئیز سے پھر وہاں سے جہاز میں سوار ہو کر بارھویں دن ۱۱ جولائی ۱۸۵۳ء کو مدینہ منورہ کے بندرگاہ ینبوع میں داخل ہُوا +

ینبوع میں قیام

آفتاب کی حدت شبنم کی کثرت اور سمندر کے مد و جزر کی افراط سے میرے ایک پیر میں اس قدر درد ہو گیا کہ ینبوع میں جہاز سے ساحلِ حجاز پر اتر کر مَیں اپنا پاؤں زمین پر بڑی دقّت اور مُشکل سے رکھ سکتا تھا + مگر کسی سیّاح اور مسافر کو بغیر قطعِ مسافت دلجمعی کب ہو سکتی ہے۔ اس لئے اپنے غلام کے کندھے پر زور ڈال کر مَیں پیدل شہر ینبوع کی جانب روانہ ہُوا + شیخ حامد مُزوّرِ مدینہ منورہ اور میرے ہم سفر دیگر مسافر معہ اسباب کسٹم ہاؤس (چُنگی خانہ) کی طرف چلے گئے +

ینبوع البحر[1] (سمندر کا چشمہ) کا بندرگاہ بہت قدیم اور ساحلِ حجاز پر نہایت وسیع اور اہم مقام ہے + مثل اَور دیگر بنادرِ حجاز کے ینبوع البحر بھی حرم کا دروازہ[1] (بابِ حرم) کہلاتا ہے قاہرہ سے جو کاروان مکہ معظمہ کو جاتا ہے ینبوع البحر اُسکی مسافت کی تیسری[2] منزل ہے +

---

[1] ینبوع عربی میں چشمہ کو کہتے ہیں + ینبوع البحر اسکو اسلئے کہتے ہیں تاکہ ینبوع النخیل سے اسکی تمیز رہے + ینبوع النخیل ایک گاؤں کا نام ہے جو اس بندرگاہ سے جانبِ شمال مشرق ۱۸ یا ۲۰ میل کے فاصلہ پر دامنِ کوہ میں آباد ہے + یہ گاؤں ایک زرخیز وادی میں نہایت سرسبز مقام ہے + [2] مصر (قاہرہ) سے منزل بمنزل کاروان کا جو دستہ مکہ معظمہ آتا ہے قافلہ کا اس راستہ کی پہلی[1] مسافت مقام العقبہ ہے دوسری جو نہائی منہل سلمٰی ہے (سلمہ کی بنائی ہوئی اونٹوں کو پانی پلانے کی جگہ) تیسری[2] ینبوع ہے اور چوتھی[4] مکہ معظمہ ہے +

ینبوع اور مقام البدر میں مسافر اور حجاج مکانات کرایہ لے کر اپنے اُس زائد اسباب کو جس کا جلدی میں اپنے ہمراہ لے چلنا وقت طلب ہو۔ یا اپنی قیمتی اشیاء کو جن کے لُٹ جانے کا خوف ہو اکثر چھوڑ جاتے ہیں + ینبوع مدینہ منورہ کا ایسا بندرگاہ ہے جیسا جدہ مکہ معظمہ کا۔ تجارتی اسباب کو اندرونِ مُلک میں لے جانے کے لئے باربرداری کے جانور (اونٹ) یہاں بکثرت موجود رہتے ہیں۔ بحرِ قلزم کے مغربی ساحل کے بندرگاہوں سے تجارتی مال کی درآمد اس جگہ بہت رہتی ہے + شہر ینبوع میں بھی اُس کے بندرگاہ سے غلہ۔ کھجوریں اور حنا جاتی اور وہاں مقامی طور سے فروخت ہوتی ہیں + ینبوع سے سُلطان رُوم کی حکومت شروع ہو جاتی ہے +

فوج نظام

اس شہر میں نظام[1] یعنے قواعد دان ترکی فوج نہیں رہتی + یہاں گورنر کو شریف کہتے ہیں + شریف ینبوع آجکل ایک عرب سردار ہے +

شریف سے ملاقات

شریف صاحب سے میری مُلاقات یہاں بڑے بازار میں ہوئی نوعمر اور خوبصورت جوان ہے۔ خوش نُما لباس پہنتا ہے۔ اُس وقت وہ تلوار اور خنجر سے مُسلّح تھا اور ۲ دو عظیم الجثہ اور ہیبت ناک حبشی غلام اُس کے جلو میں تھے +

شہر ینبوع

شہر ینبوع کوئی قابلِ تعریف۔ یا۔ لائق دید مقام نہیں ہے + ایک وسیع میدان کے کنارہ پر جو پہاڑوں اور سمندر کے درمیان پھیلا ہوا ہے اور جہاں گرمی کی بہت تپش رہتی ہے آباد ہے + یہ شہر ایک تنگ خلیج کے شمالی کنارہ کے مقابل واقع ہے اگر بندرگاہ میں سے جہاز پر سے یہ شہر دیکھا جائے تو مکانات کی ایک طویل قطار نظر آتی ہے۔ مکانات کی سفیدی اور سمندر کی نیلگونی کا مقابلہ ایک خوشنما منظر معلوم دیتا ہے + شہر کے چاروں طرف ایک مسطح میدان ہے۔ اُس کے پیچھے جبل رضوہ ہے جو بالکل خشک اور بے برگ و بار پہاڑ ہے + بیرونِ فصیل شہر چند مقبرے اور گنبد ہیں مگر اُن میں کوئی ایسی خاص بات نہیں ہے کہ جس سے اُن کو قابلِ دید کہا جا سکے۔

---

[1] ترکوں کی باقاعدہ پیدل (پلٹن) فوج کو نظام کہتے ہیں + ینبوع کے مانند صوبہ حجاز کے چھوٹے چھوٹے مقامات میں فوجِ نظام متعین نہیں ہے۔ ایسے مقامات میں غیر قواعد دان فوج رسالہ کی کچھ جمعیت مامور رہتی ہے۔ جو حاجیوں اور مسافروں کو بحفاظت منزلِ مقصود پر پہنچا دینے کے مطلب کے لئے کافی ہوتی ہے + ینبوع کی پولیس میں شریف کے گرانڈیل حبشی غلام متعین ہیں۔ اول زمانہ میں ینبوع شریف مکہ کے ماتحت تھا اور شریف مکہ کی فوج یہاں رہا کرتی تھی ۱۲

اندرون شہر کے کوچہ - بازار اور گلیاں وسیع ہیں - مگر سوائے بندرگاہ کے قرب اور بازار کے جہاں زمین قیمتی ہے ینبوع میں ہر ایک مکان ایک دوسرے سے دُور دُور بنا ہوا ہے مکانات پتھر اور چُونہ کے ہیں - اُن میں بڑی بڑی کھڑکیاں لگی ہوئی ہیں - مگر قاہرہ کے مسلمانوں کے مکانوں کے مانند یہاں کے مکانات نہیں ہیں +

شہر میں ایک بڑا بازار ہے جس کو سُوق الکبیر کہتے ہیں - یہ بازار لمبا اور تنگ ہے - جس میں کھجوروں کے پتّوں سے سایہ ہوتا ہے + بازار کے دونوں طرف مکانات کی دیواروں میں چھوٹی چھوٹی دُکانیں ہیں + شہر میں کئی قہوہ خانے ہیں جن کو مُسافروں نے بُہت غلیظ کر رکھا ہے - جب تک مکھیوں کو پنکھے سے اُڑا نہ دیا جائے تب تک اُن میں بیٹھنا ناممکن ہے +

کسٹم ہاؤس کسٹم ہاؤس بندرگاہ کے گھاٹ کے سامنے ہی بنا ہُوا ہے - اُس کے مُنتظم ترکی افسر ہیں - اُن کے سر پر طربوش (ترکی ٹوپی) ہوتی ہے + وہ اس مکان میں تمام دن کھڑکیوں کے نزدیک مسندوں پر تکیہ لگائے آرام سے بیٹھے رہتے ہیں - وہ مُسافروں کا اسباب بُہت آسانی سے دیکھ کر ہر ایک بڑے بکس یا صندوق پر تین[۳] قرش محصول لے لیتے ہیں مگر بکس اور صندوق کو کھول کر اُس کے اندر کا اسباب دیکھنے کی تکلیف گوارا نہیں کرتے[۱] +

قابل الذکر مقامات ینبوع میں ایک گرم حمّام ہے - کھجور کی لکڑیوں سے پٹی ہوئی اور پتّوں سے ڈھکی ہوئی ایک کوٹھری بنی ہوئی ہے - یہی گرم حمّام ہے + ایک معمّر ترک نے اس کو ٹھیکہ پر لے رکھا ہے جو معہ اپنے البانوی مددگاروں کے حجّاج اور مُسافروں کو نہلا کر اپنی اوقات بسر کرتا ہے +

یہاں کئی مسجدوں اور میناروں پر سفیدی پھری ہوئی ہے + تاجروں اور سوداگروں کے آرام اور آسائش کے لئے ایک یا دو[۲] وکالہ (سرائے) بنی ہوئی ہیں اور ایک بزرگ کا مزار ہے +

---

[۱] جہاں تک میں دریافت اور تحقیقات کر سکا مجھکو معلوم ہُوا کہ ترکی گورنمنٹ شمالی حجاز میں صرف چُنگی کا یہی ایک ٹیکس وصول کرتی ہے + لوگوں کا بیان ہے کہ اس ٹیکس کی آمد میں عمّال بڑا غبن کرتے ہیں - دار الخلافتہ سے اتنے دُور دراز فاصلہ پر ایسا ہونا ممکنات سے ہے + جب ینبوع پر نجد کے وہابیوں کا قبضہ ہوگیا تھا تو انہوں نے مثل دیگر مقامات کے یہ ٹیکس یہاں بھی لگا دیا اس لئے جب یہاں وہابیوں کا نام لیا جاتا ہے تو لوگ اُن پر بُہت لعن و نفرین بھیجتے ہیں - ۱۲

آبِ شیریں

صوبۂ حجاز کے اِس حصّہ کے اور دیگر مقامات کے مقابلہ میں ینبوع کو ایک امرِ خاص میں فوقیت حاصل ہے۔ وُہ یہ کہ امیر لوگ یہاں بارش کا میٹھا پانی پیتے ہیں۔ یہ پانی آس پاس کی پہاڑیوں میں حوض اور تالاب وغیرہ میں جمع کیا جاتا ہے۔ اور وہاں سے اونٹوں پر شہر میں لایا جاتا ہے + عین البرکات۔ اور عین علی اِن دو چشموں کا پانی نہایت عُمدہ ہوتا ہے۔ یہ دونوں چشمے تمام اہلِ ینبوع کے لئے کافی ہیں + ینبوع کے چاہات کا کھاری پانی اَور تمام دیگر مطالب کے لئے برتا جاتا ہے +

عادت کی زبردست طاقت

سوئز کی طرح یہاں کے بھی بعض لوگ میٹھے اور شیریں پانی کی نسبت چاہات کے کھاری پانی کو زیادہ پسند کرتے ہیں۔ شاید اِس کا یہ سبب ہے کہ یہ لوگ سالہاسال سے کھاری پانی پینے کے عادی ہو چکے ہیں + اِس بات کو سُن کر لوگوں کو بہت ہنسی آئیگی کہ سوئز کے باشندے قاہرہ میں پُہنچ کر دریائے نیل کے آبِ شیریں میں نمک مِلاتے ہیں اور پھر اُس کو اپنی مرضی کے موافق مزیدار (نمکین) بنا کر پیتے ہیں۔

اسلحے سے شوق

ینبوع کے باشندے بہت جھگڑالو اور مغلوب الغضب ہوتے ہیں۔ یہاں کے شُرفا۔ شیخ بلکہ علی العموم سب آدمی مُسلّح اور ہر وقت بکثرت ہتھیار لگائے رہتے ہیں + مدینۂ منوّرہ سے جو شریف اور تہذیب یافتہ مُسافر یہاں آتے ہیں اُن کی کمر کی شال میں ہمیشہ ایک بھرا ہُوا پستول (طپنچہ) جس میں ارغوانی ریشمیں رسّی ہوتی ہے بندھا رہتا ہے۔ یہ مُسافر پستول کے کُندہ کا تھوڑا سا حصّہ اپنے جُبّہ میں چھپائے رکھتے ہیں + تُرکی سپاہی اور تمام بدوی بھی ہتھیاروں سے سر سے پَیر تک مُسلّح رہتے ہیں +

ینبوع کی عورتوں کا لباس مصری عورتوں کی پوشاک کے مانند ہوتا ہے۔ صرف مقنع میں تھوڑا سا فرق ہے وُہ یہ کہ یہاں کی عورتوں کا مقنع سفید ہوتا ہے + یہاں کے مرد مغرور ہیں مگر گستاخ نہیں ہیں۔ اُن کی وضع متکبّرانہ نہیں ہے مردانہ ہے۔

صحّت بخش مقام

آنکھوں کی بیماری یہاں بہت کم ہوتی ہے + باشندے تنومند اور صحّت ور ہوتے ہیں اور بچے بھی طاقتور نظر آتے ہیں۔ اُن کو مصری بچوں کی طرح سے نظرِ بد کے خوف سے میلا کچیلا نہیں رکھتے۔

مہمان نوازی

میرا پَیر زخمی تھا اِس لئے مَیں شہر کی سیر کرتے کرتے ایک قہوہ خانہ میں ذرا آرام لینے کے لئے بیٹھ گیا۔ وہاں میرے ساتھی مجھے آملے +

کسٹم ہاؤس سے وہ اپنا تمام اسباب محصول دے کر لے آئے۔ وہ مجھ کو شہر میں چاروں طرف تلاش کر رہے تھے کہ آفندی کہاں چلا گیا؟۔ آدھ گھنٹہ کے بعد جب ہم روانہ ہونے لگے تو ایک عرب تاجر نے جس سے میری ملاقات سوئز میں ہو گئی تھی اخلاق اور مروت سے باصرار مجھے کہا کہ آپ کے اور آپ کے رفیقوں کے قہوہ کے دام میں اپنے پاس سے ادا کروں گا + عربوں کی مہمان نوازی کا ہنوز کچھ نشان باقی ہے +

خفیف شبہ اور اُس کا رفع

پھر ہم بازار کے قریب ایک کالہ میں گئے یہاں میرے ساتھیوں نے سمندر کے مقابل ایک بالاخانہ کرایہ پر لے رکھا تھا + ینبوع کی وبا یعنے مکھیوں سے یہ بالاخانہ پاک صاف تھا + اسی کالہ میں مسافروں کا ایک اور گروہ مقیم تھا۔ میں نے اُن سے ملاقات کی۔ یہ لوگ عمر آفندی کے بھائی تھے اور اکرام[1] لینے کے لئے قسطنطنیہ جا رہے تھے + اِن لوگوں نے مجھ پر وضو کرتے اور نماز پڑھتے ہوئے کچھ شبہ کیا۔ کیونکہ میں دیکھ رہا تھا کہ وہ میری ہر ایک حرکت کو بڑی گہری نظر سے تاڑتے تھے + اس وقت میں نے بھی جہاں تک مجھ سے ہو سکا وضو اور نماز کے ارکان پوری احتیاط سے ادا کئے۔ اور مجھ کو پھر یقین ہو گیا کہ میں اپنی کوشش میں کامیاب رہا اس واسطے کہ بعد ازاں اُن لوگوں نے مجھکو اجنبی سمجھ کر میری طرف توجہ کرنی چھوڑ دی +

مخرج

جس روز ہم ینبوع پہنچے اُسی روز سہ پہر کو ہم نے مخرج[2] کو بلوایا اور اُس سے کہا کہ ہم کو اونٹ کرائے پر لا دو + مدینہ منورہ کا ایک معزز آدمی جس کا نام عمر جمال تھا اور جو اپنے وطن مدینہ کو اب واپس جا رہا تھا ہماری طرف سے مخرج سے گفتگو کرنے لگا + بہت سی گفت و شنید کے بعد ہم کو کرایہ میں کچھ فائدہ رہا۔ اس لئے کہ مخرج اور اُس کے ہمراہی بدوی ایک ایک پائی کے لئے لڑنے کو مستعد ہو جاتے تھے مگر ہم بھی ایک ایک پائی گھٹانے میں اُن سے کم نہ تھے + بالآخر ہر ایک اونٹ کا کرایہ ۳ ڈالر (۹ روپے) مقرر ہوا۔ اقرار یہ ٹھیرا کہ نصف

---

[1] اکرام اُس رقم کو کہتے ہیں جو سلطان روم حرمین شریفین کے ساکنین کو مقررہ مشاہرہ کے طور پر دیتے ہیں + اکرام کا بیان اگلے باب میں ہوگا +

[2] اونٹوں کے اجنٹ یا۔ شیخ کو مخرج کہتے ہیں جس کی مدد کے بغیر اونٹوں کا کرایہ کرنا مشکل ہے + وہ اپنے ہمراہ بدوؤں کو لاتا ہے اور اُن سے گفتگو کر کے مناسب کرایہ ٹھیرا دیتا ہے اور اُٹھونی (سائی کے دام) اُن کو دلا دیتا ہے۔ مخرج اس بات کا بھی ذمہ وار ہوتا ہے کہ بدو اپنے اقرار کو پورا کریں +

کرائہ پیشگی اور نصف منزلِ مقصود پر پہنچ کر دیا جائیگا۔ اور دوسرے روز یعنے کل شام کو غلّہ کے کارواں کے ساتھ جس کی حفاظت کے لئے ترکی فوج رسالہ کا ایک دستہ مامور کر دیا گیا تھا روانہ ہونگے ✢ مَیں نے دو اونٹ کرائہ کئے۔ ایک اسباب اور نوکر کے لئے اور دوسرا اونٹ لڑکے محمد اور اپنے لئے ✢ بدوؤں سے مَیں نے یہ پختہ اقرار کرا لیا کہ ہم سب سے اچھے اونٹ پر سوار ہونگے اور اگر رستہ میں وہ اونٹ مر جائے یا بیمار ہو جائے تو اُس کے عوض دوسرا عمدہ اونٹ مُہیّا کرنا پڑے گا ✢ مُطَوّف نے ہم کو یہ اطلاع بھی کر دی کہ قوم حزمی آجکل لُوٹ مار کر رہے ہیں اور مسافروں کو ہر روز اُن سے لڑنا پڑتا ہے تو میرے ہمراہیوں کے چہرہ پر پریشانی کے آثار نمودار ہو گئے ✢ داغستانی مُسافروں نے جو مدینہ سے ینبوع آئے تھے اپنے بیان سے خوف کو اور بھی دُگنا کر دیا۔ اُنہوں نے کہا کہ مدینہ کے قریب ایک گھاٹی میں ہم کو دو سَو یا تین سَو بدّو حرامی (چور) ملے تھے۔ ہم نے اُن کو سلام کیا مگر اُنہوں نے سلام کا جواب نہیں دیا[1] ✢ اگرچہ ہم سب تیز اونٹوں پر سوار تھے ✢ پھر اُنہوں نے ہم سے یہ پوچھا کہ آیا تم لوگ اہلِ مدینہ ہو؟۔ ہم نے کہا کہ ہاں ہم اہلِ مدینہ ہیں ✢ آخر میں اُنہوں نے ہم سے یہ پوچھا کہ تمہاری منزلِ مقصود کونسی ہے؟۔ ہم نے جواب دیا کہ ہم بیر عباسؓ جا رہے ہیں ✢ جو بدّو داغستانیوں کے ساتھ آئے تھے وہ اُس قوم کے لوگ تھے جن کا قوم حزمی سے کچھ تعلق نہ تھا ✢ داغستانیوں کی طرف سے جو آدمی بول رہا تھا اُس نے اپنا سر ہلا کر آخر میں کہا کہ "اللہ تعالےٰ نے ہمیں بدوؤں کی لوٹ مار سے بچایا" ✢ اِس گروہ میں ایک نوجوان ہندوستانی بھی تھا اُس نے اِن بدوؤں کے لوٹ مار کے خطرہ سے اپنا چہرہ میاںؔ[2] کی طرح

حرمین کے ساکنین کو بدو نہیں لوٹتے

---

[1] بدوی لوگوں کا جوابِ سلام نہ دینا اِس بات کی نشانی ہوتی ہے کہ وہ لڑنے پر آمادہ ہیں اور دوست بننا نہیں چاہتے ✢ تیز رفتار سانڈنیوں۔ یا۔ ناقہ پر جو لوگ سفر کرتے ہیں وہ علی العموم اپنے ہمراہ بہت سا اسباب نہیں رکھا کرتے کہ جس کو بدّو لُوٹ سکیں ✢ جب بدّوؤں نے انکو بھی جوابِ سلام نہیں دیا تو وہ سمجھ گئے کہ اِن کا ارادہ لُوٹ مار کرنیکا ہے۔ بدوؤں کا یہ پوچھنا کہ کیا تم ساکنینِ مدینہ ہو؟ اِسلئے تھا۔ کہ ٹھیک نہایت ہی سخت ضرورت نہو تبتک حرامی بدّو اِس مقدس شہر کے رہنے والوں کو لوٹنا پسند نہیں کرتے ✢ ینبوع کی بجائے جواب دُور دراز مقام تھا داغستانیوں نے اپنی منزلِ مقصود بیر عباس کو جو ایک قریب ہی مقام تھا اِسلئے بتایا کہ جو لوگ دُور دراز مقامات کے سفر پر جاتے ہیں اُنکی نسبت یہ گمان ہوتا ہے کہ وہ لوگ بہت سا زرِ نقد اور اسباب لیکر چلے ہیں۔ اِسی خیال سے بدّو اُنکو زیادہ لوٹتے ہیں ✢

سلام کا جواب نہ دینا علامت دشمنی ہے

[2] تمام حجازیینؔ ہندوستانی لفظِ میاں سے خوب واقف ہیں۔ اِس کے معنے جناب۔ یا۔ حضرت کے ہیں ✢ ہندوستان کے مسلمانوں کو بدوی لوگ ہمیشہ لفظِ میاں سے مخاطب کرتے ہیں ✢ اصل بات یہ ہے کہ ہندوستانی مُسلمانوں کو بدّو ذلیل سمجھتے ہیں اِس واسطے حقارت کے طور پر یہ لفظ استعمال کیا جاتا ہے ✢

"میاں" لفظ تحقیر ہے

بنا لیا ۔ میں نے اپنی فراست سے یہ گمان کر لیا کہ شبِ گذشتہ کو میرا قلمتراش چاقو اسی کم ہمت نے چرایا ہوگا ۔

یہ حال سُن کر میرے ہندوستانی مُلازم شیخ نور نے مجھ سے کہا کہ جناب جب تک یہ لُٹیرے راہ میں سے ہٹ نہ جائیں تب تک اگر ہم ینبوع ہی میں ٹھیرے رہیں تو بہُت مناسب ہے ۔ میں نے جواب میں کہا کہ خاموش رہو اور اپنی زبان روک لو ۔ پھر میں نے اپنے غلام لڑکے محمد کو فوراً بُرا بھلا کہنا شروع کر دیا ۔ کیونکہ اس نئے مُلک میں آنے سے وہ بہُت ہی بُزدِل ہو گیا تھا ۔ میں نے کہا کہ یہ کیا بات ہے کہ قاہرہ میں تو تم بہادری اور جُرات میں شیر کے مانند تھے اور یہاں ینبوع میں آ کر مُرغی اور بِلّی بن گئے ۔ میرے اس بکنے اور جھڑکنے سے محمد کی کم ہمتی رفوچکر ہو گئی بلکہ دلیری اور ہمّت زیادہ تر ہو گئی ۔

ہوائے آتشیں

سہ پہر کو بالا خانہ میں ہم ایک چھوٹے سے کمرہ میں بیٹھے ۔ اُس وقت بڑی سخت گرمی تھی ۔ ریگستان کی طرف سے گرم ہوا کے جھونکے ایسے آتے تھے کہ جیسے کرۂ آتش سے ہوا آ رہی ہو ۔ اس گرم ہوا سے میرے تمام ساتھی بھی پریشان و حیران ہو گئے ۔ مغرب کے بعد کھُلی ہوا میں چھت پر بیٹھ کر ہم نے کھانا کھایا ۔ اُس وقت نوکر چاکر ۔ آقا ۔ بچّے وغیرہ مِلا کر ہم سب مُسافر بیس۲ نفوس تھے ۔ پھر تمام بستروں تیا لیبوں اور تکیوں سے ہم نے ایک دیوان بنایا ۔ اور پلاؤ (اُبلے ہوئے چاولوں) کے ایک بڑے دیگچہ کے گِرداگِرد ہم سب چار زانو ہو کر بیٹھ گئے ۔ اِن چاولوں میں بکری کے گوشت کے بڑے بڑے ٹکڑے اور گھی بھی ڈالا گیا ۔ کھانا کھا کر ہر ایک شخص نے اپنی مرضی کے موافق قہوہ ۔ یا ۔ حُقّہ پی کر رات کے دس بجے تک اِدھر اُدھر کی باتوں میں شغل رکھا ۔ بعد ازاں عشاء کی نماز پڑھی اور پھر بالا خانہ کی چھت پر چارپائیاں اور اُن پر بستر بچھا کر کھُلی ہوا میں سو گئے ۔

دوسرے روز صُبح کو ہم نے ضروری ضروری متفرق چیزیں خریدیں اور سفر کے لئے سات دِن کا سامان خورد و نوش اپنے ہمراہ لے لیا ۔ اپنے صندوق اور تکیوں میں پھر سب سامان

لہ اِن الفاظ کے کہنے سے مطلب کم ہمتی اور بُزدلی ہے ۔ ینبوع کے بازار میں مجھے یہ دیکھ کر بڑا تعجب ہوا کہ ہمارے مغربی (اہلِ مراکو) ہم سفر بدّوؤں کی طرح نہیں بلکہ ہندیوں اور درباریوں کے مانند جھُک جھُک کر ہم کو قرماشی سلام کرتے تھے ۔ علی العموم مشرقی ممالک کے لوگوں کا نئے مُلک میں جا کر یہی حال ہو جاتا ہے ۔ ایرانیوں کی تو ایسی انکساری قابلِ معافی ہے اس لئے کہ حجاز کے تمام حِصص میں گالیوں اور ٹکوں سے وہ ایک لمحہ کیلئے بھی محفوظ نہیں ہیں

باندھ لیا اور اپنے ہتھیاروں کو صاف کر کے پستول وغیرہ میں گولی بھر لی۔ اور سفری لباس پہن لیا +

عم[1] جمال کی صلاح پر عمل کر کے میں نے عربی لباس پہنا تا کہ میں جزیہ[2] دینے سے بچ جاؤں۔ یہ ایک قسم کا ٹیکس ہے جو اس راستہ میں یہاں کی مقیم بدوی اقوام اجنبی مسافروں سے زبردستی لے لیتی ہیں۔ اُس نے مجھ کو یہ مشورہ بھی دیا کہ حجاز میں کسی قریہ۔ یا گاؤں کے نزدیک میں اپنے غلام سے بھی عربی زبان کے سوا اور کسی زبان میں گفتگو نہ کروں

شُغدف میں نے اپنے آرام کے لئے ایک شغدف[3] ۲ ڈالر میں خریدا شغدف کی سواری زیادہ تر عورتوں اور بچوں کے لئے۔ یا۔ اُن اشخاص کے لئے جن کے ہمراہ اُن کی بیوی اور بال بچے

[1] عم کے لفظی معنے چچا کے ہیں حجاز میں لفظ عم شرفا اور رؤسا کے ناموں کے پہلے لگا دیا جاتا ہے جن سے اِس طرح خطاب کرتے ہیں۔ یا عمّ جمال (یعنے چچا جمال) عرب میں یا عمّی (اے میرے چچا) زیادہ تر بولا جاتا ہے۔ اِس لفظ سے علی العموم اعلےٰ درجہ کے لوگ اپنے سے کم درجہ کے لوگوں سے مخاطب ہوتے ہیں۔

[2] جزیہ کے اصلی معنے ہر ایک شخص سے ٹیکس لینے کے ہیں ٹیکیکل فورس لگایا جاتا ہے اِس سر زمین میں انتہا درجہ کی فخر و مباہات کی زمین بڑی لوگوں نیز قصبات و دیہات کے سردار اور رئیس جزیہ کے لفظ کو اُس موقع پر بھی عاید کرتے ہیں جو وہ مسافروں سے زبردستی کر لیتے ہیں خلیفہ وہ مسافرانکا ہم سب ہی ہو

[3] حجاز کے شغدفوں اور شام اور دوسرے ملکوں کے شغدفوں میں بڑا فرق ہوتا ہے + بان سے بنے ہوئے دو کھٹولوں کو جن میں ہر ایک پانچ فٹ لمبا ہوتا ہے شغدف بنا لیا جاتا ہے اِسکو اونٹ کی پکر پر اِسطرح رکھتے ہیں کہ اونٹ کے دونوں طرف اسکی پسلیوں کے برابر برابر لٹکتا رہتا ہے۔ اِن کھٹولوں کے چھوٹے چھوٹے پائے ہوتے ہیں منزل پر یہ کھٹولے پلنگ کا کام دیتے ہیں۔ اِن دونوں کھٹولوں کو رسیوں سے باہم جکڑ دیا جاتا ہے پھر کھٹولوں کی اندرونی لمبی طرف سے آپس میں باندھ دیئے جاتے ہیں اور پھر اُنکو اونٹوں کی پالان پر رکھ دیا جاتا ہے بعد ازاں لکڑی کی ٹہنیاں اُن کھٹولوں کی ہر دو طرف میں لگا کر آپس میں شاخوں کی چوٹیوں کو بطور محراب کے ملا کر اُس پر چٹائی۔ یا قالین یا کوئی اور کپڑا منڈھ دیا جاتا ہے جس سے دھوپ کا بچاؤ رہتا ہے + شغدف کا منہ آگے کی طرف یعنے اونٹ کے سر کی جانب کھلا رہتا ہے جسمیں مسافر آ جا سکتے ہیں اِسیطرح ایک چھوٹا سا دروازہ ہوا آنے کیلئے پیچھے کی طرف بھی بنا دیا جاتا ہے + باہر کی طرف اونٹ کی دُم کی جانب کئی تھیلیاں گلّہ یعنے سر پانی کی صراحیاں رکھنے کیلئے بنی ہوتی ہیں + اِسکے اندر بھی سامان رکھنے کی بہت سی تھیلیاں بناتے ہیں + اسباب رکھکر شغدف میں دری بچھا دیئے جاتے ہیں + اِسمیں سب سے بڑی دِقت دونوں طرف کا وزن برابر رکھنے کی ہے + دو آدمی اسمیں سوار رہتے ہیں دونوں کا وزن برابر ہونا چاہیئے۔ اِسکے علاوہ چادر اور درختوں کے کانٹوں میں اُلجھ کر پھٹ بھی جاتا ہے تُند و تیز ہوا میں اُڑ جاتا ہے اور اُسکی بے ڈھنگی کے سبب سے اونٹ بھی بار بار گر پڑتا ہے جس سے شغدف چکنا چور ہو جاتا ہے تاہم شغدف بہت ہی آرام کی چیز ہے + بازاری شغدف کسی کام کے نہیں ہوتے جو لوگ اپنا شغدف خود آپ بنواتے ہیں وہ بہت ہی اچھے ہوتے ہیں اُنمیں لوگ نقش و نگار بھی کرا لیتے ہیں اور ریشمین رسیوں سے اُنکو باندھتے ہیں اور قیمتی قالین پر منڈھوا لیتے ہیں + محمل کا ذکر تمنے اکثر سنا ہو گا وہ سوائے اِسکے اور کچھ چیز نہیں ہے کہ شامی شغدف [illegible] +

ہوں مناسب سواری ہے۔ شلیبی اُن لوگوں کے لئے موزوں ہے جو اونٹ یا گھوڑے پر سوار ہونے سے ڈرتے ہوں۔ مَیں نے اپنے لئے شغدف اِس لئے پسند کیا کہ تیز رفتار ناقہ (سانڈنی) کی پُشت کی نسبت شُغدف میں اپنی یادداشت اور چشمدید واقعات زیادہ آسانی اور حفاظت سے لکھے جاتے ہیں۔ مگر مَیں نے یہ احتیاط رکھی کہ جس آباد جگہ یا گاؤں میں داخل ہوتا تھا تو وہاں کاٹھی دار خچر یا۔ اونٹ ضرور کرایہ لے لیتا یا اپنے ہمراہیوں سے مُستعار مانگ لیتا تھا۔

روانگی جانبِ مدینہ

ہمارے ساتھیوں نے اُس روز معمول سے ذرا پہلے کھانا کھا لیا کیونکہ بدوؤں نے دوپہر سے اونٹ ہمارے دروازہ پر لاکر بٹھا دیئے تھے۔ اونٹوں پر اسباب لادنے میں ہم کو معمولی دِقتوں کا سامنا ہُوا اِدھر اونٹ والے زور زور سے چلّاتے تھے کہ تم اونٹوں پر بہُت زیادہ وزن لاد رہے ہو۔ اور اِدھر اسباب کے مالک قسم کھا کر کہتے تھے کہ کچھ بوجھ نہیں اتنا کم وزن تو ایک بچّہ بھی اُٹھا کر لے جا سکتا ہے۔ اونٹ بھی چُپ نہ تھے وہ بھی اپنے مالکوں کا ساتھ دے کر رحم انگیز آواز سے کراہتے تھے اَڑّاتے تھے۔ بلبلا کر کاٹنے کا ارادہ کرتے تھے۔ بلکہ بعض اوقات تو بڑی پھُرتی سے اُٹھ کر بھاگنے لگتے تھے جس سے صندوق اور گٹھریاں جو اونٹوں پر ابھی پورے طور سے کسی بھی نہیں گئی تھیں سب کی سب یکلخت زمین پر بڑے زور سے گر پڑتی تھیں۔ تین بجے تک سب تیاری ہو گئی اونٹوں کی قطار ایک کے پیچھے ایک باندھ کر گلی میں کھڑی کر دی گئی۔ مشرقی ممالک کے مُسافروں کے طور پر سب لوگ بازار کی طرف چل دئے۔ اونٹ بھی روانہ ہو گئے۔ ہم بھی بہُت دُور تک تو پیدل چلے پھر اپنے اونٹوں پر سوار ہو گئے۔

عرب شیخ

اب مَیں ایک عرب شیخ کی تصویر ناظرین کے سامنے پیش کرتا ہوں۔ اِس شیخ نے سفری لباس[1] پہن رکھا ہے۔ عرب شیخ کی تمام چیزوں میں اُس کے لباس سے زیادہ کوئی چیز خوش نُما اور خوبصورت نہیں ہوتی۔ جب وہ کسی شہر میں یا کسی تہذیب یافتہ مُلک کے حصّص میں وارد ہو کر اپنا سفری لباس اُتار کر دوسری پوشاک حضری

---

[1] سفر اور حضر میں عربوں کا یہ قاعدہ ہے کہ وُہ جتنے زیادہ شریف اور خاندانی ہوتے ہیں اُتنا ہی زیادہ لباس پہنتے ہیں۔ اسی وجہ سے شریف اور اعلےٰ خاندان کے لوگ یا دولتمند عرب خواہ سوار ہوں یا پیادہ پا چلتے ہوں موسمِ گرما کے سخت گرم دنوں میں بھی اونٹ کے بالوں سے بُنے ہوئے کپڑے کا گرم لباس پہنے رہتے ہیں۔ عربوں کا ایک وہم یہ بھی ہے کہ موٹے کپڑوں سے گرمی دُور رہتی ہے اِس وجہ سے سُورج کی کرنوں کا اثرِ خراب اُن پر نہیں ہونے پاتا۔

پہن لیتا ہے تو ہمکو بڑا افسوس آتا ہے۔ اُس کے لمبے بالوں۔ یا منڈے ہوئے سر پر سفید سوتی کپڑے کی ایک ٹوپی ہوتی ہے۔ جس کے اوپر ایک کوفیہ باندھ لیتا ہے۔ **کوفیہ** کوفیہ ایک بڑا مربع رومال ریشم اور سوت کی آمیزش سے بنا ہوا ہے۔ علی العموم یہ گہرے سرخ رنگ سے رنگین اور اُس کا حاشیہ زرد چمکدار رنگ کا ہوتا ہے۔ جس کے ارغوانی ریشم کے جھبے۔ یا پھندنے شیخ کی کمر تک لٹکتے ہیں۔ کوفیہ کو اس طرح سے تہ کر کے کہ اس کی دو مثلث بن جائیں اُس کو زرین ڈوری یا تاگوں کے گچھے۔ یا۔ اونی رسی سے جس کو اعقال کہتے ہیں باندھ کر سر کے پیچھے خوب کس کر باندھا جاتا ہے۔ اور پیشانی پر آگے کی طرف بھی کچھ نکلا رہتا ہے جس سے دھوپ سے آنکھوں کا بچاؤ مگر اُس کے پہننے والے کا چہرہ بہت خوفناک اور غمگین ہو جاتا ہے۔

لثام بعض مواقع پر کوفیہ کا ایک سرا چہرہ کے نچلے حصہ کے گرد اگرد لپیٹ کر اور سر کے پیچھے بھی باندھ دیا جاتا ہے اس وضع کو لثام کہتے ہیں۔ عرب کے سردار اسی وضع اور لباس میں سیر کرتے ہیں۔ اگر کسی آدمی کو اس بات کا اندیشہ ہو کہ کوئی شخص اُس سے راہ میں خون کا بدلہ نہ لے یا جب کوئی عورت اپنا ثار[1] لینے کے لیے روانہ ہوتی ہے تو ان اوقات میں بھی یہی بھیس بنا لیا جاتا ہے۔ موسم گرما میں اس لباس سے ریگستان کی سخت گرم اور زہریلی ہوا یعنی سموم اور جاڑے کے موسم میں نزلہ اور زکام وغیرہ کا اثر پہننے والے پر نہیں ہونے پاتا۔

عبا بدن کی پوشاک ایک قمیص یا سوتی کرتا جس کی آستینیں بہت تنگ اور چست گریبان آگے کی طرف سے کھلا ہوا گردن سے ٹخنہ تک لمبا ہوتا ہے۔ گردن کے گرد اگرد۔ کمر اور سینہ سے نیچے تک اُس پر جال کی مانند پھول بوٹے نقش و نگار کا کام بنا ہوتا ہے۔ بعض عرب ڈھیلا ڈھالا پاجامہ بھی پہنتے ہیں مگر بدوی لوگ ایسی چیزوں کو زنانہ لباس سمجھتے ہیں اور انہوں نے ابھی تک جرابوں اور موزوں کے پہننے کی نادانی اختیار نہیں کی۔ قمیص کے اوپر عرب ایک بڑے گھیر اور نیچے دامن والا چھوٹی آستینوں کا جبہ پہنتے ہیں جسے عبا کہتے ہیں۔ یہ اونٹوں کے بالوں سے بُنے ہوئے کپڑے کا بنا ہوا ہوتا ہے۔

نعلین عرب میں عبا قسم قسم اور طرح طرح کا ہوتا ہے۔ ہر ایک قسم کے خالص ریشمی سے لے کر موٹے اونی کپڑے تک کا عبا بنایا جاتا ہے۔ بعض سفید رنگ۔ بعض شتری رنگ اور بعض دھاریدار کپڑے کا بنواتے ہیں۔ حجاز میں علی العموم سب سے زیادہ سفید رنگ پسند ہے۔

---

[1] خون کے بدلہ لینے کے حق کو ثار کہتے ہیں۔ شرع اور رواج دونوں طرح سے خون کا بدلہ لینا جائز ہے۔

سفید عبا پر طلائی تار یا زری کے نقش و نگار کا عمدہ کام کارچوبی کے مداخل بنائی جاتی ہیں۔ یہ نقش و نگار زیادہ تر مثلث نما دونوں کندھوں اور کمر کے دونوں جانب بنایا جاتا ہے سینہ اور کندھوں کے نیچے نہایت خوبصورت مشروع کا استر سامنے کی طرف نہائت خوبصورت بند یا۔ ریشم یا زری کے کام کی گھنڈی اور تکمہ لگے ہوئے ہوتے ہیں + قمیص کے اوپر کمر پر ایک پٹکہ باندھکر اُس میں چاندی کے قبضہ کا ایک جمبیہ - یا ٹیڑھا خنجر لگا لیتے ہیں + اور خوبصورت عربی نعلین[1] پہن لی جاتی ہے + مذکورہ بالا خاص پوشاک عربوں کی ہوتی ہے +

مِصْحَب عرب شیخ ہمیشہ ایک تلوار اور ایک توڑ یدار بندوق ساتھ رکھتا ہے۔ بندوق اُس کی کمر کے پیچھے لٹکتی رہتی ہے + اُس کے دہنے ہاتھ میں ایک چھوٹا نیزہ[2] - یا مُڑے ہوئے سرے کی ایک ہلکی لکڑی اڑھائی فٹ لمبی ہوتی ہے جس کو مصحب[3] کہتے ہیں - اور اس سے اونٹوں کو رہنمائی کا کام لیا جاتا ہے +

غُبار کا لباس غریب طبقہ کے عرب اپنی کمر کسنے کے لئے اُس کے گرد اگرد خالی بدن پر چکنے یا روغنی چمڑے کی ایک لمبی پٹی باندھ لیتے ہیں + اُس پر قمیص پہن کر ڈوری سے یا ایک موٹے کپڑے کے پٹکہ سے قمیص کو وسط میں کس لیتے ہیں + کندھوں پر بڑا تھیلا اوپر سے لٹکتا رہتا ہے اُس میں وہ چار چمڑے کی تھیلیاں جن میں کارتوس - بارود کی کپی - چقماق - فولاد اور دیگر ضروریات رکھنے کے لئے ہوتی ہیں + عرب مسافر کے لئے اُس کی کمر بڑی ہی فائدہ بخش چیز ہے + خالی بدن کمر میں عرب ایک ہمیانی بھی باندھ لیتے ہیں جس میں اپنا روپیہ پیسہ رکھتے ہیں۔ یہ ہمیانی قمیص کے پیچھے چھپی رہتی ہے + قمیص پر ایک شال یا کمربند لپیٹ کر اُس پر پھر ایک چمڑے کی پٹی کس لیتے ہیں +

---

[1] حجاز میں زیادہ تر سُرخ یا زرد رنگ کا جوتا پہنتے ہیں کالے رنگ کے جوتے کو عرب بہت ناپسند کرتے ہیں +

[2] اس چھوٹے نیزہ کو عرب مضراک کہتے ہیں۔ بعض اقوام بالخصوص مضراک کو اپنے پاس رکھتی ہیں یعنے اقوام قریشی - از نجیب حی اور ہذیلی + — مضراک

بعض اقوام اس نیزہ کو بہت پھرتی سے پھینک کر اپنے دشمن پر مارتی ہیں اسیطرح جانور پر پھینک کر بہت جمیطرح سے شکار کرتی ہیں + جو آدمی اس سے مسلح ہوتا ہے اُس کا رعب و داب بہت پڑتا ہے + حجاز میں کسی عرب کو ننگا چھیڑنا منظور ہو تو اس سے مذاق کیجئیے کہ اس کے مضراک کی ایک دو یابت سن کر وہ اکثر تاملانہ حملہ کر دیتا ہے + اگر کسی شخص کو بھی یہ چھری خریدنا منظور ہو تو اُس کو بڑی یوں کہنا چاہیئے۔ یہ مضراک مجھکو دیدیں تو میں خوش کرونگا یہ سن کر پھر تو بڑی قیمت چکانے میں ایک ایک پیسہ کے لئے اس قدر جھگڑتا ہے کہ جیسے کوئی اپنی بھیڑ بیچتا ہو +

[3] مصحب درخت بادام کی لکڑی ہوتی ہے جو ملک شام سے لائی جاتی ہے اُس کا ایک موٹا سرا بہت مڑا ہوا اور خمیدہ ہوتا ہے اس مڑے ہوئے سرے کو تراش کر ایسا کارآمد بنا لیتے ہیں کہ اس سے مہار نکیل یا گھوڑے کی لگام پکڑ سکتے ہیں + اونٹ والے منتظم بدو لوگ عرب مصحب کے شوقین ہوتے ہیں اسکو ماغین بھی کہتے ہیں + — ماغین

ہتھیاروں کی چمک اور صفائی تسلی بخش ہوتی ہے

اس چمڑے کی پٹی[1] میں ہمیشہ بہت صاف اور چمکتے ہوئے لمبی نال کے پستولوں کی ایک جوڑی ہوتی ہے جن کے کندے پر چاندی کا ملمع کیا ہوا ہوتا ہے اور ایک چھوٹا خنجر اور ایک بڑا خنجر ہوتا ہے اور ایک آہنی بندوق کا گز اور ایک نمک چونٹی ہوتی ہے ✦ اس کے علاوہ چمڑے کا ایک چھوٹا سا توسدان بھی کمر سے باندھ لیتے ہیں جس میں کارتوس۔ ڈاٹ بنانے کی چیزیں اور رنجک کی بارود کی کپی ہوتی ہے ✦ تلوار کندھے کے اوپر سے قرمزی ریشمی ڈوری سے بندھی ہوئی لٹکتی رہتی ہے جس میں بڑے بڑے پھندنے ہوتے ہیں ✦ ہاتھ میں

سلح لک

ل اس پٹی کو ترک سلح لک کہتے ہیں۔ اس میں چمڑے کے کئی مستطیل ٹکڑے اس طرح سے لگائے جاتے ہیں کہ اسکو باندھتے وقت وہ سب بدن کے سامنے والے حصہ کی طرف رہتے ہیں ✦ ہر ایک چمڑے کی تہ میں اتنی جگہ ہوتی ہے کہ اسمیں ایک ایک ہتھیار لگا سکتے ہیں ✦ اس پٹی سے یہ فائدہ ہے کہ پٹکہ یا قمیص پر لوہے کا میل۔ یا۔ بارود کے سیاہ داغ نہیں لگتے ✦ یہ پٹی قسم قسم کی چیزوں سے صاف چمڑے سے لیکر بیش قیمت مخمل تک کی بھی بنائی جاتی ہے کہ جس پر سنہری زری کا کام ہوتا ہے ✦

۲ اگر تم کی پستول کی نال اور کندے کی جوڑی اس سفر میں ساتھ ہو تو بہتر ہے مشرقی ممالک کے مستریوں کے بنائے ہوئے پستول کبھی بھی قابل بھروسہ نہیں ہو سکتے یہی حال بندوق اور رفل کا سمجھنا چاہئے ✦ اگر پستول کا گھوڑا چقماق کا ہو تو بہتر ہے ✦ مگر اور یہ مدینہ میں تانبہ کی بندوق اور پستول چلانے کی ٹوپیاں بازار میں بہت بکتی ہیں ✦ ہمارا ایک محافظ کے پاس جو راستہ میں ہمارا ایک تسکار کھیلنے کی انگریزی دو نالی بندوق تھی تاہم تہذیب یافتہ حصص حجاز میں بات بہتر ہے کہ خواہ کسی کو شبہ نہ بھی ہوا ہو مسافر کو اپنے ہتھیاروں کی مشتبہ صورت کو ضرور چھپائے رکھنا چاہئے ✦

برتن حمائل اور ہمراہ پستول چھپا کر

میں اس سفر میں اپنے ہمراہ ایک چھوٹا سا پستول لے گیا تھا۔ اس میں ایک نی دار خنجر بھی تھا میں اس پستول کو ہمیشہ اپنی ایک خفیہ جیب میں رکھتا تھا تاکہ کسی کو میرے پاس ہتھیار ہونے کا گمان نہ ہو ✦ اس پستول پر حفاظت جان کا پورا بھروسہ تھا میں بہت احتیاط رکھتا تھا اور کسی کو بھی اس پستول کو نہیں دکھاتا تھا ہمیشہ اس کو میں رات کے اندھیرے میں چلا دیتا تھا۔ اور اندھیرے ہی میں بھرتا تھا ✦ بعض لوگ اپنی ٹانگ میں گھٹنے کے نیچے ایک چھوٹا سا خنجر باندھے رکھتے ہیں اس خنجر کو اس طرح استعمال کرتے ہیں فرض کرو کہ اگر دشمن تمکو گرا کر اپنے نیچے کر دے تو پھر تمکو یہ موقع نہیں ملیگا کہ تم اپنا ہاتھ کمر تک لیجا کر اپنا ہتھیار لے سکو مگر اس سے پہلے کہ وہ تمہارا گلا کاٹ ڈالے تم اپنی انگلیاں پھیلا کر اپنے گھٹنے تک لیجا سکتے ہو اور دشمن کی کمر میں وہ خنجر بھونک کر دشمن سے اپنی جان بچا سکتے ہو ✦ اس گھٹنے کے خنجر کی ضرورت صرف نہایت ہی خطرناک جگہ معلوم ہوتی ہے ✦ مجھکو اس بات کا بڑا افسوس ہے کہ جب میں لندن سے یہاں آیا تو وہاں سے اپنے ہمراہ ایک بہت بڑا مضبوط چاقو جس کا بڑا المباد اور دانت کرنے کے خلال کے مانند پھل ہوتا ہے کیوں نہ لے آیا؟ اور جسمیں اور کئی چھوٹے آلات جیسے چھینی ریتی موچنا نشتر وغیرہ ہوتے ہیں ✦

ے اس ڈوری کو جبک کہتے ہیں یہ قاہرہ میں بہت بنتی اور سادر کو جاتی ہے پستول کی خوبصورت ڈوری معہ پھندنے کے مصر میں ۱۲ شلنگ میں آتی ہے اور مکہ اور مدینہ میں ایک پونڈ سے دس ڈالر میں آتی ہے ✦

گھنٹی نُما مُنہ والی قرابین (بندوق) ہوتی ہے یا ایک نالی لمبی بندوق ہوتی ہے + اگر کسی کی یہ خواہش ہو کہ تمام لوگ میری عزت اور توقیر کریں تو اُس کو اپنے ان تمام ہتھیاروں کو چاندی کے مانند صاف اور چمکدار رکھنا چاہئے اس لئے کہ عرب میں ہتھیاروں کو سپاہیانہ طور سے صاف اور چمکدار رکھنا آدمیت اور بہادری کا نشان سمجھا جاتا ہے +

حمائل کی جگہ جزودان میں گھڑی قطب نما پرکار۔ کاغذ وغیرہ رکھنا

حجاج تمام عموماً وہ حاجی جو روم اور شام سے آتے ہیں اپنے پاس ایک حمائل یعنے مختصر عرض و طول کا پورا قرآن شریف مخمل یا کمخواب کے جزودان میں رکھتے ہیں۔ اور سرخ ریشم کی ڈوری سے جو بائیں کندھے کی طرف گردن میں ڈالی جاتی ہے یہ حمائل شریف دہنی طرف لٹکتی رہتی ہے کمر کے نیچے اس کو کبھی نہیں اتارنا چاہئے + میں نے حمائل شریف کا جزودان تو لٹکا لیا مگر اس میں حمائل کے بجائے اور نہایت فائدہ مند چیزیں رکھ لیں بظاہر سب لوگوں کو وہ حمائل ہی نظر آتی تھی + میں نے چمڑے کی جلد میں تین خانے بنوا لئے تھے۔ ایک خانہ میں گھڑی۔ قطب نما اور پرکار۔ دوسرے میں زر نقد۔ اور تیسرے خانہ میں اپنا قلمتراش چاقو۔ پنسل اور کاغذ کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے رکھتا تھا جو میری ہتھیلی میں اس طرح آجاتے کہ اور کسی شخص کو وہ نظر نہیں آسکتے تھے + کاغذات کے ان ٹکڑوں پر میں سفر کا حال لکھتا اور نقشے بھی کھینچتا تھا + ہمشیار مسافر کو اپنے روزنامچہ[1] میں ان کاغذات کے

روزنامچہ

[1] میرا روزنامچہ قاہرہ کے ایک مصری نے مجھکو بنا دیا تھا۔ یہ۔ ایک لمبی اور مجلد کتاب تھی جو سینہ کی جیب میں آجاتی تھی + اس جیب میں میرے روزنامچہ کو کوئی دیکھ نہ سکتا تھا + میں نے اپنا روزنامچہ اول تو عربی میں لکھنا شروع کیا تھا مگر پھر اُس کے پاس رکھنے میں کسی خطرہ معلوم نہیں ہوا اس لئے بعد ازاں میں انگریزی ہی میں اسکو لکھتا رہا + میں نے کئی بار تجربہ کرنے کے لئے پشتو کے حروف خالی کاغذ کے ٹکڑوں پر لکھے اور اپنے ہمراہیوں کو دکھائے + افغانوں کا بیان ہے کہ یہ تعویذ لکھا حضرت سلیمان اور سکندر ذوالقرنین کی ایجاد ہیں میرے ہمراہی ان حروف کو دیکھکر متحیر ہوئے + مختصر سفر کیلئے تو پنسل ہی کافی ہے مگر طویل سفر میں روزنامچہ سیاہی سے لکھنا اچھا ہے۔ سیاہی مشرقی ممالک کی بنی ہوئی ہو انگریزی سیاہی ہو وہ اگر اتفاقاً تمہارا اسباب پانی سے بھیگ جائے تو مشرقی ممالک کی سیاہی اُڑ جائیگی اور کاغذ بالکل صاف رہ جائیگا + مسافر کو چاہیئے کہ وہ ایرانی یا مصری قلمدان جو پیتل کا ہوتا ہے اور جسکے ٹوٹنے پھوٹنے کا اندیشہ نہیں ہوتا اپنے ساتھ لے + مگر تاوقتیکہ وہ عربی خط کو لکھنے اور پڑھنے میں مشاق نہ ہو اسکو قلمدان اپنی کمر کی پیٹی میں رکھنا نہیں چاہیئے اس لئے کہ اس طرح قلمدان رکھنے سے ظاہر کرنا مقصود ہوتا ہے کہ ہم لکھے پڑھے اور منشی ہیں + نقشہ کھینچنے کیلئے پنسل سب سے بہتر ہے بعد میں فرصت کے وقت سیاہی سے نقش روشن کر دینے چاہئیں + میں نے جب کوئی نقشہ کھینچنا ہوتا تھا تو نقشہ کو کاٹ کر اسکے کئی ٹکڑے بنا لیتا تھا اور آئندہ انکو پھر جوڑنے کیلئے نمبر ڈال دیتا تھا + اور ان نقشوں کو اپنی دواؤں کے ٹین کے کنستر میں چھپا دیتا تھا +

نگڑوں سے خوش خط نقل اتارنے کے بہت سے موقعے مل جاتے ہیں +

جاسوس۔ مخبر اور جادوگر کو بدوی فوراً قتل کر ڈالتے ہیں

مگر مسافر کو چاہیے کہ وہ بدوؤں کے روبرو نقشہ ہرگز نہ اتارے ورنہ بدوی اُس کو جاسوس مخبر یا جادوگر سمجھ کر یقیناً قتل کر ڈالیں گے + فرنگیوں کے ہر ایک چیز کا نقشہ کاغذ پر اُتار لینے سے بدوی لوگ بہت ہی حیران و پریشان ہوتے اور طرح طرح کے خیالات دوڑانے لگتے ہیں۔ اور پھر مشتبہ آدمی کو بغیر قتل کئے نہیں رہتے +

شجرہ نسب سنکر بدو بہت خوش ہوتے ہیں

بدوی لوگوں کے آگے صرف تعویذ یا زائچہ یا نسب ناموں کی کتابیں یعنے شجرۂ نسب بے خطر لکھے جاسکتے ہیں۔ یا۔ اگر تم اُن کے دلوں کو خوش کر دو۔ مثلاً تم یوں کہو کہ "اے قوم حرب کے لوگو! تمہارے فخر و مباہات کی کیا وجہ ہے؟" + یہ سُناتے وقت حاشیہ پر جو تمہارا دل چاہے لکھ لو۔ پھر کوئی بدوی پوچھتا بھی نہیں کہ تم کیا لکھ رہے ہو +

شہری عرب زیادہ آزاد خیال ہیں

مگر شہری عرب زیادہ آزاد خیال ہوتے ہیں + مشرقی ممالک کے مصور حرمین شریفین کے نقشے سالہا سال سے اتارتے ہیں۔ انہوں نے حرمین الشریفین کی پیمائش بھی کی اور نقشوں کو چھاپا۔ مگر عرب نے آج تک اُن کو منع نہ کیا + اگر کسی سیاح یا مسافر کی یہ تمنا ہو کہ بادیہ نشین عرب اُس پر شبہ نہ کریں تو چاہیے کہ وہ بدوی لوگوں کے سامنے قلم یا پنسل اپنے ہاتھ میں ہرگز نہ پکڑے +

روانگیٔ قافلہ

۶ بجے شام کے ہم وکالہ کے زینہ سے نیچے اُترے۔ گلی میں اونٹ لدے ہوئے کھڑے تھے اور بے صبری سے اپنے پیر زمین پر مار رہے تھے + میرا شغدف ایک مضبوط اور اونچے اونٹ کی پشت پر کسا ہوا تھا جو اونٹ کی ہر ایک حرکت سے ہلتا اور ڈگمگاتا تھا۔ اس سے مجھ کو خیال ہوا کہ یہ تو پہلے ہی قدم کے اٹھانے پر یا تو آگے کی طرف اُس کے کندھوں پر یا پیچھے کی طرف اُس کے پٹھے پر جا پڑے گا + جمال نے مجھ سے کہا کہ اونٹ کی گردن پکڑ کر اس پر چڑھو اور شغدف میں سوار ہو جاؤ۔ مگر پیر میں درد ہونے کے سبب سے ایسی سخت کوشش کرنے کی مجھ میں طاقت نہ تھی۔

جرمن سیاح کے نقشے چھین کر جلا دئے

لے حال میں اس قسم کا ایک حادثہ حضرموت میں واقعہ ہوا + ایک جرمن سیاح کئی ماہ سے عرب میں سیاحت کرتا پھرتا تھا اُسکے نقشوں کی کتاب جو کئی ماہ کی محنت کا نتیجہ تھا عربوں نے چھین کر جلا ڈالی + مجھ سے حضرموت کے ایک آدمی نے جو ظاہر میں بہت سے لوگوں سے عدن میں بیان کیا کہ اس سیاح کی بڑی مشکل سے جان بچی بدوی لوگ اُسکو جاسوس سمجھکر قتل کرنا چاہتے تھے۔ اُنکا خیال تھا کہ فرنگیوں نے اُسکو ہمارے ملک میں جادو کرنیکو بھیجا ہے۔ مگر قوم کے شیخوں نے اُسکو قتل نہیں ہونے دیا اُسکو اپنے ملک سے باہر کر چھوڑ گئے + بدوی لوگ جن لوگوں کو نقشہ اُتارتے ہوئے دیکھ لیتے ہیں اُنکو قتل کر ڈالتے ہیں +

ٹے تمام عرب کہتے ہیں کہ اگر لدا ہوا اونٹ چپ چاپ کھڑا رہے تو اُسکے پیروں میں درد ہونے لگتا ہے + اغلباً لدے ہوئے اونٹ کا چلنے کیلئے مضطرب اور جلدی کرنے کا سبب یہی معلوم ہوتا ہے + اونٹ کو ٹھیرنے کی نسبت چلنے میں آرام رہتا ہے +

میں نے اس بات پر زور دیا کہ اونٹ کو بٹھلاؤ۔ جمّال نے بُڑ بُڑاتے[1] ہوئے اونٹ کو بٹھلایا ✦ ہم عمر آفندی کے بھائیوں سے رخصت ہو کر روانہ ہوئے ✦ یہ لوگ اپنے خلق اور ملنساری سے ہم کو شہر کے دروازہ تک پہنچانے آئے۔ اگرچہ ہم نے بہت اصرار کیا کہ آپ اس قدر تکلیف نہ کریں ✦ مغرب کا وقت ہو گیا۔ سب نے نمازِ مغرب پڑھی شفق غائب ہونے کے بعد ہم سب شغدفوں میں سوار ہو گئے ✦ اب[2] وَاسِطْ یا ہُو اور جَانِبْ یا جَمّال (یعنے راستہ کے بیچ چلو۔ اور۔ اونٹ والے راستہ کے ایک طرف رہو) کے پُرزور و شور نعروں اور آوازوں کے ہمراہ ہمارا قافلہ روانہ ہُوا ✦

قافلہ لمبی۔ رتیلی اور تنگ گلیوں میں سے گذرتا ہوا نکلا۔ دونوں طرف شہر میں سفیدی پھرے ہوئے مکانات دُور دُور تک نظر آتے تھے ✦ بعض بعض جگہ کوڑے کرکٹ کا بُہت انبار کہیں کہیں آس پاس کے مکانوں سے بھی زیادہ بلند تھا ✦

دروازۂ شہر پر دربان نے ہم کو روکا ✦ غیر ملکی مسافروں سے دس بارہ آنے لے کر یہ لوگ اُن کا اسباب نکلنے دیتے ہیں مگر اُس نے میرے ہم سفر لوگوں کے لہجہ سے معلوم کر لیا کہ یہ لوگ اہلِ حرمین الشریفین ہیں اس لئے اُس کو کچھ بھی وصول نہ ہو سکا ✦

ینبوع کا استحکام

بابِ ینبوع پر شیخ حامد نے مجھ سے ینبوع کی فصیل اور بروج کے استحکام کی تعریف اور توصیف بے حد کی کہ یہاں کے بُروج اور دمدمے اور کُل عمارتِ حفاظت و استحکامِ شہر جدّہ[3] کے استحکامات سے بھی زیادہ مضبوط ہیں ✦

سنہ ۱۸۰۳ء میں سعود وہابی اِن استحکامات کی وجہ سے بمشکل تمام مہینوں کے محاصرہ کے بعد ینبوع پر قابض ہُوا ✦ مگر میری رائے میں اب (سنہ ۱۹۵۳ء میں) میدانی توپ خانہ کی ایک باٹری اِن فصیلوں اور بُروج کو گرا کر منہدم کر سکتی ہے ✦

عرب سفر کی صعوبت کو سُرود سے کم کر دیتے ہیں

اس وقت صبا اور چمکیلا چاند ریگستان میں اپنی چاندنی پھیلا دی تھی ✦ ہمارا قافلہ شہر سے نکل کر ریگستان میں روانہ ہوا شہر کی گرم اور جلتی ہوئی ہوا سے نجات پا کر ان کو ریگستان کی ٹھنڈی اور اچھی ہوا میں آ جانے سے ان کو بہت فرحت حاصل ہوئی ✦ میرے ہمراہیوں نے اپنے ہموطن عربوں کی طرح ریگستان کی فضا و ہوا سے محظوظ ہو کر اشعار اور غزلیں پڑھنی شروع کر دیں ✦

---

[1] اگر بیٹھے ہوئے اونٹ پر شغدف آ جائے ہی سوار ہو جائے تو اونٹ کو کھڑا ہونا زیادہ مشکل ہوتا ہے ✦ جو لوگ اونٹ کی گردن پکڑ کر شغدف میں چڑھ نہیں سکتے وہ ہمیشہ ایک چھوٹا سا زینہ (سیڑھی) اپنے ساتھ رکھتے ہیں ✦

[2] عرب اور مصر میں یا ہُو (اے شخص) عام فقرہ ہے مگر یا الجمّال (اے اونٹ والے) کا فقرہ ذرا زیادہ مہذب سمجھا جاتا ہے ✦

[3] مدنی لوگ شہر ینبوع کے استحکام کی تعریف کرتے ہیں اور شہر جدّہ کے بندرگاہ کو بہت مستحکم اور مضبوط بتلاتے ہیں ✦ بہرحال اِن دونوں بندرگاہوں کی فصیل کی دیوار اور اسکے برج بہت مستحکم ہیں ✦

دوسرا باب

ینبوع سے عیاش تک کی مسافت کا احوال

جبلِ رضوی

۱۸ جولائی کی شام کو ۷ بجے کے قریب ہم ینبوع کے دروازہ سے نکل کر سیدھے مشرق کی طرف روانہ ہوئے۔ ہمارے میدان سفر کے بائیں طرف جبلِ رضوی اور دہنی طرف سمندر تھا۔ زمین ریتیلی تھی سخت مسطح میدان تھا۔ کہیں گول پتھروں کے ٹکڑے اور کہیں بہت ہی چھوٹے چھوٹے ببول کے درخت اور اونٹ کٹیلی کے جھنڈ تھے۔ اُس وقت چاندنی کھل رہی تھی اس لئے دُور دُور تک کا ملک اچھی طرح نظر آ رہا تھا۔

برٹن صاحب پر ہندوستانی ہونے کا گمان

ہمارے قافلہ میں بارہ اونٹ تھے۔ ایک کی نکیل دوسرے کی دُم میں بندھی ہوئی تھی۔ اس قطار سے الگ ایک ناقہ پر عمر آفندی سوار تھا جس نے اسے نہایت زیبائشی جھول سے مزین کر رکھا تھا۔ عمر جمال نے میرے ملازم لڑکے محمد سے پوچھا کہ تم نے اس ہندوستانی کو کہاں سے ساتھ لے لیا؟ میں نے اس سوال کے دریافت کرنے پر اُس کو سرزنش کی اور کہا کہ ہم افغان لوگ جو ہندوستانیوں کو قتل کرنے والے ہیں کیا تمہارے نزدیک ہندوستانی بن گئے ہیں؟ میں نے غصہ سے چلا کر کہا کہ ہم افغان ہیں۔ ہندوستانی نہیں ہیں۔ اے عمر جمال تم تو عرب ہو۔ اگر کوئی تم کو مصری فلاح (کاشتکار) کہے تو کیا تم اس بات کو پسند کرو گے؟ یہ سن کر عمر جمال چپ ہو گیا بات آئی گئی ہوئی۔ ہمارے قافلہ کے باقی سب مسافر جن کے اونٹ ہمارے پیچھے بندھے ہوئے تھے کچھ تو اونٹوں کے دونوں صندوق کے ڈھکنوں پر اونگھ رہے تھے۔ پیچھے بیٹھے ہوئے تھے ایک معمر عورت مسماۃ ال ستی مریم (الیڈی مریم) جو اپنی بہن سے قاہرہ ملنے گئی تھی اب ہمارے ہمراہ نصف ڈالر کرایہ دے کر ایک شبریہ (کھاٹ یا۔ پلنگ جو اونٹ کے بوجھ کے اوپر آر پار باندھ دی جاتی ہے) پر مدینہ واپس جا رہی تھی اس لئے کہ اُس نے ہجرت کر کے مدینہ کو اپنا وطن بنا لیا ہے۔

برٹن صاحب کا اپنے آپ کو افغان بتلانا

ہندوکش

لہ یہ اشارہ ہندوستان کے مشہور پہاڑ ہندوکش کی جانب ہے جہاں سے آ کر افغانوں نے ہندوستان کو کئی بار لوٹ کر تاراج کیا۔

سوائے عمر آفندی کے سب لوگ فلوک الحال موٹے اور میلے کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ سب کی پوشاک ایک قمیص تھی جس میں جابجا پیوند لگے اور عمامہ کی جگہ سر پر رواہیان ایرہ کے ٹکڑے بندھے ہوئے تھے + ان لوگوں کے پاس چھوٹے چھوٹے بچوان تھے جن کے مُہنال نہ تھی اور روغنی چمڑے کی تھیلیوں میں تمباکو تھا +

بدوی لٹیروں کا ڈر اگرچہ یہاں آس پاس کا ملک بالکل محفوظ ہے مگر سب مُسافر اپنے ہتھیار ہر وقت اپنے پاس تیار رکھتے ہیں + اس وقت سب مُسافر بگل گانے کے بعد غیر معمولی طور سے خاموش ہو نا ظاہر کرتا تھا کہ اِن لوگوں کو اپنے مال کے لُٹ جانے کا بہت خطرہ ہے +

منزلِ اوّل کوئی دو ۲ گھنٹے تک دھیمے قدم سے چل کر ہمارا راستہ عین مشرق سے شمال مشرق کی طرف مُڑا۔ یہاں سے فراز شروع ہو گیا اور زمین کا بتدریج اونچا ہونا معلوم ہونے لگا + ہم آٹھ گھنٹے کا مختصر کوچ کر کے صبح ہوتے تین ۳ بجے کے قریب منزل پر پہنچے۔ اس عرصہ میں ہم نے سولہ میل[1] سے زیادہ مسافت طے نہیں کی ہو گی + جمّالوں نے نخ نخ[2] کر کے اونٹوں کو زمین پر بٹھایا اور اُن کی پُشت سے صندوق اُتار کر ایک جگہ ڈھیر لگا دیا تاکہ چھپے ہوئے چوروں کی دست بُرد سے اسباب محفوظ رہے + میرے لئے میرا چھوٹا سا خیمہ نصب کیا گیا۔ بعد ازاں ہم سب زمین پر اپنا بستر بچھا کر سو گئے +

مشاہدات ہمارا سب قافلہ ۹ بجے صبح کے سو کر اُٹھا۔ اُس روز ۱۹ جون کی تھی۔ غارتگروں سے محفوظ رہنے پر ہم نے ایک دوسرے کو مبارکباد دی۔ اور پھر حقّہ پینے اور کھانا پکانے کے لئے آگ جلائی + میں نے بھی کچھ بسکٹ تھوڑے سے چاول کھائے اور بے دودھ کی چاء کی ایک پیالی پی لی۔ پھر میں نے اپنے جائے قیام کو دیکھنا شروع کیا + ہماری اس منزل سے ایک میل کے فاصلہ پر جانب مغرب ایک چھوٹا سا موضع المستھل[3] واقع ہے

---

[1] اس کتاب میں میں نے حجازی اونٹ کے قدم کی رفتار کا اندازہ اس طرح لگایا ہے کہ اگر وہ لاہر ہو کر دار کے بہرہ قدم قدم چل رہا ہو تو وہ ایک گھنٹہ میں دو میل طے کریگا ریگستان اور پہاڑی درہ کوہ میں چلنے سے اونٹ کی اس رفتار میں صرف نصف میل کا فرق پڑ جاتا ہے +

[2] گلے سے یہ آواز نکالی جاتی ہے اس سے اونٹ گھٹنوں کے بل زمین پر بیٹھنے لگتا ہے +

[3] عرب میں ایسے چھوٹے چھوٹے گاؤں کے نام مسلسل طور سے بدلتے رہتے ہیں ہاں بڑے قریوں اور قصبات کے نام ہمیشہ ایک ہی رہتے ہیں انکے نام نہیں بدلتے مُسافر کو چاہیے کہ گاؤں کا نام دریافت کرنے پر بدوی جو بتلا جائے اُسکو نہ لکھے اس طرح سے غلطی کھا کر ایک سیاح نے نقشہ میں دریائے فرات پر ایک گاؤں کا نام ما ادری لکھ دیا۔ حالانکہ اسکے معنے ہیں کہ "میں نہیں جانتا" +

المستھل

اس میں بہت سے ٹوٹے پھوٹے کچے مکانات ہیں + جنوب کی طرف نیلگوں سمندر کا کچھ ٹکڑا تھا باقی تمام میدان آفتاب کی طپش سے جلا ہوا تھا اور اُس میں سوائے ڈراؤنے کالے کالے پتھروں کے اور کچھ نہ تھا + کہیں کہیں کوئی چھوٹی سی جھاڑی ایندھن کے قابل اور کہیں موٹی گھاس بھی تھی - ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اس سرزمین میں آفتاب کی تیزی نے زمین کی نمی اور عرق سب خشک کر دیا ہے + اس ملک میں شبنم بہت گرتی ہے - پودوں اور پتھروں پر شبنم کے بڑے بڑے قطرے طلوع آفتاب کے وقت شیشہ کے ٹکڑوں کے مانند چمکتے ہیں یہ چند مشاہدات دیکھ کر میں قافلہ میں واپس آگیا اور اپنے ہمراہیوں کی تقلید کر کے میں بھی سو گیا +

عجوہ

دو بجے بعد دوپہر ہم جاگ اُٹھے اور پھر کھانا کھایا - اُس وقت بھی کھانا سادہ ہی تھا - چاول اُبال کر اُس میں کثرت سے گھی[1] ڈال دیا گیا + مشرقی ممالک کے لوگ گھی کو بڑی خوشی اور رغبت سے کھاتے ہیں + چاولوں کے علاوہ کچھ کاک[2] یعنے شیرمال کے ٹکڑے باسی روٹیاں اور کچھ گھٹلی دار کھجوریں اور کچھ عجوہ تھیں عجوہ بے گھٹلی کی کھجور + اصل میں کھجور نہیں ہے بلکہ کھجوریں میں سے گھٹلی نکال کر پھینک دیتے ہیں اور اُس کے شیرہ کو کھجور کی شکل میں جما لیتے ہیں - اسی کو عجوہ کہتے ہیں +

شربت عکیت

کھانا کھانے سے پہلے ہم نے ایک تیز ذائقہ دار اور تسکین بخش شربت پیا جس کو یہاں عکیت[3] کہتے ہیں + یہ اصل میں خشک کیا ہوا ترش دودھ ہوتا ہے جس کو پانی میں تحلیل کر کے پیتے ہیں + کھانا کھانے کے وقت ہم نے مشک سے پانی لے کر پیا اور کھانا کھا کر جلتی ہوئی چار کی ایک ٹی پیالی پی + اس منزل میں پانی بہت پیا گیا - گرمی اور پیاس کی بڑی شدت تھی - ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا آفتاب ہمارے حلقوم میں اُتر آیا ہے اور پسینہ ہمارے بدن سے اس کثرت سے خارج ہوتا تھا کہ گویا موسم بارش میں ہمارے بدن پر تقاطر ہو رہا ہے +

شدت پیاس اور حدت آفتاب

[1] گھی کو عرب میں سمن کہتے ہیں + [2] کاک اس ملک میں میدہ کو دودھ میں گوندھ کر اور کچھ خمیر اور بورا ملا کر تنور میں پکاتے ہیں - کاک مصری انگریزی کیک کے مانند ہوتی ہے + [3] عرب کے تمام حصص میں عکیت کے مختلف نام ہیں حجاز میں مزیزہ - یا - اکت کے نام سے مشہور ہے + اکت اصل میں عکیت کا بگڑا نام معلوم دیتا ہے + جب یہ بہت ہی ترش ہوتا ہے تو اسکو سارِبہ - اور جب یہ اُبالے بنا خشک کیا جاتا ہے تو جامدہ کہتے ہیں + عرب اسکو اسطرح بناتے ہیں کہ دودھ کے پانی کو اُڑا کر باقی دودھ کے ڈلے یا ٹکیاں ہاتھ سے بنا کر خشک ہونے کے لئے کپڑے پر پھیلا دیتے ہیں + اسے گھی سے بھی کھاتے ہیں اور پانی میں حل کر کے اس کا شربت بھی بناتے ہیں - جو بہت ٹھنڈا اور مفرح سمجھا جاتا ہے +

سارِبہ + جامد

دُودھ کا بیچنا بیغرتی اور بدنامی ہے

کھانا کھاتے وقت ایک بدوی عورت بھیڑوں اور بکریوں کا ریوڑ لے کر میرے خیمہ کے پاس سے گذری۔ اُن کو دیکھ کر مَیں نے دُودھ پینے کی خواہش ظاہر کی + میرے ساتھیوں نے ایک جمّال کے ہاتھ اُس عورت کے پاس ایک روٹی بھیج دی اور اُس کے بدلہ میں دُودھ کا ایک پیالہ اُس سے مانگا + اُس وقت مجھ کو معلوم ہُوا کہ لیبرے بدّوں کے اِس علاقہ میں بھی عرب اب تک اپنے آباو اجداد کے اِس بے معنے دستُور کے پابند ہیں کہ لبّانؔ[1] (دودھ فروش) کے معنے اصطلاح میں اُنہوں نے بے عزّت اور رُسوا کے رکھ لئے ہیں + وُہ دودھ بیچنے والے کو بے عزّت خیال کرتے ہیں۔ اغلباً اِس کی وجہ یہ ہے کہ عرب چونکہ مُسافر نواز ہیں وُہ مُسافر کے مُفت دودھ مانگنے کو مہمان کا حق سمجھتے ہیں + بہر حال دُودھ مکّہ معظمہ جیسے تہذیب یافتہ شہر میں بھی اب تک نہیں بکتا۔ ہاں مصری لوگ دُودھ بیچتے ہیں جن کو عرب بے غیرت خیال کرتے ہیں + حجاز میں علی العموم موسم بہار میں دُودھ بکثرت ہوتا ہے ورنہ سال کے دیگر موسموں میں وہاں دُودھ ملنا بہت مُشکل امر ہے + اُس بدوی عورت نے مجھ کو دُودھ کا ایک پیالہ بھر کر بھیج دیا +

طُوفانِ خشک

ظُہر کی نماز کے بعد ۳ بجے ہم چلنے کے لئے تیار ہو گئے + اُس وقت ہم سب لوگ یہ دیکھ کر بہت خوش ہُوئے کہ جبل رضوۂ کی چوٹی کے پیچھے سے ایک بہت بڑا سیاہ بادل اُٹھّا اور ہمارے اور ہمارے دُشمن آفتاب کے درمیان حائل ہو گیا + ہم کو امید بندھ گئی کہ یہ بادل اب برسے گا۔ مگر اُسی وقت گرم ہوا کا ایک سخت جھونکا جو کوہِ آتش فشاں کے سانس کے مانند تھا آیا اور آناً فاناً تمام میدان میں گرد ہوا ریت کے ذرّوں سے بھر گیا + یہ مُلکِ عرب کا خشک طُوفان یا آندھی تھی +

بخشش یا انعام کی طلبی

جب ہم اپنا اسباب اونٹوں پر لاد کر چلنے کے لئے سوار ہو گئے تو میرے دونوں جمّال میرے پاس آئے اور شغدف کے پاس کھڑے ہو کر بخشش طلب کرنے لگے + معلوم ہوتا ہے کہ ہر منزل میں مُسافر سے روانگی کے وقت اِن لوگوں کی بخشش مانگنے کی عادت پڑ گئی ہے + اول تو مجھ کو اِس مُلک میں بخشش کا لفظ سُننے سے تعجّب ہوا کیو

---

[1] لَبَن۔ عربی اور عبرانی میں دُودھ کو لبَن۔ دودھ بیچنے والے کو لبّانؔ۔ میٹھے دُودھ کو لبَن حلیب۔ یا حلیبؔ کہتے ہیں + مصری اور شامی صرف دہی۔ اور چھاچھ کو لبن کہتے ہیں + عرب کی طرح بلوچستان میں بھی کسی جنس کے تبادلہ میں دُودھ دے دیتے ہیں مگر دُودھ کو نقد داموں کے عوض فروخت کرنا اپنی بدنامی سمجھتے ہیں +

لَبَن حلیب

بدّوں کی صحبت میں چند روز رہنے سے میرا تعجب کم ہو گیا +

قومِ بنی حرب

یہ دونوں جمّال حجاز کی عظیم قوم بنی حرب میں سے تھے۔ یہ قوم تیرہ سو سال سے خالص النسل چلی آتی ہے۔ اس میں کسی اور دوسری قوم کا خون اب تک شامل نہیں ہوا۔ اس سے بھی زیادہ عرصہ سے اگر یہ قوم خالص النسل چلی آتی ہو تو ہم کو اس کا علم نہیں + مگر معلوم ہوتا ہے کہ حجّاج کے ساتھ میل جول ہونے سے اس قوم کے لوگوں کے اخلاق بگڑ گئے ہیں۔ انھوں نے اپنے اسلاف کی عمدہ عادتوں کو ترک کر دیا ہے + اب ان میں جلبِ منفعت کی لالچ بدلہ لینے کی تمنّا۔ جھگڑے اور بہادری کا دیوانہ وار جوش جیسی صفات مذمومہ باقی ہیں۔ اور یہ جوشِ بہادری بھی بہت ہی شاذ و نادر موقعوں پر ظاہر ہوتا ہے + مگر میں نے ان کی شرافتِ قومی پر بھروسہ کر کے رسول اللہ کی یہ حدیث ان کو پڑھ کر سنائی۔ کہ "سچ تو یہ ہے کہ عرب میں بد ترین نام[1] بنی کلب۔ اور بنی حرب ہیں" + میں نے پھر ان کو یہ بات طنز سے کہی کہ تم تو مصر کے فلّاحین کے مشابہ ہو گئے + اگر کوئی عرب بھی ان کو ایسا کہتا تو وہ نہائت غصّہ اور تلخی سے جواب دیتے مگر باوجود میرے عربی لباس کے انھوں نے مجھ کو ترک حاجی سمجھ کر کچھ نہ کہا + ان دونوں میں سے ایک جمّال بڑا کریہ المنظر تھا۔ اس کا قد پستہ۔ رنگ لاکھی۔ بدن دبلا پتلا تھا۔ سر پر بالوں کے جھنڈ تھے جو دھوپ سے جل کر بھورے ہو رہے تھے۔ داڑھی جنگلی تھی۔ آنکھیں شوخ اور خیرہ۔ بھویں چڑھی ہوئی تھیں۔ جنگھاڑ کے مانند آواز تھی۔ جسم خوب گٹھیلا مگر پتلا تھا + ان کے سروں پر کوفیہ تھے مگر ان کا کپڑا گل گیا تھا۔ کرتا پھٹا ہوا اور میل میں رنگا ہوا تھا اور ان کی کمر میں پیٹی کی جگہ رسّی تھی + جلتے ہوئے ریتہ اور چٹانوں سے اپنے پیروں کی حفاظت کے لئے انھوں نے موٹے چمڑے کے کئی تلوے پیر میں رسیّوں سے باندھ رکھے تھے + یہ دونوں جمّال مسلّح تھے ایک کے پاس توڑے دار بندوق اور نیام میں شنتیان[2] اس کے کندھے پر لٹک رہی تھی دوسرے کے پاس ایک قرابین تھی اور دونوں جمبیہ (خنجر) سے بھی مسلّح تھے۔ میرے دونوں جمّال اپنی قوم پر بڑا فخر کرتے تھے۔ یہ میرے ہمراہ کھانا کھاتے اور زیادہ کھانا مانگنے سے ذرا بھی نہ جھجھکتے تھے۔ مگر کام نہ کرتے + بخشش دینے کے اقرار پر بھی وہ میرا خیمہ نصب کرنے میں کچھ مدد نہ دیتے تھے۔ بلکہ ان کی تو یہ توقع تھی کہ میرا ملازم شیخ نور ان کا کھانا بھی پکا دیا کرے

جمّالوں کی ہیئت کذائی اور ان کی سرکشی۔

[1] بنی کلب (یا جُبْنِیَہ) کے معنے کتّوں کی اولاد۔ اور بنی حرب کے معنے لڑائی کی اولاد ہیں +

[2] تلوار کے پھل کو بدوی لوگ شنتیان اور مغربی عرب میں مجاز کہتے ہیں +

شنتیان + مجاز۔

مجھے اُن سے ہمیشہ سختی کرنی پڑتی تھی۔ حالانکہ میرا پیر زخمی تھا مگر اس عذر معقول پر بھی بیٹھے ہوئے اونٹ پر سوار نہ ہونے دیتے تھے اور کہتے کہ ہمارے ملک میں قدیم زمانہ سے یہ دستور ہے کہ جب ٹانگیں کام نہ دیں تو شغدف پر چڑھنے کے لئے سیڑھی کام میں لائی جاتی ہے ❊ میں نے عذر کیا کہ میرے پاس اس وقت کوئی سیڑھی نہیں ہے۔ مگر وہ نہ مانے۔ آخر کار اُن کی سرکشی سے تنگ آ کر اونٹ کی نکیل ایک جمّال کے ہاتھ میں سے میں نے جھٹک کر چھین لی۔ اور بزور اونٹ کو زمین پر بٹھلا کر میں شغدف میں سوار ہو گیا ❊

لٹیروں سے مڈھ بھیڑ

قافلہ میں بہت آدمی ہو گئے تھے۔ دو سو اونٹوں پر غلّہ تھا۔ غلّہ کے مالک اپنی گیہوں کی بوریوں کے ہمراہ تھے ❊ ہماری حفاظت کے لئے سات ترکی سوار تھے۔ اُن کے گھوڑے اچھے ہتھیار کارگر تھے ❊ تین گھنٹے تک ہم جنوب مشرق کی جانب چلتے رہے۔ اس منزل میں سخت ریتلا میدان آیا۔ یہاں کی سطح مرتفع کے پانی کا بہاؤ مغرب کی جانب سمندر کی طرف ہے۔ پانی وغیرہ کچھ موجود نہیں۔ صرف نالہ کا راستہ بنا ہوا ہے ❊ ہمارا قافلہ بتدریج سلسلۂ کوہستان کی طرف بڑھتا جاتا تھا۔ مغرب کے وقت ہم پہاڑوں کے نزدیک پہنچ گئے ❊ یہاں قافلہ نے تھوڑی دیر قیام کیا۔ نمازِ مغرب ادا کی۔ پھر روانہ ہوئے ❊ جب اندھیرا شروع ہوا اور ہمارا قافلہ ببول اور کھجوروں کی چھوٹی چھوٹی جھاڑیوں میں سے نکل کر عین مشرق کی طرف سطح مرتفع پر چلنے لگا تو پیچھے سے یکایک حرامی۔ حرامی (چور) کی آواز آنے لگی۔ یہ آواز سن کر تمام قافلہ میں گھبراہٹ پڑ گئی ❊ تمام جمّال اپنی لمبی تلواروں کو گردش دیتے ہوئے اور چلّاتے ہوئے چوروں کی طرف دوڑے۔ اُن کے پیچھے ترکی سوار بھی گئے ❊ اگر چور اپنے فن میں کامل ہوتے تو وہ اس وقت سب اونٹوں کو پیچھے سے با آسانی اور حفاظت[۱] کے ساتھ چرا کر لے جا سکتے تھے ❊ یہ کریہ المنظر چور تعداد میں صرف چھ تھے اُنہوں نے اپنی توڑے دار بندوقوں کے توڑے روشن کئے۔ اس لئے یہ نشانہ پا کر ترک سواروں نے اُن کی جانب ایک یا دو فیر کئے ❊ گولیاں چلنے کے بعد چور بھاگ گئے اس واقعہ سے تمام قافلہ میں بڑا خوف چھا گیا کہ جب ہمارا قافلہ پہاڑ کے درّہ میں پہنچے گا۔ تو بدوی لٹیرے بڑی جمعیّت سے ہم پر حملہ کر دیں گے ❊ نو گھنٹے تک ہم نے خوش نما اور

---

[۱] اس ملک میں اونٹوں کو چرا کر بھگا لیجانیکا یہ قاعدہ ہے کہ اونٹ کی نکیل دوسرے اونٹ کی دُم سے کھول کر ڈھیلی کر دیتے ہیں پھر اسکی دُم پر بوجھ دیکر لٹک جاتے ہیں جس سے اونٹ بڑی تیز رفتاری سے بھاگنے لگتا ہے ❊

چمکدار چاندنی رات میں سفر کیا۔ اُفقِ مشرقی میں صبح کاذب کے نمودار ہوتے ہی ہم ایک چھوٹے سے مِسَیال (نالہ) پر پہنچے جو نصف میل چوڑا اور بالکل خشک تھا۔ جابجا چھوٹے چھوٹے گول ٹکڑے پتھروں کے پڑے ہوئے تھے۔ اُس کے دونوں کناروں پر بالکل عمودی پہاڑیاں تھیں + مَیں نے پہاڑیوں کی چوٹیوں کے نام بدوی لوگوں سے پوچھنے شروع کر دیئے اس لئے کہ ہر چیز کا نام یہاں ضرور ہوتا ہے۔ ہر ایک پہاڑی۔ گھاٹی۔ میدان۔ وادی نالہ کے یہاں ایک یا کئی اسمِ معرفہ ہوتے ہیں + بدوؤں میں قوت تمیز اور قوت یادداشت خوب ہے۔ وہ مشابہ اور مشتبہ چیزوں کے نام بہت صفائی اور واضح طور سے بتا سکتے ہیں + دو گھنٹہ تک اُس نالہ کے کنارے کے قریب قریب چل کر اور کچھ حرّہ (چٹان کی پہاڑیاں) اور رِیا (گھاٹی پہاڑی) اور قِطع (پتھریلے میدان کا قطعہ) اور ساحل (مختصر میدان) طے کر کے ہمارا قافلہ ۲۳ میل کی مسافت طے کر کے ۸ بجے صبح کے قریب منزل بیر سعید میں وارد ہوا +

مسیال

منزل بیر سعید

مجھے اُمید تھی کہ بیر سعید (سعید کا کنواں) کے پاس بہت سر سبز چراگاہ ہوگی۔ خود رُو پھول اُگے ہوئے ہونگے۔ بھیڑ بکریوں کے ریوڑ آس پاس چرتے ہوں گے۔ کنوئیں سے پانی بہہ رہا ہوگا۔ اس لئے مَیں نے منزل کا نام سُنتے ہی بڑے شوق سے اُس کنوئیں کو چاروں طرف دیکھنا شروع کر دیا۔ مگر وہاں سوائے چند کانٹہ دار جھاڑیوں کے اور ایک معمولی حجازی چاہ کے اور کچھ نہ تھا + یہ جگہ نہایت بنجر اور ویران ہے یہاں ایک گھر بھی نظر نہیں آیا + کچھ پودے دُور دُور دکھلائی دیئے جو پتھروں کے درمیان نمی یا رطوبت نہ ہونے کی وجہ سے جلے ہوئے پڑے تھے +

خیمہ نصب کرتے ہوئے ہمارے پاؤں دھوپ کی سختی سے جل گئے۔ ناشتہ کھا کر اور پانی وغیرہ پی کر ہم لیٹ رہے۔ یہاں بے انتہا پسینہ آیا جس سے ہم بہت تھک گئے + بے آرامی یا تکلیف میں انسان کی فطرتاً یہ خواہش ہوا کرتی ہے کہ اس کی حالت میں تبدیلی ہو خواہ یہ تبدیلی بدتر ہی کیوں نہ ہو + جب ہمارے دشمن (آفتاب) نے مغرب کی طرف زوال پذیر ہونا شروع کیا تو ہم اپنے سفر پر چلنے کے لئے تیار ہو گئے + ۲۰ جولائی کو ۳ بجے کے بعد ہم نے اونٹوں پر اپنا اسباب لاد دیا۔ اور بادِ سموم کے طوفان ہی میں پانی کی صُراحیاں اپنے ہاتھوں میں

ئلہ مِسیال نلہ کو کہتے ہیں۔ یہ نلہ پہاڑی ہوتا ہے موسم برسات میں جاری اور باقی تمام سال بالکل خشک پڑا رہتا ہے۔

میں لے کر روانہ ہو گئے +

پانچ گھنٹے تک شمال مشرق کی جانب بڑی بڑی پہاڑیوں۔ رتیلی اور بنجر وادیوں اور ریگستان میں چلتے رہے + اس جگہ کوئی ببول کا درخت بھی ہم کو نظر نہ آیا اور ریگستان میں کہیں اتنی مٹی نہ تھی کہ جس میں اونٹ کٹیلی کی جڑ بھی لگ سکتی + راستہ کوہستان۔ چٹان پہاڑیوں اور نیچی اونچی زمین میں سے گذرتا تھا۔ سڑک (راستہ) کے دونوں طرف بڑے بڑے پتھر ایک دوسرے پر رکھے ہوئے تھے۔ گویا اس سرزمین کو بدصورت بنانے میں انسانی صنعت نے قدرت کی مدد کر دی ہے + زمین میں کہیں کہیں بڑے بڑے خوفناک غار کہیں خوفناک شگاف تھے + اس منزل میں نہ کسی پرند یا چرند کی شکل دیکھنے میں آئی نہ آواز سنی گئی۔ ورنہ اس بات کا پتہ چل جاتا کہ یہاں کہیں آس پاس پانی موجود ہے +

میرے ساتھیوں کی رائے تھی کہ لٹیرے ان چٹانوں کے پیچھے گھات میں بیٹھے ہیں مگر میں نے ان سے کہہ دیا کہ یہ مخلوق تمہارے وہم کا نتیجہ ہے + ہمارے سر کے اوپر چمکدار نیلی فولاد کا آسمان تھا جس میں زرد روشنی کا شعلۂ جوالہ (آفتاب) چمکتا تھا + آفتاب کی تپش جلائے ڈالتی تھی۔ کوئی پردہ اس وقت بادل یا ریت کا ہمارے اور آفتاب کے درمیان حائل نہ تھا + نیچے بریجی اور لال سیاہ رنگ کی زمین ہمارے سروں میں جلن اور آنکھوں میں خیرگی پیدا کر رہی تھی +

الحمرا۔ یا۔ الواسطہ

بمشکل تمام یہ میدان اور کوہستان اور ریگستان طے کر کے ہم رات کے دس اور گیارہ بجے کے درمیان انسانی آبادی میں پہنچے۔ جب سے المسہل سے روانہ ہوئے ہم نے اب تک کوئی انسانی آبادی نہ دیکھی تھی + یہ ایک لمبا اور بے ڈول گاؤں الحمرا تھا۔ اس کے نزدیک سرخ ریت بہت ہے اس وجہ سے اس گاؤں کا یہ نام پڑ گیا ہے + اس قریہ کو الواسطہ بھی کہتے ہیں اس لئے کہ مدینۂ منورہ اور بندر ینبوع کے بیچوں بیچ واقع ہے +

بدخلق اور بے مروت دیہاتی

ہم ایک گھنٹہ تک ٹھیرنے کی جگہ تلاش کرتے رہے۔ اس لئے کہ بدخلق۔ بے مروت اور ترش مزاج دیہاتیوں نے ہمیں اپنی زمین میں ٹھیرنے سے منع کر دیا + بالآخر تھوڑی دیر ادھر ادھر پھرنے کے بعد ایک جگہ ہم نے قیام کیا۔ اونٹوں سے اسباب اتارا۔ سامان اور اسباب کو محفوظ رہنے کے لئے دائرہ کے طور پر لگا دیا۔ اس لئے کہ اس منزل میں چور۔ اچکے بکثرت ہیں + میرے ہمراہیوں نے

اپنا بستر اپنے قیمتی مال و اسباب پر بچھا لیا + لوگوں نے مجھ سے بھی کہا کہ تم بھی اپنا بستر ہمارے پاس اپنے اسباب پر بچھا لو مگر میں نے اس قدر زائد خراٹے اور سانس لینے والے ہمراہیوں کے قریب سونے سے بالکل انکار کر دیا + افغان حاجی (برٹن صاحب) کے اس انکار اور بے احتیاطی پر لوگوں کو بڑا تعجب آیا۔ ہمراہیوں نے مجھ سے پھر کہا کہ اگر الگ سوؤ گے تو اندیشہ ہے کہ کہیں رات کو لٹیرے تم کو مار نہ ڈالیں + مگر میں اپنے طپنچہ کا گھوڑا چڑھا اُس کو اپنے تکیہ کے نیچے اور ننگی تلوار کو اپنے پہلو میں رکھکر ٹھنڈے ریتہ پر بچھونا بچھا کے صبح تک بآرام سوتا رہا[1] +

گاؤں کی سیر

۲۱ر جولائی کو علی الصباح میں موضع الحمرا کی سیر کرنے گیا۔ یہ گاؤں شمال کی طرف پہاڑی کے ایک کراڑے پر آباد ہے۔ اُس کے جنوب میں ایک ریتلا نلہ نصف میل چوڑا واقع ہے + گاؤں کے چاروں طرف پہاڑ درخشاں ہیں۔ عرب لوگ ایسے ہی[2] مقامات میں آباد ہونا زیادہ پسند کرتے ہیں + برسات کے موسم میں یہ نلہ خوب زور و شور سے بہتا اور کوئی نشو پہاڑیوں کا پانی سے کر بحر قلزم میں جا گرتا ہے + اس کی گہری جگہ کئی فٹ کھودنے سے میٹھا پانی نکل آتا ہے بلکہ بعض جگہ پہاڑیوں میں سے چشمے[3] بھی اُبلتے ہیں +

الحمرا کے مکانات کچی اینٹوں اور گارے کے بنے ہوئے ہیں۔ چھتوں کو کھجور کے تیلوں سے پاٹ رکھا ہے۔ اس گاؤں کے اُن حصص میں آبادی زیادہ گنجان ہے جہاں ابھی تک فصیل کی دیوار موجود ہے ورنہ حجاز کے اور دیگر مقامات کی طرح یہاں بھی کھنڈرات[4] بہت ہیں اس جگہ

---

[1] بیعہ اتاں رفتہ رفتہ مجھکو یہ بات معلوم ہوگئی کہ میرا یہ کام تنہا سونے سے بھی زیادہ بیوقوفی اور بے تجربہ کاری کا تھا اسلئے کہ عرب کے چور جنکو جب کوئی موقعہ عمدہ شے کے چرانے کا مل جاتا ہے تو وہ ہزار تدبیر کر کے اسکو چرا لیتے ہیں +

[2] اغلباً اس وجہ سے کہ ایسے مقامات میں پانی ہمیشہ ملجاتا ہے۔ عرب کے غیر مہذب حصہ میں علی العموم چار برج وغیرہ پختہ عمارت بنا دیتے ہیں + عربوں کا خیال ہے کہ جبتک پانی ہمارے پاس موجود ہے تبتک دشمن ہمارا کچھ بگاڑ نہیں سکتا +

[3] الحمرا کے نزدیک جنوبی پہاڑیوں کے دامن میں قلعہ الحمرا کی زد کے نیچے شیریں پانی کا ایک عمدہ چشمہ ہے۔ ایسے چشمے عربوں کے لئے دولت بے زوال ہیں + اُن کا بیان ہے کہ پہاڑی چشموں کا پانی مقوی اور ہاضم ہوتا ہے +

[4] ویرانی کے بواعث — مثل حجاز کی ویرانی کی موجودہ حالت کہتے ہیں کہ گذشتہ صدی کے اوائل میں قدیم وہابی اور مصری فوج کے درمیان لڑائیاں ہوتی رہی ہیں اور کچھ ترکی بد انتظامی کے سبب سے ملک ویران ہے + دوسرے ملکوں کی طرح عرب میں کسی گاؤں یا ضلع کو آباد کر کے آباد نہیں کر سکتے + زمین سابق آباد کاروں کے ورثا کی ملکیت سمجھی جاتی ہے اگر کوئی آباد ہو جائے تو جنگ ہو کر بڑی خونریزی ہوتی ہے عرب قاتلانہ بدلہ لینے سے باز نہیں رہتے +

اجناس کا بڑا ذخیرہ موجود رہتا ہے بلکہ یہاں نرخ اشیاء مدینہ منورہ سے بھی زیادہ ارزاں ہے + ہمارے ایک ہم قافلہ نے جس کا نام سعد تھا یہاں سے اپنے اونٹ پر گیہوں کی بوری خرید کر لا دی + اس گاؤں میں کئی دُکانیں ہیں اُن میں گندم۔ بڑے بڑے کیلے۔ تازہ روٹی۔ چاول۔ گھی اور بہت سی دیگر اشیاء خوردنی فروخت ہوتی ہیں + یہاں بڑے بڑے نخلستان ہیں جہاں کھجوریں بکثرت پیدا ہوتی ہیں + مشرقی عرب کے دیہات کے مانند یہاں کا بازار بھی ایک لمبی قطار میں بنتا چلا گیا ہے۔ یہ بازار کہیں چٹائیوں سے پٹا ہوا کہیں کھُلا ہوا ہے۔ گلیاں اور کوچے بہت تنگ ہیں۔ جہاں کوڑا کرکٹ لگا رہتا ہے +

قلعۂ الحمرا

قافلہ کے ٹھیرنے کی جگہ سے قریب قلعۂ الحمرا واقع ہے۔ اس میں ترکی فوج رسالہ کے سوار رہتے ہیں۔ اس فوج کا کام موضع الحمرا کی حفاظت اور آس پاس کے مُلک پر قبضہ رکھنا اور سوداگروں کے قافلہ کو اپنی انتظامی حد تک بحفاظت تمام پہنچا دینا ہے + قلعہ کے چاروں طرف چونہ اور پتھروں کی فصیل ہے جس میں بندوقیں فیر کرنے کے لئے جا بجا سوراخ اور توپوں کے لئے بُرج بنے ہوئے ہیں + اس قلعہ کا فتح کر لینا بہت آسان امر ہے۔ اگر چھوٹا حملہ کر دیا جائے تو قلعہ گیر فوج حملہ آور فوج کی طرف متوجہ ہو جائے گی اس لئے کہ یہاں کی فوج سنتری کے کام سے بالکل ناواقف ہے + اُس وقت حملہ آور فوج پیچھے سے زینہ لگا کر یا۔ بارود کے تھیلوں سے قلعہ کی دیوار یا دروازہ کو اُڑا کر بآسانی اندر داخل ہو جائے + قلعہ الحمرا کے چاروں طرف کھجور کے پتوں سے پٹے ہوئے کچے مکانات بنے ہوئے ہیں۔ یہاں تُرکی سپاہی لیٹے ہوئے کوئی حقّہ کوئی پیچوان پیتا ہے۔ غرضکہ اپنا دل بہلاتے رہتے ہیں [1] قلعہ کے قریب ایک قہوہ خانہ ہے یہاں آکر یہ لوگ قہوہ اور چاء وغیرہ پیتے ہیں + اِن مکانات میں ترکی سپاہی اغلباً اس وجہ سے آتے ہیں کہ قلعہ کے اندر گرمی شدت سے پڑتی ہے۔ یہاں آکر کھلی ہوا میں آرام پا لیتے ہیں +

بدّو بندوق سے اچھا نشانہ نہیں لگا سکتے

اس موضع میں ہم بڑے بے آرام رہے + بھیڑوں اور بکریوں کے عظیم الشان ریوڑ کے ریوڑ گاؤں سے باہر آ۔ جا رہے تھے نگران کے بے مُروّت اور تُرش رو چرواہے روٹی اور گوشت کے تبادلہ میں بھی دُودھ نہیں دیتے تھے + صبح کے وقت میں نے چند بدوؤں کو دیکھا جو توڑے دار بندوقیں ہاتھ

[1] میرے ساتھیوں نے مجھ سے ذکر کیا کہ بغیر اِن قلعوں کے بدوؤں پر حجاز میں تُرکی حکومت قائم نہیں رہ سکتی +

ہاتھ میں لئے ہوئے سارسوں کی ایک فوج کے تعاقب میں پہاڑیوں پر چڑھ گئے اگرچہ انہوں نے بہت سی گولیاں چلائیں مگر ایک سارس بھی شکار نہیں ہوا - اس سے معلوم ہوا کہ بدوی بندوق کا نشانہ اچھی طرح سے نہیں لگا سکتے +

ناشتہ سے پہلے مَیں نے ایک متوسط درجہ کا دُنبہ ایک ڈالر میں خریدا + شیخ حامد نے اُس کو حلال کیا - میرے ساتھیوں نے بہت جلد اُس کا گوشت اور قورمہ پکایا + یہ دُنبہ ہمارے قافلہ میں خوب فساد اور لڑائی کا باعث ثابت ہوا + میرے ملازم لڑکے محمد نے کفایت شعاری کے جوش میں اُس کی سری پائے تین ۳ قرش میں ایک بدوی کے ہاتھ فروخت کر دئیے - دوسرے بدوُں کو اُمید تھی کہ ہمیں بھی کچھ ملے گا - مگر جب اُن کو کچھ نہ ملا تو وہ مغلوب الغضب ہو گئے اور غصّہ سے اپنے چہرے نیلے پیلے کر کے وُہ وہ خرافات اور طعن و تشنیع آمیز باتیں لڑکے محمد کو سنائیں کہ وُہ بھی غضبناک ہو کر جوش میں آگیا + مَیں نے بمشکل اُن میں صُلح کرائی اس لئے کہ اُن کا لڑنا میرے فوائد کے خلاف تھا +

عربوں کا غصّہ فرو کرنیکی آسان ترکیب

عربوں میں صُلح کرا دینے کا اس سے آسان اور بہتر کوئی طریقہ نہیں ہے کہ اُن سے یہ کہہ دیا جائے کہ یہ شخص اجنبی ہے اور تمہارے مُلک میں تمہارا مہمان ہے + یہ الفاظ اُن پر جادُو کا اثر کرتے ہیں - سب لڑائی جھگڑا چھوڑ کر وُہ خاموش ہو جاتے ہیں + میرے یہ الفاظ سُن کر سب بدوی لڑکے محمد کی زبان درازیوں اور گالیوں کو صبر سے سُننے لگے اور کہنے لگے کہ ہم تجھ سے اپنے مُلک کے باہر ان باتوں کا بدلہ لیں گے یعنے مکّہ کے نزدیک جو تیرا وطن ہے +

دو حریف عرب لٹیرے سردار

اُس روز ہم کو یہ خبر ملی کہ لٹیروں کا سردار سعد اور اُس کا بھائی دونوں قافلہ لوٹنے کے لئے میدان میں پڑے ہوئے ہیں - اس لئے ہمارے قافلہ کی روانگی کچھ عرصہ کے لئے ملتوی ہو گئی + ہر نصف گھنٹہ کے بعد قہوہ خانہ یا پڑاؤ میں اِن لٹیروں کی نسبت طرح طرح کی خبریں شہرت پاتی رہتی تھیں حجاز کے اس لٹیرے کے متعلق چند الفاظ اس جگہ بے موقعہ نہ ہوں گے + سعد بنی حرب کی سب سے بڑی شاخ قوم حمیدہ کے دو زبردست فرقوں سُمیدہ - اور مجاہد کا سردار ہے - اُس کی یہ تمنّا تھی کہ وُہ تمام قوم حمیدہ پر گویا تمام بنی حرب پر فرمانروائی کرے اگر ایسا ہو جاتا تو وُہ تمام ارض مقدس (حجاز) کا بادشاہ بن جاتا + مگر شریف مکّہ اور احمد پاشا

ترکی گورنر حجاز نے چند پولیٹیکل وجوہات سے اُس کو سرداری قوم سے معزول کر کے شیخ فضل کو اُس کی جگہ سردار مقرر کر دیا۔ یہ شیخ بھی بڑا لٹیرہ ہے جو اپنے آپ کو قوم حمیدہ کی تیسری شاخ بنی عامر کا سردار کہتا ہے اِس لئے اِن دونوں میں جھگڑا پڑا ہوا ہے۔ سعد کے پیرؤں کی تعداد پانچ ہزار ہے اور فضل کے پیرو آٹھ سَو سے بھی کم ہیں۔ سعد کئی دفعہ فضل کے لشکر کو شکست دے چکا ہے۔ فضل نے ترکی گورنمنٹ کی مدد سے سعد کے سامانِ غلّہ اور رسد وغیرہ کو گرفتار کر لیا ہے۔ وہ خوش نُما دیوی جس کا نام آزادی ہے اُس نے اپنا خوبصورت چہرہ عربوں سے زیادہ اَور کسی کو نہیں دکھلایا۔ غرضکہ یہ دونوں سردار لُٹیرے جہاں کہیں موقعہ پاتے ہیں ایک دوسرے کی فوج کو قتل اور راستے بند کر دیتے ہیں اور مُسافروں کو لُوٹ لیتے ہیں۔

کمزوری گورنمنٹ

حجاز سے میرے واپس روانہ ہونے تک یہی حالتِ بدامنی قائم تھی۔ اُس وقت مَیں نے سُنا تھا کہ شریفِ مکّہ بذاتِ خود معہ لشکر میدان میں جا کر اِس لُٹیرے سردار (سعد) کا قلع وقمع کرنے والے ہیں۔ ایک دفعہ سعد نے سُلطانی محمل آگے بڑھنے سے روک کر واپس لوٹا دیا تھا اور تمام مسافروں کے لئے راہِ مدینہ منوّرہ بند کر دی۔ اس سرکشی کی وجہ یہ ہوئی کہ مدینہ منوّرہ کے پاشا اور قافلہ دمشقی کے ترکی پاشا نے اُس کو اُس کے سابقہ عہدہ سرداری پر گورنمنٹ ترکی سے سفارش کر کے بحال کرانے کی ضمانت نہ کی۔ ایسے مُوذی کو زندہ رہنے دینے سے ترکی گورنمنٹ کی کمزوری کا ثبوت ملتا ہے۔ سُلطانِ رُوم ایسے بدوی سرداروں کو غلّہ اور کپڑا بطور پنشن کے عطا کرتے ہیں کہ جو اپنے لشکر کو سُلطان ہی کے برخلاف کام میں لاتے ہیں مگر ترکی پاشا اِس پنشن میں سے بہت سا حصّہ خود ہضم کر کے بہت تھوڑا سا اِن سرداروں کے پاس پہنچاتے ہیں۔ غالب گمان ہے کہ سُلطان عبد المجید نے حجاز کی اصلی حالت کی نسبت کبھی ایک حرف بھی سچّے واقعات کا نہ سُنا ہوگا۔ سُلطان کے گُمراہ اور خوشامدی درباریوں نے سُلطان کو یہی یقین دلا رکھّا ہے کہ حجاز میں لوگ سُلطان کے نام سے کانپتے ہیں۔ لوگوں کا بیان ہے کہ ترکی گورنمنٹ صوبہ الحجاز کا انتظام مصری گورنمنٹ کو سُپرد کرنا چاہتی ہے مگر مصری گورنمنٹ ایسی مُصیبت (انتظامِ صوبہ حجاز) اپنے سر لینے کے عوض خوشی سے بہت بڑی رقم زرِ جُرمانہ ترکی گورنمنٹ کو دینے پر آمادہ ہے۔ اِس ارضِ مقدّس کے انتظام

سلطان کو حجاز کی اصلی حالت سے آگاہ نہیں کیا جاتا

میں ترکی خزانہ کا روپیہ اور ترکی فوج کے جوانوں کا خون بہ کثرت بہتا ہے + مگر ترکی حکام کا انتظام اچھا[1] نہیں ہے - اگر وہ کسی بدوی چور کو پکڑ لیتے ہیں تو بدوؤں کے ڈر کے مارے اُس کو پھانسی دینے کی جُرأت نہیں کرتے + گو وہ بدوؤں کو وظیفہ وغیرہ بہت کچھ دیتے ہیں مگر پھر بھی ہر ایک درہ کوہ میں بدوی اُن پر گولی مارنے کے لئے مستعد رہتے ہیں + عربوں پر اپنی برتری اور حکومت جمانا چاہتے ہیں مگر چونکہ عربوں سے نفرت کرتے ہیں اِس لئے عرب بھی اُن کو حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں +

تنظیماتِ سلطنت کا نتیجہ

جس طرح لندن کے ڈاکٹر ہالوے صاحب کی گولیاں دُنیا کی تمام بدترین بیماریوں اور ہر ایک قسم کے مرض کے لئے اکسیر بتلائی جاتی ہیں اسی طرح ترک - عرب - شامی - یونانی - مصری ایرانی - ارمنی - کرد اور البانوی لوگوں کے لئے ترکوں نے جبر و ظلم کرنے کو انتظامی اکسیر سمجھ لیا ہے + یہ اُن تنظیمات (قواعدِ سلطنت) کا نتیجہ ہے جو یورپ کی بے وقوفی کی خراب ترین نقل اُتارنے کو بہترین انتظامی نمونہ سمجھ لیا ہے کہ تمام حکومت دفتر والوں کے سپرد کر کے ہر سررشتہ کا انتظام الگ مرکز پر قائم کر دیا ہے + ورنہ اگر سخت اور قوی ہاتھ سے آزاد حکومت کی جائے اور محمد علی جیسا منتظم پاشا یہاں کا حاکم مقرر ہو تو صرف ایک ہی نسل کی زندگی میں صوبہ حجاز کی تمام بدنظمی دُور اور لٹیروں اور رہزنوں کا قلع قمع ہو کر اُس میں امن و امان قائم ہو کر مُلک تمام عیوب اور بُرائیوں سے پاک ہو سکتا ہے +

بدّوی قوم کو درست کرنیکی تدبیر

اگر ترکی حکام عقل و دماغ سے کام لے کر بدوی لوگوں کی قومی دشمنی کو مناسب طور سے عمل میں لائیں - طاقتور اور زبردست بدوی اقوام کے مقابلہ میں کمزور اقوام کی مدد پورے طور سے کریں - اور ہر ایک بدوی سردار کو جو اپنی شہرت حاصل کرنا چاہتا ہو باقاعدہ شکست دیں سب سے

---

[1] ترکوں کے انتظام میں بدترین نقص یہ ہے کہ زمانہ قدیم میں جہاں ایک صوبہ میں ایک پاشا گورنر مقرر ہوا کرتا تھا - اب اُس کی جگہ سول مالی اور فوجی تین تین گورنر مقرر ہوتے ہیں - اور یہ براہ راست قسطنطنیہ کی شاہی کونسل کے ماتحت ہیں + چنانچہ بجائے ایک کے اب ہر صوبہ میں تین تین بڑے حاکم موجود ہیں اور اُن کی کارروائیوں کے لئے خط و کتابت اسی کونسل سے ہوتی ہے جو صوبہ کے انتظام میں کسی قسم کی دلچسپی نہیں لیتی +

زیادہ تو یہ کہ بلا رو و رعایت عدل[1] وانصاف کرنے لگیں ۔ تو یہ نیم برہنہ لٹیرے بدوی جن کی وجہ سے حالانکہ تعداد میں چند ہزار سے زائد نہیں آجکل ارضِ مقدس میدانِ جنگ بنا ہوا ہے بہت جلد ورطۂ گمنامی میں ڈوب سکتے ہیں اور پھر ملک میں ہمیشہ امن و امان قائم رہ سکتا ہے مگر اِس بات کے لئے ترکی حکام کو قدیم طرز سے مطلق العنان بن کر حکومت کرنے کی ضرورت ہے گو اُس مطلق العنانی سے لوگوں کا کشت و خون بہت ہو گا ۔ مگر بہ نسبت اِن جدید تنظیمات کے اُس انتظام سے لوگوں کو اتنی مصیبت اُٹھانی نہ پڑتی تھی ۔ ورنہ اگر ترکی گورنمنٹ حجاز[2] میں ایسی ہی کمزور[3] رہی تو ایک دِن بدوی خود سرہو کر ترکوں کی اطاعت کا جوا اپنے کندھوں پر سے پھینک دیں گے ۔

---

[1] خلیفہ معاویہ نے دمشق سے بصرہ میں جو اُس زمانہ میں چوروں اور لُٹیروں کا مسکن اور ماوا بنا ہوا تھا زیاد کو انتظام کے لئے بھیجا ۔ زیاد نے بصرہ میں پہنچ کر تمام اہلِ بصرہ کے روبرو ایک تقریر کی جس میں بیان کیا کہ مَیں تلوار سے حکومت کرنا چاہتا ہوں ۔ یہاں جس قدر بدمعاش چور اور لُٹیرے ہیں مَیں اُن کو صلاح دیتا ہوں کہ وُہ بصرہ سے چلے جائیں ۔ یہ تقریر کر کے زیاد نے بصرہ میں ممانعت کر دی کہ کوئی شخص مغرب کے بعد بازار اور گلی کوچہ میں نہ نِکلے ۔ اگر نِکلے گا تو قتل کر دیا جائے گا ۔ اُس نے جا بجا شہر میں فوج متعیّن کر دی اور اُس کو حکم دے دیا کہ بعد مغرب بازار یا گلیوں میں کسی شخص کو دیکھو تو بلا تامّل قتل کر ڈالنا ۔ فوج کے پٹرول نے پہلی شب دو سو آدمیوں کو جنھوں نے زیاد کے حُکم کی خلاف ورزی کی قتل کیا ۔ دوسری رات صِرف پانچ آدمی قتل ہوئے اُس کے بعد ایک قطرہ بھی خون کا نہیں بہا اور شہر کا بہت اچھا انتظام ہوگیا ۔ اسی طرح کی سختی فرنچ حکّام نے شہر نیپلز میں اور آسٹریا کے حکّام نے زمانۂ حال میں ہیگمارن میں باشندوں کے قتل ہونے کے مسلسل ارتکابِ جرائم کو روکا ۔ ایسی تدابیر سے کام لینے کی ضرورت پڑ جانا قابلِ افسوس امر ضرور ہے مگر کیا کیا جائے زخم جب خراب ہو جاتا ہے تو اُس کو نشتر اور چاقو سے کاٹنے ہی کی ضرورت پڑتی ہے ۔

[2] یہ کیفیت ۱۸۹۳ء کی لکھی گئی ہے مگر ۱۹۰۷ء میں بھی یہی کیفیت رہی ۔ بدوی لُٹیروں کی اب تک یہی حالت ہے ۔

[3] اُس وقت ترکی گورنمنٹ کی حالت نہائت خراب تھی ۔ خزانہ خالی ۔ حکّام رشوت خوار ۔ فوج شکست خوردہ اور فاقہ کشی سے تباہ ۔ صوبجات میں بد امنی ۔ رعایا سرکشی پر آمادہ ۔ ایسی گورنمنٹ کا عرصہ تک قائم رہنا محال ہے ۔

سعد کی پُر واقعات زندگی

لوگوں کا بیان ہے کہ سعد ایک پستہ قد شکل و صورت میں نہایت حقیر۔ مگر بڑا مُدبّر۔ عالی دماغ اور بہادر شخص ہے۔ دغابازی اور فریب دہی میں وُہ بڑا ہُشیار ہے + عبد المُطلب موجودہ شریف مکّہ سے اُس کو قومی عناد ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ عبد المُطلب نے اُس کے بھتیجے کو قتل کرا دیا + کچھ تو اِس وجہ سے اور کچھ متواتر سلاطینِ عثمانیہ کی دُشمنی سے سعد نے بہت شہرت پالی ہے + سعد کے تمام دانت زہر کے اثر سے گر گئے ہیں۔ جب اُس کو زہر دیا گیا تو وہ سمجھ گیا۔ اُس نے فوراً گھی کی بڑی مقدار پی لی۔ اگر وہ اُس وقت گھی نہ پی لیتا تو قطعی ہلاک ہوجاتا + اب وُہ صرف پھل اور میوہ جات کھاتا ہے جن کو وُہ آپ جمع کرتا ہے اور قہوہ پیتا ہے جس کو وُہ خود اپنے ہاتھ سے پکاتا ہے +

گھی سے زہر کا اثر زائل ہوجاتا ہے۔

سلطان محمود کے زمانہ میں قسطنطنیہ سے اُس کے پاس ایک سلطانی پارسل پہنچا خریطۂ سلطانی میں تحریر تھا کہ اِس کو تم اپنے ہاتھ سے کھولنا اِس میں تمہارے ذاتی ملاحظہ کے لئے کچھ چیز ارسال کی گئی ہے + سعد نے کچھ دغا اور فریب سمجھ کر اپنے ایک غلام سے کہا کہ اِس کو جنگل میں دُور لیجا کر کھول + جب وُہ پارسل غلام نے کھولا تو اُس کی تہ میں سے ایک پستول نکلا جو خود بخود چل گیا جس سے وہ غلام گولی لگنے سے فوراً مر گیا + یہ قصّہ جھُوٹ ہو یا سچ۔ مگر یہ بات تو سچ ہے کہ سعد اب تُرکوں سے ڈرتا ہے خواہ وُہ اُس کے لئے تحفے تحائف ہی بھیجیں + کہتے ہیں کہ سلطان اُس کے لئے غلّہ۔ نقد روپیہ۔ عُمدہ گھوڑے خلعت اور اناج کی بڑی مقدار بھیجتے رہتے ہیں مگر شیخ سعد اِن صبا رفتار گھوڑوں کی نسبت اپنی پہاڑیوں کی جائے پناہ پر زیادہ بھروسہ رکھتا ہے۔ وُہ گھوڑوں کو فروخت۔ لباس اپنے غلاموں کو عطا اور غلہ اپنی قوم کے لوگوں کو تقسیم کر دیتا ہے + بعض لوگ اُس کو اچھا اور بعض بُرا کہتے ہیں + میں نے اپنے ہمراہیوں کا یہ حال دیکھا کہ جو اُس کی بہت زیادہ تعریف کرتے تھے وہ اتنے دور و دراز فاصلہ پر بھی اُس کے خوف سے کانپتے تھے +

بدر الحمرا سے قریب ہے

درب سُلطانی یعنے سُلطانی شارعِ عام پر الحمرا مدینہ سے تیسری منزل ہے + اِس شارعِ عام کا مغربی راستہ سمندر کے ساحل کے برابر برابر مکّہ معظّمہ کو جاتا ہے + اگر لُٹیرے بدوی اجازت دے دیں تو حجّاج اسی رستے سے جانا زیادہ پسند کرتے ہیں۔ اُس کی وجہ یہ ہے کہ اِس اطراف کی آب و ہوا صحت بخش ہے سامانِ خورد و نوش

اور شیریں پانی بآسانی مل جاتا ہے اور سمندر کا قرب ہے اور خاص سبب یہ بھی ہے کہ یہ رستہ بدر میں سے گذرتا ہے جہاں سنہ ۲ ہجری میں رسُول اللہ غزوہ بدر کی مشہور لڑائی میں بہ نفسِ نفیس خود شریک ہوئے تھے +

الحمرا سے روانگی

۲۱ جولائی کو دوپہر کے بعد جب ہم نے اپنے دِل کو سمجھا لیا کہ ابھی تقدیر نے چند روز الحمرا ہی میں ہمارا قیام مقدّر کر دیا ہے ایک کاروان مکہ معظمہ سے آگیا + اِن نئے مُسافروں نے ترکی فوج کا بدرقہ الحمرا سے اپنے ساتھ لے لیا اِس لئے اُن کو بِلا توقف مدینہ منورہ جانے کی اجازت مِل گئی۔ ہم کو بھی اُن کے ہمراہ جانے کی ہدائت کی گئی + اِس مژدہ کے سُننے سے ہمیں بہت خوشی حاصل ہوئی + چار بجے کے بعد اِس آتشین ریگستان سے ہمارے ہانپتے ہوئے اونٹ آئے جن پر اسباب لاد کر ہم مکہ کے قافلہ کے ساتھ جو جانے کے لئے تیار کھڑا ہُوا تھا مدینہ روانہ ہوئے + ایک گھنٹہ چلنے کے بعد پھر ہمارا قافلہ عین جانبِ مشرق روانہ ہُوا +

مکہ کے قافلہ میں میرے ہمراہیوں کے بہت سے دوست اور رشتہ دار نکل آئے۔ اِن میں میرے خدمتگار لڑکے محمد کا بڑا بھائی بھی تھا + پانی ہمراہ نہ تھا اِس لئے مغرب کی نماز سب نے تیمّم سے پڑھی اور پھر اونٹوں کو بٹھلا کر کھانا کھا کر اور دوبارہ اونٹوں پر سوار ہو کر آگے روانہ ہوئے +

دیگر بار لٹیروں سے مُٹھ بھیڑ

اُس کے بعد جب اندھیرا ہو گیا تو ہمارا قافلہ یکایک رُک گیا معلوم ہُوا کہ بہت سے عربوں نے درۂ کوہ کو روک رکھا ہے اُنہوں نے قافلہ کو حکم دیا کہ ٹھیر جاؤ + اوّل تو اُنہوں نے یہ مطالبہ کیا کہ اگر تم روپیہ دو گے تو ہم تم کو مدینہ جانے دیں گے ۔ مگر جب اُن کو یہ معلوم ہُوا کہ ہم سب حرمین شریفین کے ساکنین ہیں تو اُنہوں نے ہم کو مدینہ جانے کی اِس شرط پر اجازت دیدی کہ تم اپنی محافظ ترکی فوج کو جہاں سے وُہ آئی ہے وُہیں واپس بھیجدو + یہ سُن کر ہمارے بدرقہ نے جس میں ۲۰ ترکی سوار تھے اپنے گھوڑوں کی باگیں پھیریں اور گھوڑے سرپٹ دوڑاتے ہوئے الحمرا میں اپنی بارکوں کو واپس چلے گئے + بعد ازاں ہمارا قافلہ آگے بڑھا۔ پھر ہم نے کسی لُٹیرے کو نہیں دیکھا۔ میرے جمّال نے چوروں کے چھپنے اور گھات میں بیٹھنے کی جگہ مجھکو تبلائی اور مجھکو ایک چھوٹا سا پرندہ تبلایا جو ایک جگہ منڈلا رہا تھا۔ جمّال نے کہا کہ وہاں پہاڑ کے ایک

چٹانوں میں سے پانی رس رس کر بہتا ہے +

جمّال کی سرکشی مذکورہ بالا درہ پر جب لٹیرے بدوؤں سے مٹھ بھیڑ ہو کر قریب تھا کہ لڑائی ہو پڑے اُس وقت میرے جمّال نے مجھ سے کہا کہ آفندی تم اپنا طپنچہ کیوں نہیں بھر لیتے۔ شغدف سے اُترآؤ اور لٹیروں سے لڑو!! اُس نے مجھ سے یہ بات ازرہِ تمسخر کہی تھی + میں نے جواب دیا کہ "ہمارے ملک میں جب کتے ہم پر لپکتے ہیں تو ہم لکڑیوں سے اُن کو خوب پیٹتے ہیں"! میرے اِس جواب سے منصور کا منہ کچھ عرصہ کے لئے بولنے سے بند ہو گیا۔ مگر وہ جمّال ہمارا دوست کبھی نہیں بنا + مشرقی ممالک کے ادنےٰ طبقہ کے لوگوں کی طرح اُس سے ساتھ ہمیشہ بدسلوکی سے پیش آنے کی ضرورت رہی حلم بُردباری اور ملنساری کو وُہ بزدلی اور کم ہمّتی کا ثبوت سمجھتا تھا + میں اوّل تو اُس سے نرمی سے پیش آیا۔ مگر مجبوراً مجھ کو جلد اُس سے سخت کلام کرنے کی ضرورت پڑی۔ بعد ازاں اُس کو دھمکیاں دینی پڑیں + اوّل تو اِن باتوں کو سُن کر وُہ بہت چین بجبیں ہوا اور بڑبڑایا مگر پھر وہ سیدھا ہو گیا +

جدیدہ ۔ یا ۔ الخیف اِس رات کے سفر میں ہم کو پھر کوئی اَور حادثہ پیش نہیں آیا + اب ہمارا قافلہ سطحِ مرتفع پر سفر کر رہا تھا اور چودھویں رات کے پورے چاند کی چاندنی ہمارے چہروں پر پڑ رہی تھی + نصف شب کے قریب ہم کئی دیہات کی قطار کے سامنے سے گذرے۔ اِن دیہات کو جدیدہ[1]۔ یا ۔ الخیف[2] کہتے ہیں + اِن دیہات سے بڑا گاؤں مدینہ کے راستہ کی بائیں طرف واقعہ ہے۔ اِس میں بھی الحمراء کے مانند شیریں پانی کے کئی چشمے ہیں۔ ایک نخیل یا کھجوروں کا باغ ہے۔ اور ایک مشہور بزرگ مسمی عبدالرحیم البرعی کا مزار ہے + اِس گاؤں سے کچھ آگے وہ مشہور نغاز[3] یعنے گھاٹی ہے جو لفظ ا میں

---

[1] بعض لوگ اِن دیہات کا نام جدید بُغاز ہی لیتے ہیں جس کے معنے جدید درّہ۔ یا نئی گھاٹی ہیں +

[2] عرب کے اِس حصّہ مُلک میں الخیف بہت سی جگہوں کا نام ہے + الخیف کے معنے پہاڑ کی ڈھلان کے ہیں + جو گاؤں ۔ یا ۔ قریہ یہاں ڈھلان پہاڑ کے دامن پر ۔ یا ۔ پہاڑ کے ڈھلان پر آباد کیا جاتا ہے یا آباد ہوتا ہے۔ اُس کو علی العموم الخیف کہتے ہیں +

[3] ترکی زبان میں بُغاز حلق ۔ یا حلقوم کو کہتے ہیں۔ یہاں اِس سے مطلب پہاڑ کی گھاٹی ۔ یا درہ کوہستان ہے + الحجاز میں یہ لفظ علی العموم اب نقب ۔ یا ۔ مضیق کی جگہ مستعمل ہوتا ہے +

بُغاز

پچیس ہزار[۲۵۰۰۰] حربی بدّو اور وہّابیوں کے لشکر نے تحسین بے کے ماتحت آٹھ ہزار[۸۰۰۰] ترکی فوج کو شکست دی تھی ۔ یہ مقامِ بنی حرب عربوں کے حملہ کرنے کی مشہور جگہ ہے ۔

جُحملہ کرنیکی گھاٹی زمانۂ سابق میں جزّار پاشا والیِ شام کو جو شام میں قصائی کے لقب سے مشہور ہے اور عبد اللہ پاشا والیِ دمشق کو جدیدہ[۲] کی گھاٹی پر عربوں نے شکست دی تھی ۔ اس لئے اس سال شامی قافلہ کا امیر الحاج ایسی منحوس جگہ پر حملہ ہونے کے اندیشہ سے دمشقی قافلہ سمیت اس راہ سے نہیں آیا بلکہ پھیر کھا کر نجد کی ریگستانی راہ سے مدینۂ منوّرہ سے مکّہ معظمہ کو گیا ۔

بیرِ عبّاس پہنچنا بالآخر ہمارا قافلہ صبح کے چار بجے عین مشرق کی جانب سفر کر کے اور ۱۴ میل کی مسافت طے کر کے منزلِ بیرِ عبّاس پر پہنچا ۔ اور یہاں ہم پڑاؤ کے میدان میں ٹھیر گئے ۔

---

[۱] اس سخت خونخوار اور خونریز جنگ میں اٹلی کا ایک سیّاح مسمی جیووینی فنیاتی بھی تحسین بے کے ترکی لشکر میں سپاہی کے طور پر شامل تھا ۔ اس نے جدیدہ کی اس خونریز اور مصیبت ناک لڑائی کا حال اپنے سفرنامہ کی پہلی جلد میں بڑی تفصیل سے لکھا ہے ۔

[۲] عبد اللہ پاشا والیِ دمشق ۱۸۰۵ء میں دمشق کے قافلہ کے ساتھ امیر الحاج مقرر ہو کر حج کرنے آیا تھا جب قوم حرب کے شیخ راہ سے گذرنے کی اجازت دینے کے لئے اس سے روپیہ مانگنے آئے تو عبد اللہ پاشا نے سب شیخوں کے سر کاٹ لئے اور ان کو فتح کی نشانی کے طور پر استنبول روانہ کر دیا دوسرے سال قوم حرب کے عرب ترکی حکّام کا خوف کھانے لگے مگر تیسرے سال بدوؤں نے اسّی ہزار[۸۰۰۰۰] آدمیوں کا لشکر جمع کر لیا اور شامی قافلہ پر حملہ کر کے اس کو لوٹ لیا ۔ اور ہر ایک ترک کو جو بدوؤں کے ہاتھ لگا تہِ تیغ بیدریغ کیا ۔

تیسرا باب

بیر عبّاس سے مدینہ منوّرہ تک بیان سفر

بیر عبّاس

۲۲ جولائی کا دن ہماری مختصر جماعت کے لئے بڑے امتحان کا تھا بیر عبّاس کی جا و وقوع بالکل الحمرا کے مُتشابہ ہے مگر یہاں خشک نلہ کا عرض جس کے دونوں طرف پہاڑیاں ہیں دو میل کے قریب ہے۔ یہاں بھی ترکی فوج کے لئے سنگین قلعہ بنا ہوا ہے اور ترکی سواروں کے لئے کھجور کے تنوں کے بنے ہوئے مکانات ہیں۔ ترکی فوج اس مقام پر دخل رکھنے اور مسافروں کو اگلی منزل تک بحفاظت پہنچا دینے کے لئے یہاں مامور ہے۔ قلعہ کے علاوہ یہاں ایک دکان قہوہ کی ہے اور ایک یا دو کچے مکانات ہیں۔ یہی بیر عبّاس کا بازار کہلاتا ہے۔ مگر یہاں کوئی گاؤں آباد نہیں ہے۔

ہمارا قافلہ ایک ریتیلے میدان میں مقیم ہوا۔ جہاں سخت سموم چل رہی تھی۔ اور ریت کے اُڑنے سے آندھی بپا تھی۔ اُس وقت وہاں کوئی درخت یا جھاڑی نظر نہیں آتی تھی۔ صرف کھجوروں کے جھنڈ اور ایک قسم کی مضبوط گھاس دکھلائی دیتی تھی اور یہاں اس وقت یہی حیوانی زندگی کا بقیہ تھیں۔ اگرچہ ہمارا قافلہ اس وقت سطح سمندر سے کئی سو فٹ کی بلندی پر مقیم تھا مگر دوپہر کی دھوپ خیمہ کے اندر بھی ہمیں جلائے ڈالتی تھی۔ ہمارا چھوٹا سا خیمہ سموم کے زور سے دو دفعہ اُکھڑ کر گر پڑا اور اس کو دوبارہ نصب کرنے میں شدتِ تپش اور گرمی کے سبب سے ہم کو بہت تکلیف ہوئی۔ ناشتہ کھانے کے بعد میرے ہم سفر قہوہ خانہ میں گئے چاء اور قہوہ پی کر واپس آئے اور لٹیروں کے متعلق متوحش خبریں آ کر بیان کرنے لگے۔ خفیف خفیف باتوں پر جھگڑتے پھر سونے کے لئے اپنے بستروں پر لیٹ گئے۔

ترک سوار کا قتل

دوپہر سے پہلے ایک مختصر کاروان بیر عبّاس میں ہمارے بعد پہنچا۔ اُس قافلہ کے ہمراہ دو نعش تھیں۔ ایک نوترکی سوار کی تھی

جس کو بدوی لوگوں نے مار ڈالا تھا اور ایک البانوی تھا جو راہ میں گرمی کی طپش اور لُو لگنے[1] سے مر گیا تھا +

غُربار کو لُٹیروں سے کچھ ڈر نہیں

دوپہر کے بعد ایک کاروان مدینہ سے آیا۔ اُن میں زیادہ تر ہندوستانی حجاج تھے۔ اِن لوگوں کی پوشاک موسمِ گرما کے مطابق تھی۔ یہ قافلہ بعجلت تمام مکہ معظمہ جا رہا تھا + لٹیروں نے اِس قافلہ کو بسلامت مکہ معظمہ جانے کی اجازت دے دی۔ اِس کی وجہ یہ تھی کہ اِس قافلہ میں زیادہ تر غریب حاجی تھے۔ جن سے اُن کو کچھ وصول نہیں ہو سکتا تھا + معلوم ہُوا کہ سعد لُٹیرا بعض اوقات غُربار کے قافلہ کو بہت حیران نہیں کرتا + یہ قافلہ ہمارے پاس سے گُذر گیا + مگر ہمارے قافلہ والوں کے پاس غلّہ اور قیمتی

---

[1] حجاز کے باشندوں نے مجھکو اِس بات کا یقین دلایا کہ ہمارے مُلک پر اللہ تعالےٰ کی رحمت ہے یہاں سموم سے کبھی کوئی آدمی نہیں مرتا + مگر مَیں اِس بات کے یقین کرنے میں مُذبذب رہا + چونکہ اِس البانوی کی نعش مُتورّم ہو کر سڑنے کے قریب ہو گئی تھی اِس لئے میری تشخیص میں اُس کی موت اِس زہریلی ہوا کے اثر سے ہوئی + چونکہ یہ فوجی سپاہی چار۔ قہوہ عروق بڑی کثرت سے پیتے ہیں اِس لئے معلوم ہوتا ہے کہ عربوں کا بیان درست ہے + سموم انسان کو اگر ادھ مُوا کر دیتی ہے تو چار اور قہوہ کے عرق پورا ہی مار ڈالتے ہیں + مَیں نے حجاز میں جولائی۔ اگست اور ستمبر کے مہینوں میں سفر کیا مگر تاہم مجھے سموم سے ایسی تکلیف نہیں ہوئی کہ بدوؤں کی طرح سے کوفیہ بھی اپنے چہرہ کے اوپر باندھنے کی ضرورت محسوس ہوتی + ہاں بیمار۔ فاقہ کش اور تھکے ماندہ آدمی کے لئے سموم فرشتۂ اجل کا کام دے جاتی ہے + اکثر لوگوں کا خیال ہے کہ اِس موقعہ پر مُقوّیِ دل اور طبیعت کے اُکسانے والے عرق پینے چاہئیں + اِس میں کچھ شک نہیں کہ یہ عروق سردی کے موسم میں یا کوہستان میں اُن آدمیوں کے لئے پینا مناسب ہیں کہ جن کی عادت بچپن سے اُن کے پینے کی ہو۔ مگر گرمی کے موسم میں ریگستان میں یہ عروق بکثرت پینا بہت مُہلک امر ہے + معمولی شربت یہاں شکر اور پانی ملا کر بنا لینا چاہیئے یا لیمونیڈ پینا چاہیئے اور اگر بہت ہی تیز اور زود اثر مقوّیِ دل اور طبیعت کو اُکسانے والے عرق کی ضرورت ہو تو وہ قہوہ۔ یا۔ چار ہے عرب کے باشندے اِنہی شربت اور عروق کو یہاں پیتے ہیں اور بے شک اُن کی تقلید کرنا بڑی عقلمندی کی بات ہے +

اِن ممالک میں اسہال یا پیچش مُسافروں کے لئے بڑی مُہلک بیماری ہوتی ہے۔ اِس بیماری کا سبب زیادہ تر وہ غلیظ اور کثیف پانی ہے جو یہاں پینے کو ملتا ہے۔ اِس لئے سیّاحوں کو چاہیئے کہ وہ اپنی جیب میں ایک فلٹر (پانی چھاننے اور صاف کرنے کا آلہ) ضرور رکھیں +

چیزیں تھیں اس لئے ہمارے ہم سفر ساتھیوں کو آگے سفر کرنے کی ہمّت نہ پڑتی تھی +

عرب شیخ کا جلوس

شام کے وقت ہم کئی عرب شیخوں کا جلوس دیکھنے کے لئے گئے جو بیرِ عبّاس میں اپنی تنخواہ یا وظیفہ لینے کے لئے آئے تھے + ان شیخوں کی مدد کے بغیر حجاز میں ترکی حکومت کا رہنا بالکل نا ممکن ہے + ان کو بڑے بڑے مشاہرے یا بیش قرار تنخواہیں دی جاتی ہیں مگر وہ اس کے معاوضہ میں کچھ عمدہ کام نہیں کرتے + جب کبھی یہاں لڑائی ہوتی ہے یا لٹیرے راستہ بند کر دیتے ہیں تو یہ شیخ اپنی قوم کے آدمیوں کو اس سرکشی کرنے سے باز نہیں رکھ سکتے۔ صاف کہہ دیتے ہیں کہ ہم سے ان کا بندوبست نہیں ہو سکتا +

یہ سب شیوخ قوم حرب کے سردار وجیہ اور معمّر تھے۔ خوبصورت عربی لباس پہنے ہوئے کشیدہ قامت۔ بلند ناک۔ کھٹے ہوئے خدو خال۔ پتلا چہرہ اور سفید محاسن ہتھیاروں سے خوب مسلّح الشرق[1] کی خوبصورت اور اعلےٰ نسل کی سانڈنیوں (ناقہ) پر سوار تھے + ان کے آگے آگے ان کے جلو میں ان کی قوم کے کئی نصف برہنہ بدّوی تھے جن کے ہاتھوں میں چار چار یا سات سات گز لمبے نیزے جن پر سیاہ شتر مرغ کے پروں کے ایک ایک یا دو دو گچھے بندھے ہوئے تھے۔ اور بڑی بڑی توڑیدار بندوقیں تھیں + جب شیوخ کی یہ جماعت قلعہ میں داخل ہوئی تو ان کی سلامی کے طور پر بدّوں نے یہ توڑیدار بندوقیں چلائیں + غرضکہ شیوخ عرب کے ساتھ بڑی طمطراق اور دھوم دھڑکے کے ساتھ نیم وحشی جلوس آیا + اور اس جلوس کے دیکھنے کا موقعہ اتفاقیہ ہم کو مل گیا +

الشرق

[1] حجاز میں الشرق علے العموم بغداد اور بصرہ تک کے علاقے بالخصوص نجد کے ملک کو کہتے ہیں + مکّہ اور مدینہ اور حجاز میں عرب کے بہترین گھوڑے اور اونٹ نجد کے ملک ہی سے لائے جاتے ہیں + بحرِ قلزم کے نزدیک ساحلِ حجاز پر گرمی بڑی کثرت سے پڑتی ہے + اس لئے وہاں اونٹ اور گھوڑے اچھی طرح پرورش نہیں پا سکتے + نجد کے ملک کی سطح مرتفع اور وسیع چراگاہیں اور بالخصوص نجد کے باشندوں کو عمدہ اور اعلےٰ نسل کے اونٹ اور گھوڑوں کی نسل بڑھانے سے بہت شوق ہے۔ ان تینوں چیزوں کے بالاشتراک اثر سے عرب کے تمام ملک میں نجد کے علاقہ میں بہترین اونٹ اور گھوڑے پیدا ہوتے ہیں +

عربی شیوخ کے اعزاز میں ترکی فوج کی قواعد

ترکی حکام نے شیوخِ عرب کا استقبال کر کے اُن سے ملاقات کی اور اُن کے اعزاز میں فوراً ترکی بے قاعدہ فوج رسالہ کی پریڈ کرائی ۔ ناقوس یا چھوٹے ڈھول کی آواز سُنتے ہی پانسو سوار باہر نکلے ۔ یہ سب لوگ دُبلے پتلے عربی اور مصری ٹٹوؤں پر سوار تھے ۔ اِن کی وردی میلی اور پھٹی ہوئی تھی ۔ اگرچہ سب سوار مُسلح تھے مگر اُن کے ہتھیار مختلف تھے ۔ ہر ایک سوار کے پاس تلوار ۔ پستول اور توڑے دار ۔ یا پتھر کلا بندوق ضرور تھی ۔ یہ سوار بڑے بہادر اور سفید پوش تھے ۔ اُن کو دیکھ کر مجھ پر بہت اثر ہوا ۔ اُن کے ٹٹو گو دُبلے تھے مگر اچھی طرح سدھائے ہوئے تھے ۔ سواروں کا ساز و سامان اور ہتھیار نمائش کے لئے نہیں بلکہ کام میں لانے کے لئے تھے ۔ میں نے اُن کی جنگی اور میدانی چالیں بڑے تعجب اور بہت شوق سے دیکھیں ۔ وہ اپنی بارکوں سے تو ایک ایک کر کے نکلے مگر نقارہ کی آواز پر وہ سب برابر جڑ کر سوار قطار در قطار کھڑے ہو گئے ۔ پھر فوراً بینڈ باجہ نے اپنی گت اور پریڈ نے اپنی شکل بدلی ۔ تمام سوار منتشر ہو گئے ۔ کبھی یہ سوار آگے کبھی پیچھے ہٹتے تھے ۔ کبھی دشمن پر ایک دم جا پڑتے ۔ اور اپنے مصنوعی دشمن پر اس تمام عرصہ میں سخت فیر کئے جاتے تھے ۔ پھر ایک آواز اشارہ ملنے پر سواروں نے اپنے گھوڑوں کو سرپٹ ڈال دیا اور سب میں پھر اکٹھے ہو کر بیٹھکیں فوجی شروع کی ۔ غرضکہ ۴۵ منٹ تک قواعد اور پریڈ کرنے کے بعد کبھی دائیں جانب کبھی فرداً فرداً اور کبھی مختلف جماعتوں میں فراہم ہو کر دائیں ۔ یا ۔ بائیں طرف پلٹتے شکست میں مصنوعی دشمن پر دھاوا کرتے ۔ اور جب ضرورت ہوتی ٹھیر جاتے تھے اور کبھی باقاعدہ طور سے پسپا ہو جاتے تھے ۔ یہ سب سوار اپنی لائنوں کو واپس ہوئے جب وہ اپنی بارکوں کے نزدیک پہنچے تو دُلکی کی چال سے چل کر سب سوار علیحدہ علیحدہ ہو گئے ۔ اس وقت بھی اُنہوں نے مصنوعی دُشمن پر بڑی بے احتیاطی کے ساتھ گولیاں چلائیں ۔ اُس روز اور دوسرے روز بھی ہمارے ٹھیرنے کی جگہ کے آس پاس گولیاں بڑی کثرت سے آ کر گرتی رہیں ۔ البانوی لوگ گولیوں میں دندانہ ڈال دیتے ہیں تاکہ وہ بہت زور اور آواز کے ساتھ چلے ۔ دو دن تک یہ لوگ محض تماشا اور تفریح کے لئے گولیاں چلاتے رہے ۔ اگر اِن لوگوں کو رائفل اور ریوالور سے مُسلّح کر دیا جائے اور اِن کو میدانی توپخانہ کا کامل طور سے استعمال کرنا آ جائے تو میرے نزدیک حکومت کو اپنا رُعب

وہ اب رعایا کے دلوں میں بٹھلانے کے لئے ایسی فوجی نمایش کی ضرورت نہیں رہیگی +

مختلف ممالک کی فوج رسالہ کی کارگری کا موازنہ

ہماری انگریزی فوج سے ترکی فوج میں ایک بات زیادہ ہے ۔ وُہ یہ کہ ہر ایک ترکی سپاہی کو فرداً فرداً فوجی کام سکھلاتے ہیں اور ہم اپنی فوج کو مثل ایک خود بخود چلنے والے ہتھیار کے کل کا پُرزہ بنانا چاہتے ہیں + میرے نزدیک ہماری فوج کو دونوں طریقے سیکھنے چاہئیں ۔ یعنے اوّل تو ہر ایک سپاہی فرداً فرداً ہتھیاروں سے کام لینے میں خوب ماہر بنایا جائے اور پھر اپنے ساتھیوں کے ہمراہ اُن کے میل جول سے ہتھیاروں کا استعمال کارگری کے ساتھ کر سکے + اس بارہ میں فرانس کی فوج رسالہ بہت اچھی ہے + ہم کو اُس کی نقل کرنی چاہئے +

ترکی فوج اور بدوی لٹیرے

بیر عبّاس میں ہم جس روز پُہنچے اُسی دن شام کے وقت ہم کو دُور سے بندوقوں کے چلنے کی آواز آئی + میرے ساتھیوں نے بیان کیا کہ ترکی فوج اور کوہستانی بدوؤں میں لڑائی ہو رہی ہے یہ آواز وہیں سے آرہی ہے + اُنہوں نے یہ خبر مجھ سے اس لئے بیان کی تھی کہ میں جو آگے روانہ ہونے کے لئے بے چین ہو رہا تھا صبر سے خوف کھا کر چُپ ہو رہوں اور اسی جگہ مقیم رہوں ۔ مگر میں اِس خبر کو سُن کر سفر پر روانہ ہونے کے لئے دوگنا بیتاب ہو گیا + میں نے خیال کیا کہ بدّو رات بھر لڑ کر تھک جائیں گے اس لئے کل صبح وُہ لڑینگے ۔ یا ۔ قافلہ لُوٹنے کو پسند نہ کریں گے اور ہمارا قافلہ بحفاظت تمام اُن کے درمیان سے نکل جائے گا ۔ مگر میرے ہم سفروں نے میری اس رائے سے اتفاق نہ کیا +

خیال باغِ ارم

کھانا کھا کر ہم سب خنک رات میں بیٹھے ہوئے حُقّہ پینے لگے میرے ہمراہیوں نے حسبِ معمول شیخ سعد کا ذکر شروع کر دیا + اس ذکر کے لئے یہ موقع بہت مناسب تھا + دُور سے ایک پہاڑ کی نیلی چوٹی نظر آتی تھی ۔ لوگوں نے ۔ لوگوں نے اشارہ سے اُس پہاڑ کو بتلا کر بیان کیا کہ اُس پہاڑ میں شیخ سعد رہتا ہے ۔ چونکہ وہاں کوئی اجنبی جا نہیں سکتا اس لئے لوگوں کا خیال تھا کہ وُہ دُوسرا باغِ ارم ہے + اُس کی جائے وقوع اور ساخت پر ایک نظر ڈالنے سے مجھ کو معلوم ہو گیا کہ وہاں اُبلتے ہوئے پانی کے چشمے ۔ گنجان جنگل اور سرد رتی ۔ اور

سبب سے سفر جل (بھی) اور اناروں کے باغات کا بیان لوگوں کا صرف وہم اور قیاس ہی ہے + اور چونکہ مجھ کو معلوم تھا کہ عرب لوگ حفاظت اور بچاؤ کے فن سے واقف نہیں ہیں اس لئے اُس پہاڑ کی چوٹی پر ناقابل التسخیر قلعہ کے موجود ہونے کے بیان کو بھی مَیں نے باور نہ کیا + مگر یہ پہاڑ چاندنی رات میں بہت خوبصورت نظر آتا تھا +

بدّوی چور کو قتل یا زخمی کرنے میں مشکلات

اُس رات کو مَیں اپنے شغدف میں سویا۔ اس لئے کہ جس علاقہ میں قزاق بٹ مار۔ لٹیروں اور چوروں کی نہایت کثرت ہو وہاں کھلے میدان میں رات کو سونا محض دیوانگی ہے + ان شریف کے علاقہ کے نزدیک مسلح رہنا بھی بڑی احتیاط نہیں ہے۔ اس لئے کہ اپنا مال چراتا دیکھ کر اگر تم چور کو زخمی کر دو گے تو تم کو خون بہا کے عوض میں بڑی رقم دینی پڑے گی اور اگر چور کو اپنی جان بچانے کے لئے حفاظت خود اختیاری کے طور پر تم قتل کر دو گے تو پھر تمہارا زندہ بچ جانا امر محال ہے + رات کو میں گیدڑوں اور کتوں کے شور سے جو ہمارے مختصر کیمپ کے آس پاس پھرتے تھے تین چار دفعہ جاگا۔ مَیں نے اُس وقت دیکھا کہ میرے ہم سفر جنہوں نے یہ اقرار کیا تھا کہ ہم باری باری پہرہ دیں گے گہری نیند میں پڑے سو رہے تھے۔ بہر حال جب ہم صبح کو جاگے اور اپنی چیزوں اور اسباب کو حسب معمول دیکھا تو سب موجود تھیں۔ کچھ بھی چوری نہیں گئی تھی +

جبری قیام

دوسرے دن ۲۳ جولائی کو مجبوراً یہیں قیام کرنا پڑا۔ جبراً مسافر کو قیام کرنا بہت ہی بُرا معلوم ہوتا ہے۔ مگر وہاں کیا کیا جاتا۔ قہر درویش بر جانِ درویش۔ ہم وہاں ٹھہر گئے + دھوپ کی تمازت۔ گرم ریت اور گرد و سموم نے اور اس کے ساتھ ہی چند اشیاء خورد و نوش کی عدم موجودگی نے ہماری تکلیفِ سفر کو اور بھی زیادہ کر دیا + میرے زخمی پاؤں پر بی بی مریم نے باصرار تمام پیاز کا چھلکا باندھ دیا جس سے میرے زخم میں اور بھی سوزش ہو گئی + میرا ارادہ تھا کہ کسی قسم کی یہاں اور سواری مل جائے تو مَیں آگے روانہ ہو جاؤں۔ اس لئے

زخم کا علاج

لہ مَیں نے اپنے زخم پر ٹھنڈے پانی میں کپڑا تر کر کے باندھ لیا تھا۔ مگر میرے ہمراہیوں نے بیان کیا کہ پانی سے زخم میں زہر پیدا ہو جاتا ہے۔ اور واقعی میرا زخم روز بروز خراب ہوتا گیا + یہ خیال تمام حجاز میں پھیلا ہوا ہے حتٰی کہ بدوی لوگ بھی کسی زخم یا کٹی ہوئی جگہ کو ایک بار دھو کر پھر اُس کو ہوا پانی لگنے نہیں دیتے +

میں نے جمّالوں سے کہا کہ اگر کوئی اَور بیانا ناقہ (سانڈنی) لاکر مجھ کو مدینہ پہنچا دے میں دس ڈالر تک کرایہ دینے کو موجود ہوں ۔ شیخ حامد نے کہا کہ میں بھی تمہارے ساتھ چلا چلوں گا اور اپنا اسباب اس قافلہ میں کسی دوست کے حوالہ کر جاؤں گا ۔ ہمارے ایک اَور ہم سفر سعد نامی نے کہا کہ عام مصیبت سے بھاگنا بہتر نہیں ہے بلکہ اس نے میرے ملازم محمد کو الگ لیجا کر دھمکایا اور کہا کہ اگر کوئی ناقہ تمہارے آقا کے لیے یہاں آیا تو میں اس کی ٹانگیں کاٹ ڈالوں گا ۔ محمد نے مجھ سے آکر یہ حال کہا ۔ اس پر میرا اور سعد کا بہت جھگڑا ہوا ۔ میرے تمام ہم سفروں نے سعد کو بہت برا بھلا کہا یا آخر سعد نے معذرت کرکے معافی مانگی ۔ اور جب یہ حال معلوم ہوا کہ بیر عباس میں کوئی ناقہ کرایہ پر نہیں مل سکتا تو سعد خوش ہو گیا ۔

شارعِ عام کو چھوڑنا سخت خطرناک ہے

ایک ترک سپاہی رخصت لے کر مدینہ جانے کے لیے تیار تھا ۔ اس نے ہم سے کہا کہ مجھ کو اپنے اونٹ پر بٹھالو ۔ ورنہ مجھ کو مدینہ تک پیدل جانا پڑے گا ۔ ہم نے اس [illegible] میں ہو کر کوئی پگڈنڈی کا راستہ مدینہ جانے کا قریب ہے [illegible] راستہ تو ہے مگر اس راستہ سے جانا خطرہ سے خالی نہیں ۔

بیر عباس سے روانگی

یہ دوسرا روز بھی ہم نے پہلے دن کی طرح بسر کیا ۔ ہم سب دھوپ سے پناہ لے کر خیمہ میں اکٹھے بیٹھ گئے ۔ مریم بھی ہمارے پاس خیمہ میں آکر بیٹھ گئی اور اس نے اس وقت اپنے بیٹے علی سے کہا کہ اب تیری والدہ عورت نہیں رہی ۔ مرد ہو گئی ہے ۔ دھوپ سے بچنے اور [illegible] دور کرنے کے لئے ہمارے ہم سفروں میں سے کوئی کھانا کھاتا تھا ۔ کوئی حقہ پیتا تھا ۔ کوئی پانی [illegible] کرتا تھا ۔ کوئی پانی پیتا تھا ۔ یکایک مغرب کو ہمیں یہ خبر ملی کہ آج رات کو ہمارا قافلہ یہاں سے روانہ ہو گا ۔ اس خوش خبری کا اول تو کسی کو یقین نہ آیا مگر تاہم سونے سے پہلے سب نے ہر ایک اونٹ کا بار علیحدہ علیحدہ کرکے رکھ دیا ۔ تاکہ ایک لمحہ کی اطلاع ملنے پر ہم اپنا بوجھ اونٹوں پر لادنے کے لئے تیار ہو جائیں ۔ ہم نے اس بات کی احتیاط رکھی کہ بدو اونٹوں کو ہم سے دور چرانے نہ لیجائیں ۔ آخر کار رات کے گیارہ بجے جب چاند نے افقِ مشرق سے اپنی چمکدار چاندنی سے سطحِ زمین کو منور کرنا شروع کر دیا تو نقارہ کی دل پسند آواز سنائی دی جس کا

مطلب یہ تھا کہ تُرکی سوار گھوڑوں پر سوار ہوکر کوچ کے لئے تیار ہوجائیں + نقارہ کی آواز سُن کر جہاں تک جلد ہوسکا ہم بھی روانگی کے لئے تیار ہوگئے۔ پھر جلدی سے ریتیلے میدان کو عبور کرکے اُن تین یا چار کاروانوں میں شامل ہوگئے جو مدینۂ منوّرہ جانے کے لئے بیرِ عباس میں اکٹھے ہوگئے تھے + اب ہمارا عظیم الشان قافلہ تُرکی سواروں کی حفاظت میں روانہ ہُوا۔ اور حوابدؔ[1] کے برخلاف مقابلہ کرنے کے لئے ہمارے قافلہ کی بڑی تعداد ہوگئی + ہم نے اپنے اونٹ قافلے کے وسط میں لگائے۔ چونکہ قافلہ کا پچھلا حصّہ ہمیشہ لُٹ جانے کے خطرہ میں ہوتا ہے۔ اِس لئے طبعاً ہر شخص یہی چاہتا ہے کہ میرا اونٹ سب سے پیچھے نہ رہے +

شعب الحج

رات کو ایک خشک نلہ کے برابر برابر چل کر اور اِس وقت ہمارا قافلہ عین شرق کی جانب رواں تھا علے الصباح ہم اُس مشہور گھاٹی پر پہنچے جس کا نام شُعب[2] الحج یعنے حاجیوں کا دّرہ ہے + جب ہم اُس کے نزدیک پہنچے تو زور زور سے چلّا کر بولنے والے بھی خاموش ہوگئے اور اُن کے چہروں سے خوف ٹپکنے لگا + یکایک پہاڑ کی بلند چوٹی سے جو ہمارے بائیں طرف تھی نیلے دُھوئیں کا پتلا بادل اُٹھتا ہوا دکھائی دیا اور فوراً اُس کے بعد پہاڑی بدؤں کی بندوقوں کے فیر ہونے کی آواز آئی۔ یہ آواز پہاڑوں میں بڑے زور سے گونجتی رہی +

قافلہ پر فیر اور ۱۲ آدمیوں کا قتل ہوجانا

اُس رات کو میرا شغدف اونٹ کے گر پڑنے سے ٹوٹ گیا تھا۔ میں نے منصور کو پکارا اور کہا کہ رسیّوں سے اِس ٹوٹے ہُوئے شغدف کو کس دے۔ وہ آیا اور مجھ کو دیکھ کر ہنسا اور نفرت انگیز آواز مُنہ سے نکال کر قافلہ میں غائب ہوگیا + پہاڑیوں کی چوٹیوں پر کثرت سے بدو اِس کثرت سے موجود تھے کہ جیسے کسی چھتّہ میں بھڑیں ہوتی ہیں۔ اُن میں لڑکے اور مرد سب شامل تھے۔ اُن کے ہاتھوں میں بڑے بڑے ہتھیار تھے اور وُہ بلّی کی طرح چستی اور پھرتی سے پہاڑیوں پر چڑھ رہے تھے + اور محفوظ جگہوں میں جہاں سے وہ سب قافلہ والوں کا گلا آسانی کاٹ سکتے تھے چڑھ کر بیٹھ گئے اور وہاں سے اُنھوں نے ہمارے قافلہ پر گولیاں چلانی شروع کردیں +

[1] حوابدؔ حمیدہ کی جمع ہے۔ اور حمیدہ قوم کا نام ہے +

[2] شُعب کے معنے پہاڑی پگڈنڈی۔ یا۔ پہاڑوں میں پانی بہنے کے راستہ کے ہیں + عرب میں یہ لفظ وَادِی کی جگہ بولا جاتا ہے +

پہاڑیوں کی بلندی اور آفتاب کی کرنوں کی چمک کے سبب سے میں صاف طور سے پہاڑیوں کے اوپر بدوی لوگوں کو اچھی طرح نہ دیکھ سکا - مگر میرے ہم سفروں نے مجھ کو وہ جگہ بتلائی جہاں بدوؤں نے اپنی حفاظت کے لئے پہاڑیوں میں خندق کھود کر مورچہ بنا رکھا ہے اور جہاں سنگر بنا کر اپنی توڑیدار بندوقوں کی لمبی نال کو لٹکانے کے لئے جگہ بنا رکھی ہے + بدوؤں سے یہ کہنا کہ پہاڑی سے نیچے اُتر کر مردانہ وار میدان میں آ کر لڑو فضول تھا۔ مشرقی عرب کے بدو تو ایسا کرتے ہیں مگر حجاز کے بدو میدان میں آ کر نہیں لڑتے + ترکی فوج کے سواروں کا بھی ایسے دُشمن پر جو پتھروں کے پیچھے چھپا ہوا ہو بندوقیں فیر کرنا بالکل بیکار تھا + اس کے علاوہ اگر ایک لٹیرا بدوی بھی مارا جاتا تو آس پاس کے علاقہ کے تین یا چار ہزار بدو جمع ہو جاتے اور قافلہ پر حملہ کر دیتے - ایسی حالت میں قافلہ کا ایک انسان بھی زندہ نہ رہتا + ان عربوں نے خاصکر تُرکی سواروں کو اپنی بندوق کا نشانہ بنایا + ان سواروں نے شیوخ عرب سے جو میر عبّاس سے ہمارے قافلہ کے ہمراہ آئے تھے مدد طلب کی + ان معمر شیوخ نے اپنے ناقوں سے اُتر کر اور اپنے نیچوان اور حُقّوں کے گرد آلتی پالتی مار کر بیٹھ کر باہم مجلس شوریٰ منعقد کی ۔ اور پھر تُرکوں سے یہ کہا کہ یہ لٹیرے ہمارا کہنا اور سمجھانا قبول نہیں کریں گے اس لئے ہمارا اُن سے گفتگو کرنا اور بولنا بالکل فضول ہے +

شیوخ عرب کی مجلس شوریٰ

ہم ان لٹیروں کا کچھ مقابلہ نہ کر سکے - اس لئے ہم نے بہت سی بارُود ایک جگہ جمع کر کے اُس میں آگ لگا دی اور جہاں تک ہو سکا بارُود کے دھوئیں کی آڑ میں اُس گھاٹی سے جلد جلد نکل گئے + بدوی لوگوں کے فیروں سے ہمارے قافلہ کے بارہ ۱۲ آدمی مارے گئے - اُن کے علاوہ بہت سے اونٹ اور باربرداری کے جانور بھی ضائع ہوئے + اگرچہ لٹیروں نے جرأت اور بہادری کا کوئی نشان ظاہر نہیں کیا اور پہاڑ کی چوٹی سے قافلہ پر گولیاں چلانے میں مصروف رہے مگر میرے ہم سفر لٹیروں کی بہادری اور دلیری کی بہت تعریف کرتے تھے +

شہداء

ایک گھنٹہ تک وادی سیالہ میں اونٹوں کو بڑی تیز رفتاری سے چلا کر ہمارا قافلہ مقام شہداء میں پہنچا + کہتے ہیں کہ یہاں چالیس ۴۰ شہید مدفون ہیں + یہ ۴۰ اصحاب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ کسی غزوہ میں گئے تھے

اور یہاں شہید ہوئے +

وادیٔ بیّالہ

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ یہ مقام وادیٔ بیّالہ[1] کے باشندوں کا قبرستان ہے + یہ وادی کسی زمانہ میں بہت آباد تھی - اب بنجر اور ویران ہے + سڑک سے کچھ دُور بائیں جانب چند ٹوٹی پھوٹی دیواریں اور بدوی لوگوں کی قبریں دکھلائی دیتی ہیں - ہر ایک قبر پر بیضوی شکل کا پتھر ہوتا ہے - یہ قبریں علے العموم خاردار درختوں کے نیچے بنائی جاتی ہیں +[2]

بِیرُ الہندی

یہاں سے چل کر آدھ گھنٹہ کے بعد ہم بِیرُ الہندی پر پہنچے - اس جگہ قافلہ والے بڑی خوشی سے ٹھیرتے ہیں + جس ہندوستانی نے یہ چاہ کھدوایا تھا - لوگوں کو اُس کا نام اب یاد نہیں رہا + ہمارا قافلہ اس کنوئیں پر نہیں ٹھیرا آگے روانہ ہوگیا اس لئے کہ ہم یہ چاہتے تھے کہ قومِ حمیدہ کے لُٹیروں سے ہم جتنی دُور ہو جائیں

[1] بعض لوگوں کا بیان ہے کہ یہ قبریں بنی سالم - یا - بنی سلمہ کی ہیں - حجازی بدوؤں کی یہ قوم اب نابود ہوگئی ہے + شہداء کے نزدیک جبل ورقان ہے + یہ پہاڑ جنّت کے پہاڑوں میں سے ایک پہاڑ ہے - اس کو عِرقُ الظُّبیہ بھی کہتے ہیں - یعنے پیچ در پیچ ندی کا سلسلہ یا زنجیر + آں حضرت صلعم جب بدر کی لڑائی میں گئے تو آپ نے اس کا نام حَمْتْ (گرمی - حبس) اور اس وادی کا نام آپ نے سَجَاسِج (یعنے خطّۂ معتدل) رکھ دیا - اور بیان کیا کہ جنّت کی وادی ہے - اور میرے سے پہلے یہاں ستّر (۷۰) پیغمبروں نے نماز پڑھی ہے اور موسےٰ علیہ السلام ستّر ہزار (۷۰۰۰۰) بنی اسرائیل کے ساتھ اسی راہ سے مکّہ گئے تھے - اور قیامت ہونے سے پہلے عیسےٰ ابنِ مریم علیہ السلام اسی راہ سے عمرہ اور حج کرنے جائیں گے + اس جگہ کے یہ قدیم اور آئندہ اعزازات ہیں +

[2] اہلِ ہندوستان عرب میں کنوئیں (چاہات) اُسی سبب سے احداث کراتے ہیں کہ جس غرض سے وہ ہندوستان میں تالاب کھدواتے ہیں یعنے نام کے واسطے - اُن کی خواہش ہوتی ہے کہ لوگ بعد مرگ ہمارا ذکرِ خیر کریں + مگر یہ خیال اُن کا غلط ہے - علی العموم دوسری یا تیسری نسل کے بعد اُن کا کوئی نام بھی نہیں جانتا اور اُس تالاب یا چاہ کا احداث کسی نئے اور اُس زمانہ کے زیادہ مشہور شخص کے نام سے منسوب کر دیا جاتا ہے + برٹن صاحب کا یہ خیال صحیح نہیں ہے عرب میں پانی کی بڑی قلّت ہے اس لئے چاہ اور تالاب کے احداث میں مخلوق کی فائدہ رسانی اور خوشنودیٔ الٰہی کا خیال زیادہ تر ہوتا ہے - گو ممکن ہے کہ بعض لوگ محض نام و نمود کے لئے ہی ایسا کرتے ہیں

اُتنا ہی بہتر ہے +

منزل سُویقہ

پھر نلہ کا راستہ چھوڑ کر ہم شمال کی جانب بڑھے۔ اب ہمارا راستہ اچھا اور پتھریلا اور سطح مرتفع پر تھا + اس وقت گرمی نہائت سخت تھی + علی العموم تمام مشرقی ممالک کی طرح حجاز میں صبح کے آٹھ اور نو بجے کے درمیان آفتاب بہت ہی گرم اور دھوپ شدت سے پڑتی ہے۔ مگر ہم اس گرم وقت میں بھی بڑھتے ہوئے چلے ہی گئے + گیارہ بجے منزل پر پہنچے۔ اس منزل میں اونچا نیچا پتھریلا میدان تھا اور کانٹوں کے درخت بکثرت تھے + ہمارے کیمپ کے چاروں طرف خشک پہاڑوں کے چٹان مینار نما ایستادہ تھے۔ نیچے سے یہ چٹان بھربھرے تھے اور اوپر چٹان تھے اُن کا چونہ بہت اچھی طرح سے بن سکتا تھا + یہاں سے کنواں کم سے کم دو میل ہوگا۔ اور یہاں سے بدوی لوگوں کا کوئی مکان بھی نظر نہ آتا تھا۔ بدوؤں کے چند لڑکے پہاڑیوں پر دبلی اور لاغر بکریوں کو چرا رہے تھے + اس منزل کا نام سویقہ[1] ہے اور یہ جگہ عربوں کی تواریخ میں بہت مشہور ہے + میرے ہمسفروں کو یہاں پہنچ کر بہت خوشی اس باعث سے ہوئی کہ اب اُن کا وطن بہت نزدیک آگیا تھا اور مال و اسباب لٹنے سے محفوظ ہوگیا بلکہ وہ اپنے خیال کی آنکھ سے اپنے وطن کو دیکھ رہے تھے + اس رات کو ہم نے قریباً بائیس میل کی مسافت طے کی۔ ہمارا رستہ بجانب مشرق جاتا تھا۔ راہ میں اگر کوئی نمایاں چیز تھی تو وہ صرف زمین کا بتدریج بلند ہوتا جاتا تھا +

قرض کو مشرقی لوگ بڑی مشکل سے ادا کرتے ہیں

ہم نے ایک بڑے ببول کے درخت کے نیچے اپنا خیمہ نصب کیا + شاعر عرب اس درخت کے سایہ کو اُس بے وفا دوست سے تشبیہ دیتے ہیں جو اپنے دوست کو عین ضرورت کے وقت تنہا چھوڑ دیتا ہے + ہمارے ہمسفر سعد نے ینبوع میں مجھ سے

[1] سنہ ۲ یا ۳ ہجری میں ابوسفیان ۲۰۰ آدمیوں کو لے کر تاخت و تاراج کی نیت سے یہاں آیا تھا آنحضرت صلعم نے تعاقب پر اس مقام تک کر دیا۔ مشرکین نے بھاگ کر پناہ لی۔ بھاگتے ہوئے اپنے اونٹوں کے اوپر سے ستو کے بورے پھینک گئے۔ سفر میں جب کھانا پکانا مشکل ہوتا ہے تو لوگ ستو میں شکر ملا کر انکو کھا کر شکم پری کر لیتے ہیں۔ اسی سبب سے اس مقام کا نام سویقہ یا سویقہ پڑ گیا +

دو ڈالر قرض لئے تھے۔ اُس نے گو الحمرا میں غلّہ اگندم خرید اگیا۔ حالانکہ اب مدینہ نزدیک آگیا تو بھی اب تک اُس قرض کی ادائگی کے متعلق اُس نے ایک حرف بھی نہ کہا + مَیں یہ جانتا تھا کہ مشرقی ممالک کا قرضدار رنگان کی طرح اپنا زرِ قرضہ بھی بہت ہی بادلِ ناخواستہ ادا کیا کرتا ہے + مَیں نے اُس پر بار بار تقاضا کرنا شروع کر دیا تو وہ ایک روز بڑی خفگی سے میرے دونوں ڈالر میرے قالین پر ننگے سر۔ دھوپ میں جلتا ہُوا آکر پھینک گیا + اگر مَیں اُس پر قرض کے دام ادا کرنے کا تقاضا نہ کرتا تو وہ مجھ کو نا تجربہ کار جان کر اور لالچ میں آکر ہمیشہ قرض لینے کے لئے مجھ کو ستایا کرتا + سعد لڑکے محمد پر بڑا خفا ہُوا کہ تو نے اپنے آقا کو سکھا پڑھا کر مجھ سے اپنا قرض وصول کرنے کے لئے تقاضا کرایا + محمد نے کہا کہ ہاں مَیں نے ہی سکھایا ہے تاکہ مدینہ میں جو روپیہ بچے وہ میری معرفت میرے وطن مکّہ معظمہ میں خرچ کیا جائے +

سویقہ سے روانگی

۲۴ جولائی کو چار بجے بعد دوپہر ہم سویقہ سے روانہ ہو گئے۔ شدّتِ گرمی سے ہر شخص تنک مزاج بن گیا۔ اب ہمارا راستہ شمال مشرق کی طرف ہو گیا + تمام لوگ حبس کے سبب سے ایسے چڑچڑے مزاج کے بن گئے کہ مغرب کے بعد سوائے عمر آفندی کے اور کسی نے کھانا بھی نہ کھایا + باقی سب ہم سفر مُنہ پھُلا کر بڑبڑاتے ہوئے زمین پر بیٹھ گئے اور میرے ساتھ والے تمبا کو خوب بھر بھر کر حقوں میں پینے لگے + اُس وقت لڑکے محمد نے مجھ سے چپکے سے کہا کہ ہم اب ان جمّالوں (اونٹ والوں) کے رشتہ داروں یعنی قومِ حرب کی لُٹیروں کی پہنچ سے باہر ہو گئے ہیں + محمد نے ادنیٰ ادنیٰ بات پر جمّالوں سے لڑنا اور گالیاں دینا شروع کر دیا۔ جمّالوں نے غصہ سے اپنا ہاتھ تلواروں پر ڈالا + باوجود اُن کی اِس دھمکی آمیز رویّہ کے محمد جانتا تھا کہ یہ لوگ یہاں کچھ نہیں کر سکتے اِس لئے وہ جمّالوں کو برابر بُرا بھلا کہتا رہا + منصور کا چہرہ غصّہ سے نیلا پیلا ہو کر ایسا مضحکہ خیز بن جاتا کہ مجھ کو اُس کا مُنہ دیکھ کر بڑی ہنسی آتی + آخر کار سب جمّال قافلہ چھوڑ کر غائب ہو گئے اور ہنسی کرنے کی سزا اِس طور سے انہوں نے ہم کو دی + اب یہ چٹانی اور پتھریلا راستہ تدریج اونچا ہوتا جاتا تھا۔ معمولی اونٹ کی جگہ ٹھوکر کھانے والا اور چلتے چلتے بیٹھ جانے والا ناقہ مجھ کو جمّالوں نے لا دیا + نتیجہ یہ ہُوا کہ اُس تمام لمبی رات کے سفر میں ہر ایک میل پر ہمارا شغدف ڈگمگانے اور گرنے لگا۔

غرضکہ محمد کے غصّہ میں اُس جمّال نے ہمیں اچھی سزا دی + محمد بے فائدہ جمّالوں کو امداد کے لئے پکارتا رہا۔ مگر ہمارا جمّال تمام رات نہ آیا۔ محمد کی لڑائی کا فوری نتیجہ یہ نکلا کہ میرا شُغدف بالکل ٹوٹ گیا اور صرف کھٹولے ہی کھٹولے رہ گئے کہ جس پر ہم دونوں مثل دو پرندوں کے بیٹھے رہے اور اُس رات کے گھنٹوں کو بمشکل گذارا + مدینہ منوّرہ پہنچ جانے کے کئی دن کے بعد شیخ حامد نے محمد سے کہا کہ بنی حرث کو آئندہ کبھی نہ چھیڑنا کیونکہ جو کوئی اُن کو گالیاں دیتا۔ یا۔ بُرا بھلا کہتا ہے۔ تو وہ اُس کو گولی یا چھری یا خنجر سے مار ڈالنے کے لئے مشہور ہیں +

وادی العقیق ۲۵ جولائی کی صبح کو طلوعِ آفتاب کے قریب غنودگی رفع کر کے مَیں اچھی طرح سے بیدار ہُوا تو مَیں نے دیکھا کہ تمام قافلہ کے لوگ نشیب و فراز کا مُطلق خیال نہیں کرتے اور اپنے اونٹوں کو بڑی تیزی سے چلا رہے ہیں + اُس وقت خاموشی کا عالم طاری تھا۔ کوئی مسافر اپنے پاس والے ہمسفروں سے بالکل گفتگو نہیں کرتا تھا + مَیں نے دریافت کیا کہ ایسی خاموشی قافلہ میں کیوں ہے اور لوگ جلدی جلدی اونٹوں کو کیوں چلا رہے ہیں۔ کیا لُٹیرے نظر آ رہے ہیں؟ محمد نے جواب دیا کہ نہیں۔ مدینہ مُنوّرہ قریب آ گیا۔ یہ لوگ شوقِ مدینہ میں اب اپنی انکھوں[۱] سے چل رہے ہیں۔ اور یہ لوگ اپنے وطن میں ابھی جلد پہنچ جائیں گے + چنانچہ قافلہ نے وادیِ عقیق[۲] کو جلدی سے طے کر لیا + یہاں کچھ خوبصورت چھوٹے چھوٹے درخت دکھلائی

۱ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر ضرورت ہو تو شوقِ زیارتِ مدینہ منوّرہ میں یہ لوگ اپنے بدن کے عزیز ترین اور بہترین اعضاء (یعنے آنکھوں) سے اپنے جسم کے ارزل حصّہ (یعنے پاؤں) کا کام لینے کو بخوشی موجود ہیں +

۲ العقیق دو ہیں + وادی العقیق عظم میں تو کل شہر مدینہ آباد ہے۔ یہ وادی حرّہ مغربی سے قبرستان البقیع تک چلی گئی ہے + دوسری یہ وادی ہے جو ایک خشک نالہ کے برابر برابر واقع ہے۔ یہ مکّہ معظّمہ کے راستہ پر ہے۔ اور یہاں سے مدینہ شمال مشرق کی جانب چار میل کے قریب رہ جاتا ہے + اس وادی کا بہتا ہوا پانی الجمار کے نزدیک جا گرتا ہے + اسکو وادی المبارک بھی کہتے ہیں اسلئے کہ جبرئیل علیہ السلام کی ہدایت کے موافق آنحضرت صلعم نے یہاں نماز پڑھی تھی۔ اس وادی کے متعلق ایک عرب شاعر کہتا ہے۔ شعر

یَا صَاحِبِیْ ھٰذَا الْعَقِیْقُ فَقِفْ بِہٖ ۔۔۔ مُتَوَالِهًا اِنْ کُنْتَ لَسْتَ بِوَالِه

یعنے اے میرے رفیق یہی ہے مقامِ عقیق۔ پس یہاں اُس حال میں کہ ٹھہر جا کہ اگرچہ تو عاشق نہیں ہے تو عاشقوں کی شکل بنا لے۔

دیئے اور سرسبزی اور شادابی ظاہر ہوئی +

ورود مدرج

وادی المبارک سے روانہ ہونے کے نصف گھنٹہ کے بعد ہم اُن عظیم الشان سیڑھیوں پر پہنچے جو سیاہ چٹانی پہاڑیوں میں ناہموار طور سے لمبی اور چوڑی قطاروں میں پتھروں کو کاٹ کر بنائی گئی ہیں؎ اُن پہاڑیوں کو حرۂ المغربی کہتے ہیں + یہ زمینِ مقدس ہے کیونکہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے اس کی تعریف فرمائی ہے +

مدینہ منورہ کا دور سے نظارہ

اس وقت ہم ایک سیاہ گنبد جھکی مادّہ والے ٹیلہ پر پہنچے جس کے دونوں جانب ڈھلوان کنارے تھے + وہاں سے دو چار منٹ اور آگے چل کر یکایک مدینہ منورہ کا تمام شہر ہماری نظروں کے سامنے آگیا؎ +

اونٹوں سے تعظیماً نیچے اُتر آنا۔

مدینہ منورہ کو دیکھتے ہی سب قافلہ والوں نے اپنے اونٹ فوراً روک کر ٹھیرا لیئے اور سلفِ صالحین کی اقتدا کر کے تمام قافلہ والے تعظیماً اونٹوں سے اُتر آئے اور زمین پر بیٹھ کر بڑی دیر تک سب نے اپنی آنکھیں اُس شہرِ مقدس پر لگائے رکھیں + ہماری مشتاق آنکھوں نے دیر تک مدینہ کو دیکھ کر سیری حاصل کی + اور حسبِ ذیل دعا پڑھی +

حرمِ مدینہ میں داخل ہونے کے وقت کی دعا

اے میرے اللہ۔ یہ تیرے رسول کا حرم ہے پس گردان تو اس کو میرے واسطے بچاؤ آگ؎ دوزخ سے اور پناہ عذاب سے

؎ اِس گھاٹی کی چوٹی کو جہاں سے مدینہ نظر آتا ہے جبلِ مُفرّح کہتے ہیں + یہ وادی جس کی چوٹی سے سب سے پہلے مدینہ نظر آتا ہے مُحَنَّب ۔ یا شُعْبِ علی نامی وادی العقیق کے پاس ایک لمبی اور تنگ گھاٹی ہے اور یہاں سے مدینہ منورہ صرف پانچ میل کے قریب رہ جاتا ہے + بعض لوگ کہتے ہیں کہ اس جگہ مسجد ذوالحلیفہ واقع تھی جہاں مکہ جاتے وقت آنحضرت صلعم نے احرامِ حج باندھا تھا + یہ مسجد الشجرہ بھی کہلاتی تھی کیونکہ اُس کے قریب ایک میوہ دار درخت اُگا ہوا تھا۔ اُسکے نیچے پیغمبر صاحب دو مرتبہ بیٹھے ہیں + ابن جُبیر کا بیان ہے کہ حرمِ مدینہ اِن تین مقامات ذُوالحلیفہ ۔ جبلِ اُحد اور مسجد قُبا کے درمیان واقع ہے اب مدینہ والوں کا میقات و محلِ احرام ذوالحلیفہ ہی ہے + — شعب علی۔ — مسجد الشجرہ

؎ وہ دعا یہ ہے اَللّٰهُمَّ هٰذَا حَرَمُ رَسُوْلِكَ فَاجْعَلْهُ لِيْ وِقَايَةً مِّنَ النَّارِ وَاَمَانًا مِّنَ الْعَذَابِ وَ سُوْءِ الْحِسَابِ + اَللّٰهُمَّ افْتَحْ لِيْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ وَارْزُقْنِيْ فِيْ زِيَارَةِ نَبِيِّكَ مَا رَزَقْتَهٗ اَوْلِيَائِكَ وَ اَهْلَ طَاعَتِكَ وَاغْفِرْ لِيْ وَارْحَمْنِيْ يَا خَيْرَ مَسْئُوْلٍ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لَنَا فِيْهَا قَرَارًا وَّ رِزْقًا حَلَالًا حَسَنًا + جنابِ آنحضرت صلعم پر صلوٰۃ اور سلام بھیج کر اسی قدر دعا پڑھی جاتی ہے +

؎ ان سیڑھیوں کو مُدَرّج کہتے ہیں۔ اور یہ جس چٹانی میدان میں پتھروں کو کاٹ کر بنائی گئی ہیں حرۂ

اور بے حساب سے + اے اللہ میرے - دروازے رحمت اپنی کے کھول - اور عنایت کر مجھے اپنے نبی کی زیارت میں وہ کچھ کہ عنایت کیا ہے تو نے اپنے اولیا کو اور اپنے طاعت والوں کو + اور بخش دے مجھ کو اور رحمت کر مجھ پر اے بہتر سوال کئے گیوں کے" + اور اس دروازہ میں سے داخل کر ہم کو خوشی کی سرزمین یعنے جنت میں + اے میرے اللہ - احمد مجتبےٰ محمد مصطفےٰ ختم المرسلین پر درود اور برکتِ کاملہ اور رحمت نازل کر - اس قدر برکت اور رحمت جو شمار میں آسمان کے تاروں اور سمندر کی امواج اور ریگستان کے ذرّوں کے برابر ہو + اے عزّ و جلّ جب تک فلہ کے کھیت اور نخلستان سے انسان پرورش پائیں تب تک ختم المرسلین پر اپنی رحمت اور برکت نازل فرما" + اور "- اے بہترین پیغمبران عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب تک زمین و آسمان قائم رہیں اور ہوائے مغربی نجد کی پہاڑیوں پر اپنی صبا رفتاری سے چلتی رہے اور جب تک الحجاز کے فضائے آسمانی میں بجلی چمکتی رہے تجھ پر درود اور رحمت خدا کی رات دن نازل ہوا کرے" +

میرے تمام ہمراہیوں نے زور زور سے یہی درود و سلام اور دعا پڑھنی شروع کر دی - اس وقت مجھ کو معلوم ہوا کہ کسی سخت جذبہ اور مذہبی جوش کی حالت میں عربوں کے خیالات کے گھوڑے کو کیسی تیز جولانی ہو جاتی ہے + اب میں سمجھا کہ مسلمانوں کو اپنی مذہبی رسوم کی ادائیگی کے لئے جو یہ حکم ہے کہ "جب حاجی کی آنکھیں مدینہ منورہ کے درختوں پر پڑیں تو اس کو بلند آواز سے بہترین درود و سلام حبیبِ خدا علیہ التحیۃ والثنا پر بھیجنی چاہئیں" یہ سب لوگ اسی حکم کی پابندی کر رہے ہیں +

مدینہ میں باغات اور سبزی کی کثرت

اس تمام خوش نما نظارہ میں سب سے زیادہ حیرت انگیز چیز ہمارے سامنے باغات، نخلستان اور سرسبزی تھی + ریگستان کی ویرانی اور بے برگ و بار میدان اور پہاڑوں کو دیکھتے دیکھتے سبزی کے دیکھنے سے ہم بہت خوش ہوئے + مدینہ اور اس سرسبزی اور شادابی کو دیکھ کر جس قدر جوش مسرت میرے ہم سفروں کو تھا اسی قدر جوش مجھ کو بھی تھا + لیکن جب میں پھر اپنے اونٹ پر سوار ہوا تو میرے ہم سفروں نے مجھے برا بھلا کہنا شروع کر دیا[1] +

مدینہ میں تعظیماً پیدل داخل ہونا

[1] تندرست اور تنومند حجاج بالخصوص امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے پیرو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تقلید کر کے جس طرح کہ حجاج مکہ کے قریب پیدل چلتے ہیں اسی طرح تعظیماً مدینہ منورہ میں پیدل داخل ہوتے ہیں +

مدینہ کا نقشہ اُتارنا

مَیں نے شہر مدینہ کا سرسری طور سے خاکہ اُتارا - اور مدینہ کی بڑی بڑی عمارتوں کا حال دریافت کیا اور اگلی فصل کے لکھنے کے لئے مصالحہ موجود کیا +

ینبوع البحر سے مدینہ ۱۳۲ میل ہے

اُس رات بائیس ۲۲ میل کے قریب ہم نے مسافت طے کی - ہمارا رُخ اس منزل میں اوّل مشرق کی طرف اور پھر شُمال کی طرف چلتے ہوئے رہا + ہم ۲۵ جولائی کو مدینہ منوّرہ میں پہنچ گئے - اور ینبوع سے مدینہ منوّرہ تک ۱۳۰ میل سے کچھ زیادہ کا سفر اس طور سے قریباً آٹھ دن میں طے ہوا + اونٹوں پر یہ سفر چار دن میں اور ناقہ یعنی تیز رفتار سانڈنیوں پر بلا وقت یہ سفر دو دن میں طے ہو سکتا ہے

لہ مختلف یوروپین سیاحوں نے ینبوع البحر سے مدینہ تک مسافت کا مختلف اندازہ لگایا ہے - برٹن کی رائے میں تین دن میں - اور ڈی ہربلاٹ کی رائے میں آٹھ دن میں - اور او ونگٹن کے نزدیک چھ دن میں یہ مسافت طے ہو جاتی ہے + حالانکہ معمولی طور سے چار یا پانچ دن میں ینبوع سے مدینہ پہنچ جاتے ہیں + یوروپین سیاح یا مؤرخ عرب میں مسافت کا اندازہ لگانے میں غلطی خاصکر اس وجہ سے کر جاتے ہیں کہ وہ سُست رفتار اونٹ اور - تیز رفتار ناقہ (سانڈنی) کی چال میں جو فرق ہے اُس کا لحاظ نہیں کرتے +

ہمارا قیام جن جن منزلوں پر ہُوا - اُن کی بالاجمال تفصیل حسب ذیل ہے :-

۱ - ینبوع البحر سے ۱۸ جولائی کو شُمال مشرق کی طرف چل کر مُسَہَّل میں پہنچے - اس منزل کی مسافت ۱۶ میل ہے
۲ - مُسَہَّل سے ۱۹ جولائی کو جنوب اور مشرق کی طرف چل کر بیر سعید میں پہنچے - اس منزل کی مسافت ۲۴ میل ہے
۳ - بیر سعید سے ۲۰ جولائی کو شُمال مشرق کی طرف چل کر الحمرا میں پہنچے - اس منزل کی مسافت ۱۵ میل ہے
۴ - الحمرا سے ۲۱ جولائی کو مشرق کی طرف چل کر بیر عبّاس میں پہنچے - اس منزل کی مسافت ۲۴ میل ہے
۵ - بیر عبّاس سے ۲۳ جولائی کو مشرق کی طرف چل کر سویقہ میں پہنچے - اس منزل کی مسافت ۳۲ میل ہے
۶ - سویقہ سے ۲۴ جولائی کو شُمال اور مشرق کی طرف چل کر مدینہ منوّرہ میں پہنچے - اس منزل کی مسافت ۲۱ میل ہے

میزان کل مسافت بحساب انگریزی میل = ۱۳۲ میل

چوتھا باب

نواحِ شہر مدینہ سے گذرنے اور حامد کے گھر پہنچنے کا بیان

پہنچو سوادِ نواحِ مدینہ

ہمارا رُخ اس وقت مشرق کی طرف تھا۔ اُس وقت آفتاب پہاڑیوں کے اوپر برآمد ہوگیا تھا۔ پہاڑیوں پر کہیں کہیں جُھنڈ دار چھوٹے چھوٹے درخت تھے مگر صبح کے وقت کہر اور دُھند کے سبب سے یہ درخت بہت بڑے بڑے دکھائی دیتے اور زمین کہیں ارغوانی اور کہیں سُنہری نظر آتی تھی + ہمارے سامنے ایک بہت وسیع میدان تھا جس کی مشرقی حد نجد کے سطحِ مرتفع پر ختم ہوتی ہے۔ بائیں طرف ہیبت ناک اور بھیانک پہاڑوں اور چٹانوں کی کثرت تھی اور اسی طرف مشہور جبلِ اُحُد تھا۔ اس کے پاس سرسبز اور شاداب کئی قطعات اور ان میں ایک یا دو مقبروں کے سفید گنبد نظر آتے تھے + دہنی طرف بہت سے نخلستان اور قبا کے باغات تھے جو سفید میدان کے مقابلہ میں زمرد کے مانند سبز دکھلائی دیتے تھے +

باب العنبری

اس سے آگے کوئی دو میل کے فاصلہ پر شہر مدینہ آباد ہے پہلی نظر پڑتے ہی تو یہ بہت بڑا شہر معلوم دیا مگر بعد میں اچھی طرح سے سیر و سیاحت کرنے سے یہ خیال غلط ثابت ہوا + حرّہ سے میدان تک بہت ہی موڑ توڑ اور پیچ دار راستہ اس میدان میں سے گذرتا ہے۔ اس راستہ کو ختم کرکے مسافر شہر کی کچی فصیل پر پہنچتے اور ایک عالی شان مستطیل دروازہ میں سے داخلِ حدودِ شہر ہوتے ہیں + کچی فصیل جو اب شکستہ و ریختہ ہے حوالیِ مدینہ کے چاروں طرف ہے + اس دروازہ کا نام باب العنبری ہے + نقشہ کھینچنے والے کو اس دروازہ کے بائیں جانب ایک نہایت خوبصورت ترکی عمارت موسوم بہ "تکیہ" کے مینار اور گنبد نظر آتے ہیں جسے محمد علی مرحوم نے درویش مسافروں کے رہنے کے لئے بنایا ہے + اس دروازہ کے دہنی طرف سفیدی پھرے ہوئے مکانات کی ایک لمبی قطار چلی گئی ہے جن کو مربع کھڑکیوں سے زیب دی گئی ہے۔ یہ کھڑکیاں بہت خوبصورت نہیں ہیں اور ایسی معلوم ہوتی

تکیہ

ہیں کہ جیسے کسی تہذیب یافتہ مُلک کی فوج کی بارکوں میں کھڑکیاں ہوتی ہیں گویا اُن کی نقل اُتاری گئی ہے ✦ حرّہ کی چوٹی پر بیٹھ کر میں نے اوّل اپنی بائیں جانب دیکھنا شروع کیا تو مدینہ کی حسب ذیل قابلِ بیان عمارتیں پے در پے دکھلائی دیں:۔

قدیم سبیل کے کھنڈرات فصیل شہر کے باہر شہر کے شمال کی طرف کھجوروں کے درختوں کے بیچ میں ایک قدیم اور وسیع سبیل (چشمۂ عامّہ) کے خوبصورت کھنڈرات نظر آئے ✦ اِن کھنڈرات اور شہر پناہ کے درمیان میں ترکی وضع کا گنبد نما ایک عالیشان مکان ہے۔ یہ مکان تُرکی گورنر کا محل ہے ✦ شہر پناہ کے شمال مغربی گوشہ پر ایک بُلند قلعہ واقع ہے جس کی دیواروں پر سفیدی پھری ہوئی ہے۔ قلعہ کا کچھ حصّہ پہاڑ پر بنتا چلا گیا ہے۔ قلعہ کی فصیل اور توپوں کے بُرج وغیرہ کے دیکھنے سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ یہ قلعہ حال میں یورپین وضع پر بنایا گیا ہے۔ یہ بات مدینہ کی مشرقی ممالک میں داخل ہونے کی تواریخ پر خیال کرنے سے نہایت حیرت[1] انگیز معلوم ہوتی تھی ✦

المناخہ حوالیِ شہر یعنے اَلْمَنَاخَہ (اونٹوں کے بیٹھنے کا میدان) میں پانچ مساجد کے جدید التعمیر گنبد اور مینار بہت خوش نما اور سفید نظر آتے ہیں ✦

روضۂ مبارک اُس سے پیچھے شہر کے نہایت مشرقی حصّہ میں دُور سے وہ عجیب وغریب اور نادر عمارت نظر آتی ہے کہ جو شہرِ مدینہ کا جواہرِ گراں تھا۔ یا نگینۂ خاتمِ مدینہ ہے یعنے چار نہایت عظیم الشان اور مستحکم بُرج اور اُن میں چمکتا ہوا نہایت روشن سبز گنبد۔ یا قبہ روضۂ مبارک کا نظر آتا ہے۔ جس میں جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلّم[2] مدفون ہیں ✦

قلعہ

---

[1] مشرقی ممالک میں یہ قاعدہ ہے کہ شہر پناہ الگ اور قلعہ کی فصیل الگ ہوتی ہے۔ اِس طرح سے آپس میں اُس شہر میں دو جماعتیں منقسم ہو جاتی ہیں ✦ جرمنی سیّاح برکہارڈت نے سیاحتِ عرب پر جو سفرنامہ لکھا ہے اُس کی جلد دوم صفحہ ۱۸۲ میں آغاز قلعہ۔ اور۔ آغاز شہر کی خانہ جنگیوں اور لڑائیوں کا مفصّل حال لکھا ہے ✦ ناظرین کو وہ کتاب ضرور دیکھنی چاہیئے ✦ مگر اب آجکل کے زمانہ میں یہ بات نہیں رہی ✦ اب یہ باتیں خواب وخیال ہو گئیں ✦

[2] تیرھویں صدی عیسوی میں سرجان منڈویلی نے یوروپ والوں کو آگاہ کیا کہ محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلّم رسولِ عربی شہر میتھون میں مدفون ہیں ✦ اُنیسویں صدی میں اِس سفرنامہ کے شارح مسٹر بلیویل نے لکھا ہے کہ میتھون سے مکّہ معظمہ مراد ہے ✦ یہ بات بڑے تعجب کی ہے کہ فرانس اور انگلستان کے ایسے لایق اور فاضل اور قابلِ ادب مؤرخ ایسی عظیم الشان غلطی کے بار بار مرتکب ہوتے ہیں ✦

بقیع الغرقد

روضۂ مبارک کی عمارتوں کی کثرت اور شہر کے مکانات سے قریباً نصف کے قریب چھپا ہوا ایک سرسبز میدان ہے۔ اُس میں بہت سے سفید قُبّے مزارات کے دکھلائی دیتے ہیں۔ یہ وُہ مقبرے ہیں کہ جو قابلِ تعظیم قبرستان البقیع کی آرائش ہیں

شجرۃ البدیعہ

بقیع سے جانبِ جنوب بے حد و بے شمار نخلستان شروع ہوتے ہیں کہ جو شجرۃ البدیعہ کے نام سے مشہور ہیں ❖

اِس نو سوادِ شہر کا نظارہ اُس وسیع میدان سے بہت ہی خوش منظر اور خوش نُما دکھلائی دیتا ہے کہ جو حرّہ اور شہر کے درمیان واقع ہے ❖ شُعب علی میں بڑے بڑے چٹانوں اور عظیم پتھروں کے ڈھیر پڑے ہُوئے ہیں اُن کی سیاہ رنگت سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اِن پہاڑوں کے اندر گندھک وغیرہ آتش فشان مادّہ ضرور ہے ❖ اِن چٹانوں اور پتھروں میں اونٹوں کے اُترنے کے لئے اُترائی میں اچھا راستہ بڑے موڑ توڑ کے ساتھ میدان میں جاتا ہے ❖

کاروان کا استقبال

یہاں چند منٹ تک آرام کرنے اور ٹھیرنے کے بعد میں اونٹ پر پھر سوار ہوا۔ اور آہستہ آہستہ مدینہ کے دروازہ کی طرف چلا ❖ گو وقت بہت سویرے تھا مگر پھر بھی قافلہ کے استقبال کے لئے مدینہ والوں کا پُرشوق اور عظیم مجمع شہر سے باہر آیا ہُوا موجود تھا ❖ میرے ہم سفر اب اونٹوں سے اُتر کر پیدل چلنے لگے۔ ظاہراً اِس پیادہ پائی سے یہ فائدہ نظر آیا کہ یہ سب لوگ اپنے دوستوں۔ رشتہ داروں اور احباب سے خوب اچھی طرح مُصافحہ کر کے معانقہ کریں اور آپس میں ایک دوسرے کے ہاتھ از دیادِ محبّت سے چُوم سکیں ❖ یہ بات واقعی سچ ہے کہ عرب کے باشندے ایسے موقعوں پر تمام مشرقی ممالک کے باشندوں سے زیادہ مُحبّت و مُروّت کا ثبوت دیتے ہیں ❖ ایرانیوں کی نسبت عربوں کی خلقت اور فطرت میں بہت زیادہ محبّت بھری ہوئی ہے۔ اِس امر میں ہندوستانیوں کی نسبت عرب بے ریا اور خالص محبّت و اُلفت ظاہر کرتے ہیں ❖

عربوں کی محبت خالص اور بے ریا ہوتی ہے

رفیق الطلبی

اِس مجمع کے ہمراہ قابلِ تعظیم لیڈی مریم کا چھوٹا لڑکا بھی اپنی والدہ کے استقبال کے لئے آیا۔ یہ لڑکا خوش خلقی میں اپنے ترش رُو بڑے بھائی کا عین ضد تھا۔ وہ اپنی ماں کے اونٹ کے گرداگرد خوشی سے دَوڑا اور اپنی ماں کو

دیکھ کر خوشی میں زور زور سے رونے لگا سو وہ اپنے پنجوں پر کھڑا ہو گیا تاکہ اپنی ماں کے ہاتھ کو چومے ۔ مریم بھی محبت کے مارے اپنے بیٹے کو دیکھ کر اس کی دیدہ بوسی کے لئے شغف سے نیچے لٹک پڑی +

معانقہ کا طریقہ

عرب میں علی العموم یہی قاعدہ ہے کہ جب قریبی رشتہ دار یا دوست واحباب یا ہم سبق آپس میں ملتے ہیں تو خوشی میں اُن کی آنکھوں سے آنسوؤں کے فوارے جاری ہو جاتے ہیں + دوست اور ساتھی ایک دوسرے سے بلالحاظ رتبہ و درجہ یا امیری اور غریبی کے خیال کے محبت سے معانقہ کرتے اور بغل گیر ہوتے ہیں اور خیریت اور عافیت کے متعلق باتیں کرتے تھکتے نہیں + ادنےٰ طبقہ کے لوگ اپنے سے اعلےٰ درجہ کے لوگوں سے ملتے وقت اُن کے ہاتھوں پر بوسہ دیتے ہیں + معانقہ کا علے العموم یہ طریقہ ہے کہ جو ملاقات کرنے والے اپنا ایک بازو دوسرے شخص کے کندھے پر ڈال دیتے ہیں اور دوسرا ہاتھ اُس کے پہلو پر رکھتے ہیں اور پھر اپنی ٹھوڑی کو اوّل بائیں کندھے پر اور پھر دہنے کندھے پر رکھتے ہیں اور جب تک کہ اُن کا دل نہیں بھر جاتا جلد جلد کبھی اپنی ٹھوڑی اُس کندھے پر رکھتے ہیں۔ کبھی اُس کندھے پر + باقی جو لوگ شناسا ہوں یا نہ ہوں وہ سلام علیکم طبتم فادخلوہا خالدین کہہ کر خیر مقدم کے الفاظ کہتے ہیں اور پھر مصافحہ کرکے اور اپنی اُنگلیوں کے ناخنوں کو اپنے ہونٹوں کے پاس لیجا کر تعظیماً چومتے ہیں +

محلہ العنبریہ

باب عنبریہ سے گذر کر ہم ایک چوڑی سڑک پر آہستہ آہستہ چلنے لگے اور محلہ العنبریہ کو طے کیا۔ یہ حوالی مناخہ میں سب سے بڑا محلہ ہے جابجا کے مانند یہاں کا بھی شارع عام قابل تعریف نہیں ہے مگر اور دوسرے ایشیائی شہروں کی نسبت مدینہ کا بازار زیادہ چوڑا اور زیادہ باقاعدہ ہے + ہم نے شارع عام کے دونوں طرف تھوڑی سی جگہ میں مکانوں کی بہت سی تعداد دیکھ کر متعجب ہوا + بعدازاں ہم نے ایک پل کو عبور کیا ۔ یہ پل صرف ایک ہی محراب کا ہے اور تراشے ہوئے پتھروں سے ایک ندی موسوم بہ آل سیح[1] پر بنا ہوا ہے ۔ بعض جگہ سے بلند بجانش فٹ چوڑا ہے

[1] یہ اصل میں وادی ہے ۔ اس کا نام سیح اسواسطے پڑ گیا کہ یہاں سیلاب کا پانی بارش کے موسم پر جلدی بہ جاتا ہے + سیح کے معنے دوڑتے ہوئے پانی کے ہیں + اس وادی میں کھجوروں کے درخت بکثرت ہیں اور بہت ہی پر انوار ہے ۔ یہ وادی شہر کے باہر قبا کی جانب ہے +

اس کے دونوں کنارے پانی کے زور سے کٹے ہوئے ہیں اور اُن کی بہت اونچائی تک پانی کے پہنچنے کا نشان ہے ✤

بُرّۃ المناخہ

یہاں رستہ ایک کھلے ہوئے میدان میں پہنچتا ہے جس کو بَرِّ المناخہ[1] یا مختصر نام کے ساتھ البَرّ (میدان) کہتے ہیں ✤ یہاں سے ایک سیدھی سڑک شہر کے دروازہ باب المصری کی طرف جاتی ہے مگر ہم دہنی طرف مُڑ گئے اور چند گز چل کر اپنے دوست شیخ حامد کے گھر کے دروازہ پر جا اُترے ✤

عمدہ لباس کایا پلٹ دیتا ہے

شیخ حامد علی الصباح ہم سے پہلے اپنے مکان پر چلا گیا تھا تاکہ مہمانوں کے لئے جگہ اور قیام کا بندوبست کرے اور اپنی والدہ اور چچازاد بہن سے مل کر سب سے پہلے اُن کی مبارکباد اپنی واپسی پر بلند آواز[2] سے لے سکے [illegible] یہ خوش آئند کام پورا نہ ہوا تھا کہ ہم شیخ مذکور کے دروازہ پر پہنچ گئے۔ اس لئے کہ ہمارے اونٹ پانچ منٹ تک اُس کے دروازہ پر بیٹھے رہے اُس کے بعد شیخ نے باہر آکر ہمیں اچھی طرح سے اُتار کر اپنے مکان میں مہمان رکھا ✤ مَیں نے خوب طور سے دیکھا کہ شیخ حامد کی اب بالکل کایا پلٹ گئی۔ اُس نے اپنا خط بنوالیا اور نہایت نفیس تن زیب کی پگڑی زری ٹوپی کے اوپر سر پر باندھی ✤ شیخ کی جنگلی داڑھی خط بننے سے اور بھی زیادہ بھی اور نکیلی ہو گئی ✤ میلے اور پھٹے ہوئے قمیص کی جگہ جو اُس کی کمر کے گرداگرد رسّی کے ٹکڑوں سے بندھا ہوا تھا۔ ہلکے گلابی رنگ کا جُبّہ یا چوغہ۔ اور۔ ایک پھول دار کپڑے کا لمبی آستینوں والا کفتان (کُرتہ) اور ہلائلی[3] کا قمیص پہن لیا اور گچھے ہوئے خوب صورت کمربند کو جس کے دونوں سروں پر بندی کی خوب صورت جھالر لٹک رہی تھی اپنی کمر کے گرداگرد کس لیا ✤ [illegible]

[1] مناخہ ایک جگہ ہے جہاں اونٹ گھٹنوں کے بَل بیٹھتے ہیں۔ اس کی اصل لفظ نَخ ہے جس کے معنے اونٹوں کو گھٹنوں کے بَل بٹھانے کے ہیں ✤

[2] زغرود۔ تمام مشرقی ممالک کے لوگ جب سفر سے واپس آتے ہیں تو تمام گھر کی عورتیں خوشی میں آکر زور زور سے بولنے لگتی ہیں ✤ یہ لوگ یہ بات پسند نہیں کرتے کہ اجنبی لوگ اُن کی عورتوں کی یہ آوازیں سُنیں ✤

[3] ہلائلی شروع کی قسم کا ایک سوتی کپڑا ہوتا ہے جس پر ریشمی دھاریاں ہوتی ہیں۔ شہری عرب اس کپڑے کے لباس کو بہت پسند کرتے ہیں ✤ قسطنطنیہ جہاں بہترین ہلائلی بُنا جاتا ہے ایک تھان جس میں دو قمیص بن سکیں ۲۲ یا ۳۳ روپے میں آتا ہے ✤ ہلائلی

نیا پاجامہ بھی ہلالی مشروع کا جس پر ٹخنوں کے قریب نہایت خوب صورت بیل اور نقش و نگار تھے پہن لیا + اپنے ننگے اور دھوپ سے جلے ہوئے پیروں کو خوب اچھی طرح سے دھو کر صاف کیا اور پھر نئے مزؔ[1] اور اُس کے اوپر زرد رنگ کے استمبول کے نئے چمڑے کے پاپوش پہن لئے + شیخ حامد کے خوش نما ہاتھوں میں سے ایک ہاتھ میں سیپ کی خوب صورت تسبیح خدا پرستی اور تقوے کا نشان تھا + دوسرے ہاتھ میں ایک پنکھا تھا جس کی ننّے چنبیلی کی طرح سفید اور پھول دار تھی - اور کمر میں تمباکو کی مخملی تھیلی لٹک رہی تھی جس پر طلائی کارچوبی کا کام کثرت سے بنا ہوا تھا + اسی طرح میرے تمام ہم سفر لوگوں نے تبدیلِ لباس کر لیا یہ سب لوگ بہت سمجھ دار ہیں غیر معلوم جگہ میں جہاں یہ اپنے آپ کو شناخت کرانا نہیں چاہتے اپنا لباس پھٹا پرانا رکھتے ہیں اور شناساؤں میں عمدہ لباس پہن کر اپنی فارغ البالی کا اظہار کرتے ہیں + اور سفر سے واپس آنے کے بعد تین یا چار روز تک بہت اچھا اور عمدہ لباس پہنے رہتے ہیں تاکہ دوست و آشنا جان لیں کہ یہ کسی بے فائدہ سفر سے واپس نہیں آئے ہیں - بعد ازاں اپنے عمدہ کپڑے اُتار کر اور خوشبو لگا کر صندوق میں رکھ دیتے ہیں تاکہ آئندہ کسی تقریب کے موقعہ پر وُہ پھر کام آ سکیں +

مجلس

شیخ حامد نے جس کے طرز و اطوار لباس کی تبدیلی کے ہمراہ ہی بدل گئے تھے اور جو تند و تیز مزاج سے اب ایک بھاری بھرکم اور بہت مہذب آدمی ہو گیا تھا میرا ہاتھ تواضعاً پکڑا اور مجھ کو مجلسؔ[2] (مردانہ نشست گاہ) میں جو بہت صاف اور رسمِ ملاقات کے تمام ضروری سامانوں سے آراستہ تھی لیجا کر بٹھایا + لڑکے محمد کا لباس پھٹا پرانا اور میلا ہو گیا تھا اس لئے وُہ میرے پیچھے پیچھے مجلس میں آیا اور شرما کر ایک کونہ میں آزردہ بیٹھ گیا + شیخ لونے کے کپڑے اُس سے بھی زیادہ میلے تھے - مَیں نے دونوں سے کہہ دیا کہ تم کپڑے نئے پہن لو - اور شیخ حامد کے گھر کے کام کاج میں مدد دیا کرو +

عمدہ دستور

عرب میں یہ دستور ہے کہ جب کوئی مسافر سفر سے واپس آتا ہے تو اُس کے تمام رشتہ دار اور دوست و احباب اُسی دن اُس سے ملنے آتے ہیں اور یہ

[1] مز (مرشد) ملائم چمڑے کے موزے ہوتے ہیں یہ جرابوں کی طرح جوتے کے اندر پہنتے ہیں + یہ ہمیشہ صاف و پاک رہتے ہیں اُنکو مسجد میں یا دیوان (مسند یا صُفّہ) پر لیجا سکتے ہیں + [2] مجلس نشستگاہ کو کہتے ہیں - یہ ملاقات کا کمرہ ہوتا ہے + مجلس عموماً پہلی منزل میں ہوتی ہے - عورتیں بالاخانوں پر رہتی ہیں +

ملنا محبت اور اُلفت کا ثبوت سمجھا جاتا ہے۔ اِس لئے شیخ حامد نے اپنے مکان میں فرش۔ اور مسند و دیوان اور قالیچے وغیرہ بچھوا دیے اور قہوہ[1] ایک بڑے دیگچہ میں آتش دان پر پکنے کے لئے رکھوا دیا + اور حقّہ اور پیچوان جا بجا بھر کر رکھوا دیے اور میں مجلس کی ایک کھڑکی کے پاس جہاں سے خنک ہوا آ رہی تھی جا کر بیٹھا ہی تھا کہ اِتنے میں شیخ حامد کے رشتہ داروں۔ دوست۔

طریقۂ رسمِ ملاقات

احباب اور جان پہچانوں نے آنا شروع کر دیا + شیخ اُن کا استقبال کرنے کے لئے تعظیماً کھڑا ہو جاتا اور سلام و مصافحہ اور معانقہ کرنے کے بعد اُن کو اچھی جگہ پر لا کر بٹھلاتا، لوگ آ آ کر بیٹھتے حقّہ پیتے۔ پولیٹکل معاملات کی متعلق باتیں کرتے تھے۔ غیر حاضر دوستوں اور دیگر قافلہ والوں کا حال پوچھتے۔ قہوہ پیتے اور آدھ گھنٹہ تک ملاقات کرکے یکایک اُٹھ کر اور معانقہ کرکے رخصت لے کر چلے جاتے تھے + غریب طبقہ کے لوگ دروازہ کو کھٹ کھٹا کر اندر آتے اور خاموشی کے ساتھ مجلس کی حقیر جگہ میں چار زانو بیٹھ جاتے تھے اور حقّہ اور قہوہ پی کر جس کے پینے میں وہ رسماً اور تواضعاً انکار بھی کرتے تھے، دو چار منٹ کے بعد اُٹھ کر چلے جاتے تھے +

قہوہ نوشی

[1] مدینہ منوّرہ میں علی العموم اچھی قسم کا قہوہ پیا جاتا ہے + مصر کے عام قہوہ خانوں میں جو قہوہ بکتا ہے اور جس کو مصری پینے کے لئے پسند کرتے ہیں وُہ موت کے مانند تلخ شیطان کے مانند سیاہ اور جہنم کے مانند گرم ہوتا ہے + قاہرہ میں ایسا تلخ قہوہ بنانے کے لئے اس کے دانہ کو اس قدر بھونتے ہیں کہ وہ سیاہ ہو جاتا ہے اور پھر اُس کو اِس قدر جوش دیتے ہیں کہ وُہ تلخ ہو جاتا ہے پھر اُس کو مصری پیچ سمیت نہایت گرم گرم پی جاتے ہیں + مدینہ میں اور یقیناً مصر کے اُمراء کے گھروں میں بھی قہوہ اعلیٰ درجہ کا نفیس بنایا جاتا ہے اُس کی ترکیب یہ ہے کہ قہوہ کے عُمدہ عُمدہ دانوں کو بڑی احتیاط کے ساتھ چُن لیتے ہیں اور اُن کو صرف اِتنا بھونتے ہیں کہ وُہ زرد ہو جاتے سیاہ نہیں کرتے۔ بعدازاں اُن کو کُوٹ لیتے ہیں پیس کر سفوف نہیں بناتے اور قہوہ میں خوشبو قائم رہنے کے لئے جب تک ضرورت نہ ہو آگ پر نہیں چڑھاتے + جس پانی میں قہوہ پکانے کو ڈالا جاتا ہے اُس کو تین دفعہ اُبلنے دیا جاتا ہے اُس کے بعد ٹھنڈا پانی چھڑک کر اُس کو صاف اور نتھار کرکے ہلکے رنگ کے بھورے آبِ زُلال کو دوسرے برتن میں ڈال کر کام میں لاتے ہیں + جن لوگوں کو کیاک یعنے شوربۂ قہوہ پسند ہے وُہ دوسرا برتن کام میں نہیں لاتے + عرب ایک بار قہوہ کی ایک پیالی سے زیادہ نہیں پیتے + یمن کے قہوہ کا چھلکا یعنے "قشر" کو مدینہ والے نہیں جانتے +

اُمرا لوگ جن کے چہروں پر دولتمندی اور فارغ البالی کے آثار عیاں تھے وہ دُھوم دھڑکے سے آتے اُس وقت مجلس کے سب حاضرین اُن کی تعظیم کے لئے سروقد ایستادہ ہو جاتے تھے۔ قدر و منزلت سے اُن کو اچھی طرح بٹھلایا جاتا + یہی لوگ اپنے آپس میں گفتگو کرتے رہتے تھے اور سب لوگ تعظیماً خاموش ہو کر انہی کی تقریر سنتے رہتے تھے۔ اور پھر وقار کے ساتھ اُٹھ کر روانہ ہو جاتے۔ سب لوگ اُن کی روانگی کے وقت بھی اُن کی تعظیم کے لئے کھڑے ہو جاتے تھے

پولیٹیکل گپ شپ

یہ لوگ جہاد کے متعلق سب سے زیادہ گفتگو کرتے تھے + اُن کی گفتگو کے چند فقرے یہ ہیں: "سلطان رُوم نے زارِ رُوس کو مسلمان ہونے کا حکم چاہا ہے زار نے صلح کی التجا کی اور سلطان کی اطاعت منظور کر کے خراج دینا قبول کر لیا + مگر سلطان نے یہ التجا منظور نہ کی۔ یہی کہا کہ نہیں۔ اسلام ہی قبول کرو + زارِ روس بہت ہی تامل اور پس و پیش کے ساتھ اسلام قبول کریگا۔ مگر اللہ تعالےٰ اِن کافروں کو ذلیل و خوار کریگا + سلطان عبد المجید تھوڑے ہی عرصہ میں ماسکو کا ملک فتح کریں گے۔ بعد ازاں سلطان کی فاتح فوج فرنگستان کے تمام مشرکین کی سلطنتوں کو فتح کرے گی + اوّل تو سلطانی فوج انگریزوں پر۔ پھر فرانس پر اور بعد ازاں ارعام یعنے یونانیوں پر حملہ کرے گی +

سیاحتِ مسقط کے کرنے کا خاص سبب

اِن گپ شپوں کے متعلق لوگ جب میری رائے دریافت کرتے تو میں بہت احتیاط سے اُن کی مرضی کے موافق جواب دے دیتا جس سے وہ بہت خوش ہو جاتے + میں نے یہاں ایسی خبر سُنی کہ جس کو سُن کر میں نے مسقط جانے کا ارادہ ترک کر دیا + بدوی لوگوں نے اِس بات کا فیصلہ کر لیا تھا کہ اگر سلطان المعظم نے یوروپ فتح کرنے کے لئے ترکی فوج روانہ کی تو عربی فوج کا ایک کنٹجنٹ بھی سلطانی فوج میں شامل ہو کر یوروپ والوں سے جہاد کرے گا اور مالِ غنیمت اس طرح سے عرب بھی حاصل کریں گے + اِس فیصلہ سے بدوی اقوام میں جھگڑا پڑ گیا اس لئے کہ سب لوگ اِس لڑائی کے لئے جانا چاہتے بلکہ دس برس کا لڑکا بھی پیچھے اپنے وطن میں رہنا نہیں چاہتا تھا + اِس سبب سے عربوں کی سب اقوام میں اب چاروں طرف لڑائی ہو رہی ہے اور یہ مہمان نواز اور دوست نواز قوم بے فائدہ کے جنگ و جدل میں مصروف ہے + سیاحوں اور مسافروں نے مجھ سے یہی حال بیان کیا۔ بعد ازاں

ؔ مصر اور حجاز میں دسیوں ٹکوا اسکو کہتے ہیں +

مجھ کو معلوم ہوا کہ ان لوگوں کا بیان بہت غلط نہ تھا +

شیخ کا خاندان مدینہ میں بہت بڑا خاندان ہے۔ اُس کی تعداد بھی زیادہ ہے اور اُس کی عزت و احترام بھی بہت ہے۔ اس لئے ۸ بجے صبح سے دوپہر کے ۱۲ بجے تک لوگ حامد سے ملنے مسلسل آتے رہے اور مجلس لوگوں کے ہجوم سے بھری رہی + اس خوش خلقی اور مروّت سے ہمارے چاشت کے کھانے کا وقت ٹل گیا اور کھانے میں بہت ہی دیر ہو گئی +

عربوں کے بچوں کی بےباکی دلیری اور شوخی

مردانہ ملاقاتیوں سے مشکل مجلس خالی ہوئی تھی کہ عربی بچوں کا گروہ مجلس میں چلا آیا اور دائی خانہ کی طرح یہاں ان بچوں نے دیوانہ وار چلانا اور غل مچانا شروع کر دیا + ہمارے پاؤں کے بچوں پر چلنے میں ذرا نہیں جھجکتے تھے اور جس چیز پر ان کا ہاتھ پہنچ جاتا اُسے کھینچ کر ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالتے تھے + اور آپس میں دُھول دھپّا اور مغلظات بکتے کہ جس کو سن کر جنگی جہاز کے ملاح بھی شرما جائیں + ایک لڑکا جس کی عمر مشکل تین سال کی ہوگی میرے زخمی پیر پر کھڑا ہو گیا۔ جب میں نے اُس سے کہا کہ ہٹ جاؤ تو اُس لڑکے نے کہا کہ ہمارے گھر میں میرے باپ کی تلوار لٹک رہی ہے اگر تم نے پھر مجھ سے یہ کہا تو میں تمہارا گلا ایک کان سے دوسرے کان تک کاٹ ڈالوں گا + میں نے چند طعن اور تشنیع آمیز گفتگو سے مذاقاً اُس لڑکے کو خوب اشتعال اور غصہ دلایا اس پر اُس نے اپنا ایک چھوٹا سا مُکّا بنا کر میرے مارا اور پھر اپنی گول گول اور سیاہ آنکھوں کو غصہ سے نکال کر مجھ کو گھورنے اور اپنے گھٹنے کو غصہ میں چبانے لگا جس سے ظاہر ہوتا تھا کہ اگر اُس کا بس چلتا تو وہ مجھ کو دانتوں سے کاٹ کر کھا جاتا + شیخ حامد بھی اسی وقت اپنے زنانہ مکان میں سے مجلس میں آ گیا اور یہ دیکھ کر کہ اس بچہ نے میرے ساتھ اتنی گستاخی کی اُس کو مارنے لگا۔ مگر میں نے اُس کو پٹنے سے بچا لیا + ایک دوسرے لڑکے نے میرے بھرے ہوئے پستولوں میں سے جھٹ ایک پستول اٹھا لیا اور اپنے

لے یہ ننھے ننھے بچے بولنے لگتے ہیں اُسی وقت سے ماں باپ اور دیگر متعلقین اُن کے غصہ کو مشتعل کر کے لا کر بچہ کے تحمل اور منتقم مزاجی سے بہت خوش ہوتے ہیں اور اسی طرح وہ بچوں کے مزاج کی کیفیت بھی جانچ لیتے ہیں + اس تدبیر سے بچے بدمزاج اور جھگڑالو بن جاتے ہیں۔ لڑکا لڑکی کا بولنا اور گالی گلوچ ٹوٹے پھوٹے الفاظ میں دینا لطف دے جاتا ہے +

پاس والے لڑکے کے سر پر دے مارا۔ خوش قسمتی سے اس طمنچہ کا گھوڑا صرف ایک پائے پر چڑھا ہوا تھا اور لبلبی بھی سخت ہو رہی تھی ورنہ مہلک حادثہ گذر جاتا۔ میں نے جھپٹ کر اس کے ہاتھ میں سے وہ پستول بمشکل چھینا۔ ایک اور بڑا لڑکا جو چھ سال کا تھا اور جس کی پیٹی میں دوات قلم اس بات کی نشانی موجود تھی کہ وہ لکھا پڑھا ہے لکھتا ہے آیا میرا حقہ لے کر پینا شروع کر دیا اور دھوئیں کے بڑے بڑے کش نکالنے لگا میں نے اس لڑکے سے ہنسی میں کہا کہ تمہارا قد اس حقہ کی نے کے برابر ہے یا نہیں؟ اور بینچ سے اس کا قد ناپنے لگا۔ اس لڑکے نے غصہ میں پیلا پیلا ہو کر میرے ہاتھوں میں سے نے چھین کر زمین پر پٹک دی اور فرط غصہ و غیظ سے کانپنے لگا اور میری طرف بڑی خشمناک سی تیز نظر سے دیکھا۔ غصہ میں اس کی آنکھوں سے سرخ شعلے نکلتے تھے۔ ان بچوں کی بے باکی اور شوخی کا سبب مجھ کو یہ معلوم ہوا کہ عرب میں بچوں کو ان کی شوخی اور شرارت پر مارتے پیٹتے نہیں صرف غضبناک چہرہ بنا کر ڈرا دیتے ہیں۔ اس سزا سے بچے ڈرنے کے بجائے اور بھی زیادہ ہنستے ہیں۔

عربوں کے بچے بڑے دلیر ہوتے ہیں گھروں میں جب وہ آپس میں لڑتے ہیں۔ تو ایک دوسرے کے چٹکی بھر لیتے ہیں مگر باہر گلیوں میں پتھروں اور لکڑیوں سے مقابلہ کرتے ہیں۔ مجلس میں آکر ان بچوں نے سب سے پہلے ہمارے ہتھیاروں ہی کو دیکھا اور اس تن دہی کے ساتھ دیکھا جس سے تعجب ہوتا تھا حالانکہ یہ لڑکے پانچ پانچ برس کے ہیں مگر اٹھارہ اٹھارہ برس کے لڑکوں کی سی باتیں کرتے ہیں۔

عدم پابندی رسم تہذیب عرب

آخر کار میں نے عرب کی رسم تہذیب کی پابندی کا قانون توڑ کر اپنے میزبان سے صاف صاف لفظوں میں کہہ دیا کہ مجھے بھوک اور پیاس لگ رہی ہے اور میں تھک رہا ہوں مجھے نیند بھی آ رہی ہے اس لئے میں چاہتا ہوں کہ حرم نبوی میں جانے سے پہلے میں کسی جگہ تنہا پڑ کر سو جاؤں۔ یہ خوش طبیعت اور خوش فطرت شیخ جو حرم میں جانے کے لئے تیار تھا فوراً اپنے گھر میں واپس گیا اور میرے لئے چاشت کا طعام لایا۔ اور پھر پیچوان بھروا کر میرے پاس رکھوا دیا اور میرے لئے بچھونا بچھوا دیا۔ اور لڑکوں کو مجلس میں سے نکال کر سب دروازہ بند کر کے مجھے تنہا چھوڑ دیا جس کی مجھ کو سخت ضرورت تھی۔ سب آدمیوں کے چلے جانے کے بعد شیخ نے اپنا سفری صندوق کھولا

اور جس قدر چیزیں مَیں لایا تھا۔ سب اپنی ماں بہنوں کو دکھلائیں۔ جن کے دیکھنے سے وہ بہت خوش ہوئیں + مَیں کھانا کھا کر آرام تمام سو گیا +

جب مَیں بیدار ہُوا تو مَیں اور میرے ہم سفر شیخ حامد کے ہمراہ حرم نبوی میں گئے اِس لئے کہ مدینہ میں پہنچ کر حرم نبوی میں جانے کے لئے دیر ہرگز نہیں کرنی چاہئے لڑکا محمد بھی اب اُداس نہیں تھا اِس لئے کہ اُس نے بھی کپڑے بدل لئے تھے اور شیخ حامد نے اُس کو ایک نہایت مُطلّا۔ زرکار اور کارچوبی کام کا جُبّہ مستعار پہننے کے لئے دے دیا تھا + شیخ نور نے بھی اپنی ترکی ٹوپی کو بُرش سے صاف کر لیا اور میرے اُترے ہوئے کپڑے پہن کر آدھا تُرک اور آدھا ہندوستانی بن گیا + حرم نبوی میں جانے اور روضۂ مبارک کی زیارت کرنے کا حال بتفصیل آئندہ باب میں لکھوں گا۔ اِس جگہ میں اپنے میزبان شیخ حامد کے مہمان نواز گھر میں اپنی زندگی بسر کرنے کا مختصر احوال لکھتا ہوں +

حامد کے گھر کی کیفیت

حامد کا ایک چھوٹا سا مکان ہے جو شمالی اور شرقی جانب سے برالمناخہ کی طرف کھُلا ہُوا ہے۔ مکان کی پہلی منزل دہلیز نما ہے جس میں موٹا چھوٹا سامان جیسے پُرانے شغدف۔ چٹائیاں۔ ٹاٹ کی فرش اور بوریئیں رکھی ہوئی ہیں۔ باقی منزل میں بدررو۔ بیت الخلاء اور موریاں وغیرہ ہیں + یہاں سے ایک زینہ کی راہ سے چڑھ کر دوسری منزل میں پہنچتے ہیں یہ مردانہ ہے یہاں مرد رہتے ہیں۔ مردانہ میں دو کمرے ہیں۔ ایک مجلس اور دوسرا گودام اور وغیرہ ہے۔ اِن دونوں کمروں کے پیچھے ایک چھتا ہُوا مختصر راستہ ہے جس میں اِن دونوں کمروں کے دروازے کھلتے ہیں اسی منزل کے پیچھے ایک بہت بڑا کمرہ ہے اُس میں کوئی کھڑکی نہیں ہے۔ اُس میں ایک حنفیہ یعنے نانیہ کا ایک بہت بڑا ٹونٹی دار سقاوہ اور نہانے اور غسل کرنے کا سب سامان موجود ہے + تیسری منزل پر زنان خانہ اور باورچی خانہ ہے اُس منزل کو مَیں نے نہیں دیکھا

دیوان

مجلس کی شمالی اور مشرقی دیواروں میں چھوٹی چھوٹی کھڑکیاں ہیں جن کے لکڑی کے کیواڑوں پر سرکنڈوں کے پردے پڑے ہوئے ہیں۔ اور اِن میں گدیلے روئی دار بچھے ہوئے ہیں جہاں صبح اور شام کے وقت بیٹھ کر ہم ٹھنڈی ہوا کھایا کرتے تھے + چھت پر کھجور کے لال رنگے ہوئے شہتیروں پر آر پار کھجور کی کڑیاں رکھی ہوئی ہیں + مکان کی دیواریں پکّی اینٹوں۔ پتھروں اور چونہ سے بنی ہوئی ہیں + مجلس میں سامان میز کرسی

کچھ نہ تھا صرف چاروں طرف دیواروں سے لگے ہوئے دیوان[1] بچھ رہے تھے اور
مجلس کے بیچ میں ایک قالین بچھا ہوا تھا + ایک گوشہ میں ایک بہت بڑا چینی صندوق
رکھا ہوا تھا + جنوبی دیوار میں ایک صُفّہ یعنے پتھر کی ایک الماری ہے اِس الماری
کے اوپر صرف ایک ہی محراب بنی ہوئی ہے - اُس میں ہر وقت کی کارآمد چیزیں جیسے
عطر کی شیشیاں - خوشبویات کی بوتلیں - چاء اور قہوہ پینے کی پیالیاں - ایک یا دو
کتابیں - کبھی کبھی ایک دو پگڑی رکھی رہتی تھیں - یہ سب چیزیں اتنی اونچی ہوتیں کہ
جن پر بچوں کا ہاتھ نہ جا سکتا تھا + مغربی دیوار میں بہت اونچی دو کھونٹیاں تھیں جن
میں دو پستول خوبصورت ارغوانی ڈوری اور ریشمی گچھوں میں بندھے ہوئے لٹک
رہے تھے اور اُن پر چلائے سُرخ رنگ کی نَے پیچوانوں کی رکھی ہوئی تھیں + کمرہ کا وسط
ایک یا دو شیشوں[2] سے کبھی خالی نہیں رہتا + ایک گوشہ میں تانبہ کی آگ سے پُر ایک شیشہ
بہت بڑی انگیٹھی رکھی ہوئی ہے - اور اِس کے چوڑے اور نکلے ہوئے کنارہ پر یا فرش
پر اِدھر اُدھر چاء و قہوہ بنانے کے تمام برتن موجود رہتے ہیں + زینہ کے موافق راستہ

[1] تعجب ہے کہ کمرہ کی آرائش کرنے کے اِس نہایت آرام دِہ - کم خرچ اور خوشنما طریقہ کی ہندوستان اور یورپ کے گرم ممالک میں کثرت تقلید نہیں کی جاتی + دیوان چوڑی چوڑی گدّیوں - یا گدیلوں کی ایک قطار کمرہ کے چاروں طرف برابر برابر بچھا دی جاتی ہے کبھی تو یہ دیوان زمین پر فرشی دری پھیلا کر اُس پر بچھا دئے جاتے ہیں کبھی لکڑی کی چوکیوں پر کبھی چبوترے پر + یہ چوکیاں یا چبوترہ نشست کے موافق اونچا ایک گز چوڑا بہ نسبت بیرونی کنارہ کے دیوار کی طرف ذرا کچھ نیچا اور ڈھلوانی سا بنایا جاتا ہے تاکہ دیوار سے بآرام تمام کمر لگا کر آدمی بیٹھ جائے + بڑے بڑے گاؤ تکئے جن پر ہمیشہ گرما میں چھینٹ کا اور سرما میں ریشم کا غلاف چڑھا دیا جاتا ہے دیوار کے برابر برابر لگا دئے جاتے ہیں صدر کی جگہ پر ریشم کی ایک گدی اور مختصر چادر امیر کے لئے بچھی ہوتی ہے + جب کوئی صاحب عزت یا امیر ملاقات کے لئے آتا ہے تو صاحب خانہ اُس کو اپنی بائیں طرف اسی ریشمی چادر پر بٹھاتا ہے + قاہرہ میں اِس طور سے ایک کمرہ کی آرائش ۴۵ یا ۹۰ روپے میں ہو سکتی ہے +

[2] شیشہ اُن حُقّوں کو کہتے ہیں جن میں پانی ہوتا ہے + مدینہ کا شیشہ بہت بڑے ناریل کے چھلکے کا ہوتا ہے اور اس اور اُس کے لمبے نیچے پیتل کے نقش و نگار جڑ دئے جاتے ہیں + یہ حقّے پیتل کی چھوٹی چھوٹی تپائیوں پر رکھے رہتے ہیں جو آسانی سے اُلٹ کر پانی اور آگ - قالینوں پر پھیلا سکتی ہیں + اِن کی نَے یا پیچوان ریشم کے بنے ہوئے نہایت خوبصورت اور پائیدار ہوتے ہیں + مدینہ کے بعض امرا مصر کی شیشہ اور استمبول کے بنے ہوئے منقش مطلّا نفیس حقّے یا پیچوان بھی رکھتے ہیں +

پر بھی سیاہ سخت مٹی بچھ رہی ہے۔ گرمی کے دِنوں میں اُس پر روزانہ باقاعدہ طور سے چھڑکاؤ دو دو مرتبہ کیا جاتا ہے ۔

حامد کے قبیلہ میں اُس کی والدہ ۔ اُس کی زوجہ ۔ کئی بھتیجے اور بھتیجیاں ۔ کئی چھوٹے چھوٹے بچے جو نیم وحشی حالت میں اِدھر اُدھر دوڑتے اور نیم برہنہ رہا کرتے تھے اور ۲ حبشی کنیزکیں تھیں ۔ جب دمشق کا قافلہ مدینۂ منورہ میں وارد ہُوا تو حامد کے تین ۳ بھائی جو اُس سے چھوٹے تھے اِس گھر میں اَور آ گئے ۔

خوش نما مناظر

اگرچہ یہ مکان عالی شان نہیں ہے مگر اُس کی مجلس کی کھڑکیوں میں سے سیر خوب نظر آتی ہے ۔ مشرقی دیوار کی کھڑکیوں میں سے اَلبِر کا میدان یا چوک ۔ شہر کی فصیل اور اُس کے باہر کے مکانات ۔ باب المِصری ۔ اور حرم نبوی کے بُلند اور رفیع مینار دِکھلائی دیتے ہیں اور دُور فاصلہ پر جبلِ اُحُد نظر آتا ہے ۔ اِس طرف کی کھڑکی سے مَیں نے مدینہ کی شہر پناہ اور مصری دروازہ کا نقشہ اُتارا ۔ شمالی کھڑکی سے مسجدِ محمد دِکھلائی دیتی ہے جو حوالیِ مدینہ کی خمسۂ مساجد میں سے ایک مسجد ہے ۔ اِس مسجد کو حرم نبوی کی مسجد سمجھ لینا نہ چاہیئے اور اِسی طرف کی کھڑکیوں میں سے قلعہ کی فصیل کا کچھ حِصّہ نظر آتا ہے ۔ جب دمشق کا قافلہ مدینہ میں وارد ہُوا تو اِسی جانب سے اِس کا خوبصورت نظّارہ دِکھلائی دیتا تھا ۔ پہر دِن چڑھے تک تو اِس مجلس میں ذرا ٹھنڈ رہتی بعد ازاں اُس میں سخت گرمی ہو جاتی تھی ۔

متوسط درجہ کے لوگوں کی طرزِ معاشرت

مَیں نے شیخ حامد کے مکان کا حال ذرا تفصیل سے اِس لئے لِکھ دیا ہے تاکہ مدینۂ منورہ کے متوسط درجہ کے لوگوں کی طرزِ معاشرت اور بُود و ماند کا حال اچھی طرح سے معلوم ہو جائے ۔ مدینہ کے اُمرا کے دولت خانوں میں ترکی اور مصری نعمتیں ہر قسم کی موجود ہیں ۔ مجھ کو اُن کے دیکھنے کا موقعہ ایک بار اَلبِر میں عمر آفندی کے گھر پر ہو گیا تھا ۔ ورنہ غریبوں کے مکانات اور اُن کا طرز بود و باش اِن ممالک میں سب جگہ یکساں ہے ۔

عرب میں عورتوں کا سخت پردہ

شیخ حامد کے مکان میں ہماری زندگی خوشی سے

گذری۔ مگر خموشی کے ساتھ جو ناگوار نہ تھی ✚ مَیں نے سوائے حبشی لونڈیوں کے ایک بار بھی وہاں کسی عورت کا مُنہ نہیں دیکھا۔ اوّل اوّل تو اِن حبشنوں نے بھی اپنے سیاہ فام چہروں پر اپنے بُرقع کا مقنع ڈال لیا تھا اور میری معمولی باتوں کا بھی جواب نہیں دیتی تھیں۔ مگر رفتہ رفتہ جب مجھ کو اُس مکان میں رہتے ہوئے بُہت دِن ہو گئے تو اُنہوں نے اپنا پردہ کم کرنا شروع کر دیا اور میری باتوں کا جواب بھی دینے لگیں۔ پھر بھی اُن کا شرمیلا پن کبھی بھی نہ گیا ✚ مَیں نے شیخ حامد کی نوجوان اور خوبصورت بیوی کو کبھی نہ دیکھا نہ کبھی اُس کی آواز سُنی حالانکہ وُہ تمام دِن بالائی کمرہ پر رہتی تھی۔ ہاں حامد کی مُعمّر والدہ زینہ پر کھڑی ہو جایا کرتی اور اپنے لڑکے سے بُلند آواز سے گفتگو کیا کرتی تھی اور جب دو چار آدمی گھر میں رہ جاتے تو وہ ضعیفہ مجھ سے بھی گفتگو کر لیتی تھی مگر وُہ باہر آکر کبھی میرے پاس بیٹھتی نہ تھی ✚

مَیں دوپہر کو برآمدہ میں سے لیٹا ہُوا دیکھا کرتا تھا کہ اکثر بُرقع پوش عورتیں آتیں اور وُہ زینہ میں چڑھ کر حامد کے زنان خانہ میں چلی جاتی تھیں۔ بعض اوقات ایک یا دو عورتیں مجلس کے دروازہ پر کھڑی ہو کر حامد سے مصافحہ کر کے اِدھر اُدھر کی باتیں کرتی تھیں اور اپنے غیر موجود رشتہ داروں اور احباب کی خیر و عافیت پوچھ کر اور حالات دریافت کر کے چلی جاتیں۔ مگر اُس وقت بھی اُن کے ہاتھ دستانوں سے اور تمام جسم بُرقع سے بُہت اچھی طرح پُورے طور سے ڈھکا رہتا تھا۔ وہ عورتیں کبھی بھی کُہنی یا ہاتھ یا حیلہ سے نہ اپنا جسم بُرقع سے باہر کرتی تھیں نہ اپنا چہرہ ذرّہ بھر بھی دکھلاتی تھیں ✚

عربوں کے کھانا کھانے کا طریقہ | ہم سب علی الصباح اُٹھ کر وضو کر کے نماز پڑھتے

۱؎ اِن حبشنوں کی آوازیں حیرت انگیز اور حیرت خیز طور سے نہایت پتلی اور مہین ہوتی ہیں حالانکہ اُن کے ہونٹ اور زبان جس سے وہ آواز نکلتی ہے بُہت موٹے اور بے ڈھنگے ہوتے ہیں ✚ یہ بات مَیں جانتا ہوں کہ افریقہ کی حبشی اقوام سے مختص ہے بالخصوص شمالی لینڈ کی حبشنوں کی آواز نہایت سُریلی ہوتی ہے ✚

۲؎ اگر کسی اجنبی عورت سے مصافحہ کر لیا جائے یا اُس کے ہاتھ سے ہاتھ چھُو جائے تو شریعتِ اسلام میں پھر وضو کئے بغیر نماز جائز نہیں ہے ✚ اسی سبب سے جب کوئی جوان عورت اپنے رشتہ دار یا جان پہچان مرد سے مصافحہ کرتی ہے تو وُہ اپنی اُنگلیوں کے گرد اگرد ایک رُومال لپیٹ لیتی ہے یا بُرقع کے کنارے سے اُنگلیاں ڈھک لیتی

اور باہمی چپاتیوں کا ناشتہ[1] کرکے قہوہ کا ایک پیالہ اور پھر حقہ پیا کرتے تھے + اُس کے بعد کپڑے بدل کر اونٹوں پر سوار ہوکر کبھی حرم نبوی کی زیارت کو اور کبھی شہر مدینہ کے باہر پاک مقامات میں ایک نہ ایک مقبرہ کی زیارت کو جایا کرتے تھے + ان مقامات سے ہم آفتاب کے زیادہ گرم ہونے سے پہلے واپس آجاتے تھے اور مجلس میں بیٹھ کر باتیں کیا کرتے۔ اُس وقت ہم شیشے اور چبوک[2] اور قہوہ اور ٹھنڈا پانی پیا کرتے تھے۔ اس ٹھنڈے پانی کو یہاں کے لوگ مصطگی[3] کے دھوئیں سے معطر کرلیا کرتے ہیں + دن کے گیارہ بجے تک ہم اسی طرح باتیں کیا کرتے بعد ازاں کھانا کھاتے جس کو ارشتون اور مدینہ میں "الغداء" کہتے ہیں + ہمارے لئے یہ کھانا زنانے مکان میں سے ایک بہت بڑی نانبہ کی سینی میں لگ کر مجلس میں آتا تھا۔ ہم سب اُس کے گرد اگرد بیٹھ کر اور بسم اللہ کہہ کر اپنے ہاتھوں سے رکابیوں میں سے کھانا اُٹھا اُٹھا کر کھایا کرتے تھے +

ہمارے کھانے میں ہمیشہ فطیری روٹیاں۔ کئی قسم کا گوشت اور ترکاری دار گوشت اور اُبلے ہوئے چاول (خشکہ) ہوتے تھے۔ چاولوں کو ہم سب چمچوں سے کھاتے تھے

فکّ الریق
الفطور

۱ صبح کے وقت کے ناشتہ کا پہلا لقمہ کھانے کو حجاز میں "فکّ الریق" کہتے ہیں جس کے لفظی معنے "ہم کو لعاب دہن کھولنے دو" کے ہیں + اسی سبب سے اس کھانے کو "فکّ الریق" بھی کہتے ہیں۔ اور "کرا" اور "تصبیح" بھی کہتے ہیں + مصری صبح کے ناشتہ کو "الفطور" کہتے ہیں +

مشرقی ممالک کے لوگ صبح کے وقت حقہ۔ یا۔ قہوہ کی پیالی پینے سے پہلے ہمیشہ کچھ ناشتہ ضرور کرلیتے ہیں + وہ صبح کے وقت ٹھنڈا پانی پینے کے بھی سخت مخالف ہیں +

چبوک

۲ مدینہ میں لوگ علے العموم ملک شام کا تمباکو پیتے ہیں۔ یہ تمباکو دمشق کے قافلہ کے ساتھ بڑی کثیر تعداد میں مدینہ منورہ میں لایا جاتا ہے + جزیرۂ قبرس کے جبر لٹاکیا کا تمباکو بہت گراں ہے اور علے العموم وہ اس قدر خشک ہوجاتا ہے کہ اُس میں خوشبو اور مزہ باقی نہیں رہتا +

مصطگی سے پانی کو معطر کرنا

۳ پینے کے پانی کے مٹکے کے اندرونی حصہ کو مصطگی کے دھوئیں یعنے بھاپ سے معطر کرلیتے ہیں یہ عمل اسی طرح سے کیا جاتا ہے جس طرح مسٹر لین نے اپنی مؤلفہ کتاب "ماڈرن ایجپشین" (زمانۂ حال کے مصری لوگ) کی جلد اول باب پنجم میں لکھا ہے + مجھ کو مدینہ منورہ میں معلوم ہوا کہ اس گوند کا دھواں۔ یا۔ بھاپ بیمار اور کمزور آدمیوں کے لئے اکثر مہلک ہوتی ہے +

کھانا کھانے کے بعد میوہ جات آتے جن میں تازہ کھجوریں۔ انگور اور انار ہوتے تھے۔

سوداوی مزاج یا مالیخولیا

کھانا کھانے کے بعد ہمیشہ مَیں قیلولہ[1] کیا کرتا تھا۔ اور سوداوی[2] مزاج ہونے کے سبب سے مجلس کے پیچھے ایک کمرہ میں کیواڑ وغیرہ بند کر کے اندھیرا کر لیتا تھا وہاں کبھی لیٹ جاتا۔ کبھی سو جاتا۔ کبھی لکھتا۔ کبھی پڑھتا۔ غرضکہ دن کا خراب ترین حصّہ یعنے دوپہر سے غروبِ آفتاب تک کے وقت کو اِس طرح سے گذارا کرتا تھا۔

مُلاقات کا وقت

اِس کے بعد آنے والوں سے مُلاقات کرنے یا مُلاقات کرنے کے لئے دوست و احباب کے گھر جانے کا وقت ہوتا تھا۔ ہم نے عمر آفندی اور سعد سے دوستی اور رہ و رسمِ مُلاقات اب تک بدستور قائم رکھی۔ مگر

قیلولہ — [1] دوپہر کے کھانے کے بعد آدھ گھنٹہ کے سونے کو قیلولہ کہتے ہیں۔ قیلولہ کرنا سُنّت ہے اسلئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ہے کہ "قِیْلُوْا فَاِنَّ الشَّیٰطِیْنَ لَا تَقِیْلُ" یعنے دوپہر کو سویا کرو اِس لئے کہ شیطان تحقیق اس وقت نہیں سوتے"۔

عَیلُولہ — عَیلُولہ صبح کی نماز کے بعد سو جانا۔ اِس وقت کے سونے سے طبیعت بھاری ہو جاتی ہے اور آدمی کام نہیں کر سکتا۔

فَیلُولہ — فَیلُولہ صبح کے نو بجے کے قریب سونا۔ اِس وقت کے سونے سے مُفلسی و نحوست پیدا ہوتی ہے۔

کَیلُولہ — کَیلُولہ مغرب کی نماز سے پہلے سونا۔ مشرقی ممالک کے ہر ایک حصّہ میں اِس عادت کو بہت بُرا جانتے ہیں۔

غَیلُولہ — غَیلُولہ غروبِ آفتاب کے بعد فوراً سو جانے کو کہتے ہیں۔ اِس وقت کا سونا بھی صحّت کے لئے سخت ضرر رساں ہے۔

[2] عربوں میں مالیخولیا کا بہت زور ہو جاتا ہے وہ عرب مالیخولیا کے مریض پر بہت رحم کھاتے ہیں۔ خیال ہے کہ مالیخولیا کے بیمار کو آدمیوں میں مِل جُل کر رہنے سے نفرت ہو جاتی ہے۔ وہ تنہائی کو پسند کرنے لگتا ہے۔ اُس کی عادت غیر مستقل ہو جاتی ہے اور وہ دُنیا کے کاموں سے بے پرواہ ہو جاتا ہے۔ اغلباً سخت گرم آب و ہوا والے مُلکوں میں بہت کثرت سے دماغی کام کرنے کے سبب سے اِنسان کو یہ سوداوی مرض ہو جاتا ہے۔ مَیں نے عرب میں طلبا و علم کو اِس مرض میں گرفتار ہوتے زیادہ تر دیکھا۔ یہاں علمِ فلسفہ اور علمِ ادب کا کوئی ایسا ماہر مشکل ہوگا کہ جس کے نام کے ساتھ لفظ "سوداوی" نہ لگایا گیا ہو۔ میرا دوست عمر آفندی مجھ سے یہ شکایت اکثر کیا کرتا تھا کہ کبھی کبھی میرا مزاج ایسا خراب ہو جاتا ہے کہ مَیں گھبرا کر گھر سے باہر نکل کر چلا جاتا ہوں اور مجھ کو آدمیوں کی آواز سے اِس قدر سخت نفرت ہو جاتی ہے کہ مَیں شہر کے باہر کسی ٹیلہ یا پہاڑی پر بیٹھ کر تنہائی میں دِن بھر گذار دیتا ہوں۔

صالح شکر اور عمؔ جمال نے یا تو ہماری سوسائٹی کو ناپسند کرکے یا ہم کو اپنے سے کم درجہ اور رتبہ کا سمجھ کر ہم سے ایک بار بھی حامد کے گھر پر آکر ملاقات نہ کی + مغرب کی نماز یا تو جماعت سے گھر پڑھ لیتے۔ یا مسجدِ نبوی میں جا کر پڑھتے۔ اُس کے بعد عشا کا کھانا کھاتے اس وقت کھانا طرح طرح کا اور بافراط ہوتا تھا۔ کھانے میں روٹی۔ گوشت۔ ترکاری والا گوشت۔ قلیہ۔ قورمہ۔ چاول۔ اور تر و خشک میوہ جات ہوتے تھے + کھانا کھانے کے بعد حسبِ معمول قہوہ اور حقہ پیا جاتا تھا +

اطعمہ

رات کے وقت کبھی کبھی ہم معمولی اور سادے[1] کپڑے پہن کر قہوہ خانوں میں بھی چلے جاتے تھے + بعض اوقات دعوت کے موقعہ پر ہم طعامہ۔ یا اطعمہ میں بھی شریک ہوتے۔ اس موقعہ پر مٹھائیاں۔ حلوے۔ انار۔ اور خشک پھل ہوتے تھے + شیخ کے دروازہ کے آگے کھلی ہوا میں ہم زمین پر چٹائیاں بچھا کر بیٹھا کرتے تھے۔ جو ملاقاتی لوگ آتے وہ بھی وہیں آکر بیٹھ جاتے۔ اُس وقت ہم سب باتوں طرح طرح کی باتیں کرتے۔ یا کہانیاں اور قصے دل بہلانے کے لیے سُنتے۔ یا لطائف و ظرائف کہتے۔ اور ہنسی اور دل لگی کی باتیں کرتے۔ یہانتک کہ جب نیند کا بہت ہی غلبہ ہوتا تو ہر شخص اپنے اپنے بستر بچھا کر سو رہتا تھا +

مدینہ کی راتیں سرد ہوتی ہیں

دن میں خواہ کسی قدر زیادہ گرمی پڑتی ہو مگر مدینہ کی راتیں ہمیشہ سرد۔ اور خوشگوار ہوتی ہیں۔ میرے نزدیک اس کا سبب یہ ہے کہ مدینہ بلندی پر آباد ہے اس لئے وہاں کی رات خنک ہوتی ہے + شیخ کے دروازہ کے سامنے کی زمین پر ہر روز شام کو چھڑکاؤ کیا جاتا تھا تاکہ ریت جم جائے اور اُڑنے نہ پائے۔ مگر اُس پانی کی تبخیر اتنے جلد جلد ہوتی تھی جو صحت کے لیے مفید نہیں تھی + اُس کے سبب سے لڑکے محمد کو دردِ کمر کا سخت عارضہ ہو گیا۔ زیتون کے تیل میں ادرک کو اُبال کر یہ تیل اُس کی کمر پر درد کی جگہ ملا گیا جس سے اُس کو فوراً آرام ہو گیا +

[1] رات کے وقت اس طرح سے سادہ اور معمولی کپڑے پہن کر اور ایک لکڑی کندھے پر رکھ کر جانا جہاں تک میں معلوم کر سکا صرف مدینہ میں پسندِ عام ہے + مکہ معظمہ میں اس طرح سے ادنےٰ طبقہ کے لوگ رات کو کہیں جاتے ہیں + قیامِ مکہ کے دوران میں میں نے معزز اور شریف آدمیوں کو یہ معمولی اور وہ لباس پہنے کبھی نہیں دیکھا +

گھوڑوں میں بھاگڑ پڑنے کا نظارہ

رات کے وقت ہم کو سب سے زیادہ تکلیف جانوروں کے لڑنے بھڑنے سے ہوتی تھی۔ سواروں کے گھوڑے جوڑیں بندھے رہتے تھے ہر بارہ ۱۲ گھنٹے میں ایک بار رسیّاں توڑا کر ضرور کھل جاتے تھے۔ بعض دونوں ٹانگیں بندھا ہوا بدھا ٹٹّو اپنے نگتہ (سر دیوال) کو کھسکا کر کنگرو کی طرح کودتا ہوا اپنے پاس والے ٹٹّو یا گھوڑے کے پاس چلا جاتا۔ ایک منٹ تک تو دونوں ٹٹّوؤں کے سر آپس میں ملے رہتے۔ پھر بڑے زور سے نتھنوں کی راہ سے آواز نکالتے اور بعد ازاں ہنہناتے ہوئے آپس میں خوب دولتیاں چلاتے تھے۔ پھر کوئی دوسرا گھوڑا کھل کر شرارت سے اپنا سر اور دُم اونچی کر کے بے تحاشا بھاگنے لگتا۔ جس سے تمام گھوڑے ڈر کر جھک جاتے پھر اپنی اگاڑی اور پچھاڑی کو تڑا خوف زدہ ہو کر میدان میں بھاگتے پھرتے۔ اس عام بھاگڑ میں کبھی سب گھوڑے سرپٹ دوڑنے لگتے۔ کبھی الف ہو جاتے۔ کبھی لاتیں مارتے۔ کبھی کاٹنے لگتے۔ کبھی زور زور سے نتھنوں کی راہ سے آواز نکالتے۔ کبھی زمین پر زور زور سے اپنی ٹانگیں مارتے۔ کبھی چلاتے تھے کتّے بھی ہمدردی میں اُن کے ساتھ مل کر بھونکنے لگتے۔ اور گھوڑوں کے مالک چلاتے ہوئے گھوڑوں کو پکڑنے کے لئے اُن کے عقب میں مارے مارے پھرتے۔

چاندنی رات میں اِن گھوڑوں کی پرچھائیں بڑی بیوقوف معلوم ہُوا کرتی تھی۔ دو یا تین بار ایسا اتفاق بھی ہُوا کہ بعض گھوڑے لڑتے ہُوئے ہماری چٹائیوں کے قریب آ جاتے تھے۔ جس سے ہمیں بعض وقت بہت جلدی کے ساتھ اپنے بستر سے اُٹھنا پڑا۔ لڑنے والے دونوں گھوڑے لڑتے ہُوئے بستروں پر چلے آتے۔ وہاں بھی کھڑے ہو کر لڑتے اور پھر لڑتے ہوئے آگے چل دیتے۔

مدینہ کے کتّے

مدینہ کے کتّے بھی¹ لڑنے بھڑنے میں گھوڑوں سے کم نہیں ہیں۔ یہاں

¹ برکہارڈ نے اپنی مؤلفہ کتاب سیاحتِ عرب (ٹریولز اِن عربیا جلد دوم صفحہ ۲۶۵) میں لکھا ہے کہ مشرق میں صرف مدینہ ہی ایک ایسا شہر ہے جہاں کتّے شہر سے باہر نکال دیئے جاتے ہیں۔ یقیناً یہ بات وہابیوں کے زمانہ کی یادگار ہے (یہ فرقہ کتّوں پر نظر ڈالنا بھی مکروہ سمجھتا ہے) اس لئے کہ اُن کو یہ اندیشہ ہو گیا تھا کہ مسجد میں داخل ہو کر مسجد کو کتّے ناپاک کر دیا کریں گے۔ میں نے مدینہ میں صرف ایک یا دو کتّے دیکھے۔ لوگوں نے مجھ سے کہا کہ کتّے خواہ کتنے ہی ہوں جب مدینہ کے شہر کے اندر آ جاتے ہیں تو مجسٹریٹ پولیس حکم جاری کر کے کتّوں کو شہر سے باہر نکلوا دیتا ہے۔

کے کُتّے قاہرہ کی گلیوں کے کُتّوں سے زیادہ مضبوط اور زیادہ دلیر ہوتے ہیں + اِن کُتّوں نے بھی مصری کُتّوں کی طرح آپس میں پولیس کے قاعدوں کا دستور بنا رکھا ہے + جب کوئی بدقسمت کُتّا راہ بھول کر شہر کے کسی نئے محلّہ میں چلا جاتا ہے تو اُس محلّہ کے تمام کُتّے اکٹھے ہو کر اُس پر حملہ کر دیتے ہیں + بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کُتّوں کے دو گروہ ہیں جب اُن میں کچھ تنازعہ یا جھگڑے پڑ جاتے ہیں تو وُہ میدانِ اکبر میں جمع ہو کر اپنے تنازعہ کو فیصل کر لیتے ہیں +

مُبارز کُتّا

مجھے کئی موقعے ایسے مِل گئے کہ میں نے کُتّوں کی تمام باتوں پر خوب غور و خوض کر کے اُن کو جانچا۔ اِس لئے میری یہ قطعی رائے ہے کہ مدینہ میں کُتّوں کی دو پارٹیاں بن رہی ہیں + یہ دونوں جماعتیں آپس میں ایسی چالاکی اور ہوشیاری سے لڑتی تھیں کہ جس کو دیکھ کر مجھ کو سخت حیرت اور تعجّب دامنگیر ہوتا تھا + بعض وقت جب ایک طرف کے کُتّے ہار جاتے اور پسپا ہو کر بھاگ میں اپنی سُبکی اور بے عزّتی سمجھتے تو کوئی مغرور اور دلیر کُتّا رفاہِ عام کے لئے اپنی جان قربان کرنے کے لئے آمادہ ہو جاتا۔ پھر وُہ غصّہ سے اپنے دانتوں کو پیستا ہُوا اور شور و غل مچاتا ہُوا اپنے گستاخ اور مغرور فاتحوں کے حملہ کی مدافعت کرتا یہاں تک کہ اُس نے شکست خوردہ اور بھاگے ہُوئے دوستوں کو اپنے حواس درست کرنے اور لڑنے کی ہمّت پھر دوبارہ باندھنے کے لئے موقعہ مِل جاتا + میرے ہمراہی ایسے کُتّے کو مُبارز کہا کرتے تھے + کبھی کبھی کوئی بہت بڑا اور عظیم الجثّہ کُتّا دنگل میں آکر دیوانہ وار چلاتا۔ ایک کُتّے پر گر پڑتا۔ دوسرے کو کاٹ لیتا۔ تیسرے کُتّے کو ایک یا دو منٹ تک حیران کر کے دُور میدانِ لڑائی میں اُس جگہ بھاگ جاتا کہ جہاں اُس کی لڑنے کے لئے سب سے زیادہ ضرورت ہوتی تھی + کُتّوں کی اِس غیر معمولی تیزی فہم و فراست پر عرب بھی دنگ رہ جاتے اور وُہ اُن کی لڑائیوں کو بڑے شوق سے دیکھا کرتے +

توہّم

انگریزوں کی طرح حجازوں پر بھی کُتّوں کی نسبت کچھ توہّم چھایا ہُوا ہے مگر یہ توہّم صرف شاعرانہ اور بے ڈھنگا ہے + بہت سے لوگوں کو یہ یقین ہے کہ جب کسی گھر کے قریب کسی ظاہری سبب کے بغیر کُتّا بھونکے تو اُس گھر کا کوئی

نہ کوئی آدمی ضرور مرجاتا ہے + اِس لیے کہ اِن لوگوں کے خیال میں اُس وقت قبضِ روح کے لیے فرشتۂ موت اُس مکان پر منڈلاتا رہتا ہے اور کتا حضرت عزرائیل علیہ السلام یعنے ملک الموت کی مہیب اور خوفناک شکل کو پہچان لیتا ہے۔ مگر آدمی کی چشمِ بصیرت اپنے گناہوں کی آلودگی کے سبب سے ایسی خیرہ ہو رہی ہیں کہ وہ ملک الموت کو نہیں دیکھ سکتا +

غیر موزون لطیفہ

جب دمشق کا کاروان مدینہ میں آ گیا تو ہمارا دل اَور بھی زیادہ بہلنے لگا + شیخ حامد کے مکان کی کھڑکیوں میں سے ہم کو مسلسل طور سے برابر نئے نئے نظارے اور تماشے نظر آیا کرتے تھے + ایران کے ایک امیر آدمی نے اپنے خیمے ہمارے گھر کے بہت ہی قریب نصب کر لیے۔ اُس کے تمام زنان خانہ کا حال لڑکے محمدؐ نے دیکھا اور جو کچھ وہ اُن خیموں میں دیکھتا اُن سب باتوں کا ہم سے ذکر کر دیا کرتا تھا + اِس تماشہ فرما سے محمدؐ اپنے ساتھیوں کو ہنسایا کرتا تھا + اِس ایرانی کی ایک نوجوان خوبصورت بیوی تھی محمدؐ جب اُس کی طرف دیکھتا تو وہ محمدؐ سے اپنا منہ چھپایا نہیں کرتی تھی۔ اِس سے محمدؐ کو بڑا غصہ آتا کہ یہ کیوں مجھے لڑکا سمجھتی ہے اور کیوں نہیں مجھ سے پردہ کیا کرتی + اُس بیچاری عورت نے سمجھ لیا کہ ابھی تو محمدؐ کے ڈاڑھی بھی نہیں نکلی وہ بہت چھوٹا لونڈا ہے + محمدؐ نے کہا کہ اگر اب بھی وہ نہیں چھپیگی تو میں اُس سے یہ کہہ کر کہ تو مجھ سے نکاح کر لے اُس کو شرم دلاؤں گا + محمدؐ نے دوسرے روز ایسا ہی کیا۔ مگر افسوس کہ اُس خوبصورت ایرانی عورت نے محمدؐ کو جواب بھی نہیں دیا۔ نہ اُس سے چھپی۔ بلکہ اپنا پنکھا اپنے آپ کو برابر جھلتی رہی + محمدؐ ہکا بکا اور پریشان ہو کر خموش رہ گیا +

پانچواں باب

روضۂ مبارک کی زیارت

غسل کرکے اور جامۂ لطیف پہنکر حرم نبوی میں جانا بہتر ہے

کامل غسل اور مسواک کرکے سفید جامۂ لطیف پہنکر کیونکہ حضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو سفید کپڑے زیادہ پسند تھے۔ ہم سب روضہ مبارک کی زیارت کیلئے تیار ہوئے میرے پیر میں ابھی تک درد شدید بدستور تھا۔ اسلئے شیخ حامد نے میرے لئے ایک گدھا منگوایا کرایہ والے نے ایک دبلا پتلا کمر لگا ہوا لنگڑا گوش بریدہ گدھا حاضر کیا۔ جس پر زین صرف ایک بے رکاب خوگیر تھا۔ اور لگام کی جگہ اس کے گلے میں ایک رسی بندھی ہوئی تھی۔ مجھکو مجبوراً اسی گدھے پر سوار ہونا پڑا اور باب المصری میں سے گذرا۔ بدوؤں نے مجھکو گدھے پر دیکھکر بہت تعجب کیا۔ وہ بھی ہندوستانیوں کی طرح گدھے پر چڑھنا حقارت کی نشانی سمجھتے ہیں ترکی حجاج جو عربوں کی اکثر باتوں کے برخلاف عمل کرنے کو اپنا فخر سمجھتے ہیں جب پیدل نہیں چل سکتے۔ تو وہ اکثر گدھوں پر ہی سوار ہوا کرتے ہیں۔ بدوؤں نے مجھکو دیکھکر عثمانی (ترک) خیال کیا۔ وہ اتنے زور سے گفتگو کرتے تھے۔ کہ میں بخوبی ان کی باتیں سنتا تھا انہوں نے جانا کہ یہ شخص عربی زبان نہیں سمجھتا ہوگا۔ وہ آپس میں یہ بات پوچھنے لگے کہ معلوم نہیں اللہ تعالیٰ کی کس نافرمانی کرنے کے سبب سے ہم گدھوں پر سوار ہونے والوں کی رعایا بن گئے۔

مسجد النبوی کے فضائل

اتنے میں ہم آگے نکل گئے۔ اور شیخ حامد نے مسجد نبوی کے متعلق حالات سنانے شروع کر دیے۔ مسجد نبوی مذہب اسلام کے حرمین شریفین میں سے ایک حرم ہے۔ اور دنیا کی تین[ا] بزرگترین اور مقدس مسجدوں میں سے دوسری مسجد ہے۔ بقیہ دو مسجدوں میں سے ایک مسجد الحرام مکہ میں ہے۔ کہ جس کو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تعمیر کیا۔ اور دوسری بیت المقدس کی مسجد الاقصےٰ ہے جسکو

ا ۔ بعض لوگ چوتھی مسجد یعنی قبا کی مسجد التقویٰ کو بھی مقدس ترین اور بزرگترین مسجد وںمیں شمار کرتے ہیں

حضرت سلیمان علیہ السلام نے بنایا تھا۔

مسجد النبوی میں ایک رکعت کا ثواب ہزار رکعت کے برابر ملتا ہے

ازجملہ فضائل مسجد نبوی ایک یہ حدیث شریف ہے۔ کہ "فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ ایک نماز میری اس مسجد میں بہتر ہے ہزار نمازوں[1] سے جو اور مسجدوں میں ادا کی جائیں سوائے مسجد الحرام کے"

آداب اقامت مدینہ

اس لئے زائر کو لازم ہے۔ کہ مدینہ طیبہ میں جتنی مدت ٹھہرے روزانہ پانچوں وقت کی نماز مسجد نبوی ہی میں پڑھے۔ اور رات اور دن مسجد شریف ہی میں گذارے۔ دن کے وقت اس میں بیٹھا قرآن شریف پڑھتا رہے۔ اور اگر ہو سکے تو رات کو مسجد نبوی میں احیائے لیل اور شب بیداری کرنا نہ ہے نہ سوے اور عبادت میں مشغول رہے۔

زیارت

مسجد النبوی اور اس کے اندر روضہ مبارک اور دوسری مقدس جگہوں میں جانے کو اصطلاح میں زیارت[2] کہتے ہیں۔ زیارت کرنے اور حج ادا کرنے میں بہت بڑا فرق ہے

آداب زیارت

حج تو زندگی میں ایک بار قرآن شریف کے احکام کی رو سے ہر مسلمان مستطیع پر فرض ہے اور مسجد نبوی اور روضہ مبارک کی زیارت کرنا نہایت ثواب کا کام ہے۔ اس کو بھی لازم جانے گو یہ فرض نہیں ہے۔ بیت اللہ کی طرح روضہ مبارک کا طواف کبھی

---

[1] مسلمان علما نے اس بات کی توضیح اور تشریح کر دی ہے۔ کہ اس مضاعفت کثیرہ کے معنے یہ ہیں۔ کہ مسجد نبوی میں نماز پڑھنے سے ثواب کثیر ہاتھ لگتا ہے۔ اور یہ مطلب نہیں کہ مسجد نبوی میں ایک نماز پڑھنے سے ہزار نمازیں ادا ہو گئیں اور باقی ۹۹۹ وقت کی نماز پڑھنے کو ضروری نہ سمجھے غرضکہ اس حدیث کا مطلب صرف یہ ہے۔ کہ مسجد النبوی میں ایک دفعہ نماز پڑھنے سے ہزار نماز کے برابر ثواب ملے گا۔

[2] جو لوگ ثواب کا کام سمجھکر مدینہ منورہ میں روضہ مبارک کی زیارت کو جاتے ہیں۔ ان کو زائر کہتے ہیں نیا زیارت کرنیوالا مزور کہلاتا ہے۔ اور جو لوگ کہ حج کرنے جاتے ہیں۔ وہ حاجی کہلاتے ہیں۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اس بات کو مکروہ رکھتے تھے۔ کہ کوئی شخص یوں کہے۔ کہ "میں نے روضہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی" بلکہ یوں کہنا چاہیئے۔ کہ "میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی" دوسرے لوگ اس آخری فقرہ کے کہنے کو پسند نہیں کرتے۔ ان کا قول ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات بڑی بزرگ اور اعظم و اعلیٰ ہے۔ ہر ایک عمر رسیدہ آپکی زیارت کے قابل نہیں ہو سکتا۔

نہیں کرنا چاہیئے۔ اور لباس احرام بھی زیارت کیلئے ضروری نہیں۔ اور جالی شریف کو نہ چومے۔ اور جس طرح کعبہ میں کرتے ہیں اپنے سینہ کو اس سے نہ رگڑے۔ اور قبر شریف کے نزدیک جس قدر خاک جمع ہوتی ہے۔ اس کو منہ پر نہ ملے۔ اور جو لوگ مثل بعض جاہل ہندوستانیوں کے روضۂ مبارک کے آگے سجدہ میں گر پڑتے ہیں۔ ان کو سخت گناہ کا مرتکب خیال کیا جاتا ہے۔ اس کے برخلاف مسجد کے حصہ میں تھوکنا۔ یا کسی چیز کو سبک اور حقیر جاننا کفر سمجھا جاتا ہے۔

مکہ افضل ہے یا مدینہ

اس طرح سے مذہبی پیشواؤں اور علماء اسلام نے مسجد نبوی کے رتبہ اور پاکی اور عزو وقار کا درجہ کافی طور سے مقرر اور محدود کر دیا ہے۔ مگر عوام الناس بالخصوص مشرقی ممالک میں انتہا پسند ہمیشہ ہوتے ہیں۔ امام مالک اور ان کے عقیدہ کے راسخ الاعتقاد علماء کا مذہب یہ ہے۔ کہ مدینہ افضل ہے مکہ سے اسلئے کہ اول تو وہاں قبر شریف سید کائینات صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے۔ دوسرے قوتِ اسلام اور رواج دین وہیں سے ہوا۔ بعض علماء کا بیان ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کرنے کیلئے مدینہ منورہ کو سارے بلاد سے بہت زیادہ پسند کر کے دوست رکھا۔ اور جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کیلئے برکت کی دعا مانگی تھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کیلئے برکت کی دعا مانگی اس کے علاوہ احادیث صحیح میں وارد ہے۔ کہ پیدائش ہر آدمی کی اسی مٹی سے ہوتی ہے۔ جہاں وہ دفن ہوتا ہے۔ تو صاف ظاہر ہے۔ کہ پیدائش آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ کی مٹی سے ہوگی۔ یہ کیا کم فضیلت مدینہ کی ہے۔

وہابی بادشاہوں نے مدینہ کی زیارت کی ممانعت کر دی تھی

بعض لوگ جن میں عمرؓ بھی شامل ہیں۔ مکہ اور مدینہ دونوں میں سے کسی ایک کو دوسرے پر ترجیح دینے میں خاموش ہیں اسکے برخلاف وہابی لوگ کسی فانی انسان کی قبر کو اس قابل اعتقاد نہیں کرتے کہ اس کی تعظیم کی جائے۔ یا اس کی زیارت کی جائے۔ اس لئے وہ روضہ مبارک کو افضل نہیں سمجھتے۔ بلکہ وہابیوں نے اپنے زمانہ حکومت میں اس بات سے سخت ناراض ہو کر کہ بعض بیوقوف مسلمان روضۂ مبارک کی تعظیم و تکریم اس طرح کرتے ہیں۔ کہ جیسے بت پرست بتوں کی تعظیم کیا کرتے ہیں۔ اس مقدس عمارت کی بے ادبی کر کے اسکو لوٹ لیا۔ اور دور دراز ممالک کے زائروں کی مدینہ میں آنے کی ممانعت کر دی تھی[1]۔

[1] ۔ ۱۸۰۳ء میں اسپین (اندلس) کا ایک سیاح باڈیا نام جس نے اپنا مصنوعی نام علی بے رکھ لیا تھا۔ حجاز کی سیاحت کیلئے گیا۔ مگر وہابی حاکم نے اسکو مدینہ میں داخل ہونے نہیں دیا۔ وہ لپنے آپکو ضرور مبارک باد دیتا ہوگا۔ کہ اسکو اس سے زیادہ سخت سزا

عام اجماع دربارۂ فضیلت مکہ و مدینہ

اجماع امت اور اتفاق علماء اسلام اس بات پر ہے۔ کہ مکہ کا خانہ کعبہ یعنی "بیت اللہ" افضل ہے تمام بلاد روئے زمین سے۔ اور مکہ کے ہر ایک حصہ سے مدینہ زیادہ افضل اور بزرگتر ہے۔ حاصل کلام یہ کہ سوائے بیت اللہ کے مدینہ تمام دنیا سے افضل ہے، مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ ہر دو پاک مقامات کے ساکنین کا بھی یہی اعتقاد ہے۔ تاہم مکہ والے مدنیوں پر اور مدنی مکہ والوں پر اپنی اپنی بیحد فضیلت کا دعویٰ کیا کرتے ہیں ؏

ہم بازاروں میں سے کیچڑ کے اوپر سے گذرتے ہوئے کیونکہ عصر کے وقت وہاں چھڑکاؤ کیا گیا تھا۔ یکایک مسجد نبوی کے قریب پہونچگئے۔ حرم مکہ کی طرح مسجد النبوی کے راستہ کے دونوں طرف بھی چھوٹے چھوٹے مکانات ہیں۔ بلکہ بعض مکانات تو حرم کی چاردیواری سے بالکل ملے ہوئے ہیں۔ اور حرم کی فصیل اور ان مکانات کے درمیان بہت ہی کم فاصلہ راستہ کیلئے چھوٹا ہوا ہے حرم کا کوئی بیرونی مکان نہیں ہے۔ نہ روضہ مبارک کے باہر کوئی عالیشان عمارت بنی ہوئی ہے اس لئے روضۂ مبارک نہ خوبصورت ہے۔ نہ عالیشان ہے ؏

میں دو چار سیڑھیوں پر چڑھ کر باب الرحمت[لہ] میں سے داخل حرم ہوا۔ مگر مجھے یہ دیکھکر تعجب ہوا کہ تمام دنیائے اسلام علی العموم جس مکان کی اتنی تعظیم اور تکریم کرتی اور بزرگترین سمجھتی ہے۔ وہ بہت ہی معمولی شکل اور کم درجہ[ٹہ] کا مکان ہے۔ اور کعبہ شریف کی طرح عظیم الشان اور سادہ نہیں ہے۔ جتنا زیادہ غائر نظر سے میں اس کو دیکھتا تھا۔ اتنا ہی زیادہ مجھکو یہ خیال آتا تھا۔ کہ یہ مسجد دوسرے درجہ کے صنعت و حرفت کی نایاب چیزوں کے عجائب خانہ کے مشابہ ہے۔ اور اس کی آراستگی اور تزئین بھی معمولی درجہ کی ہے ؏

عرض و طول مسجد نبوی

مسجد النبوی مستطیل ہے۔ اس کا طول ۴۲۰ فٹ اور عرض ۳۴۰ فٹ ہے۔ اسکی لمبی دیواریں شمالاً و جنوباً ہیں۔ جیسا کہ تمام اسلامی عمارتوں کا قاعدہ ہے

لہ۔ روضہ مبارک کی زیارت باب السلام سے شروع ہوتی ہے۔ مگر ہم آفتاب کی حدت اور دہوپ کی تپش سے بچنے کیلئے گدھوں پر سوار ہوکر اس دروازہ تک آگئے تھے ؏

ٹہ اس مکان تقدس مآب عظمت نشان کی تعظیم و تکریم مذہبی اعتقاد کے سبب سے ہے کیونکہ باعث ایجاد دو جہاں یہاں تشریف رکھتے ہیں۔ اور ان کے دست مبارک سے بہت سی اینٹیں اس مسجد میں لگی ہوئی ہیں بلکہ رات دن اسی مسجد میں مواعقبول نماز گذارا کرتے تھے۔ ان کے قدموں سے یہ سر زمین مسجد پاک ترین بن گئی ہے۔ ورنہ کسی دنیوی عظمت و شوکت اور کثرت ہنر و فن تعمیر یا اجماع دولت و خزانہ کے سبب سے اس مسجد کی عظمت نہیں ہے ؏ ذوق ایں بادہ ندانی بخدا تا نہ چشی۔ پس مولف کا بیجا تعجب اہل کو ملحوظ نہ رکھنے۔

اس کا صحن بھی کشادہ وسیع اور بے چھت ہے۔ جسے الصحن الحوش۔ الحصوۃ[1] یا الرملہ کہتے ہیں صحن مسجد کے گرداگرد بیشمار ستونوں کی قطاریں ہیں۔ کمانچہ اور ایوانوں پر چھت پڑی ہوئی ہے۔ جن پر بکثرت گنبد اور قبے۔ ہر ایک گنبد میں چار چھوٹے چھوٹے راستے فرش صحن کی سطح سے تین یا چار قدم نیچے بنے ہوئے ہیں۔

رواق شمالی چھوٹی دیوار کی برابر برابر اندرونی طول میں سلطان عبدالمجید موجودہ سلطان کی بناکردہ مجیدی رواق[2] ہے۔ مغربی لمبی دیوار کے برابر برابر رواق باب الرحمت اور مشرقی دیوار کے برابر برابر باب النساء[3] کی رواق ہے۔

جنوبی چھوٹی دیوار کی اندرونی طوالی کو احاطہ کئے ہوئے۔ اور دوسری رواقوں کے ستونوں کی تعداد سے تین گنا زیادہ عریض سب سے بڑی ستونوں کی قطار دار وہ عمارت ہے جس کو الروضہ کہتے[4] ہیں۔ یہ مسجد نبوی کا سب سے مقدس ترین اور بزرگترین حصہ ہے۔ یہ چاروں رواقیں

رملہ حصوہ الحوش

[1] حصوہ اس جگہ کو کہتے ہیں۔ جہاں سنگریزہ زیادہ ہو یا جو زمین چھوٹی چھوٹی کنکریوں سے ڈھکی ہوئی ہو۔ رملہ اس جگہ کو کہتے ہیں جس پر ریتہ پھیلا ہوا ہو۔ مسجد النبوی میں دونوں قسم کی زمین ہے۔ صحن عام لفظ ہے۔ گھر کے صحن کو الحوش کہتے ہیں۔

[2] رواق اس عمارت کو کہتے ہیں جس کی چھت ستونوں پر قائم ہو۔ اس رواق کو سلطان عبدالمجید نے ۱۲۶۵ء میں بنانا شروع کیا۔ مدینہ کے لوگ کہتے ہیں کہ ترکی خزانہ کی موجودہ حالت اچھی نہیں ہے۔ اسلئے یہ عمارت بہت عرصہ میں جاکر ختم ہو گی۔ میرا بھی ان کی رائے سے اتفاق ہے (سلطان عبدالمجید نے مسجد نبوی نئے سرے سے بنوائی اور اسکی تعمیر میں نہایت تکلف اور تصنع کیا۔ کہ اس سے پہلے کبھی نہ ہوا تھا۔ ساری مسجد ذی قباب اور ہر قبہ کو سیسے کی چادروں سے منڈھوایا۔ اور سطح باطن ہر قبہ کا نقوش عجیبہ سے معمور کیا سب ستون مطلا اور سارے دروازوں کو خصوصاً باب السلام کو سونے سے لاد دیا اور ساری مسجد میں کیا روضہ اور کیا غیر روضہ سنگ مرمر کا فرش بچھایا یہانتک کہ باب جبرئیل کے باہر بھی سنگ مرمر ہی کا فرش ہے حرم شریف کے چار دروازے قدیم تھے اسنے ایک پانچواں دروازہ اور بنا دیا۔ کہ جو باب مجیدی کے نام سے مشہور ہے اور قدیم پانچ میناروں میں سے چار وضع قدیم پر رکھے۔ اور ایک نئی طرز پر نہایت خوبصورت بنایا۔ اور رَوْضَةٌ مِنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ کو زیادت حضرت عثمانؓ سے ایک برنجی کٹہرا لگاکر امتیاز دیا۔ اور صحن مسجد میں باغ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کے گرد ایک سبز کٹہرا لگا دیا۔ اور ساری مسجد شریف میں قالین ہشمی منقش مکلف کا فرش بچھایا۔ اور تمام مسجد میں جھاڑ و انڈی شیشہ آلات بکثرت آویزاں کر کے نہایت تزئین دی۔ یہ سب باتیں ۱۲۷۷ ہجری میں تکمیل کو پہونچ گئیں۔ از مرغوب القلوب صفحہ ۱۱۷ مترجم عفی عنہ)

[3] اس دروازہ کا نام باب النساء بوجہ قرب مزار حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا مشہور ہو گیا ہے۔ جب عورتیں مسجد نبوی کی زیارت کو آتی ہیں تو وہ تمام دروازوں سے داخل ہوتی ہیں صرف اسی دروازہ سے داخل ہونا ان کیلئے مخصوص نہیں ہے۔

[4] اس رواق میں روضہ یعنی پیغمبر صلعم کا باغ ہے۔ اس لئے یہ تمام رواق ہی روضہ کے نام سے مشہور ہے۔

عام اجماع دربارہ فضیلت مکہ و مدینہ

اجماع امت اور اتفاق علماء اسلام اس بات پر ہے۔ کہ مکہ کا خانہ کعبہ یعنی "بیت اللہ" افضل ہے تمام بلاد روئے زمین سے۔ اور مکہ کے ہر ایک حصہ سے مدینہ زیادہ افضل اور بزرگتر ہے۔ حاصل کلام یہ کہ سوائے بیت اللہ کے مدینہ تمام دنیا سے افضل ہے۔ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ ہر دو پاک مقامات کے ساکنین کا بھی یہی اعتقاد ہے۔ تاہم مکہ والے مدنیوں پر اور مدنی مکہ والوں پر اپنی اپنی بیحد فضیلت کا دعویٰ کیا کرتے ہیں۔

ہم بازاروں میں سے کیچڑ کے اوپر سے گذرتے ہوئے کیونکہ عصر کے وقت وہاں چھڑکاؤ کیا گیا تھا۔ یکایک مسجد نبوی کے قریب پہونچ گئے۔ حرم مکہ کی طرح مسجد النبوی کے راستہ کے دونوں طرف بھی چھوٹے چھوٹے مکانات ہیں۔ بلکہ بعض مکانات تو حرم کی چار دیواری سے بالکل ملے ہوئے ہیں۔ اور حرم کی فصیل اور ان مکانات کے درمیان بہت ہی کم فاصلہ راستہ کیلئے چھوٹا ہوا ہے حرم کا کوئی بیرونی مکان نہیں ہے۔ نہ روضہ مبارک کے باہر کوئی عالیشان عمارت بنی ہوئی ہے اس لئے روضۂ مبارک نہ خوبصورت ہے۔ نہ عالیشان ہے۔

میں دو چار سیڑھیوں پر چڑھ کر باب الرحمت[^1] میں سے داخل حرم ہوا۔ مگر مجھے یہ دیکھکر تعجب ہوا۔ کہ تمام دنیائے اسلام علی العموم جس مکان کی اتنی تعظیم اور تکریم کرتی اور بزرگترین سمجھتی ہے۔ وہ بہت ہی معمولی شکل اور کم درجہ[^2] کا مکان ہے۔ اور کعبہ شریف کی طرح عظیم الشان اور سادہ نہیں ہے۔ جتنا زیادہ غائر نظر سے میں اس کو دیکھتا تھا۔ اتنا ہی زیادہ مجھکو یہ خیال آتا تھا۔ کہ یہ مسجد دوسرے درجہ کے صنعت و حرفت کی نایاب چیزوں کے عجائب خانہ کے مشابہ ہے۔ اور اس کی آراستگی اور تزئین بھی معمولی درجہ کی ہے۔

عرض و طول مسجد نبوی

مسجد النبوی مستطیل ہے۔ اس کا طول ۴۲۰ فٹ اور عرض ۳۴۰ فٹ ہے۔ اسکی لمبی دیواریں شمالاً و جنوباً ہیں۔ جیساکہ تمام اسلامی عمارتوں کا قاعدہ ہے۔

---

[^1]: روضہ مبارک کی زیارت باب السلام سے شروع ہوتی ہے۔ مگر ہم آفتاب کی حدت اور دھوپ کی تپش سے بچنے کیلئے گدھوں پر سوار ہو کر اس دروازہ تک آ گئے تھے۔

[^2]: اس مکان مقدس تاب عظمت نشان کی تعظیم و تکریم مذہبی اعتقاد کے سبب سے ہے کیونکہ باعث ایجاد دو جہاں یہاں تشریف رکھتے ہیں۔ اور ان کے دست مبارک سے بہت سی اینٹیں اس مسجد میں لگی ہوئی ہیں۔ بلکہ رات دن اسی مسجد میں صلوٰۃ مقبول نماز گذارا کرتے تھے۔ ان کے قدموں سے یہ سب زمین مسجد پاک ترین بن گئی ہے۔ ورنہ کسی مذہبی عظمت و شوکت اور کثرت ہنر و فن تعمیر یا اجتماع دولت و خزانہ کے سبب اس مسجد کی عظمت نہیں ہے۔ ع ذوق ایں بادہ ندانی بخدا تا نہ چشی۔ پس مولف کا بیجا تعجب اہل کو ملحوظ نہ رکھنا۔

اس کا صحن بھی کشادہ وسیع اور بے چھت ہے۔ جسے الصحن۔ الحوش۔ الحصوۃ[1] یا الرملہ کہتے ہیں صحن مسجد کے گرداگرد بیشمار ستونوں کی قطاریں ہیں کمانچہ اور ایوانوں پر چھت پڑی ہوئی ہے۔ جن پر بکثرت گنبد اور قبے۔ ہر ایک گنبد میں چار چھوٹے چھوٹے راستے فرش صحن کی سطح سے تین یا چار قدم نیچے بنے ہوئے ہیں۔

رواق شمالی چھوٹی دیوار کی برابر برابر اندرونی طول میں سلطان عبد المجید موجودہ سلطان کی بنا کردہ مجیدی رواق[2]۔ مغربی لمبی دیوار کے برابر رواق باب الرحمت اور مشرقی دیوار کے برابر برابر باب النساء[3] کی رواق ہے۔

جنوبی چھوٹی دیوار کی اندرونی طوالانی کو احاطہ کیے ہوئے۔ اور دوسری رواقوں کے ستونوں کی تعداد سے تین گنا زیادہ عریض سب سے بڑی ستونوں کی قطار دار وہ عمارت ہے جس کو الروضہ[4] کہتے ہیں۔ یہ مسجد نبوی کا سب سے مقدس ترین اور بزرگ ترین حصہ ہے۔ یہ چاروں رواقیں

زملہ حصوہ الحوش

[1] حصوہ اس جگہ کو کہتے ہیں۔ جہاں سنگریزہ زیادہ ہو یا جو زمین چھوٹی چھوٹی کنکریوں سے ڈھکی ہوئی ہو۔ رملہ اس جگہ کو کہتے ہیں جس پر ریتہ پھیلا ہوا ہو مسجد النبوی میں دونوں قسم کی زمین ہے صحن عام لفظ ہے۔ گھر کے صحن کو الحوش کہتے ہیں۔

[2] رواق اس عمارت کو کہتے ہیں جس کی چھت ستونوں پر قائم ہو۔ اس رواق کو سلطان عبد المجید نے ۱۲۶۵ء میں بنانا شروع کیا۔ مدینہ کے لوگ کہتے ہیں کہ ترکی خزانہ کی موجودہ حالت اچھی نہیں ہے۔ اسلئے یہ عمارت بہت عرصہ میں جا کر ختم ہو گی میرا بھی ان کی رائے سے اتفاق ہے (سلطان عبد المجید نے مسجد نبوی نئے سرے سے بنوائی اور اسکی تعمیر میں نہایت تکلف اور تصنع کیا۔ کہ اس سے پہلے کبھی نہ ہوا تھا۔ ساری مسجد ذی قباب اور ہر قبہ کو سیسے کی چادر سے منڈھوایا۔ اور سطح باطن ہر قبہ کا نقوش عجیبہ سے معمور کیا سنہرے ستون مطلا اور سارے دروازوں کو خصوصاً باب السلام کو سونے سے لاد دیا اور ساری مسجد میں کیا روضہ اور کیا غیر روضہ سنگ مرمر کا فرش بچھایا یہاں تک کہ باب جبرئیل کے باہر بھی سنگ مرمر ہی کا فرش ہے حرم شریف کے چار دروازے قدیم تھے اس نے ایک پانچواں دروازہ اور بنا دیا۔ کہ جو باب مجیدی کے نام سے مشہور ہے اور قدیم پانچ میناروں میں سے چار وضع قدیم پر رکھے۔ اور ایک نئی طرز پر نہایت خوبصورت بنایا۔ اور رَوْضَةٌ مِنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ کو زیارت حضرت عثمانؓ سے ایک پیتل کا کٹہرہ لگا کر امتیاز دیا۔ اور صحن مسجد میں باغ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کے گرد ایک سبز کٹہرہ لگا دیا۔ اور ساری مسجد شریف میں قالین پشمی منقش پر تکلف کا فرش بچھایا۔ اور تمام مسجد میں جھاڑ و ہانڈی شیشہ آلات بکثرت آویزاں کر کے نہایت تزئین دی۔ یہ سب باتیں ۱۲۷۷ ہجری میں تکمیل کو پہونچ گئیں۔ از رغب القلوب صفحہ ۱۱۷ مترجم عفی عنہ)

[3] اس دروازہ کا نام باب النساء بوجہ قرب مزار حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا مشہور ہو گیا ہے۔ جب عورتیں مسجد نبوی کی زیارت کو آتی ہیں تو وہ تمام دروازوں سے داخل ہوتی ہیں صرف اسی دروازہ سے داخل ہونا ان کیلئے مخصوص نہیں ہے۔

[4] اس رواق میں روضہ یعنی پیغمبر صلعم کا باغ ہے۔ اسلئے یہ تمام رواق ہی روضہ کے نام سے مشہور ہے۔

جو بیرونی طرف سے محرابوں پر بنی ہوئی ہیں۔ اندرونی طرف سے مختلف وضع کے ستونوں پر قائم ہیں۔ بعض ستون سنگ سماق کے اور بعض سنگ رخام کے بعض چونہ اور پتھر کے بنے ہوئے ہیں۔ اور ان پر چونہ کا پلاسٹر ہو رہا ہے۔ جنوبی رواق کا فرش جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کی قبر یا روضہ مبارک ہے۔ سفید سنگ مرمر کے خوبصورت پتھروں سے بنا ہوا ہے اور اس میں جا بجا منبت کاری کا عمدہ کام ہو رہا ہے۔ اس رواق میں چٹائیوں پر اونی قالین[۱] بچھے رہتے ہیں۔ جو مومنین کے پیروں سے کچلے جانے کے سبب پرانے ہوگئے ہیں۔ یہ وقت سیر اور تفریح کا نہیں ہوتا۔ شیخ حامد نے مجھکو متنبہ کیا۔ کہ زائر کو اور سب باتوں کا کرنا بھی ضروری ہے۔ شیخ مجھکو فقیروں کی ایک بڑی فوج کے درمیان سے ان کو ادہر ادہر ہٹاتا ہوا۔ باب السلام تک لے گیا۔ اور مجھے پوچھا کہ میں با وضو[۲] ہوں یا نہیں؟

مواجہہ شریفہ پھر ہم نے اپنے ہاتھ اس طرح باندھ لئے۔ کہ دہنے ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھ لیا۔ جیسے کہ نماز میں ہاتھ باندھکر کھڑے ہوتے ہیں۔ اور پھر دہنے[۳] پیر کو آگے بڑھا کر آہستہ آہستہ اس مقام کی طرف چلے۔ کہ جس کو مواجہہ[۴] شریفہ کہتے ہیں۔ یہ مثل ایک بغلی راستہ کے مسجد نبوی سے الگ ہے۔ جنوبی دیوار کے متوازی ہے۔ میرے داہنی طرف شیخ حامد چلتا تھا۔ وہ ذرا زور سے یہ دعا پڑھنے لگا۔ اور مجھ سے بھی پڑھواتا گیا۔

بِسۡمِ اللّٰهِ وَعَلٰى مِلَّةِ رَسُوۡلِ اللّٰهِ۔ رَبِّ اَدۡخِلۡنِیۡ مُدۡخَلَ صِدۡقٍ وَّاَخۡرِجۡنِی

۱۔ ان قالینوں پر خوجے جھاڑو دیتے ہیں۔ ہر صبح آفتاب نکلتے ہی حاجیوں سے کچھ نذرانہ لیکر خوجے ان کو جھاڑو دینے کی اجازت دے دیتے ہیں۔ زائر ثواب کیلئے یہاں جھاڑو دیتے ہیں۔

۲۔ اگر وضو نہ ہو۔ تو نماز پڑھنے یا روضہ شریفہ میں جانے کیلئے آدمی مذہبی طور سے پاک نہیں ہوتا۔ اسلئے صحن مسجد میں جا کر چاہ پر وضو کر لیتے ہیں۔ زائروں کو حکم ہے۔ کہ وہ اپنا سب سے بہتر لباس پہنکر اور عطر و دیگر خوشبویات سے اس کو معطر کر کے مسجد النبوی میں آئیں حنفی[؎] لوگ صرف اس موقعہ پر خالص ریشم کے کپڑے پہننے کو جائز بتلاتے ہیں۔ ہذا یہ مولف کی ناتحقیق کردہ سنی سنائی بات ہے

۳۔ مسجد النبوی میں نیز سب مسجدوں میں جب جائے۔ تو اول دہنا پیر داخل کرے اور مسجد سے جاتے وقت بایاں پیر اول نکالے تو یہ ثواب کی بات ہے

۴۔ مقابل چہرۂ مبارک رسول مقبول صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کے تین بیرے دیوار حجرۂ مبارک میں جڑے ہوئے ہیں۔ اور یہی مواجہہ شریفہ کی پہچان ہے۔ اسی کے سامنے کھڑے ہو کر سلام پڑھتے ہیں۔ حجرات شریف کو مسجد شریف میں داخل کرنے سے پہلے قدماً کے کھڑے ہونے کی جگہ اس مقام کے اندر تھی جس مقام میں اب جالی شریف ہے اور وہ قبر مبارک سے تین چار گز کے فاصلہ سے ہوگی۔ اس زمانہ میں زائرین شباک شریف کے باہر کھڑے ہوتے ہیں۔ مترجم عفی عنہ

مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاجْعَلْ لِّیْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطَانًا نَّصِيْرًا ۔ اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر درود بھیجکر یہ دعا پڑھی [1]۔

اَللّٰهُمَّ افْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ وَاَدْخِلْنِیْ فِيْهَا ۔ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ

محراب النبوی اس ابتدائی دعا کو پڑھتے ہوئے ہم مواجہہ شریفہ کو [2] کے قریب عبور کر گئے ۔ بائیں طرف ایک چھوٹی دیوار قدآدم بنی ہوئی ہے ۔ جس پر بیل بوٹہ اور نقش و نگار ہیں ۔ اس میں چھوٹے چھوٹے چار دروازے ہیں ۔ جن میں سے ہوکر مواجہہ شریفہ میں جاتے ہیں اس دیوار میں کئی چھوٹی چھوٹی مختلف عمارتیں ہیں ۔ ایک تو وہ طاق ہے جس کو محراب سلیمانی [2] کہتے ہیں ۔ دوسرے منبر شریف ہے ۔ تیسرے محراب النبوی [3] ہے ۔ دونوں محرابوں میں نہایت خوبصورت پچی کاری اور نہایت ہی نفیس نقش و نگار اور بڑی صفائی سے کلام پاک کے چند جملے کتبہ کے طور پر کھدے ہوئے ہیں ۔

منبر شریف دونوں محرابوں میں سنگ مرمر کے قسم قسم بیل بوٹے ہیں ۔ منبر شریف نازک نازک چھوٹے ستونوں کا ایک خوشنما مجموعہ ہے ۔ جس کے نقش و نگار نہایت پاکیزہ اور دلپسند اور خوش قطع ہیں ۔ اس پر کتبے نہایت خوش ادائی اور خوشخطی سے کندہ ہیں ۔

الروضہ اس قدآدم دیوار کے مغربی چھوٹے سے دروازہ پر پہونچکر ہم اس مشہور جگہ میں داخل ہوئے جس کو الروضہ کہتے ہیں جس کی نسبت پیغمبر صاحب کی یہ حدیث [4] ہے کہ درمیان میرے

---

[1] ۔ ہر ایک مزور الگ الگ دعا پڑھواتا ہے کوئی خاص دعا مقرر نہیں ہے ۔ یعنی مجھکو دنیا نفس شیطان الرجیم پر فتح دے اور فاتح بنا

[2] ۔ اجنبی لوگ اسکو مصلائے شافعی کہتے ہیں ۔ اسلئے کہ شافعیوں کی نماز جماعت اسی مقام پر ہوتی ہے ۔ اسکو قسطنطنیہ سے سلیمان اعظم نے یہاں بھیجا تھا ۔ جسکو اب سو برس کا عرصہ گذر گیا ۔ اسی نے سلیمانیہ مینارہ بنوایا تھا ۔ اس سلطان نے مکہ اور مدینہ میں داد و دہش بہت کی ۔ حرمین الشریفین کی تزئین عمدہ عمارت سے جہانتک ہو سکا کی ۔ اسلئے اس کا نام یادگار زمانہ ہے ۔

[3] ۔ محراب النبوی میں رسول مقبول اکثر شوق دل سے نماز پڑھا کرتے تھے ۔ اب اس جگہ کو علی العموم مصلائے حنفی کہتے ہیں ۔ اسلئے کہ حنفیوں کی نماز جماعت اسی جگہ پر ہوتی ہے ۔

[4] ۔ یہ حدیث اور اسی طرح اور بہت سی احادیث جن میں رسول اللہ کی وفات کے بعد کے واقعات کا حوالہ ہے ۔ مختلف الفاظ سے لکھی ہوئی ہیں ۔ یہ اختلاف الفاظ بہت فائدہ مند اور ضروری ہے ۔ میں مذہب امام احمد و تمام مسلمانوں کی تعریف کرتا ہوں کہ انہوں نے وہابیوں کی تقلید نہیں کی ۔ اور ان احادیث کو معرض فراموشی میں سرسری طور سے نہیں ڈالدیا ۔ اس باب میں ایک حدیث تو یہ ہے کہ "درمیان میرے گھر (مسجد میں) اور میرے مصلّے (یا المنابر میں) ملاتے جیسا کہ ایک باغیچہ ہے باغوں جنت سے"

مصلائے شافعی ۔ مصلائے حنفی

احادیث دربارہ فضیلت روضہ

قبر اور میرے منبر کے درمیان جنت کے باغوں میں سے ایک باغیچہ ہے"۔ شمال اور مغرب کی طرف اس روضہ کو باقی ایوان سے تقسیم کر کے الگ نہیں کر رکھا۔ اُس کے جنوب کی طرف قدِ آدم دیوار ہے۔ روضہ کی مشرق میں اس جالی دار کٹھرہ کا مغربی سرا ہے۔ کہ جس میں پیغمبر صلعم کی قبر شریف ہے +

میں اپنے مزور کے ہمراہ روضہ میں داخل ہوا۔ اس نے مجھکو اس طرح سے کھڑا کر دیا کہ مکبّریہ[۵۱] میری عقب میں رہی۔ اور میرا رخ کعبہ کی طرف ہو گیا۔ اور میرا دہنا کندا منبر شریف[۵۲] کے وہنے ستون سے کوئی ۲۰ فٹ دور اور اس کے متوازی رہا ؛

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ :۔ دوسری حدیث میں آیا ہے کہ درمیان میرے گھر اور میرے منبر کے ایک باغچہ ہے۔ باغوں جنت سے"۔ تیسری حدیث یہ ہے کہ "درمیان میری قبر اور میرے منبر کے ایک باغچہ ہے باغوں جنت میں سے۔ اور تحقیق میرا منبر اوپر ایک بھری ہوئی حوض کے ہے جو حوضوں جنت سے"۔ اسکی اصل حدیث یہ ہے " مَا بَيْنَ قَبْرِيْ وَمِنْبَرِيْ رَوْضَةٌ مِّنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ - وَإِنَّ مِنْبَرِيْ عَلٰى تُرْعَةٍ مِنْ تُرَعِ الْجَنَّةِ " اس سے نئے قیاسات پیدا ہو گئے۔ ترع کے معنے بعضوں کے نزدیک دروازہ کے ہیں۔ اور بعضوں کے نزدیک درجہ اور بعضوں کے نزدیک وہ باغیچہ جو بلندی پر واقع ہو۔ ایک روز آنحضرت صلعم منبر شریف پر کھڑے تھے۔ ارشاد فرمایا۔ کہ اس وقت میرا قدم ایک ترعہ پر ہے۔ ترعہ جنت سے۔ اور دوسری روایت میں آیا ہے۔ کہ میرا منبر میرے حوض پر ہے۔ اور تیسری حدیث میں فرمایا ہے۔ کہ اس وقت میں کھڑا ہوں اپنے حوض کے عقر پر۔ اور عقر اس جگہ کو کہتے ہیں۔ جہاں سے حوض میں پانی داخل ہو مگر ترع سے اس جگہ بالخصوص حوض کوثر کی طرف اشارہ ہے۔ یہ روضہ بھی مثل حجر اسود واقعی جنت کا ایک ٹکڑا ہے۔ اور قیامت کے دن اس کو جنت الفردوس میں اسی جگہ بچھائیں گے۔ کہ جہاں سے اسکو لائے تھے نعوذ کچھ ہی ہو مسلمانوں کو آگاہ کیا گیا ہے کہ روضہ نہایت مقدس اور پاک جگہ ہے۔ اس میں عام مسلمانوں کو بلا وضو داخل ہونا سخت گناہ ہے۔ یہاں جھوٹ بولنے یا مسلمانوں کا حق تلف کرنے کیلئے جھوٹی قسم کھانے کیلئے سخت وعید وارد ہوئی ہے۔ غرضکہ روضہ کا اسی طرح ادب ملحوظ رکھنا چاہیئے۔ جس طرح کہ مکہ میں بیت اللہ کا ادب مرعی رکھا جاتا ہے ؛

۵۱۔ چار سنگی ستونوں پر یہ ایک میز نما چھت ہوتی ہے۔ جس پر چڑھ کر مبلغ یا مکبّر نماز جماعت کے لئے اقامت کہتا ہے۔ یعنی تکبیر کہتا ہے۔ یہ مکبّریہ مصر کے مملوک سلطان قاعدبے نے مسجد النبوی میں تحفتہً و ہدیتہً ارسال کی تھی +

۵۲۔ منبر شریف کا حال اس باب میں بیان کروں گا۔ جہاں حرم نبوی کی تاریخ مذکور ہے +

تحیۃ المسجد

پھر ظہر کی نماز[۱] پڑھنے کے بعد میں نے مسجد نبوی کے اعزاز میں تحیۃ المسجد[۲] کی دو رکعتیں حسب معمول ادا کیں۔ اور پھر قرآن شریف کی ۱۰۹۔ اور ۱۱۲ سورت یعنی قل یاایہا الکافرون۔ اور قل ھو اللہ احد پڑھیں۔ ان کو سورہ الکافرون اور سورۂ اخلاص کہتے ہیں۔ جس میں خدا کی وحدانیت کا اظہار ہے۔ یعنی "کہ وہ ایک ہی خدا ہے۔ وہ ابدی خدا اور بے پرواہ ہے۔ نہ اس کو کسی نے جنا۔ نہ اس نے کسی کو جنا۔ نہ اس کا کوئی ہم کفو ہے" اس کے بعد میں ایک سجدۂ[۳] شکر بجا لایا۔ یہ سجدہ زائر خدا کا شکر ادا کرنے کیلئے کرتا ہے۔ کہ اس نے اس کو ایسی پاک اور مقدس جگہ کی زیارت کرائی

خیرات کا وقت

یہ وقت اب مسلمہ طور سے خیرات وصدقات دینے کا سمجھا جاتا ہے۔ اس لئے فقیروں نے گھیر لیا۔ اور اپنا رومال زمین پر بچھا کر دو چار پیسے اس پر ڈال دیئے تاکہ ہم لوگوں کو بھی صدقہ اور خیرات دینے کی ترغیب ہو۔ ان سے پیچھا چھڑانے کیلئے میں نے مسجد نبوی میں آنے سے پہلے ہی دو ڈالر کا خوردہ منگوا لیا تھا۔ اور ان کو محمدؐ کے سپرد کر کے فہمائش کر دی تھی کہ اس کو اس طرح تقسیم کرنا۔ کہ جب تک زیارت میں ختم نہ کر چکوں۔ یہ پیسے فقیروں کو ملتے رہیں۔ جب فقیر مجھ سے خیرات کا سوال کرتے تھے۔ میں اپنے نوکر کی طرف اشارہ کر دیتا تھا۔ اور ان کی تسلی کیلئے اپنی خالی جیب نکال کر دکھلا دیتا تھا۔ محمدؐ فقیروں کو خیرات میری طرف سے بانٹنے لگا۔ اور میں جلدی سے روضہ کو دیکھنے لگا۔

---

[۱] ۔ روضہ مبارک میں آکر حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نماز پڑھنے کی جگہ پر کھڑے ہو کر دو رکعت نماز بہ نیت تحیۃ المسجد ادا کرے۔ اور اسکی قرأت میں طوالت نہ دے۔ اگر اس وقت نماز فرض کی تکبیر ہوتی ہو۔ یا فرض نماز کے فوت ہو جانیکا خوف ہو۔ تو تحیۃ المسجد پڑھنے کے ساتھ مقید نہ ہو۔ کیونکہ یہ غرض فرض نماز سے بھی حاصل ہے ہم نے اسی لئے ظہر کی فرض نماز اول پڑھ لی۔ اس لئے کہ ہمکو یہ ڈر تھا کہ زیارت ختم ہونے سے پہلے کہیں عصر کا وقت نہ ہو جائے۔ غرضکہ میرا نوکر اس بارہ میں حق پر تھا۔ کہ تحیۃ المسجد سے پہلے اس نے فرض نماز پڑھوا دی۔

[۲] ۔ یہ دو رکعت تحیۃ المسجد کی اللہ تعالیٰ کی عبادت کے طور پر پڑھی جاتی ہیں۔ اس سے یہ مراد لی جاتی ہے۔ کہ آنحضرت رسول اللہ کو ہمارا شفیع قیامت کے مقرر بنانا۔ یا قبال سکے بغیر نہیں رہا جا سکتا مگر جہاں تک انسانی طاقت میں ہے۔ ہر ممکن طریقہ سے مسلمانوں نے خدا اور مخلوق میں ایک ابدی فرق قائم کر دیا۔ بہت سے مالکی علما تحیۃ المسجد کی نماز سے پہلے زیارت کرنے کو بہتر سمجھتے ہیں

[۳] ۔ سجدہ شکر ایک ہوتا ہے۔ بعض شافعی علماء کا خیال ہے۔ کہ شکریہ کا کوئی خاص موجب ہو۔ تو نماز تحیۃ المسجد سے پہلے سجدۂ شکریہ ادا کرنا چاہیئے

باغ کی ہم شبیہ روضہ یعنی باغ اس مسجد کا سب سے بہترین حصہ ہے۔ دن کے وقت اس کی کچھ خوبصورتی ظاہر ہوتی ہے۔ اس کا طول قریباً ۸۰ فٹ ہے۔ اس مکان کی تزئین اور آراستگی ایسے طور سے کی گئی ہے۔ کہ یہ بالکل باغ کی طرح پھلا پھولا معلوم ہوتا ہے۔ قالینوں اور ستونوں پر نیز دیواروں پر قد آدم کی بلندی تک بہت خوبصورت نقش ونگار۔ پھول بیل بوٹے بنے ہوئے ہیں۔ روضہ میں نہایت خوبصورت بلوریں جھاڑ لندن کے کسی کارخانہ کے بنے ہوئے بکثرت اویزان ہیں جن کو عباس پاشا مرحوم والی مصر نے بھیجا ہے۔ ان کیلئے مومی شمع اب تک قاہرہ سے بھیجی جاتی ہیں۔ ان جھاڑوں نے اس باغ کی خوبی کو کچھ کم[۵] کر دیا ہے۔

جنوبی دیوار کی کھڑکیوں میں چمکدار اور رنگین شیشے[۶] لگے ہوئے ہیں۔ دھوپ میں انکی روشنی جب منعکس ہو کر روضہ پر پڑتی ہے۔ تو نظارہ بہت خوشنما نظر آتا ہے۔ اس کی مخصوص پائیں گاہ یعنی قبر مبارک کا کٹھرا جو سبز اور چمکدار برنجی ہے۔ اور جس میں منبت کاری کا کام بڑا ہی نفیس بنا ہوا ہے۔ اور جس کو مرصع بنا کر بالکل سنہری اور طلائی کر دیا ہے۔ گو دور سے مثل ایک عظیم پنجرہ کے معلوم ہوتا ہے۔ مگر پاس سے نہایت خوبصورت نظر آتا ہے ؛

عالیشان منظر رات کے وقت جھاڑ۔ فانوس۔ شمع اور لیمپوں کی روشنی کی کثرت کے سبب سے یہ جگہ بقعۂ نور نظر آتی ہے۔ آنکھیں چندھیانے لگتی ہیں۔ یہ لیمپ[۷] اور لالٹینیں چھتوں میں سے لٹکتی ہیں۔ رات کو موم کی عظیم الشان بتیاں جلتی ہیں۔ نماز کے وقت[۸] شہر کے ادنیٰ اور اعلیٰ نفیس لباسات میں جب یہاں جمع ہوتے ہیں۔ اور زائرین کے خوبصورت لباس اور پوششوں پر روشنی پڑتی ہے۔ تو روضہ کا نظارہ ایسا عالیشان ہوتا ہے۔ کہ جس کی تعریف میں زبان قلم قاصر ہے ؛

۵۔ سچ ہے ؎ گر نہ بیند بروز شپرہ چشم ؛ چشمۂ آفتاب را چہ گناہ ۔ ۱۲ مترجم عفی عنہ

۶۔ قایتبے مصر کے ملوک سلطان نے یہ کھڑکیں۔ اور ان کے شیشے مسجد نبوی میں ہدیۃً ارسال کئے تھے

۷۔ یہ شیشہ آلات۔ ہانڈیاں اور لیمپ وغیرہ سلطان روم ہدیۃً یہاں بھیجتے رہتے ہیں؛

۸۔ یہاں پانچ وقت کی نماز امام پڑھاتے ہیں۔ کیونکہ یہ جگہ خصوصیت کے ساتھ مقدس اور پاک ہے۔ اس لئے ہر شخص کی یہی کوشش ہوتی ہے۔ کہ روضہ ہی میں نماز کو جگہ ملے تو بہتر ہے ؛

مقبرہ شریف میں شیخ حامد کے ساتھ اسی طرح ناف کے نیچے ہاتھ باندھے ہوئے۔ کہ جس طرح نماز میں باندھتے ہیں۔ اب پیچھے پھرا۔ ایک اور چھوٹے دروازہ میں سے گذر کر جو مواجہہ شریفہ والی قدآدم دیوار میں تھا ہم دہنی طرف نہیں مڑے کیونکہ اگر ہم ادھر مڑ جاتے تو باب السلام کی طرف چلے جاتے۔ اس لئے ہم شرقی دیوار کی طرف چلے اور یہ پڑھنا شروع کیا۔

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ۚ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا

اس دعا کے ختم ہوتے پر ہم مقبرہ شریف میں پہونچگئے۔ اس مقبرہ کا بیان ذرا تفصیل سے کرنا ضروری ہے۔ تاکہ ناظرین ہماری وہاں کی کارروائی بخوبی سمجھ سکیں۔

حجرۂ مبارک یہ حجرہ جو اول حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں تھا مسجد نبوی کے جنوب مغربی گوشہ میں مربع شکل کا کمرہ ہے۔ اس کا طول ۵۵ فٹ اور عرض ۵۰ فٹ ہے۔ مسجد نبوی کی دیواروں سے یہ حجرہ چاروں طرف سے الگ ہے۔ ان کے درمیان جنوب کی طرف ۲۶ فٹ اور مشرق کی طرف ۲۰ فٹ چوڑا راستہ چھوٹا ہوا ہے۔ اس حجرہ کی علیحدگی کا

ملہ۔ فقہ اسلامی میں صلوٰۃ کے معنی مختلف ہیں۔ اللہ تعالےٰ کی طرف سے صلوٰۃ کے معنی ہیں رحم فرشتوں کی طرف سے صلوٰۃ کے معنی ہیں مغفرت کی سفارش اور انسان کی طرف سے صلوٰۃ کے معنی دعا کے ہیں رسول اللہ پر درود بھیجنا مذہبی اعتقاد سے نہایت ضروری بات ہے کہتے ہیں کہ بہت سے گنہگاروں کو دوزخ میں جلنے سے کسی شخص نے بچالیا۔ جب اس سے پوچھا گیا تم کون ہو۔ تو اس نے جواب دیا کہ میں وہ درود ہوں۔ جو تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بھیجا کرتا تھا معلوم ہوتا ہے کہ قدیم گبر لوگوں کا عقیدہ مسلمانوں میں جڑ پکڑ گیا ہے۔ ان لوگوں نے یہ بات افسانہ کے طور پر بنا رکھی تھی۔ کہ جب انسان مرجاتا ہے۔ اور اس کی روح آسمان پر جاتی ہے تو اسکے نیک اعمال خوبصورت عورت کی شکل بنکر اسکی روح کے ہمراہ جایا کرتے ہیں مسلمانوں کا عقیدہ ہے۔ کہ جو شخص آنحضرت رسول مقبول پر مدینہ میں صلوٰۃ بھیجتا ہے۔ تو کراماً کاتبین تین دن تک اس کے گناہ نہیں لکھتے تاکہ وہ اس عرصہ میں توبہ کرے کراماً کاتبین دو فرشتے ہیں جو انسان کی بھلائی اور برائی لکھتے رہتے ہیں۔ ہر ایک فرشتہ ایک ایک کندھے پر متعین ہے اور وہ انسان کا ہر ایک فعل اور ہر ایک لفظ برا یا بھلا لکھتے جاتے ہیں۔

مسلمانوں میں یہ خیال ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ قدیم زمانہ کے مذاہب سے لیا گیا ہے۔ قدیم زمانہ کے ایرانی دو خدا کے قائل تھے جس میں سے ایک کو نیکی کا خدا (یزدان) اور دوسرے کو بدی کا خدا (اہرمن) کہا کرتے تھے۔

• ربرٹن صاحب کا یہ خیال صحیح نہیں ہے۔ نص قرآنی اور پیغمبر صلعم کی احادیث سے یہ بات ثابت ہے۔ کہ کراماً کاتبین ہر انسان کی نیکی اور برائی لکھتے ہیں۔ برے اعمال کی سزا اور نیک اعمال کی جزا ملنی ضروری ہے مگر جسکو خدا چاہے بے سزا دیئے بخشش

سبب اس سے پہلے بیان ہو چکا ہے۔ مزید تفصیل اس سبب کی یہ ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ "اے میرے اللہ نہ کردے میری قبر کو ایک بت کہ جسے لوگ پوجیں۔ اس قوم پر خدا کا بہت بڑا غضب ہے جس نے بنا لیا ہے اپنے نبیوں کی قبروں کو مسجدیں"

تاہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے صحابہ سے فرمایا کرتے تھے۔ کہ "قبرستان میں اکثر جایا کرو اسلئے کہ قبروں کو دیکھنے سے تم کو اپنی آخرت اور عقبیٰ کا خیال پیدا ہوگا" اس کے علاوہ ایک اور حدیث شریف ہے۔ کہ "جو کوئی اپنے والدین کی قبروں کی یا ان میں سے ایک کی قبر کی زیارت ہر جمعہ کو کرے گا۔ وہ بار بار یعنی نیکی کرنے والا والدین کے ساتھ لکھا جائیگا۔ اگرچہ وہ اس سے پہلے اس دنیا میں ان کا نافرمانبردار اور عاق رہ چکا ہو"

قبر مبارک کے گرداگرد دو کٹہرے

اس حجرہ مقدس میں تین قبریں ہیں۔ جن کا رخ جنوب کی طرف ہے قبروں کے چاروں طرف پختہ دیوار بنی ہوئی ہے جس میں کوئی دروازہ یا راستہ نہیں ہے۔ بعض لوگوں کا قول ہے۔ کہ قبروں کی چاروں طرف کی دیوار مضبوط تختوں کی ہے۔ خواہ یہ دیواریں کسی چیز کی ہوں۔ حجرہ مبارک کے اوپر باہر کی جانب پردہ پڑا ہوا ہے۔ اس کے گرداگرد دو کٹہروں کے درمیان ایک تنگ اور چھپا ہوا راستہ ہے۔ اس لوہے کے کٹہرے پر بڑی کثرت سے نبت کاری اور نقش و نگار بنے ہوئے ہیں۔ اور نہایت سبز گہرے رنگ سے ایسا رنگا ہوا ہے۔ کہ بالکل باغ کا نظارہ دکھلا دیتا ہے۔ ان کٹہروں میں گویا سبزی کے اندر نہایت سفید اور چمکدار نقش و نگار کندہ ہیں۔ اور بڑی صنعت و صفائی سے خط ثلث میں کلمہ شہادت اور کلمہ توحید اور قرآن شریف کی آیتیں پیتل کے لمبے اور خوبصورت اور چمکدار حروف میں لکھی ہوئی ہیں۔

جنوب کی طرف زیادہ تر تعظیم و تکریم کے لحاظ سے کٹہرہ پر چاندی کا خول چڑھا دیا گیا ہے۔ اور اس میں چاندی حروف میں کلمات اور آیات قرآنی کندہ ہیں۔ یہ کٹہرہ ستونوں سے ملا ہوا ہے۔ اس کے اندر کوئی آدمی جا نہیں سکتا۔

کٹہرہ کے چار دروازے

اس میں چار دروازے ہیں۔ جنوب کی طرف باب المواجہ، مشرق کی طرف باب فاطمہ مغرب کی طرف باب التوبہ۔ یہ دروازہ روضہ یا باغ میں کھلتا ہے۔ اور شمال کی طرف باب الشامی ہے۔ پہلے تین دروازے ہمیشہ بند رہتے ہیں۔ چوتھے میں سے مذکورہ بالا چھتے ہوئے تنگ راستہ سے صرف وہی خادم جن کی سپردگی میں وہ خزانہ ہے۔ جو وہاں رکھا

ہوتا ہے۔ یا فرش پر جاروب کشی کرنے والے خوجے ہوتے ہیں۔ یہ لوگ ان ہدایا اور تحایف کو وہاں سے اٹھالاتے ہیں جنکو زایر بنظر حصول ثواب اندر پھینک جاتے ہیں۔

شُبّاک النبی اس کٹہرے کے جنوبی طرف نصف فٹ مربع زمین سے چار یا پانچ فٹ بلند تین کھڑکیاں ہیں۔ کہتے ہیں کہ یہاں سے پیغمبر صلعم کا سر مبارک صرف تین یا چار ہاتھ کے فاصلہ پر رہ جاتا ہے۔ ان میں سے مغربی کھڑکی پیغمبر صلعم کی قبر مبارک کے مقابل بتلاتے ہیں اسلئے اسکو شباک النبی یعنی رسول اللہ کی کھڑکی کہتے ہیں

شباک النبی کے دہنی طرف ابوبکر رضی اللہ عنہ کی کھڑکی ہے۔ اس سے دہنی طرف یعنی مشرقی کھڑکی عمر رضی اللہ عنہ کی ہے۔

دعا جو قبر شریف پر پڑھی جاتی ہے حجرہ کے اوپر سبز گنبد۔ گنبد کی چوٹی پر گلٹ کا ایک بہت بڑا ہلال بن رہا ہے۔ شباک النبی پر پہونچکر چاند کٹہرہ سے کوئی دو گز کے فاصلہ پر کھڑا ہو گیا۔ اور رسول اللہ کے روئے مبارک[1] کی طرف رخ کرکے اور دعا کے طور پر دونوں ہاتھ اٹھاکر اس نے نرم اور آہستہ آواز سے دعا پڑھی اور مجھے دمیرے سے کہا کہ تم بھی میرے ساتھ یہی دعا ڈرا ور خوف اور رعبت سے پڑھتے جاؤ۔

السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ الصلوۃ والسلام علیک

دکۃ الاغاوات وہ خاص جگہ جہاں رسول اللہ کی قبر شریف کے محافظ اٹھتے بیٹھتے ہیں۔ اور آپس میں گفتگو کرتے ہیں اسکا نام دکۃ الاغاوات (خوجوں کی چوکی) یا المائدہ (میز) ہے۔ یہ حجرہ شریف کے شمالی جانب پتھروں اور لکڑی کی بنی ہوئی اونچی چوکی ہے۔ اس طرف کا باقی حصہ چھوٹی دیوار اٹھاکر مسجد سے علیحدہ کر دیا گیا ہے۔ اور یہیں خصفۃ السلطان ہے۔ جہاں بیٹھکر موجودہ

خصفۃ السلطان حکمران سلطان کی طرف سے فقہا اور حفاظ قرآن شریف کا ختم رات دن کرکے اسکا ثواب رسول اللہ کی روح کو پہونچاتے رہتے ہیں۔

[1] ۔ قدیم زمانہ میں کعبہ کی طرف منہ کرکے اور قبر مبارک کی طرف پشت کرکے دعا پڑھا کرتے تھے۔ اور ذہن میں پیغمبر صلعم کی شکل کو اپنی آنکھوں میں جا لیتے تھے۔ الکرمانی اور دوسرے علماء اس طریقہ کو زیادہ ثواب کا کام سمجھتے تھے۔ مگر اب یہ طریقہ بالکل نہیں رہا۔ اب اگر کوئی اس طرح کھڑا ہونے کا ارادہ کرے۔ تو خوجے اور مجاور ڈنڈے مار مار کر اس کو ادھر موڑ کر دیں۔

(مولف کا یہ خیال غلط ہے۔ قدیم زمانہ سے یہی دستور چلا آتا ہے۔ کہ قبر شریف کی طرف رخ کرکے صلوۃ وسلام و دعا پڑھتے ہیں۔ الکرمانی اسی قاعدہ کے مداح ہیں۔ تعجب ہے کہ مولف نے انکو اس قاعدہ کا مخالف لکھا ہے مترجم)

[2] ۔ ہر مجاور اپنے طور پر دعاؤں میں تقدم و تاخیر یا کچھ کمی بیشی کر لیتے ہیں۔ جس سے نفس دعا میں کچھ فرق نہیں آتا

یا رسول اللہ ۔ الصلوٰۃ والسلام علیک یا حبیب اللہ ۔ الصلوٰۃ والسلام علیک یا خیر خلق اللہ ۔ الصلوٰۃ والسلام علیک یا جمال ملک اللہ ۔ الصلوٰۃ والسلام علیک یا مقدام جیش الانبیاء والمرسلین ؏ الصلوٰۃ والسلام علیک یا سیدنا ونبینا وحبیبنا وقرۃ اعیننا یا رسول اللہ ۔ السلام علیک السید الکریم والرسول العظیم والرؤف الرحیم ۔ الصلوٰۃ والسلام علیک یا نبی اللہ ۔ الصلوٰۃ والسلام علیک یا شفیع المذنبین عند اللہ ۔ الصلوٰۃ والسلام علیک یا من ارسلہ اللہ تعالیٰ رحمۃ للعالمین ۔ وقد قال اللہ تعالیٰ فی حقک العظیم ولو انھم اذ ظلموا انفسھم جاؤک فاستغفروا اللہ واستغفر لھم الرسول لوجدوا اللہ توابا رحیما ۔ الصلوٰۃ والسلام علیک یا محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب بن ہاشم ۔ یا طٰہٰ ۔ یا یٰسٓ ۔ یا بشیر ۔ یا سراج یا منیرا ۔ ۤاھلا یا سیدی یا رسول اللہ قد جئتک ھاربا من ذنبی ومن عملی ومستشفعا ومستجیرا بک الی ربی فاشفع لی یا شفیع الامۃ یا کاشف الغمۃ یا سراج الظلمۃ اجرنی من النار ۔ یا نبی الرحمۃ ۔ یا رسول اللہ اتیناک زائرین وقصدناک راغبین وعلی بابک العالی واقفین وبحقک عارفین فلا تردنا خائبین ولا عن باب شفاعتک محرومین ۔ یا سیدی یا رسول اللہ اسئلک الشفاعۃ واسئل اللہ تعالیٰ لک الوسیلۃ والفضیلۃ والدرجۃ الرفیعۃ والمقام المحمود والحوض المورود والشفاعۃ العظمیٰ فی یوم المشہود ۔ شعر

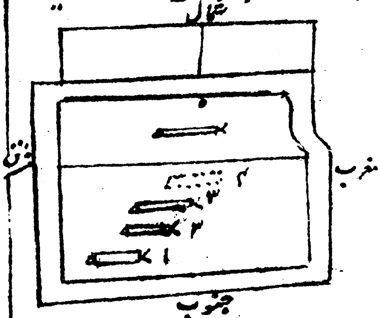

۱ ۔ قبر مبارک رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
۲ " " ابوبکر رض
۳ " " عمر رض
۴ ۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قبر کیلئے جگہ خالی ہے
۵ ۔ قبر حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا

یا خیر من دفنت بالقاع اعظمہ ✧ فطاب من طیبھن القاع والاکم

له الصلوٰۃ والسلام علیک یا خاتم المرسلین ؏

له الصلوٰۃ والسلام علیک یا نور عرش اللہ

له ۔ یہ بات بآسانی سمجھ میں آسکتی ہے کہ یہ فقرہ وہابیوں کو کس قدر ناگوار گذرتا ہوگا کیونکہ وہ اس فقرہ کو کہ حشر کے روز خالق اور مخلوق کے بیچ انسان شفیع ہو سکتا ہے کہنا بھی کفر سمجھتے ہیں ۔

نفسی الفداء لقبر انت ساکنہ ٭ فیہ العفاف وفیہ الجود والکرم

انت الحبیب یا حبیب اللہ انت الشفیع یا شفیع اللہ انت المشفع انت الذی نرجوا شفاعتک عند الصراط اذا ما زلت الفدم۔ اشہد انک یا رسول اللہ بلغت الرسالۃ وادیت الامانۃ ونصحت الامۃ وکشفت الغمۃ وجلیت الظلمۃ و جاہدت فی سبیل اللہ حق جہادہ وعبدت ربک حتی اتاک الیقین جزاک اللہ تعالیٰ عنا وعن والدینا وعن الاسلام خیر الجزاء ونسئلک الشفاعۃ ان تشفع لنا عند اللہ یوم العرض یوم الفزع الاکبر یوم لا ینفع مال ولا بنون الا من اتی اللہ بقلب سلیم۔ اشفع لنا ولوالدینا ولجیراننا ولمشائخنا ولاستاذنا ولمن اوصنا وقلدنا عندک بدعاء الخیر والزیارۃ[2] الصلوٰۃ والسلام علیک یا سلطان الانبیاء والمرسلین ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

زیارت کے بعد صدقہ دینا بھی لازمی ہے

اس کے بعد ہم نے ہاتھ اٹھا کر سورۂ فاتحہ (الحمد) پڑھی۔ اور دل ہی دل میں سورۂ فاتحہ کو پڑھنے کے وقت اپنے داہنے ہاتھ کی انگشت شہادت کو اس کی پوری لمبائی تک پھیلا دیا۔ فاتحہ ختم کر کے ہم نے اپنے ہاتھوں کو اپنے منہ پر پھیر لیا اور پھر کچھ خیرات دی۔ زیارت کے بعد صدقہ اور خیرات دینا بھی ضروری ہے۔ اس طور سے

---

[1] یہ شہادت امر تصدیق ہے مدینہ میں ہر ایک مزار مقبرہ اور پاک جگہ کی زیارت کرنے وقت فاتحہ کے طور پر یہ شہادت بھی ادا کی جاتی ہے۔

[2] برکھارڈٹ کا بیان ہے۔ کہ پہلے زمانہ میں دعائیہ کلمات میں خدا سے یہ بھی دعا مانگی جاتی تھی کہ "ہمارے دشمنوں کو برباد کر یا ضع کی آگ میں ان کو ڈال" مگر میں نے رسول اللہ کی قبر شریف کی زیارت کے وقت کسی کو کبھی یہ کلمات کہتے نہیں سنا۔ یہ دعا بہت بڑی ہے۔ زائر کو اجازت ہے کہ اگر اس کی مرضی ہو تو اختصار کر دے۔ مگر یہ اختصار "السلام علیک یا رسول اللہ" سے کم نہ ہو۔ اسلئے کہ زیارت کا منشا یہی ہے۔ کہ رسول اللہ پر صلوٰۃ وسلام کا ہدیہ بھیجا جائے۔

[3] چونکہ میں نے قاہرہ میں اپنے قدیم شیخ سے اقرار کر لیا تھا۔ کہ میں تمہاری طرف سے رسول اللہ کی قبر پر فاتحہ پڑھ دونگا اسلئے مجھکو دو دفعہ زیارت کی دعا پڑھنی پڑی۔ اگر زائر کو کسی نے حضور رسالت پناہ میں سلام پہونچانے کی وصیت کر دی ہو (یہ بڑا قدیم طریقہ ہے۔ دمشق کے خلیفہ الولید کے زمانہ میں بھی یہ دستور تھا) تو دعا پڑھنے سے پہلے اسکو وصیت کرنیوالے کا نام اس طرح سے بیان کر دینا چاہیے کہ "السلام علیک یا رسول اللہ من فلان بن فلان" بہت سے زائر اپنے تمام رشتہ داروں اور دوست واحباب کی جانب سے قبر مبارک پر فاتحہ پڑھا کرتے ہیں۔

پیغمبر صاحب کی قبر مبارک کی زیارت کا پہلا حصہ ختم ہوا۔

دعا زیارت ابوبکرؓ

اس کے بعد حامد بقدر ایک گز شرعی کے دہنی طرف ہٹکر کھڑا ہوا۔ میں نے بھی اس کی تقلید کی۔ اور کوئی ڈیڑھ فٹ میں بھی دہنی طرف اسکے پیچھے چلا آیا۔ اور میں جالی یا کٹہرہ کی دوسری کھڑکی یعنی شباک ابوبکرؓ کے عین مقابل ہو گیا پھر ہم نے مقبرۂ شریف کی طرف اشارہ کر کے یہ دعا پڑھی ا۔

السلام علیك یا سیدنا ابابکر ن الصدیق۔ السلام علیك یا خلیفة رسول الله علی التحقیق۔ السلام علیك یا صاحب رسول الله۔ ثانی ثنین اذھما فی الغار و رفیقه فی الاسفار۔ السلام علیك یا من انفق ماله کله فی حب الله و حب رسوله حتی تخلل بالعبا رضی الله تعالیٰ عنك و ارضاك احسن الرضی۔ وجعل الجنة منزلك ومسکنك ومحلك وماوئك۔ السلام علیك یا اول الخلفا وتاج العلما وصهر النبی المصطفیٰ ورحمة الله وبرکاته

دعاء زیارت عمر فاروقؓ

اس کے بعد دہنی طرف ایک قدم اور بڑھ گئے۔ اور عمر رضی اللہ عنہ کی کھڑکی کے مقابل کھڑے ہو کر جو تینوں کھڑکیوں میں سے بالکل مشرقی کھڑکی ہے اپنے دونوں ہاتھوں سے اشارہ کر کے اس عادل خلیفہ سے ہم اس طرح مخاطب ہوئے

السلام علیك یا سیدنا امیر المومنین عمر الفاروق۔ السلام علیك یا من نطق بالصواب ووافق قوله بحکم الکتاب۔ السلام علیك یا من استجاب الله فیك دعوة خاتم النبیین۔ السلام علیك یا من اظهر الله بك الدین السلام علیك یا مکسر الاصنام۔ السلام علیك یا ابا الفقراء والضعفاء والارامل والایتام انت الذی قال فی حقك سید البشر لو کان نبی من بعدی لکان عمر رضی الله تعالیٰ عنك وارضاك احسن الرضی وجعل الجنة منزلك و مسکنك ومحلك وماواك السلام علیك یا ثانی الخلفاء وتاج العلماء وصهر النبی المصطفیٰ ورحمة الله وبرکاته

شباک النبی میں سے اندر جھانکنا

شیخ حامد نے ایک یا دو فقیروں کو میرے کندھوں سے زبردستی الگ ہٹا کر مجھکو کہا کہ آگے بڑھو۔ اور شباک النبی میں سے اندر جھانکو۔ اس جگہ میری حرکات کو بڑے غور سے تاڑ گیا۔ اور مشتبہ نظروں سے دیکھا گیا

متعصب شیعوں کی سفاہت

اس کی وجہ یہ ہے۔ کہ یہاں کئی دفعہ ایرانیوں نے کھڑکی میں سے بظاہر چڑھاوے اور نذرانہ کے طور پر خوبصورت دوشالہ پھینک کر ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہم کی قبور کو ناپاک کر دیا تھا[۱]۔ یہی وجہ شبہ کی تھی۔ کہ کہیں میں بھی متعصب ایرانی نہ ہوں میں نے اپنی آنکھوں کو بہت پھاڑ پھاڑ کر اور چیر چیر کر دیکھا طرف ایک پردہ[۲] پڑا ہوا نظر آیا۔ جس پر لمبے لمبے سنہری حرفوں سے تین سطروں میں یہ لکھا ہوا تھا کہ ان پردوں کے پیچھے رسول اللہ اور دو خلفاء ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہم مدفون ہیں۔

---

[۱]۔ اس بیوقوفانہ جوش مذہبی سے بہت سے بے گناہوں کی جانیں برباد ہوئیں۔ اس لئے کہ عرب ایسے موقعوں پر اپنے آپ کو تلوار اور سیف سے مسلح کرکے جو ایرانی ملتا ہے۔ پھر اس کو قتل کئے بغیر نہیں چھوڑتے۔ پکے متعصب شیعہ اس جرات کی بڑی تعریف کرتے ہیں۔ شیراز میں جو شخص فخریہ یہ بات بیان کرے کہ میں نے ابوبکر۔ عمر۔ یا عثمان رضی اللہ عنہم میں سے کسی ایک کی قبر کی بے ادبی کی تو عوام اس کو بڑا بہادر اور شیر سمجھنے لگتے ہیں۔ بعض وقت شیعہ بیت اللہ میں بھی ایسے سفیہانہ کام کے مرتکب ہو جاتے ہیں۔ عرب میں یہ دستور قدیم زمانہ میں بھی تھا۔ ابرہہ شاہ یمن نے کعبہ کے مقابلہ میں صنعاء میں جو کلیسہ بنایا تھا۔ نوفل حجازی نے اس کو ناپاک کر دیا تھا۔ اسی وجہ سے اصحاب فیل نے مکہ معظمہ پر چڑھائی کی تھی۔ جن کا قصہ مشہور ہے۔

[۲]۔ جب پرانا پردہ گل جاتا ہے۔ یا جب جدید سلطان تخت پر بیٹھتا ہے۔ تو وہ نیا پردہ استنبول سے بنوا کر روضہ منورہ پر چڑھانے کیلئے بھیجتا ہے ہر سال نیا پردہ بن کر نہیں آتا۔ جب کبھی قبر مبارک کیلئے پردہ کی ضرورت ہوتی ہے تو دمشق کے کارواں کے ہمراہ محمل شریف کیساتھ یہ نیا کسوہ (پردہ) بھی مدینہ منورہ بھیجا جاتا ہے۔ اسکو قبر مبارک پر خوجے چڑھاتے ہیں۔ یہ لوگ رات کیوقت شمالی دروازہ سے حجرہ مبارک میں داخل ہوتے ہیں ایک مشہور عامیانہ قصہ لوگوں میں مشہور ہے کہ خوجے حجرہ میں جاتے وقت اپنی آنکھوں پر پٹی باندھ لیتے ہیں۔ تاکہ رسول اللہ کی قبر مبارک سے جو انوار شائع ہوتے رہتے ہیں۔ اس سے انکی آنکھیں چوندھیا نہ جائیں۔ یہ کسوہ سرخ ارغوانی تامی یا سبز بادلہ (کمخواب) یا سیاہ کمخواب کا ہوتا ہے اور اس پر سنہری یا روپہلی آیات منقش ہوتی ہیں پردہ مبارک کا ایک ٹکڑا میرے پاس بھی ہے۔ یہ عمر آفندی نے مجھکو تحفتاً دیا تھا۔ یہ دمشق کی نہایت خوبصورت ریشمی اور سوتی کمخواب کا ہے اور اس پر نقرئی حروف سے آیتیں منقش ہیں۔ سادہ ہاتھ سے بنا ہوا نہایت خوبصورت ہے۔ خط ثلث میں اس پر کلمہ طیبہ بھی لکھا ہوا ہے۔ اس خط کی اب تک ۱۱۰ قسمیں معلوم ہو چکی ہیں۔ پرانے پردہ کو ہمیشہ مسجد النبوی کے جاروب کش اور خادموں میں تقسیم کر دیا جاتا ہے۔ یہ لوگ اس کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کرکے زائروں کے ہاتھ بیچتے ہیں مسلمانوں کے بعض دور دراز ملکوں میں جس شخص کے پاس پردہ مبارک کا ٹکڑا ہو اسکو لوگ ولی سمجھتے ہیں۔ مسجد نبوی کے تواریخ کے باب میں

کوکب الدری اور موتیوں کی تسبیح

اس کے علاوہ رسول اللہ کی قبر مبارک کی اصلی جگہ کی پہچان کیلئے بڑے بڑے موتیوں کی ایک تسبیح اور ایک بہت چمکدار خوبصورت ہیرا جس کو کوکب الدری کہتے ہیں اور جو چمکدار ہیرے یا موتیوں کا ایک گچھا ہے پردہ کے اوپر آدمی کے سینے کی بلندی[1] پر لٹک رہا ہے یہ درخشندہ موتیوں اور ہیروں کا مرصع گچھا روشن ستارہ کی شکل میں بنا ہوا ہے۔ اور اندر تاریکی میں لگا رکھا ہے۔ تاکہ زائر کی آنکھ اُس کی چمک دمک سے پیغمبر صاحب کی قبر کی جگہ کو فوراً شناخت کرے۔ عوام الناس کا اعتقاد ہے۔ کہ یہ جنت کے جواہرات میں سے ایک جواہر ہے مجھکو تو یہ بوتل کے گول شیشہ کے ڈاٹ سے مشابہ معلوم ہوا۔ گر میں کوہ نور (مشہور ہیرے) کو بھی ایسا ہی سمجھتا[2] ہوں۔ اس کے علاوہ میں نے اس کو اتنے نزدیک سے کبھی نہیں دیکھا۔ کہ میں اُس کو عمدہ طور سے جانچ سکتا۔ اور میں نے خوجوں کو بہت بڑی رقم دیکر اندر[3] والی جھپتے ہوئے راستہ میں داخل ہونا مناسب نہ سمجھا۔ بہرحال دن کو تو خیر۔ مگر رات کو جب لیمپ موم بتیاں۔ فانوس جھاڑ

قبر شریف کا نظارہ رات کو قابل دید ہوتا ہے

اور ہانڈیاں روشن ہو کر اس چھپتے ہوئے راستہ کے اندر لٹکتی ہیں اور سنگ مرمر کے فرش۔ منبت کاری اور پچے کاری کے کام۔ اور چمکدار سنہری اور روپہلی حرفوں کی سطروں اور سیاہ چمکدار ریشمی پردہ پہ اپنی روشنی کا عکس ڈالتے ہیں۔ تو اس جگہ کا منظر نہایت خوشنما اور عالیشان معلوم دیتا ہے

اختلاف مورخین در وضع قبور حجرۂ مبارک

میں نے رسول اللہ کی قبر[4] مبارک کو اپنی آنکھ سے بالکل نہیں دیکھا۔ اس لیے میں کتابوں سے اخذ کرکے قبر مبارک کا کچھ حال لکھتا ہوں۔ قبر مبارک کا حال لکھنا کچھ آسان کام نہیں ہے بہت سے

۱۔ لوگوں نے مجھے کہا کہ پیغمبر صاحب کے سر مبارک کے عین مقابل میں پردہ پر ایک قرآن شریف لٹک رہا ہے۔ خلیفۂ سوم عثمان رضی اللہ عنہ نے خط کوفی میں جو قرآن شریف لکھا تھا۔ اول وہ یہاں لٹکا کرتا تھا۔ ایک بار مسجد النبوی میں آگ لگنے سے وہ قرآن شریف بھی جل گیا تھا۔ اب یہ دوسرا قرآن شریف لٹکتا ہے

۲۔ سچ ہے ع۔ قدر گوہر شاہ داند یا بداند جوہری۔ ہر شخص گوہر کے جوہر پہچان نہیں سکتا۔ مترجم عفا اللہ عنہ

۳۔ قبر مبارک کے مجاور اور خوجے اگر چاہیں تو زائروں کو جالی کے اندر چھپے ہوئے راستہ میں داخل کر سکتے ہیں۔ اس راستہ میں وہ خزانے جمع ہیں۔ جو بیت المال المسلمین کہلاتے ہیں۔ ان کو خلیفہ وقت مذہبی ضرورت کے نازک موقعوں پر خرچ کر سکتا ہے کہتے ہیں اس خزانہ کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ مگر مجھے اس بیان پر شبہ ہے

۴۔ بلکہ میں نے ایسے شخص کو بھی نہیں دیکھا۔ کہ جس نے اپنی آنکھوں سے قبر شریف کو دیکھا ہو۔ یورپین مورخ

کلکشندی مورخ

مورخ صرف حجرہ کی اندرونی دیواروں کا حال لکھکر خاموش ہوجاتے ہیں۔ القلکشندی کا بیان ہے کہ حجرۂ مبارک کے اندر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور دونوں اولین خلفاء راشدین ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہم کی قبور متبرکہ ہیں۔ اس مورخ کا بیان میرے ایرانی دوستوں کے بیان سے متفق ہے۔ جن کا بیان ہے۔ کہ رسول مقبول صلعم کی تربت

ابن جبیر کا بیان

مبارک پر سنگ مرمر کا چوکونہ پتھر لگا ہوا ہے۔ ابن جبیر نے ۵۸۰ھ ہجری میں مزار مبارک کی زیارت کی۔ اس کا بیان ہے کہ رسول اللہ کا تابوت[1] آبنوس

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ اور سیاح عربی لی بیہر نے قبر مبارک کا سنا ہوا حال لکھدیا ہے۔ جو غلط معلوم دیتا ہے اس کا بیان ہے کہ "قبر کو لوہے کے کٹہرے کے بیچ میں اس لئے نہیں رہنے دیا۔ کہ کہیں جاہل لوگ پیغمبر صاحب کی قبر کو سجدہ نہ کرنے لگیں۔ یہ قبر صندوق کی وضع کی سادہ کام کی نہیں ہے۔ نہ یہ دونوں خلفاء کی قبروں کے بیچ میں ہے" ایک عرب تاجر نے یہ احوال لی بیہر سے بیان کیا تھا۔ اور یہ بھی کہا تھا۔ کہ قبر مبارک پر ایک خطیرہ بنا دیا گیا ہے۔ تاکہ لوگ قبر مبارک کی مٹی کھرچ کر اپنے ہمراہ نہ لا سکیں اور تبرک کے طور پر شفا کہا کریں۔ (لی بیہر کا بیان غلط نہیں ہے۔ جیسا کہ برٹن صاحب نے خیال کر لیا ہے۔ بلکہ یہ بیان بالکل صحیح ہے۔ مترجم عفی عنہ)

[1] برٹن صاحب نے یہ نہایت غلط ترجمہ ابن جبیر کے بیان کا لکھدیا۔ ابن جبیر نے ہرگز نہیں لکھا کہ رسول اللہ کو آبنوس کے صندوق میں رکھکر دفن کیا گیا ہے۔ بلکہ اس نے صاف لکھ رکھا ہے کہ "روضہ مطہرہ کی سرہانے کی دیوار میں آبنوس کا ایک صندوق رسول اللہ کے سر مبارک کے مقابل نصب ہے" برٹن صاحب نے غلطی سے اس صندوق کو تابوت ہی سمجھلیا ہم اس جگہ ابن جبیر کے اصلی بیان کو ذرا زیادہ وضاحت کیلئے اسکے سفرنامہ سے نقل کئے دیتے ہیں

"مسجد النبوی جو مسجد مبارک ہے مستطیل ہے۔ اور چاروں طرف دالان بنے ہوئے ہیں۔ درمیان میں صحن ہے اور ریت بچھا ہوا ہے۔ قبلہ کی سمت مغرب سے مشرق کی لائن میں پانچ درجہ کا اور اس کے مقابل بھی اسی طرح پانچ درجہ کا دالان ہے۔ روضہ اقدس قبلہ کی سمت کے دالان میں مشرقی گوشہ میں واقع ہے۔ روضۂ مبارک کی عمارت صحن کے درجہ سے شروع ہو کر اندر کے دوسرے درجہ تک منتہی ہوتی ہے۔ اور بقدر چار بالشت کے تیسرے درجہ میں تجاوز کر گئی ہے۔ اسی طرح چوڑائی میں شرقی سمت سے دو درجہ تک منتہی ہوئی ہے ان دونوں دالانوں کے چھ ستون روضہ مبارک کی عمارت کے اندر آگئے ہیں۔ قبلہ رو دیوار چوبیس بالشت اور شرق رو دیوار تیس بالشت عریض ہے۔ روضۂ مقدس کے پانچ گوشے اور پانچ دیواریں ہیں۔ اس عمارت کی قطع ایسی عجیب ہے کہ جسکی نظیر تعمیر ہونی محال ہے۔ قبلہ کی طرف اسکو اسقدر ترچھا کر دیا ہے۔ کہ اس کی طرف منہ کرکے نماز کیواسطے کھڑے نہیں ہو سکتے اسلئے کہ اس طرف منہ کرکے کھڑے ہونے سے استقبال قبلہ صحیح نہیں ہوتا۔ عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے

السمنہودی

کا ایک صندوق ہے جو صندل سے ڈھکا ہوا ہے۔ اور اس پر چاندی کے پتر چڑھے ہوئے ہیں۔ یہ تابوت پردہ کے پیچھے رکھا ہے۔ اور اس کے چاروں طرف جالی بنی ہوئی ہے السمہودی[1] کا بیان ہے کہ پردہ سے ڈھکی ہوئی سیاہ پتھروں کی ایک عمارت ہے جس کے

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ اس عمارت کو اس خوف سے ترچھا کر دیا کہ لوگ اس کو کہیں مسجد نہ بنا لیں۔ روضہ مطہرہ کے سرہانے کی دیوار میں آبنوس کا ایک صندوق آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سر مبارک کے مقابل نصب ہے۔ صندوق پر صندل کی پچی کاری کی ہوئی ہے۔ اور نہایت چمکیلے چاندی کے پتھر چڑھے ہوئے ہیں۔ اس صندوق کا پانچ بالشت کا طول تین بالشت کا عرض اور چار بالشت کی بلندی ہے۔ رکن شمالی اور غربی کے درمیان میں ایک مقام پر پردہ پڑا ہوا ہے۔ یہ جگہ جبرئیل علیہ السلام کے نزول کی ہے۔ تمام روضہ مقدس کی وسعت چاروں طرف سے دو سو بہتر بالشت سے کچھ زیادہ ہے۔ ہر دیوار کا ایک ثلث حصہ زیرین جس کو اجارہ (ازار) کہتے ہیں خوبصورت ترشے ہوئے پتھروں سے بنایا ہے۔ اوپر کے دوسرے ثلث حصہ پر مشک وغیرہ وغیرہ عطریات سے نصف بالشت موٹی کہگل کی ہے۔ سب سے اوپر کے ثلث حصہ میں لکڑی کی جالیاں ہیں۔ اور جو مسجد کی چھت سے ملی ہوئی ہیں۔ اس لئے کہ روضہ مطہر کا حصہ اعلیٰ مسجد کی بلندی سے ملا ہوا ہے۔ روضہ مقدس کے پردے اجارے (ازار) تک لٹک رہے ہیں پردوں کا لاجوردی رنگ ہے اور درمیان میں چوپہل اور ہشت پہل سفید بوٹے ہیں۔ بوٹوں کے اندر گول دائرے اور انکے گرد میں سفید نقطے ہیں۔ اور اجارے کی پیشانی پر سفیدی مائل جدول ہے۔ غرضکہ اسکا منظر نہایت خوشنما اور دلچسپ ہے۔ قبلہ رو دیوار پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روئے مبارک کے محاذی چاندی کی میخیں نصب ہیں۔ انکے سامنے سلام کیواسطے کھڑے ہوتے ہیں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا سر مبارک حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدم مبارک کے پاس ہے اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے دوش کے قریب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا سر مقدس ہے۔ پہلے قبلہ کی طرف پشت کر کے روئے مطہر کے سامنے سلام کے واسطے کھڑے ہوتے ہیں۔ پھر داہنی طرف کو تھوڑا سا سرک کر صاحبین رضی اللہ عنہما کی خدمت میں سلام عرض کرتے ہیں۔ اس طرف کی دیوار کے سامنے بیس قندیلیں آویزاں ہیں۔ انمیں دو سونے کی اور باقی چاندی کی ہیں۔ روضہ مقدس کے شمال میں پتھر کا ایک چھوٹا سا حوض ہے۔ اور اسمیں قبلہ رو ایک محراب ہے بعض اس کو سیدۃ النساء فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کا مکان اور بعض قبر شریف بیان کرتے ہیں۔ اصل حال خدا کو معلوم ہے۔ مترجم عفی عنہ

[1] اس مورخ کے نام کو اہل اسلام تین طرح سے لیتے ہیں۔ ۱۔ اول السمہودی۔ ۲۔ السمہنودی تیسرے السمنہودی۔ مگر میرے نزدیک السمنہودی زیادہ تر قریب صحت ہے۔ اس عالم فاضل شیخ کا نام نورالدین علی بن عبداللہ الحسینی تھا۔ اور یہ مصر کے قصبہ سمن ہود کے باشندے تھے۔ سنہ ۹۱۱ ہجری میں ان کا انتقال مدینہ منورہ میں ہوا۔ و جنت البقیع میں مدفون ہیں۔

بیچ میں رسول اللہ اور شیخین رضی اللہ عنہم کی قبریں ہیں۔ اس نے یہ بھی لکھا ہے۔ کہ قبریں بڑی گہری ہیں۔ رسول کی تابوت پر چاندی کا غلاف چڑھا ہوا ہے۔ اور قبر کے سرے پر سنگ مرمر کا ایک پتھر لگا ہوا ہے جس پر یہ الفاظ کھدے ہوئے ہیں :۔

بسم اللہ۔ اللّٰھم صل علیہ

جسم مبارک کس وضع سے دفن ہے رسول اللہ کا جسم مبارک اپنی پوری لمبائی تک داہنے پہلو پر پھیلا ہوا ہے۔ آپکی داہنی ہتھیلی پر آپ کا رخسار مبارک لگا ہوا ہے۔ چہرہ مبارک مکہ کی طرف قبلہ رخ ہے۔ اسی طرح سے ہمیشہ تمام مسلمان دفن کئے جاتے ہیں۔ چنانچہ آپ کا جسم مبارک قبر میں اس[1] طرح ہے۔ کہ سر مبارک تو بالکل مغرب اور پیر مبارک بالکل مشرق کی طرف ہے۔ آپ کی قبر کے پیچھے پاس ہی ابوبکرؓ کی قبر ہے

[1] چہ من سیاح برکہارڈٹ کا یہ بیان بالکل غلط ہے۔ کہ قبر مبارک پر قیمتی جواہرات کا غلاف پڑا ہوا ہے۔ اور مکہ کہ بیت اللہ کی طرح جیسے کہ ابراہیم علیہ السلام کی قبر پر لکڑی کا منوغہ قبرا دپر بنا لیا ہے مدینہ میں بھی مقبرۂ نبوی پر بنا لیا گیا ہوگا۔ قبر مبارک کے خادموں اور خوجوں کا بیان قطعی ہے کہ کوئی شخص قبر مبارک کے پاس پہونچ نہیں سکتا۔ اور جو شخص وہاں جانے کی کوشش کرتا ہے۔ وہ انوار الٰہی کی تجلی سے خود اندھا ہو جاتا ہے۔ مدینہ منورہ کے تمام مورخین کا بیان ہے۔ کہ رسول اللہ نے اکثر صالحین اور بزرگ بادشاہوں کی خواب میں ظاہر ہوکر اپنی قبر مبارک کے اوپر سے ریت اور مٹی جو گر پڑی تھی۔ اس کے ہٹانے اور صاف کرنے کی ہدایت کی۔ اس وقت ایک نہایت متقی اور بزرگ آدمی کو چھت میں ایک سوراخ کرکے رسیوں کے ذریعہ سے نیچے قبر تک لٹکایا۔ انہوں نے اپنی داڑھی کے بالوں سے قبر مبارک کو پاک و صاف کیا۔ ارشاد عبد الحق صاحب محدث دہلوی جذب القلوب میں تحریر فرماتے ہیں۔ کہ ۵۴۸ھ ہجری میں ایک آواز حجرہ شریفہ کے اندر سے سنی گئی جس سے معلوم ہوا کہ شاید کچھ عمارت گر پڑی تھی۔ تو ایک شخص تھے۔ مشائخ صوفیہ سے کہ طہارت اور نظافت اور ریاضت نفس میں مشہور تھے چند روز انکو اور بہو کا کہا کہ نظافت ان میں اور زیادہ ہو جائے انکی کمر میں رسی باندھکر چھت کے دریچہ سے اندر اتارا معلوم ہوا کچھ خاک چھت سے گری تھی۔ اسکو جھاڑ دیا۔ اور مکان مطہر کو اپنی محاسن سے پاک کر کے شرف دو جہانی حاصل کیا۔ مترجم عفی عنہ ۸۹۲ھ ہجری میں بجلی کے گرنے سے مسجد کی عمارت خراب ہوگئی تھی۔ تو حجرہ مبارک میں تین عمیق قبریں پائی گئیں جو ملبہ اور کرکٹ سے ڈھکی ہوئی تھیں۔ اس وقت مورخ السمہودی خود بھی حجرہ مبارک میں داخل ہوا۔ مگر اس کو قبریں نہ ملیں۔ بعد ازاں جب ملبہ صاف کیا گیا تو رسول اللہ کی اصلی جگہ بہت مشکل سے معلوم ہوئی۔ چنانچہ ملک قائتبا بادشاہ مصر نے مسجد کو پھر بنوایا۔ اور حجرہ کی دیوار یں پھر بنوائیں اور لوہے کا کٹہرہ وہاں لگا دیا جو اب تک

حجرہ مقدسہ میں اب کوئی نہیں جانے پاتا

جن کا چہرہ رسول اللہ صلعم کے کندھے کے برابر ہے۔ آخر میں عمرؓ کی قبر ہے۔ عمرؓ کا منہ ابوبکرؓ کے کندھے کے برابر ہے۔

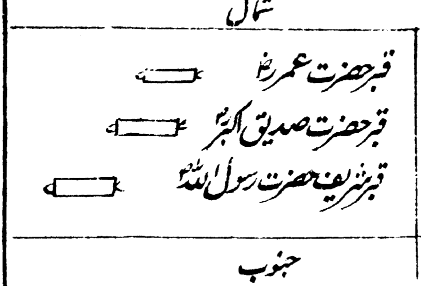

قبور مبارک کی خیالی چار وضع

علی العموم سب لوگوں کا خیال ہے۔ کہ حجرہ مبارک میں تینوں قبریں اس طرح بنی ہوئی ہیں۔ مگر مسلمان مؤرخ اس محض سادہ بات پر بھی آپس میں متفق نہیں ہیں۔

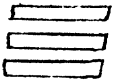

بہت سے لوگوں کا خیال ہے۔ کہ حجرہ مبارک میں تینوں قبریں برابر اس طرح ہیں۔

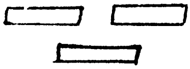

بعض لوگوں کا گمان ہے۔ کہ رسول اللہ کی قبر مبارک آگے ہے اور اس کے پیچھے دونوں قبریں خلفاء کی برابر برابر اس طرح ہیں۔

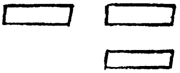

بعض دو قبروں کو آگے اور پیچھے لمبائی میں اور ایک قبر کو ان دو کے برابر زاویہ قائمہ بناتے ہوئے اس طرح بیان کرتے ہیں۔

حجرہ مبارک میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قبر کیلئے جگہ

کہتے ہیں۔ کہ حجرہ مبارک میں اب صرف ایک قبر کی جگہ خالی ہے یہ جگہ حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کیلئے مخصوص ہے۔ وہ دوبارہ جب آسمان سے زمین پر اتریں گے۔ اور کئی سال کے بعد آپ کی وفات ہوگی۔ تو آپ حجرہ مبارک میں اسی خالی جگہ دفن کئے جائیں گے مسلمان مؤرخ لکھتے ہیں۔ کہ اگرچہ خلیفہ سوم حضرت عثمانؓ اور امام حسن رضی اللہ عنہما کی خواہش یہاں دفن ہونے کی تھی۔ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جو اس حجرہ کی مالک تھیں۔ خوشی سے ان کو اجازت بھی دیدی تھی۔ مگر کوئی انسان اب تک یہاں دفن نہیں ہو سکا۔

مہبط جبرئیل علیہ السلام

حضرت عمرؓ کی قبر پر فاتحہ پڑھکے اور حجرہ مبارک کو تھوڑی دیر تک دیکھکر

سلہ۔ اس بارہ میں بھی مورخین کا بڑا اختلاف ہے۔ ابن جبیر کا قول ہے کہ حضرت صدیق اکبرؓ کا سر رسول اللہ کے پیروں کے محاذی ہے۔ اور حضرت عمرؓ کا چہرہ حضرت صدیق اکبرؓ کے کندھے کے برابر ہے۔

سلہ۔ اکثر اہل المؤرخین کے بیان کے موافق پہلی شکل بہت ٹھیک اور واقعی ہے کہ جس میں رسول مقبول کے پاؤں کے برابر صدیقؓ کا سر ہے اور ان کے کندھے کے برابر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا سر مبارک ہے۔

شیخ حامد کے ہمراہ حجرۂ مبارک کے مقصورہ کے جنوب مشرقی گوشہ کی طرف گیا۔ پھر شمال کی طرف مڑکر ہم اس جگہ پہنچے جو عام طور سے مہبط جبرئیل (جبرئیل فرشتہ کا آسمان سے وحی لے کر اترنے کی جگہ) یا مختصر الملائکہ کے نام سے مشہور ہے۔ یہ مسجد کی مشرقی دیوار میں ایک چھوٹی سی کھڑکی ہے۔ ہم نے اس کی طرف اپنی پیٹھ پھیری۔ اور حجرۂ مبارک کی طرف رخ کرکے یہ دعا مہبط جبرئیل پر پڑھی:۔

مہبط جبرئیل پر دعا

السلام علیک یا سیدنا جبرئیل۔ السلام علیک یا سیدنا میکائیل۔ السلام علیک یا سیدنا اسرافیل۔ السلام علیک یا سیدنا عزرئیل۔

السلام علیکم یا ملئکۃ اللہ یا ملئکۃ المقربین والمشرفین من اھل السموات والارضین کافۃ عامۃ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

۵۔ بعض مسلمان پیغمبر صاحب کی قبر شریف کے پاس زیارت کو ختم کر دیتے ہیں بعض آگے بڑھ جانیکی جگہ جیسا کہ پہلے کیا۔ شباک النبی کی طرف پھر واپس جاتے ہیں۔ اور وہاں دعا کر کے اپنے اور اپنے والدین کی مغفرت طلب کرتے ہیں اور جو کچھ خواہش ہو اسکے بیان کر کے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتے ہیں۔ وہاں سے پھر روضہ میں جاتے ہیں اور استوانہ ابو لبابہ کے پاس کھڑے ہو کر دو رکعت پڑھتے ہیں اور دعا و سلام رسول اللہ پر بھیجتے ہیں اور ان الفاظ کو دہراتے ہیں۔ اے اللہ تو نے فرمایا ہے اور تیرا کہنا بالکل سچ ہے۔ کہ قل رب اغفر وارحم وانت خیر الراحمین۔ الٰہی تحقیق ہم نے تیرا کہنا سنا اب ہم اپنے گناہوں کی بخشش کیلیے تیرے رسول کو شفیع لاتے ہیں اور اپنے گناہوں پر نادم ہیں۔ اور اپنی خطائیں کوتاہیوں اور ظلموں کے اقبالی ہیں۔ اے اللہ ہم پر رحم کر اور اپنے حبیب کے صدقے ہمکو عقبیٰ میں عزت دا ور بخش۔ اے اللہ ہمارے مومن بھائیوں کی جو ہم سے پہلے مر چکے ہیں مغفرت فرما۔ اسکے بعد زائر اپنے لیے اور اپنے والدین اور اپنے احباب کیلیے دعا مانگے۔ اسکے بعد ستر بار کہے صلی اللہ علیک یا محمد۔ وسلم علیک یا رسول اللہ۔ تو اس کے جواب میں فرشتہ آسمان سے ندا دیتا ہے۔ کہ صلی اللہ علیک یا فلان۔

بعد ازاں زائر کو منبر نبوی کے سامنے بیٹھکر یہ خیال کر لینا چاہیئے کہ اس پر رسول اللہ تشریف فرما ہیں اور تمام مہاجرین اور انصار آپ کے گرداگرد موجود ہیں۔ بعض لوگ منبر شریف پر رسول اللہ کی تقلید میں اپنا داہنا ہاتھ رکھدیتے ہیں۔ پھر اسطوانہ ابو لبابہ پر آکر اپنے گناہوں پر منفعل ہونا۔ اور توبہ کرنا چاہیئے۔ اس کے بعد اسطوانہ حنانہ کے پاس جاکر دو رکعت نفل پڑھنی چاہیئے۔ سب سے آخر میں زائر کو اسطوانۃ الاصحاب کے پاس جانا چاہیئے۔ جو منبر شریف سے داہنی طرف چوتھا۔ اور حجرہ شریف سے بائیں طرف تیسرا ستون ہے۔ اس جگہ نماز نفل ادا کرکے اور مراقبہ کرکے خدا کی حمد و ثنا کرکے رسول اللہ پر درود و سلام بھیجے۔ اسکے بعد زائر اور دوسرے مزاروں اور مقبروں کی زیارت کرے

اِس کے بعد مجھکو حجرہ میں وہ جگہ بتلائی گئی۔ جہاں سیّدنا عیسیٰ علیہ السلام[۱] حجرہ مبارک میں رسول مقبول کے پہلو میں مدفون کئے جائیں گے

فاطمہ رضی اللہ عنہا کا مقصورہ

پھر مغرب کی طرف مڑ کر ہم چھوٹے مقام پر اس جگہ جہاں حجرہ مبارک کی چاردیواری میں کچھ گوشہ سا آگیا ہے۔ حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کے مزار[۲] پر آئے۔ ان کی قبر اپنے والد رسول اللہ کی قبر کی چاردیواری اور پردہ سے باہر ہے۔ اور یہ فاطمہؓ کی کمال عصمت و عفت پر دال سمجھا جاتا ہے۔ حجرہ کی مشرقی دیوار یہاں ذرا مغرب کی جانب مڑ گئی ہے۔ اس لئے یہ جگہ مربع نہیں رہی۔ شاید یہ بات دانستہ اس لئے کی گئی ہے۔ تاکہ سیدہ کا روضہ حجرہ مبارک اور مسجد نبوی سے الگ سمجھا جائے۔ سیدہ کی قبر کو ہم نے ایک مربع سوراخ میں سے دیکھا۔ اصل قبر کی تشبیہ میں لکڑی کی قبر اوپر معلق بنادی گئی ہے۔ ان کی قبر پر سیاہ چادر چڑھی ہوئی ہے۔ اس بات کا شبہ ہے۔ کہ شاید سیدہ اپنے نور چشم امام حسن علیہ السلام کی قبر کے قریب جنت البقیع میں دفون ہوں مگر مسلمان زائر اس جگہ بھی ہمیشہ زیارت کرتے ہیں۔ ہر دلعزیز فاطمہ زہرا کی قبر کے مقابل کھڑے ہو کر ہم نے یہ دعا پڑھی۔

دعا زیارت فاطمہ

السلام علیک یابنت رسول اللہ۔ السلام علیک یابنت نبی اللہ۔ السلام علیک یابنت المصطفٰے۔ السلام علیک یاام الشرفا[۳] (آل محمدؐ) السلام

---

[۱] مسلمانوں کا یہ عقیدہ ہے۔ کہ عیسیٰ علیہ السلام صلیب نہیں دیئے گئے۔ بلکہ ان کی شبیہ ان کے دشمن کی بن گئی اور اس کو صلیب پر چڑھا دیا گیا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے آسمان پر اٹھا لیا۔ اب وہ قریب قیامت کے نزدیک آسمان سے اتر کر زمین پر آئیں گے۔ اور یہاں ذائقہ موت چکھکر حجرہ مبارک میں دفن ہونگے

[۲] یہ بات قابل یاد داشت ہے۔ کہ حرم نبوی کا یہ حصہ اول علی رضی اللہ عنہ اور سیدۃ النساء فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کا مکان تھا۔ اس مکان اور حجرہ کے بیچ میں جو رسول اللہ اور عائشہ رضی اللہ عنہا کے رہنے کی جگہ تھی۔ اینٹوں کی پتلی دیوار اور اس میں ایک کھڑکی تھی۔ یہ کھڑکی کبھی بند نہیں ہوتی تھی۔ عمر بن عبد العزیز نے ۹۰ھ ہجری میں خلیفہ الولید کے حکم سے اس گھر کو مسجد نبوی میں شامل کر دیا۔

شریف کی اصطلاح

[۳] شرفا جمع ہے۔ لفظ شریف کی۔ جو عرب میں آل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیلئے مخصوص لفظ ہے۔

علیك یا سیدۃ النساء۔ السلام علیك یا خامسۃ اھل العباء[1]۔ السلام علیك یا سیدتنا فاطمۃ الزہراء[2] (خوبصورت اور پارسا) السلام علیك یا بضعۃ رسول اللہ علیہ السلام۔ علیك یا زوجۃ امیر المومنین سیدنا علی ن المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ فی الجنۃ۔ السلام علیك یا ام الحسن والحسین السیدین الشہیدین الکوکبین القمرین النیرین الشابین شباب اھل الجنۃ فی الجنۃ ابی محمدن الحسن وابی عبد اللہ الحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما وعنك وارضاك احسن الرضی وجعل الجنۃ منزلك ومسکنك ومحلك وماواك السلام علیك وعلی ابیك المصطفیٰ وبعلك علی ن المرتضیٰ وابنیك الحسنین ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے مزار مبارک کے سایہ میں بہت سی فقیر عورتیں بیٹھی ہوئی تھیں انہیں کچھ دے دلا کر جہانتک ہوسکا ہم وہاں سے جلد روانہ ہوئے۔ پھر چند قدم چلکر اور شمال کی طرف رخ کر کے ہم نے سید الشہدا حمزہ رضی اللہ عنہ اور دیگر شہداء احد[3] پر فاتحہ پڑھی پھر ہم دہنی طرف مڑے اور مشرقی دیوار کی طرف رخ کر کے مدفونان جنت البقیع[4] کی مبارک روحوں کو ثواب فاتحہ پہونچایا۔

اہل عبا

[1] اہل عبا یا اہل کسوہ۔ اسلئے کہلاتے ہیں۔ کہ ایک موقعہ پر رسول اللہ نے اپنا چوغہ اپنے اور فاطمہ علی اور حسن اور حسین رضی اللہ عنہم اجمعین کے گرد اگرد لپیٹ لیا۔ اس طور سے آپنے اپنے ان رشتہ داروں اور آل و اولاد کو دوسرے مسلمانوں سے زیادہ توقیر بخشی

[2] زہرا کے معنے چمکدار اور منور کے ہیں۔ اور بتول کے معنی ہیں منقطع اور جدا کے آپ دنیا سے جدا ہو کے خدا کی طرف متوجہ تھیں اسلئے یہ لقب پڑ گیا تھا معلوم نہیں برٹن صاحب نے ان الفاظ کے معنی کنواری اور پارسا کس طرح سمجھ لئے بتول کے معنے ہرگز "باکرہ" کے نہیں ہیں یہ برٹن صاحب کی غلطی ہے۔ شاید عفت آب عصمت انتساب معصومہ اور پارسا کے الفاظ سے جو سیدۃ النساء کی صفت کے الفاظ ہیں برٹن صاحب کو دھوکا ہو گیا ہے۔ برٹن صاحب لکھتے ہیں کہ باوجود اس امر کے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے اولاد بھی ہوئی پھر بھی راسخ الاعتقاد مسلمانوں کا یہ عقیدہ ہے کہ وہ مثل مریم علیہا السلام دوام کیلئے کنواری رہیں۔ یہ برٹن صاحب کے خیال کی جولانگاہ ہے۔ ورنہ مسلمانوں کا ہرگز یہ عقیدہ نہیں ہے۔ مترجم عفی عنہ

فاطمہ زہرا باوجود اولاد ہمیشہ کنواری [illegible]

[3] کوہ احد کی زیارت کا جہاں احوال لکھونگا۔ وہاں اس فاتحہ کو بھی تمام و کمال لکھ دونگا۔

[4] بقیع میں عباس، حسن، علی المشہور بہ زین العابدین، عثمان، حلیمہ سعدیہ، شہداء، امہات المومنین وغیرہ کی روح کو ثواب پہونچایا جاتا ہے۔ البقیع کی زیارت کے وقت وہاں کا مفصل حال لکھوں گا۔

بعدازاں ہم مسجد نبوی کی جنوبی دیوار کی طرف واپس آئے اور وہاں مکہ کی طرف رخ کرکے ہمارے مزور نے ایک دعا جو حمد و ثنا اور طلب مغفرت اور درود و سلام پر مشتمل تھی ہم سے پڑھوائی۔ اس جگہ سے روانہ ہوکر ہم پھر شباک النبی کے پاس آئے۔ اس جگہ ہم نے دوبارہ دعا و سلام پھر پڑھا۔ مزور جو کہلاتا جاتا تھا۔ میں اس کو کہتا جاتا تھا۔

محرابِ عثمانؓ

اب ہم حجرہ مبارک سے روانہ ہوئے۔ اس وقت ہمارے پیچھے ایک ہندوستانی فقیر پڑ گیا۔ یہ فقیر بہت نرم زبان تھا مگر بڑا ہی متقاضی۔ اس نے سورہ یٰسین پڑھتے پڑھتے ہمارے کان بہرے کر دیئے۔ بالآخر جو کچھ ہو سکا خیرات دیکر رخصت کیا۔ اور جنوب کی طرف منہ کرکے اور یہ احتیاط رکھکر۔ کہ رسول اللہ کے چہرہ مبارک کی طرف ہماری پشت نہ ہونے پائے۔ ہم محراب عثمانؓ کے مقابل کھڑے ہوگئے۔ یہاں ہمارے مزور شیخ حامد نے مجھ سے ایک اور دعا پڑھوائی۔

زیارت کا اختتام

سب سے آخر میں ہم روضۂ مطہرہ[1] میں پھر واپس آئے۔ اور وہاں دو رکعت نماز نفل اسی طرح پڑھے۔ جیسے کہ زیارت کی ابتداء میں پڑھی تھیں۔ اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کرکے ہم نے زیارت کو ختم کیا۔

زیارتک مبارک

میری بدنصیبی سے لڑکے محمدؐ نے اس وقت زرد دوزا اور گل کار کوٹ پہن رکھا تھا۔ زیارت کے ختم ہونے پر آغا یعنی مسجد کے خوجے اور خدام و مجاور جو اپنی خدمت کی وجہ سے معزز سمجھے جاتے ہیں۔ اور جو خود بھی حرم نبوی میں اپنے آزادانہ انتظام کے سبب سے عزت و تکریم کے قابل ہیں۔ سب کے سب روضۂ مطہرہ میں جمع ہوئے اور مجھ سے کہا کہ "زیارتک مبارک" پھر بخشش کے طالب ہوئے۔ ان کے چلے جانیکے بعد مسجد کے چاہ زمزم[2] کا سقہ میرے پاس آیا۔ اس نے زمزم کے پانی کی بھری ہوئی ایک ٹین کی ڈبیہ مجھکو ہدیۃً دی۔ ان سب کو معقول انعام میں نے دیدیا۔

فقراء کی یورش

ان کے چلے جانیکے بعد مجھکو فقیروں نے گھیر لیا۔ بعض فقیر حلیم الطبع اور اچھا لباس پہنے ہوئے زمین پر بیٹھے ہوئے تھے۔ اور اپنا رومال خیرات کیلئے

---

[1] بعض زائر محراب عثمانؓ میں دعا پڑھکر اگر اس وقت روضہ میں جماعت کی نماز تیار نہ ہو۔ تو مسجد نبوی سے چلے جاتے ہیں بعض زائر مثل ہمارے زیارت کے بعد روضہ میں تنہا نماز پڑھنے کو زیادہ پسند کرتے ہیں۔

[2] یعنی چار دیواری کے اندر جو کنواں ہو۔ علی العموم اب اسکو زمزم کہنے لگتے ہیں۔

آگے بچھا رکھا تھا۔ تاکہ زائران کے رومال میں کچھ ڈالتے جائیں۔ بعض فقیر بڑے غصیل اور جوشیلے تھے۔ اگر ان کے حسب خواہش خیرات نہیں ملتی تھی۔ تو وہ لعن طعن کرتے تھے۔ اور برا بھلا کہنے لگتے تھے۔ بعض فقیر بڑے ہی گستاخ اور غل مچانے والے تھے۔ بالخصوص فاطمہؓ کے مقبرہ کے پاس نو فقیرنیوں نے میرے لباس کا دامن پکڑ لیا۔ اور جب تک میں نے ان کو زر فدیہ (خیرات) نہ دیدیا۔ تب تک انہوں نے میرا دامن چھوڑا نہیں۔ المختصر خوبصورت لڑکے جو میرا ہاتھ صدقہ مانگنے کیلئے پکڑ لیتے تھے۔ اور بدصورت دبلے پتلے لمبے بالوں والے میلے کچیلے ہر قسم کے فقیر موجود تھے۔ سب کے پیچھے اپاہج۔ لنگڑے۔ لولے۔ اندھے اور بیمار تھے جو مسلمان اور زائرین کی امداد کے واقعی محتاج اور مستحق بلکہ احق تھے۔ میں تو نہیں چاہتا تھا کہ اپنے آپ کو امیر مشہور کروں۔ مگر میری مرضی کے سخت برخلاف میرے ہمراہیوں نے ایسا ظاہر کرنے پر مجھکو مجبور کیا۔ میں نے ہر فقیر کو مجبوراً حسب حیثیت صدقہ اور خیرات دی۔ اور میری طرف سے خیرات دینے والا اپنے خوشنما کوٹ میں خیرات دیکر بہت خوش ہوتا تھا۔ اور فخر کرتا تھا۔ اس پہلے بار کی زیارت میں جتنا میرا ارادہ خیرات دینے کا تھا۔ اس سے دوگنا زیادہ صدقہ اور خیرات دیگئی یعنی چار ڈالر (پندرہ روپے) خرچ ہو گئے۔ اس کے بعد میں پھر جب کبھی زیارت کرنے جاتا۔ تو فقرا پر دو ڈالر (۷ روپے) سے کم خرچ[ط] نہیں ہوتے تھے۔

باب السلام اب میں نے زیارت کے تمام کام پورے کر لئے۔ اس لئے شیخ حامد نے مجھکو ادھر ادھر پھرنے اور قابل دید مقامات کی سیر کرنے کی اجازت دی۔ ہم باب السلام سے مسجد نبوی کا چکر کاٹنے کیلئے روانہ ہوئے یہ دروازہ مسجد النبوی کی لمبی دیوار میں جنوب مغرب کی طرف نہایت خوبصورت چھتا ہوا کمانچہ دار ہے۔ اس میں جا بجا سنگ مرمر اور روغنی دیواروں پر بڑے ہی خوبصورت نقش و نگار کلمات اور آیات منقوش ہیں۔ دروازہ کی دیواروں میں دونوں طرف سنہری رنگ کے کتبے اور آیات منقوشہ ہیں۔ جو رات کے وقت روشنی کے اندر اس کے منظر کو نہایت خوشنما اور عالیشان کر دیتی ہے۔ اس کے کیواڑ چوبی اور بڑے بڑے ہیں۔ جن کے

[ط] آدمی جس قدر زیادہ خیرات کرتا ہے۔ قاعدہ ہے کہ وہ اپنے آپ کو اتنا ہی زیادہ امیر سمجھنے لگتا ہے۔ بعض ہندوستانیوں نے اول بار زیارت کر کے ۵۰ ڈالر تک دے ڈالے۔ بعضوں نے مولد شریف کی یعنی مسجد نبوی کے تمام فقرا کی دعوت کر کے ان کو پلاؤ اور گوشت روٹی کھلائی۔ بعض لوگ خدام اور مجاوروں کیلئے بڑے نادر اور قیمتی تحائف لائے۔ مگر کل یوم بتر کے سبب سے اب ایسی فیاضیاں اور سخاوتیں معدوم ہوتی جاتی ہیں۔

دونوں طرف پیتل کے پترے جڑے ہوئے ہیں۔ اور ان پتروں کو برنجی کیلوں سے جوڑ کر بہت خوبصورت بنا دیا ہے۔ باب السلام کے باہر ایک چھوٹی سی سبیل ہے۔ اس جگہ وہ لوگ جو مسجد کے سقہ کو پانی کی قیمت نہیں دینا چاہتے بمفت وضو کرتے ہیں۔ یہاں بڑے بڑے مٹکوں میں پانی ہر وقت بھرا رہتا ہے۔ باب السلام کی سیڑھیوں پر اور باب السلام کے اندر تک فقیروں کی بہت بڑی تعداد ہر وقت موجود رہتی ہے۔ یہ لوگ باہر والی سیڑھیوں پر اور اس جگہ بیٹھے رہتے ہیں۔ کہ جہاں سے ان کے بیچ میں سے ہو کر زائرین کو مسجد النبوی میں آتے ہوئے ضرور گذرنا پڑتا ہے؛

سبیل

باب الرحمت مغربی دیوار کے وسط کے قریب باب الرحمت ہے۔ اس دروازہ سے مسلمانوں کے جنازہ کو مسجد نبوی میں لاتے اور اس پر نماز جنازہ پڑھتے ہیں۔ اس دروازہ کی شکل ایسی خوبصورت نہیں ہے۔ کہ جس کا خاص طور سے بیان کیا جائے۔ اور سب دیگر دروازوں کی طرح سے اس کی پھاٹک کے بھی بڑے بڑے کیواڑ ہیں۔ جن پر لوہے کے پتر چڑھے ہوئے ہیں۔ اس کے باہر کی طرف بھی سیڑھیاں بن رہی ہیں۔ جن پر چڑھکر مسجد میں آتے ہیں۔ اور کچھ آیات وکلمات دروازہ پر سنہری حروف میں منقوش ہیں؛

باب مجیدی شمالی دیوار کے وسط میں باب المجیدی سلطان عبدالمجید کا بنایا ہوا ہے یہ دروازہ اپنی رواق یا دالانوں کے مانند ابھی بن رہا ہے اس کی موجودہ شکل وصورت اور طرز عمارت اس بات کا پتہ دیتی ہے۔ کہ جب یہ دروازہ بن کر تیار ہو جائے گا تو سوائے باب السلام کے اور سب دروازوں پر عالیشانی خوبصورتی اور خوشنمائی میں فوق لے جائیگا؛

باب النسار مشرقی دیوار میں باب النسار کا دروازہ مغربی دیوار کے وسط کے دروازہ باب الرحمت کے عین مقابل میں ہے۔ اس دروازہ سے باب الرحمت تک فرش الحجر یعنے پتھروں کی سلوں کا فرش ہو رہا ہے۔ اس فرش کا سطح الروضہ کی سطح دالان سے دو یا تین سیڑھیاں نیچے ہے۔ اور مسجد کے صحن کی سطح سے کچھ اونچا ہے؛

فرش الحجر

ف۔ زمانہ سابق میں اس دروازہ کو باب العتاقہ یعنی نجات اور آزادی کا دروازہ کہا کرتے تھے؛

ف۔ برٹن صاحب کے آنے کے دو برس کے بعد یہ دروازہ معہ اپنے دالانوں اور کمانچوں کے نہایت عالیشان بنکر تیار ہو گیا۔ اور ان کی یہ پیشین گوئی پوری اتری؛

باب جبرئیل مشرقی دیوار کے جنوبی حصہ میں سب سے آخری دروازہ باب جبرئیل ہے۔ یعنی جبرئیل علیہ السلام کا دروازہ[۱] ہے۔

عشاء کے بعد دروازہ حرم بند ہو جاتے ہیں ان تمام دروازوں میں شارع عام اور بازاروں سے کئی سیڑھیاں باہر کی طرف سے چڑھکر پہونچتے ہیں۔ اس لئے کہ حرم نبوی کی کرسی مکہ معظمہ کے حرم بیت اللہ کی کرسی کے خلاف اپنے آس پاس کے مکانات کی بنیاد اور کرسی سے ذرا بلند ہے مسجد النبوی کے دروازے رات کو عشاء کی نماز پڑھنے کے بعد خدام اور خوجے فوراً بند کر دیتے ہیں۔ ہاں ماہ رمضان المبارک کے مہینے میں اور موسم حج و زیارت میں رات کو دروازے بند نہیں کئے جاتے۔ موسم زیارت میں صالح اور متقی زائر مسجد نبوی میں رات بھر عبادت کرنے اور مراقبہ میں بیٹھنے کیلئے اجازت حاصل کرنے کیلئے خدام اور خوجوں کو بہت گرانقدر رقم دیتے ہیں۔

شکیلیہ مینار مسجد نبوی میں پانچ مینار ہیں۔ حرم کے شمال مغربی گوشہ کا مینار جس کا نام مینار شکیلیہ ہے۔ اب توڑ کر زمین کے برابر کر دیا گیا ہے۔ اور نئے سر سے اس کو پھر تعمیر کیا جا رہا ہے۔

مینار باب السلام مینار باب السلام باب السلام کے برابر بنا ہوا ہے۔ یہ بہت اونچا اور خوبصورت مینار ہے۔ اس کی چوٹی پر چمکدار اور روشن پیتل کی مخروطی گیند بنی ہوئی ہے۔

مینار باب الرحمت مغربی دیوار کے وسط کے قریب باب الرحمت کا منارہ ہے۔ یہ بہ نسبت اور دیگر میناروں کے بالکل سادہ ہے۔ اس میں دو غلام گردش یا برآمدہ بنے ہیں۔ اور اس کا بالائی حصہ مدور ہے۔ اور اس کے اوپر وہ مخروطی چھت پڑی ہوئی ہے کہ جس کا رواج روم اور مصر میں بہت ہے۔

---

[۱] ان میں سے بہت سے دروازوں کے نام کئی بار رکھے گئے ہیں مثلاً باب جبرئیل کا موجودہ نام اس عام یقین کے سبب سے رکھا گیا ہے۔ کہ ایک دفعہ جبرئیل علیہ السلام اس دروازہ میں سے گذرے تھے اس دروازہ کا نام کتابوں میں علی العموم باب الجبر لکھا ہوا ہے۔ یعنی مرمت کرنے کا دروازہ (یعنے کسی دوست یا ہمراہی کی پھوٹی ہوئی تقدیر میں اس کی امداد کرنے کا دروازہ) غلطی سے اس دروازہ کو مہبط جبرئیل۔ یا اس کے نزدیک مشرقی دیوار میں شباک جبرئیل نہ سمجھہ لینا چاہیئے۔ جہاں کہ جبرئیل علیہ السلام ہمیشہ وحی لیکر آسمان سے اتر کر رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے۔

مینار سلیمانیہ مسجد کے شمال مشرقی زاویہ میں سلیمانیہ مینار بنا ہوا ہے۔ اس کو سلطان سلیمان اعظم نے تعمیر کرایا تھا۔ یہ مینار نہایت مضبوط و مستحکم اور سنگین عمارت ہے۔ اس کی تین منزلیں ہیں۔ نیچے کی دونوں منزلیں کثیر الزاویہ ہیں۔ اور اوپر کی منزل مدور اسطوانہ نما ہے۔ ہر ایک منزل کے ختم پر ایک چھت اور چبوترہ اور اس کے چاروں طرف چڑھنے والوں کی حفاظت کیلئے چھجہ اور اس کے گرداگرد کٹھہرہ لگا ہوا ہے۔

رئیسہ مینار سب سے آخر میں مسجد نبوی کے جنوب مشرقی گوشہ پر وہ مینار بن رہا ہے جس کو مینار رئیسیہ کہتے ہیں۔ اس لئے کہ موذنوں کے سردار یعنی رؤسا اس مینار کے اوپر چڑھکر اذان دیتے ہیں۔ خیال ہے کہ یہ مینار اسی جگہ بنا۔ جہاں رسول اللہ کے خوش الحان موذن بلال[1] اذان دیکر اولین مسلمین کو نماز کیلئے بلایا کرتے تھے۔ سلیمانیہ مینار کی طرح اس مینار کے بھی تین حصے ہیں جن میں سے پہلی اور دوسری منزل کثیر الاضلاع اور تیسری منزل اسطوانہ نما ہے جس کے چاروں طرف غلام گردش میں کٹھرا لگا ہوا ہے۔ ان دونوں آخری میناروں کے اختتام پر بیضوی شکل کی تعمیر ہے جس کے چاروں طرف بیشمار چوبی مثلثیں نکلی ہوئی ہیں۔ مواقع شادمانی اور تمام خوشی کے اوقات مثلاً شامی قافلہ کی آمد پر ان میناروں کی غلام گردشوں اور چوبی مثلثوں پر لیمپ۔ لالٹینیں۔ ہانڈیئیں اور قنادیل لٹکا کر جلسہ چراغاں کیا جاتا ہے۔ اسی روشنی کی رسم مدینہ والوں کے اس توہم کی بنا معلوم ہوتی ہے کہ پیغمبر صاحب کی قبر کے اوپر روشنی کے انوار نکلتے رہتے ہیں۔ پہلی نگاہ میں ان چاروں میناروں کا عرض و طول اور شکل و وضع یکساں معلوم نہیں ہوتی۔ اور باوجود اپنی خوبصورتی اور عظیم الشانی کے یہ چاروں مینار ذرا بے موقعہ نظر آتے ہیں۔ مگر چند دنوں کے بعد میری آنکھہ انکے دیکھنے کی عادی ہو گئی۔ اس لئے ان کی عظیم ضخامت کا تناسب اور عالیشانی مجھکو بہت اچھی معلوم ہونے لگی۔

صحن کے چاروں طرف جس قدر رواق یا دالان بنے ہوئے ہیں۔ وہ سب یکساں اور ایک وضع کے نہیں ہیں۔ شمالی دیوار کے برابر برابر جب زیر تعمیر دالانوں کی تعمیر ختم ہو جائیگی تو بہر بہرے پتھر کے ستونوں کی نہایت خوشنما قطاریں بنیگی۔ اور تمام دالانوں کے فرش میں

---

[1] مسلمان مورخین کا بیان ہے۔ کہ بلال موذن مسجد نبوی کی دیواروں میں سے ایک دیوار کی چھت کے کسی حصہ پر کھڑے ہوکر اذان دیا کرتے تھے۔ رسول اللہ کے زمانہ میں کوئی مینار نہ تھا۔ مینار آپ کے بعد بنائے گئے ہیں۔

سنگ مرمر کا کھرنجہ لگایا جائے گا۔

ستونہائے مسجد نبوی

مشرقی رواق میں ستونوں کی تین قطار۔ اور مغربی میں چار قطار اور جنوبی رواق میں جس کے نیچے قبر مبارک رسول اللہ کی ہے۔ ستونوں کی پندرہ بیس قطاریں ہیں۔ ان ستونوں پر دالانوں کی چھت پڑی ہوئی ہے یہ ستون طرح طرح کے ہیں۔ بعض تو نہایت خوشنا سنگ مرمر کے ہیں۔ بعض سخت پتھر کے ہیں جن کے اوپر چونے کا پلاسٹر ہو رہا ہے۔ اور ان میں معمولی درجہ کے نقش ونگار نقوش اور آیتیں اور کتبے کھدے ہوئے ہیں۔ بعض ستون سرخ اور بعضے سیاہ رنگے ہوئے ہیں اور ان پر چوڑی چوڑی دھاریاں ہیں۔ ان کا رنگ لندن کی تھیٹر کے نقالوں کے چہرہ کے مانند گوناگون ہے۔ بعض ستون چھوٹے ہیں۔ بعض بڑے ہیں۔ ان پر آیات ونقوش بھی یکساں نہیں ہیں۔ بہت سے ستونوں کی کرسی نہیں ہے۔ بعض اس طرح بنائے گئے ہیں کہ جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے۔ کہ ان کے بنانے والوں کو فن تعمیر یا سنگ سازی سے بالکل واقفیت یا آگاہی نہ تھی۔ مسجد النبوی کے میناروں کی طرح سے ان ستونوں کی تراش اور وضع میں کوئی خاص بات قابل تحریر نہیں ہے۔

ان قابل تعریف ستونوں میں سے اسلام کی تاریخ میں تین ستون نہایت مشہور ہیں اسلئے ان کے نام ان پر کھدے ہوئے ہیں۔ ان تین کے علاوہ پانچ ستون اور ہیں جن کے نام بھی ان کی تمیز کیلئے مشہور ہیں۔

اسطوانۂ مُخَلَّق

پہلے اسطوانہ کا نام المخلّق ہے۔ یہ ستون کسی مکروہ چیز سے ملوّث ہو گیا تھا اس لئے اس پر خلوق ملوا دیا گیا تھا۔ خلوق عرب میں ایک خوشبو کا نام مشہور ہے۔ یہ ستون محراب نبوی کے متصل امام کے نماز پڑھانے کی جگہ سے داہنی طرف ہے۔ رسول اللہ ممبر بننے سے پہلے اسی جگہ جمعہ کے دن خطبہ شریف ادا فرماتے تھے۔ اور اسی جگہ رونیوالے ستون اسطوانۃ الحنانہ[1] سے پیٹھ لگایا کرتے تھے۔

اسطوانۂ عائشہؓ۔ دوسرا ستون ممبر سے تیسرا اور حجرہ مطہرہ سے بھی تیسرا ستون ہے جسکو

استن حنانہ

۱۔ ستون حنانہ (رونیوالے ستون) کا قصہ ایک مشہور قصہ ہے۔ بعض لوگوں کا خیال ہے۔ کہ اس ستون کو منبر شریف کے نیچے دفن کر دیا گیا ہے۔ بعض لوگوں کا بیان ہے۔ اور ایسے لوگوں کی تعداد بہت کم ہے کہ ستون حنانہ کی لکڑی کو منبر شریف کی لکڑی میں شامل کر دیا گیا ہے۔

اسطوانۂ عائشہ رضی اللہ عنہا۔ اور اسطوانۃ القرعہ اور اسطوانۃ المہاجرین بھی کہتے ہیں۔ اسلئے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ کہ رسول اللہ نے فرمایا ہے۔ کہ اگر اس ستون کی خوبی آدمی جان لیں۔ تو بغیر قرعہ ڈالے کسی کو اس جگہ نماز پڑھنا میسر نہ ہو۔ بعض کتابوں میں اس ستون کا نام اسطوانۃ المہاجرین۔ بعض کتابوں میں لکھا ہوا ہے۔ کہ اسطوانۃ المخلّق یہی اسطوانہ ہے۔

اسطوانۂ ابولبابہ اسطوانۂ عائشہؓ سے بیس ہاتھہ کے فاصلہ پر وہ ستون جو حجرۂ نیفہ سے دوسرا ستون اور منبر شریف کی طرف سے چوتھا ستون ہے۔ اسطوانۂ توبہ کہلاتا ہے اس کو اسطوانۂ ابولبابہ بھی کہتے ہیں۔ اس لئے کہ ابوالبابہ مدینہ کے باشندے تھے۔ وہ منجملہ اصحاب رسول اللہ اور نقبائے انصار تھے۔ کہتے ہیں کہ وہ ابتدائً یہودی تھے۔ بعض کہتے ہیں کہ وہ بنی اوس کے فرقہ بنی عمرو بن عوف میں سے ہیں۔ ابولبابہ رضی اللہ عنہ رشتہ دار یا دوست یا صاحب عہد و پیمان بنی قریظہ تھے۔ جس وقت کہ رسول اللہ نے اس گروہ نا بہبود کا محاصرہ کیا۔ تو اس گروہ کے مرد و زن بچے بڑے سب ابولبابہ سے طالب مشورہ ہوئے۔ اور کہا کہ ہم سب کو حضرت رسالت پناہ کے حضور میں لیجا کر عذر خواہی کرو۔ ابولبابہ نے قسم کھائی اور ر قبول کرکے کہا کہ میں ایسا ہی کروں گا۔ مگر انہوں نے اپنے کلام کے درمیان میں ایک ادا ایسی کی۔ کہ وہ دلالت کرتی تھی اس بات پر کہ انجام کار تمہارا رسول اللہ کے ذبح اور قتل ہے یعنی انہوں نے اپنے ہاتھہ سے اپنے حلق کی طرف اشارہ کیا یعنی "تم اپنی حفاظت آخری دم تک کئے جاؤ۔ اور اگر تم رسول اللہ کی بلا شرط اطاعت کر لوگے۔ تو قتل کر دیئے جاؤگے"۔ مگر اس کے بعد انہوں نے جانا۔ کہ مجھسے خدا اور رسول کے حق میں خیانت ہوئی۔ چنانچہ اس عمل کی ندامت میں اور اس تقصیر کے عذر کیواسطے اپنے آپ کو کھجور کی لکڑی کے ساتھہ بھاری زنجیر سے باندھا۔ اور قسم کھائی کہ جب تک اللہ اور اس کا رسول میری توبہ قبول نہ کریں گے۔ میں اس قید سے نہ نکلونگا۔ دس روز تک وہ اسی جگہ بندھے رہے۔ اور اس عرصہ میں قوت سامعہ ان کی جاتی رہی۔ وہ بہرے ہوگئے۔ اور نزدیک تھا۔ کہ قوت باصرہ بھی جاتی رہے۔ کہ دسویں روز ان کی توبہ قبول ہوگئی۔ اب اس کھجور کے درخت کی جگہ یہ ستون ایستادہ ہے۔

مذکورۂ بالا ستونوں سے فراکم مشہور ستون حسب ذیل ہیں:۔

اسطوانۃ السریر اسطوانۃ السریر۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سریر تھا۔ درخت کھجور

کی شاخوں کا۔ اُس پر آپ بیٹھ کر اِس جگہ اعتکاف کرتے تھے۔ اُسی جگہ اب یہ اُستوانہ بنا دیا گیا ہے

اُسطوانہ علیؓ اُسطوانۃُ العلی جو حضرت علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ کی اکثر اوقات نماز پڑھنے کی جگہ بنا ہُوا ہے۔ اور اسی جگہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ راتوں کو بیٹھ کر اپنے خسر (رسول اللہؐ) کی پاسبانی کیا کرتے تھے +

اُسطوانۃُ الوُفود اُسطوانۃُ الوُفود۔ جیسا کہ اُس کے نام سے ظاہر ہے، جب وفودِ عرب اطراف و نواح سے رسول اللہ صلعم کے پاس اسلام لانے اور تعلیم شرائع واحکام کو حاضر ہوتے تو رسول اللہ صلعم اکثر اسی اُسطوانہ کے پاس جلوہ فرما ہوتے اور غیر ملک کے ایلچیوں درباریوں اور سفیروں سے اسی جگہ ملاقات فرماتے تھے +

اُسطوانۂ تہجّد اُسطوانۃُ التہجد:۔ اس ستون کے اس نام کے پڑ جانے کی وجہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلعم کی محراب تہجد اسی اُسطوانہ میں ہے۔ آپ اس جگہ ہر شب حصیر (چٹائی) بچھا کر نمازِ تہجد ادا فرمایا کرتے تھے۔

مقام جبریل آخری ستون مقام جبریل ہے۔ اس کا دوسرا نام مَربعۃُ البعیر[1] یعنے لادو جانور کی لکڑی ہے۔ مجھ کو معلوم نہیں ہو سکا کہ اس نام کے رکھنے کی وجہ کیا ہے؟ +

فاطمہؓ کی کیاری (باغیچہ) صحنِ مسجد کی شکل مستطیل ہے اُس کے چاروں طرف چار رواق بنی ہوئی ہیں + صحنِ مسجد میں صرف زمین کا ایک مربع قطعہ[1] ہے جس کے چاروں طرف لکڑی کا جنگلہ (کٹھرا) لگا ہوا ہے۔ قابلِ ذکر ہے۔ یہ زمین ہر وقت پانی سے تر اور شاداب رکھی جاتی ہے اس کو فاطمہ رضی اللہ عنہا کی کیاری (باغیچہ) کہتے ہیں[2] + اس کیاری میں اب بارہ[12] درخت کھجور کے ہیں۔ ابن جبیر کے زمانہ میں پندرہ[15] درخت تھے

---

[1] مسجد النبوی کے اُس نقشہ میں جو دسیبوں کے ہاتھ سے کھینچا ہوا ہوتا ہے اور ہمارے بھی نام نقشوں میں ایک چھوٹی سی گنبد دار عمارت دکھلائی جاتی تھی سو وہ کئی برس ہوئے گرا دیا گیا + یہ مربع کے وسط کے ایک حصہ پر بنا ہوا تھا اور اس کا نام قُبّۃُ الزیت (تیل کا گنبد) یا قبۃ الشمع تھا + یہاں لیمپ اور موم بتیوں کا ذخیرہ رکھا کرتا تھا +

[2] جاہل اور ناخواندہ لوگوں میں ابن بعیہ کا یہی نام مشہور ہے۔ انکو اِس بات کا پختہ یقین ہے کہ اس کیاری میں جس قدر کھجور کے درخت ہیں وہ انہی تخموں کی پود ہیں کہ جنکو فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اپنے ہاتھ سے ابن بعیہ میں بویا تھا + جہاں تک ہمیں نے تحقیق کیا یہ واقعہ بے بنیاد پایا گیا بلکہ قدیم زمانہ میں صحنِ مسجد میں کوئی کیاری بھی نہ تھی + عوام الناس کا دستور ہے کہ مسجد النبوی میں ایک قسم کی کھجور کھاتے ہیں جسکو "الصیحانی" کہتے ہیں اور اُسکی گٹھلیاں ہی اِدھر اُدھر پھینکدیتے ہیں + علماء اُنکی اِس عادت کو نہایت مذموم اور مسجد کی بے ادبی بتلاتے ہیں +

الصیحانی

اِن درختوں کی کھجوروں کو خوجے لوگ سلطان المعظم اور بڑے بڑے اُمرا اور حکام کو تبرک اور تحفہ کے طور پر بھیجتے ہیں + عوام الناس اِن کھجوروں کی بہت ہی قدر کرتے ہیں اور اُنکو بڑے دام دیکر مول لیتے ہیں مگر علماء کے نزدیک یہ کھجوریں اِس قدر نے صد قابل قدر اور لائق احترام نہیں ہیں + اِن کھجوروں کے درختوں میں ایک نہایت قدیم زمانہ کا قابل تعظیم درخت سِدرٗ[1] (بیری) کا ہے جس کے بیر بڑی گراں قیمت پر فروخت کئے جاتے ہیں + اِس کیاری میں ایک چھوٹے سے دروازہ میں سے جاتے ہیں جو گنبد کے جنوب مشرقی حصہ میں کنوئیں کے نزدیک ہے۔ یہاں ایک خوجہ ہمیشہ موجود رہتا ہے۔ یہ بغیچہ مسجد نبوی کے مدیر یعنے خاص خزانچی کی نگرانی میں ہے + ایسی کیاریاں مسجدوں میں علے العموم ہوتی ہیں۔ شہر قاہرہ (مصر) میں بھی مسجدوں میں ایسی بہت سی بغیچیاں ہیں + خدا کی عبادت اور پرستش کے لئے جو عمارتیں (مسجدیں) بنی ہوئی ہوں اُن میں ایسی کیاریوں کا ہونا نہایت مناسب اور عمارت کی تزئین کا باعث ہے اِس لئے کہ "خدا نے زمین کو فرش بنایا اور اُس پر پھولوں کے قالین بچھائے اور ہر سال مُردہ زمین میں سے سرسبز اور سایہ دار اور پتوں دار درخت پیدا کرتا ہے" + پیغمبر صاحب صلعم کی ایک حدیث شریف ہے کہ "باغ اور باغیچہ اور میووں کے باغ میں عبادت کرنا پسندیدہ اور قابل قبول ہے" +

بیر النبی یا زمزم

اِس کیاری کے جنوب مشرقی گوشہ میں چاہِ زمزم ہے جس کو علی العموم بیر النبی کہتے ہیں۔ اِس کنوئیں کے اوپر لکڑی کے ستونوں پر چوبی چھت ڈال رکھی ہے + اِس کا پانی کھاری ہے اس لئے اُس کی بزرگی اور تقدس کی شہرت نہیں ہوئی + مدینہ کے ایک اچھے تعلیم یافتہ آدمی نے مجھ سے کہا کہ مدینہ کے اور تمام چاہات کے مانند اِس کنوئیں کا پانی بھی ہلکا[2] اور صحت بخش ہے اِس کی وجہ یہ ہے کہ زمین کے نیچے ہی نیچے[3] مکہ کے آبِ زمزم سے پانی

[1] اِس کے پھل کو کھاتے ہیں اُسکو نبق سکتے ہیں۔ اُس کے پتوں کو اُس پانی میں ڈال دیتے ہیں کہ جس سے مُردہ کو نہلایا جاتا ہے + زائر کو مدینہ کے میوے یا پانی اپنے ہمراہ تحفے کے طور پر لیجانا منع نہیں ہے مگر جاہل اور ناواقف لوگوں کے ہاتھ فروخت کرنے کی غرض سے اُسکو خاک یا پتھر یا مٹی کی ڈلیاں لیجانا ناجائز اور مکروہ ہے +

[2] تمام مشرقیوں کی طرح عرب پانی کی تحقیقات کے نہایت شوقین ہیں۔ وہ کنوے کے پانی کا وزن کر لیتے ہیں جس چاہ کا پانی ہلکا ہو تو وہ اُسکو زیادہ ہاضم اور صحت بخش سمجھتے ہیں +

[3] عرب کے خیالی دریا زمین کے نیچے بہتے ہیں اِس لئے جاہل لوگ دُور و دراز جگہوں کا فاصلہ بھی زیر زمین راستہ سے بہت ہی پاس سمجھ لیتے ہیں + مدینہ میں ایک بدو نے مجھ سے ذکر کیا کہ رسول اللہ صلعم کے زمانہ میں مدینہ سے حضر موت کا راستہ زمین کی سُرنگ کے اندر سے صرف تین دن کا تھا +

نبق

اس کنوئیں میں آتا ہے + بعض لوگوں کا خیال ہے کہ رسول اللہ صلعم کی قبر شریف کے نیچے سے پانی کی ایک سوت اس چاہ میں آتی ہے اس لئے یہ پانی صحت بخش ہے + علی العموم علما کے نزدیک یہ چاہ فاطمہؓ کی کیاری سے زیادہ قابل احترام نہیں ہے۔ نہ اس چاہ کا مدینہ کے پاک اور قابل زیارت کنووں کی فہرست میں کتابوں میں ذکر ہے +

اُسطوانۂ مدینۃ النبی اس چاہ زمزم اور شرقی رواق کے درمیان اُسطوانۂ مدینۃ النبی ہے صبح و شام ٹھنڈ کے وقت علماء۔ عالم اور مولوی لوگ یہاں جمع ہوتے ہیں اور طلباء کو قرآن شریف۔ حدیث و فقہ اور تفاسیر وغیرہ علوم کی تعلیم دیتے ہیں +

کھجوروں کی کیاری سے جانب جنوب دو چار فٹ کے فاصلہ پر لکڑی کے تختے اس وضع سے لگے ہوئے ہیں کہ جب چاہیں اُن کو ہٹا سکتے ہیں + یہ تختے سبز رنگ سے رنگے ہوئے ہیں اور ایک گز کے قریب اونچے ہیں + جب صحن مسجد میں نماز پڑھی جاتی ہے تو امام ان تختوں کے برابر کھڑا ہوتا ہے اور اُس کے پیچھے جماعت کھڑی ہوتی ہے +

شجر قنادیل صحن کے شمالی مشرقی گوشہ میں شجر قنادیل ہے یعنے پیتل کا ایک عظیم الشان جھاڑ ہے جس کی روشنی رات کو نہایت خوش نما معلوم ہوتی ہے + مذکورہ بالا چیزوں کے سوا صحن میں اور کوئی سامان آرائش نہیں ہے +

ختم سیر مسجد نبوی مسجد نبوی کی اس سیر کے بعد اب آفتاب غروب ہونے کے قریب ہو گیا دھوپ زرد پڑ گئی + اور ہم گھر کو واپس روانہ ہوئے۔ واپسی کے وقت ادب کے لحاظ سے یہ احتیاط رکھی کہ اوّل مسجد سے ہم اپنا بایاں پیر باہر نکالیں اس لئے کہ یہ سُنّت رسول اللہ صلعم ہے مکّہ سے جب آپ نے ہجرت کی تو کعبہ سے روانہ ہونے کے وقت رسول اللہ صلعم نے اوّل بایاں پیر ہی باہر نکالا تھا + ہم نے اس بات کا بھی خیال رکھا کہ واپسی کے وقت ہماری پُشت حجرہ مبارک کی طرف نہ ہونے پائے +

اب مَیں اس باب کو ختم کرتا ہوں +

نہایت معقول شبہ اگرچہ ہر ایک عالم فاضل اور عامی اور جاہل مُسلمان کا پختہ یقین اور کامل عقیدہ ہے کہ رسول اللہ صلعم کی نعش مبارک مسجد نبوی کے حُجرہ مطہر میں

ملہ مسجد النبوی کا کتب خانہ باب السلام کے نزدیک ہے اور کتابیں بڑے بڑے صندوقوں میں رکھی ہوئی ہیں۔ ایک قلمی قرآن شریف خط نُلث میں بہترین نمونہ کا چار فٹ لمبا چوبی جلد کا لکھا ہوا ہے اور اُس میں قفل لگا رہتا ہے +

مدفون ہے + مگر مجھے اس بارہ میں شبہ ہے اسی طرح جس طرح کہ بیت اللحم میں حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی قبر کی نسبت شک ہے + مدینہ میں رسول اللہ صلعم کی وفات کی خبر مشہور ہوتے ہی افراتفری اور کھلبلی مچ گئی تھی۔ اور لوگوں نے رسول اللہ صلعم کو غیر فانی اور ابد الآباد تک زندہ رہنے والا سمجھ کر اُن کی وفات کی خبر کا یقین نہیں کیا[1]۔ یہاں تک کہ عمر رضی اللہ عنہ نے تو یہ دھمکی دی کہ اگر کوئی ایسی بات کہے گا تو میں اُس کو قتل کر دوں گا +

اس کے علاوہ رسول اللہ صلعم کی روح پُر فتوح کو بدن سے الگ ہوئے تھوڑی ہی دیر ہوئی تھی اور آپ کا جسم مبارک ابھی ٹھنڈا بھی نہیں ہوا تھا کہ خلافت کے مسئلہ میں مہاجرین مکہ اور انصار مدینہ میں تنازعہ پڑ گیا + شیعوں کا بیان ہے کہ اسی جوش تنازعہ میں حضرت علی اور فاطمہ رضی اللہ عنہم کے گھر کو آگ لگا دینے کی دھمکی دی گئی جو اُس جگہ سے جہاں اب قبر شریف حجرۂ مطہرہ میں ہے صرف چند قدم کے فاصلہ پر تھا۔ اور ابوبکرؓ اسی روز شام کو خلیفہ منتخب کر لئے گئے + اس لئے بھی شبہ پڑتا ہے کہ مدینہ ہی میں بعض لوگوں کی قبر کی جگہ میں اختلاف ہے۔ مثلاً فاطمہ رضی اللہ عنہا کی قبر کی جگہ مدینہ میں تین جگہ بتلائی جاتی ہے۔ حالانکہ ہر ایک شخص یہ خیال کر سکتا ہے کہ رسول اللہ صلعم کی دختر اور امامین علیہم السلام کی والدہ مطہرہ کسی غیر مشہور جگہ میں دفن نہ کی گئی ہوں گی[2] +

رسول اللہ صلعم کی قبر کیا کسی نے دیکھی ہے؟

میرے اس شک اور بے اعتباری کے وجوہات حسب ذیل ہیں:-

شروع زمانہ سے اب تک رسول اللہ صلعم کی قبر مبارک کی شکل کا پتہ علی العموم لوگوں کو معلوم نہیں ہے[3]۔ یہی سبب ہے کہ بعض ممالک میں

---

[1] یوروپین ممالک کے لوگوں میں بھی یہ توہم ہے۔ بریٹینی کے زینید اپنیولین اوّل کو۔ جرمنی والے فریڈرک دوم کو۔ سکاٹ لینڈ والے ولیم ٹل کو اور انگلستان والے بادشاہ کنگ آرتھر کو اب تک زندہ ہی خیال کرتے ہیں + [حضرت عمرؓ کو بیشک اول یقین نہ آیا مگر بعد میں ابوبکرؓ کے سمجھانے پر یقین لے آئے۔ مترجم عفی عنہ] +

[2] مگر رسول اللہ صلعم کی قبر شریف کی جگہ میں تو سلف سے آج تک کسی کو اختلاف نہیں ہے۔ مترجم عفی عنہ

[3] برٹن صاحب کا یہ خیال غلط ہے۔ سنہ ۹۰ ہجری تک رسول اللہ صلعم کی قبر کے گرد کچی اینٹوں کا حجرہ بنا رہا۔ جس کو سنہ ۹۰ھ میں خلیفہ ولید کے حکم سے منہدم کر کے عمر بن عبد العزیز نے پکا حجرہ بنوا دیا + اُس کے بعد سے اب تک سوائے دو تین آدمیوں کے جن کو چھت میں دریچہ کر کے نیچے اُتارا پھر کسی نے قبر شریف کو نہیں دیکھا + آپ کی وفات کے پچاس ساٹھ سال تک مدینہ کے لوگ برابر آپ کی قبر کی زیارت کرتے رہے۔ چنانچہ اس بارہ میں کچھ حال جذب القلوب سے لکھا جاتا ہے:- "حجرۂ مبارک جو مشتمل ہے قبور شریفہ پر پہلے ایک حجرہ تھا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں موافق اور حجرات حضرت سید کائنات علیہ الصلوٰة والتسلیمات کے یہ حجرہ کھجور کی شاخوں سے بنا ہوا تھا اس میں بحکم الٰہی جل جلالہ سید انبیاء صلعم دفن کئے گئے (باقی بر صفحہ ۳۷)

مُحدّب یعنے اُبھری ہوئی بنتی ہیں اور بعض مُلکوں میں ہموار بنتی ہیں۔ ورنہ اگر قبر شریف کی وضع معلوم ہوتی تو لوگ اُس وضع کو سُنّت سمجھ کر سب مُلکوں میں قبریں یکساں بناتے +

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۶) تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بھی اپنے اُسی گھر میں رہتی تھیں اور اُن کے اور قبر شریف کے درمیان میں کوئی پردہ نہ تھا آخر کو جب حضرت کی قبر شریف کی خاک پاک اُٹھانے کو لوگ بے دھڑک گھُسنے لگے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے گھر کی دو قسمیں کیں اور ایک دیوار اپنے مسکن اور قبر شریف کے درمیان اُٹھالی + جبتک حضرت عمر رضی اللہ عنہ وہاں دفن نہیں ہوئے تھے حضرت عائشہؓ کبھی کبھی جس وضع سے کہ ہوتیں رسول اللہ صلعم کی قبر شریف پر اور حضرت صدیق اکبرؓ کی قبر پر حاضر ہوتیں جب سے حضرت عمرؓ وہاں دفن ہوئے تو پھر عادت یہ تھا کہ بغیر ستر کامل اور حجاب کمال کے قبور شریف کی زیارت کو نہ آتیں + اس سے صاف ظاہر ہے کہ رسول اللہ صلعم کی قبر پر لوگ آتے اور تبرکاً قبر شریف کی خاک اُٹھا کر لیجاتے تھے + یہ حال دیکھکر حضرت عمرؓ نے جب مسجد شریف میں زیادت کی حجرۂ شریفہ کو کچی اینٹوں سے بنایا + وہ حجرہ زمانہ عمارت ولید بن عبد الملک تک ظاہر رہا + عمر و بن عبد العزیز نے ولید کے حکم سے اسکو ہدم کیا اور منقش پتھروں سے پھر بنایا اور اُسکے باہر ایک حظیرہ دوسرا بنایا اور اُن دونوں حظیروں میں سے کسی میں دروازہ نہ رکھا + محمد بن عبد العزیز سے روایت ہے کہ حجرۂ مبارک کی بُنیاد کھودنے کے وقت ایک پاؤں ظاہر ہوا۔ بعد تحقیق کے معلوم ہوا کہ وہ پاؤں امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ کا تھا کہ تنگی مکان سے حجرۂ شریفہ کی بنیاد میں آگیا تھا + اسواسطے قول اصح سے ثابت ہے کہ قبور شریف کی وضع اسطرح پر ہے کہ سر مبارک حضرت صدیق اکبرؓ کا محاذی سینۂ مبارک رسول اللہ صلعم ہے اور سر مبارک حضرت عمر بن خطابؓ کا محاذی سینۂ مبارک حضرت صدیق اکبرؓ ہے + بعد بنانے عمر و بن عبد العزیز کے پھر آجتک حجرۂ قبور میں کوئی اندر داخل نہیں ہوا سوائے اُن دو چار اشخاص کے کہ جو سنہ ۵۴۸ ہجری نبوی اور اُس کے قریب اُتارے گئے“ + اس سے صاف ظاہر ہے کہ لوگ رسول اللہ صلعم کی قبر پر برابر آتے جاتے تھے۔ سنہ ۹۱ھ میں جب حظیرہ بنادیا گیا اور دروازہ آنے جانے کا نہ رکھا تب سے کوئی نہیں جاسکتا۔ مسٹر مین صاحب کا یہ خیال غلط ہے کہ ”شروع اسلام میں بھی کسی نے قبر شریف کو نہیں دیکھا نہ تینوں قبور کی وضع کو دیکھا“ + مترجم عفی عنہ +

قبر شریف کی زیارت کرکے لوگ تبرکاً خاک کو اُٹھا لیتے تھے +

لہ سُنّت اُس فعل کو کہتے ہیں جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے کیا۔ یا۔ جو کام آپ کے سامنے کیا گیا اور اُس کو آپ نے منع نہیں فرمایا وہ سُنّت ہے + چنانچہ اِس بارہ میں صرف اتنا لکھدینا کافی ہے کہ قبریں دو طرح کی مسلمانوں میں بنتی ہیں + ایک شق۔ دوسری لحد جس کو بغلی قبر بھی کہتے ہیں + لحد آپ کو پسند تھی اس لئے اُس کا بنانا سُنّت ہے + چنانچہ روایت ہے کہ جب حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کا مدینہ میں انتقال ہوا تو صحابۂ کرام نے حضور حضرت رسالت پناہ میں عرض کیا کہ اُن کو کس جگہ دفن کریں۔ فرمایا بقیع میں + پھر فرمایا کہ لحد بنائیں۔ اور بعد بنانے لحد کے ایک پتھر زیادہ ہوا۔ آپ نے اُس پتھر کو اُٹھا کر اُنکی قبر کے سرہانے نصب فرمایا اور ایک روایت میں آیا ہے کہ پائینتی کی طرف رکھا + بہرحال قبر کی یہی وضع آپ کو پسند تھی اور یہی سُنّت ہے + رہا محدّب یا غیر محدّب ہونا یعنے اوپر کی وضع ہے اسکو چاہے جیسا رکھیں کوئی حرج نہیں۔ مترجم عفی عنہ +

لحد بنانا سُنّت ہے

حیاتِ انبیاء و شہداء وغیرہ

اس بارہ میں مورخوں کے بیان میں بھی اختلاف ہے ۔ سمہودی[1] نے جو مسلمانوں کا سب سے بڑا مورخ ہے ایک جگہ اپنے بیان کی خود ہی تردید کر دی ہے۔ ایک جگہ تو اس نے لکھا ہے کہ نعش مبارک رسول اللہ صلعم تابوت میں ہے۔ اور دوسری جگہ اس نے لکھا ہے کہ جب قائتبائی (قائتبا) سلطان مصر نے اس حجرہ کی دوبارہ مرمت کی تو میں حجرہ میں داخل ہوا حجرہ کے اندر میں نے صرف تین عمیق قبریں دیکھیں جن پر مزار کا کچھ نشان نہ تھا" اسلئے میرا خیال ہے کہ یا تو باوجود مسلمانوں کے توہم کے رسول اللہ صلعم کا جسم مبارک خاک میں مل گیا ہوگا[2]۔ اور یہ بات قریباً نو سو (۹۰۰) برس بعد دفن کے اغلب نتائج میں سے ہے ۔ یا جو بات اس سے بھی زیادہ قابل

---

[1] یہ حال شیخ نے جبرہی سیاح برکہارٹ کی کتاب سے لکھا ہے ۔ میں نے خود سمہودی کی کتاب نہیں دیکھی ہر چند میں نے تمام ہند میں اور نیز مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں کوشش کی مگر کوئی کتاب مجھکو نہیں ملی ۔ سمہودی کی جو کتاب مجھکو مدینہ میں ایک دوست نے دکھلائی مگر اس پر لفظ وقف لکھا ہوا تھا اور وہ مسجد النبوی کے کتب خانہ کی تھی مجھکو اس کتاب کے پڑھنے کی فرصت نہیں ملی ۔ مزار کا کچھ نشان نہ ہونے سے نتیجہ کیسے نکالا کہ قبر شریف کے اندر نعش مبارک ہی نہیں ہے ۔ ہاں اگر باشی کرکے قبر شریف کے اندر نعش کو تلاش کیا جاتا اور نہ ملتی تب بات تھی جسکی کوئی مسلمان جرأت کر ہی نہیں سکتا تھا اسلئے یہ نتیجہ بلا تحقیق غلط قیاس پر مبنی ہے ۔ مترجم عفی عنہ] ۔

[2] مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ انبیاء شہدائے فی سبیل اللہ اور اولیاء اللہ زندہ رہتے ہیں کبھی نہیں مرتے انکی موت ایک عالم سے دوسرے عالم میں انتقال کر جانا ہے اسی لئے انکی جائداد انکی ہی رہتی ہے انکے وارثوں پر تقسیم نہیں ہوتی[3] ۔ مگر موت کے بعد انبیاء کی روح یا جسم کے متعلق کہ آیا وہ قبروں میں رہتے ہیں یا آسمان پر چلے جاتے ہیں علماء اسلام میں اختلاف ہے ۔ بہت سے علماء کا یہ عقیدہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام چالیس روز تک اپنی اپنی قبروں میں زندہ رہتے اور نماز پڑھتے ہیں[4] پھر چالیس دن کے بعد انکو اللہ تعالیٰ کی حضور میں لیجاتے ہیں جہاں وہ اسرافیل کے نفخ تک رہینگے ۔ عام یقین یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے اجسام مبارک قبروں ہی میں رہتے ہیں مگر قبروں میں انبیاء علیہم السلام کے جسم گلتے یا سڑتے یا خاک نہیں ہوجاتے ۔ بلکہ عام لوگوں کا یہ عقیدہ ہے کہ قبور میں انبیاء اور شہداء اور اولیاء کے چہرہ نہایت روشن اور تاباں اور آنکھیں چمکدار رہتی ہیں اور اگر انکو زخم پہنچایا جائے تو انکے جسم میں سے خون نکلتا ہے ۔ اسلامی کتابوں میں اس بات کا بہت ذکر ہے کہ جب کبھی اتفاق سے کسی شہید یا بزرگ کی قبر کھل گئی تو لوگوں کو بالکل اسی طرح انکی نعش نظر آئی کہ جیسے اس قبر کے اندر ابھی تازہ تازہ ہی دفن کی ہے ۔ اس شہادت سے اس بزرگ کی پاکی و تقدس کا پورا پورا ثبوت ہوجاتا ہے ۔ مکہ کے موجودہ شریف کا باپ جس کا نام شریف غالب تھا وہ اس امر کی عجیب مثال ہے ۔ اسکی زندگی میں لوگ اسکو بہت ظالم سمجھا کرتے تھے مگر چند سال کے بعد اتفاقیہ اسکی قبر کسی سبب سے کھل گئی تو لوگوں نے دیکھا کہ اس کا جسم گلا سڑا نہ تھا چنانچہ لوگوں نے اسکو ولی خیال کر لیا اور اب اسکی قبر پر لوگ فاتحہ جا کر پڑھتے ہیں ۔ ہاں یہ عجب ہے کہ اس سے کوئی ایسا نیک کام ظہور میں آیا ہو کہ جس سے غالب کی مغفرت ہو گئی ہو ۔ مترجم عفی عنہ] ۔

[3] [حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جو مال تھا وہ آپ ہی کی ملکیت میں رہا جیسا کہ حالت حیات میں تھا ورثا کی طرف منتقل نہیں ہوا جیسا کہ اور مردوں کا مال منتقل ہوتا ہے اور یہ بات آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خصائص سے شمار ہے ۔ یہ بات صاحب تلخیص نے لکھی ہے اور امام الحرمین نے اس قول کی تصحیح کی ہے ۔ اس لئے برٹن صاحب کا یہ بیان غلط ہے کہ اولیاء اور شہداء کی جائداد انکے ورثا پر تقسیم نہیں ہوتی ۔ مترجم عفی عنہ] ۔

[4] [بیہقی کہتے ہیں کہ حدیث صحیح میں آیا ہے کہ رسول خدا نے فرمایا ہے افضل جمعہ کا دن ہے اسدن تم لوگ مجھ پر بہت درود بھیجا کرو واسطے اسکے کہ اسدن تمہارا درود مجھ پر عرض کیا جاتا ہے ۔ صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلعم ہمارا صلوٰۃ آپ پر کیونکر عرض کئے جاوینگے اور حال یہ ہے کہ آپ بوسیدہ ہو گئے ہونگے فرمایا حق تعالیٰ نے زمین پر نبیوں کا بدن کھانا حرام کر دیا ہے مترجم عفی عنہ] ۔

یقین ہے وہ یہ ہے کہ حجرۂ مبارک سے تینوں نعشوں کو کسی شیعہ بدعتی نے نکال کر کسی اور جگہ رکھدیا ہوگا اسلئے کہ شیعہ لوگ کئی صدیوں تک

قصہ حجرۂ شریفہ اور اسکی ناکامی۔

انکو کئی لوگوں نے رسول اللہ صلعم کے جسد مبارک کو اور بعض نے شیخین رضی اللہ عنہم کے اجسام کو حجرۂ مطہرہ سے نکالنے کی سعی موفور کی مگر یہ بدبخت ہمیشہ اپنے ارادوں میں ناکام رہے + ناظرین کی آگاہی کے لیئے ایسے سنگدل اشقیاؤں کی مفصل حال معتبر اور مستند کتابوں سے لکھا جاتا ہے +

ازجملہ حادثات عجیبہ کہ حقیقت میں از جملہ معجزات سرور کائنات صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سمجھا جاتا ہے قصہ نقب حجرۂ شریفہ ہے کہ ۵۵۷ ہجری میں واقع ہوا + نقل کرتے ہیں کہ سلطان نور الدین شہید محمود بن زنگی نے سرور انبیاء صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایک رات میں تین مرتبہ خواب میں دیکھا کہ آپ دو شخصوں کیطرف اشارہ کرکے فرماتے ہیں کہ مجھکو ان لوگوں کے شر سے خلاصی دے + سلطان نے فراست سے دریافت کیا کہ شاید کوئی امر غریب بد ارادہ رسول اللہ صلعم سے مدینہ منورہ میں حادث ہوا ہے مجھکو جلدی وہاں پہنچنا چاہیئے پس سلطان اسیوقت بیس خواص مجلس اور بہت سا خزانہ ہمراہ لیکر اور بہت مال و متاع اپنے ساتھ لیکر تیز رسا ناقوں پر سوار ہو کر ملک شام سے روانہ مدینہ طاہرہ ہوا + سولہ دن کے عرصہ میں شام سے مدینہ میں پہنچکر ان دونوں ملعونوں کی تلاش میں مشغول ہوا اور حیلہ انکی یافت کا یہ اختیار کیا کہ اہل مدینہ کے واسطے تمام اہل شہر کے حاضر ہونیکا حکم دیا حسب الحکم سارا شہر حاضر ہوا اس نے ہر شخص کو بالامعان دیکھا مگر ان میں سے وہ شکل مطبوع ان دو ملعونوں کی جنکو خواب میں دیکھا تھا نہ پایا تو پوچھا کہ سوا ان حاضر ہونے والوں کے کوئی اور شخص بھی شہر میں باقی ہے جو حاضر نہیں ہوا + لوگوں نے عرض کیا کہ کوئی ایسا نہیں جو حاضر نہ ہوا ہو مگر دو مغربی جو نہایت صالح اور سخی اور جواد و عفیف ہیں شب و روز اپنی جگہ پر عبادت میں رہتے ہیں اور کسیکے ساتھ اختلاط نہیں رکھتے اور حجرے سے باہر بہت کم نکلتے ہیں + سلطان نے حکم دیا کہ انکو حاضر کریں۔ لوگ انکو حسب الحکم بلا لائے سلطان نے دیکھتے ہی پہچان لیا کہ یہی وہ دو شخص ہیں جنکی صورت جنکو سرور انبیاء صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خواب میں دکھایا ہے + پوچھا کہ تم دونوں یہاں کس جگہ رہتے ہو۔ کہا کہ اس رباط میں جو حجرۂ شریفہ کے پاس ہے + سلطان ان دونوں کو اسی جگہ چھوڑ کے حجرہ میں گھس گیا دیکھا کہ دو قرآن طاق پر رکھے ہیں اور کچھ کتابیں وعظ و نصیحت کی اور کچھ مال ایک طرف تھا کہ فقراء پر تصدق کیا کرتے تھے اور ایک چٹائی انکے سونے کی جگہ پڑی ہے سلطان نے چٹائی کو اٹھایا دیکھا گیا ہے کہ ایک بڑی سی سرنگ حجرۂ شریفہ کیطرف ان دونوں ملعونوں نے کھود رکھی ہے، اور ایک ظرف کو ایک کنوئیں میں ڈال دیا ہے کہ سرنگ کی مٹی نکالکر اس میں ڈالتے ہیں + اور ایک روایت سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ حجرہ کے دو تھیلیاں ملعونوں نے رکھے تھے انمیں مٹی بھر کر رات کو بقیع کے گرد پیش ڈال آتے تھے آخر کو تعذیبات شدیدہ کے حقیقت حال کھلی کہ وہ دونوں ملعون نصرانی تھے نصاری نے انکو حجاج مغاربہ کے بھیس میں بہت سا مال دیکر بھیجا تھا کہ کسی طرح حجرۂ شریفہ کے اندر داخل ہو کر معاذ اللہ جسد مطہر کے ساتھ گستاخی سے پیش آئیں جس رات انکو کہ سرنگ قبر شریف کے پاس پہنچنے والی تھی ایسا اثر بارانی آیا رعد و برق اور زلزلہ عظیم پیدا ہوا کہ جسکی انتہا نہیں اور اسی رات کی صبح کو سلطان مدینہ منورہ میں پہنچ گیا + سلطان کو یہ بات سنکر حالت عظیم پیدا ہوئی اور رعایت دیا لہ ان دونوں ملعونوں کی شباک حجرۂ شریفہ کے نیچے گردن ماری + اور پھر انکی نعشوں کو جلا دیا + اور گرد حجرۂ شریفہ کے ایک خندق کھودی پانی تک پہنچ گئی وہاں سے سیسہ پگھلا کر بھر آئے تاکہ وہاں تک پھر کوئی نہ پہنچ سکے + یہ حال مرغوب القلوب ترجمہ جذب القلوب سے لکھا گیا مترجم عفی عنہ +

سلطان نور الدین شہید محمود کا بجا بجا کام

ابن النجار تاریخ بغداد میں لکھتے ہیں کہ بعض امراء عبیدیہ مصر کو کہ حکام مصر اور شام تھے بعض یقین ہے اللہ تعالیٰ تعظیماً و تکریماً انکے تحت تصرف میں تھی اور ان اشقیا کے احوال تواریخ جاننے والوں پر روشن ہیں بعضے زندیقوں نے صلاح دی کہ اگر جسد مطہر پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام اور اجساد شریفہ ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کو مصر میں نقل کریں تو وہاں کے لوگوں کی منقبت عظیمہ کا موجب ہے اور سارے جہان کے لوگ بقصد زیارت قبور شریفہ یہاں آیا کریں + حاکم مصر نے یہ مصلحت پسند کر کے اسی خیال پر ایک مکان تو و قبا اور حظیرہ عظیمہ آراستہ کیا اور ایک شخص معتمد کو جسکا نام ابوالفتوح تھا نباشی قبور شریفہ کے واسطے مدینہ مطہرہ کیطرف بھیجا + کہ مدینہ منورہ آ کر ابوالفتوح کے

حجرۂ مطہرہ مصر کی ناکامی

اس مقبرۂ مطہرہ کے محافظ اور متولی ہیں + اخیر میں مجھے اس بات کا یقین نہیں ہے[1] کہ رسول اللہ صلعم کی قبر سے انوار کے انوار اس قدر نکلتے ہوں کہ اگر کوئی انکو دیکھے تو نور کی روشنی سے اسکی آنکھیں چکا چوند ہو جائیں حالانکہ تمام مسلمانوں کا صدیوں سے یہی اعتقاد ہے اور حرم نبوی کے خوجے اور خادم بھی اب تک یہی بیان کرتے ہیں + میرا خیال ہے کہ یہ مرشدانہ اور بزرگانہ اور موبدانہ گفتگو اور گفتگو کی ملمع سازی ہے ۔ اور یہ بات یہ لوگ قبر کی عدم موجودگی[2] کے نقص کو چھپانے کے لئے بیان کرتے ہونگے +

(بقیہ نوٹ صفحہ گذشتہ) وہ وصول سے پہلے اس حال سے مطلع ہو گئے تھے اور مجلس میں جو ابو الفتوح کو دیکھا تو ایک قاری نے یہ آیہ کریمہ وان نکثوا ایمانہم من بعد عہدہم وطعنوا فی دینکم فقاتلوا ائمۃ الکفر انہم لا ایمان لہم لعلہم ینتہون ۔ الا تقاتلون قوما نکثوا ایمانہم وہموا باخراج الرسول ان کنتم مؤمنین ۔ نہایت عظمت اور ہیبت سے پڑھی + اس آیت کو سنکر آدمیوں میں ایک حرکت اور ہیجان پیدا ہوا ۔ قریب تھا کہ ابو الفتوح کو اسی مجلس میں مار ڈالیں لیکن بادشاہ نے انہیں اسکے تعرض سے روکا ۔ اسکے قتل میں سرعت اور تعجیل مناسب نہ دیکھی + ابو الفتوح کو بھی ایک خوف پیدا ہوا اور کہنے لگا کہ واللہ اگر مجھکو قتل کر دیں تو میں راضی ہوں اس سے کہ موضع شریف میں ہاتھ لگاؤں + اسی رات کو ایک سخت آندھی ایسی چلی کہ زمین ہلتی تھی اور اونٹ مع پالان اور گھوڑے معہ زین گیند کی طرح ڈھلکتے پھرتے تھے ۔ ابو الفتوح بھی یہ حال دیکھکر نہایت ہیبت اور خوف میں آگیا ۔ اور بادشاہ کی طرف سے جو اپنے دل میں تمنا کرامت کی رکھتا تھا اسکے دل سے نکل گئی آخر کو وہ بھی صدق نیت سے سالم نکل گیا ۔ مترجم عفی عنہ +

محدث طبری ریاض النضرہ میں نقل کرتے ہیں کہ ایک قوم اہل حلب سے امیر مدینہ کے پاس آئی اور بہت سا مال ہدیۃً اسکے لئے لائی اس غرض سے کہ حجرہ شریف میں داخل ہوکے اجسام مطہرہ حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کو نکال لاویں + امیر مدینہ نے کہ بد مذہب اور طامع تھا اس بات کو قبول کیا اور اس فعل نامطبوع اور قبیح کا اذن دیا ۔ اور بواب حرم شریف کو بلا کر حکم دیا کہ یہ لوگ جس وقت آنکر دروازہ حرم شریف کھلوائیں کھول دینا اور جو فعل یہ کریں اس کا مانع نہو + بواب کہتا ہے کہ جس وقت نماز عشا سے لوگ فارغ ہوئے اور دروازہ حرم شریف بند کیا چالیس آدمی پھاوڑے اور کدال اور شمعیں ہاتھوں میں لیکر باب السلام پر آکھڑے ہوئے اور دروازہ کھٹکھٹایا میں نے امیر کے حکم سے دروازہ کھول دیا + اور میں ایک گوشہ میں جا بیٹھا اور رونے لگا کہ الٰہی کیا قیامت قائم ہوا چاہتی ہے + سبحان اللہ ۔ وہ شیاطین ہنوز منبر شریف کے محاذات تک نہ پہنچنے پائے تھے کہ سب کے سب اسباب و آلات جو ہمراہ لائے تھے اس ستون کے پاس جو باب عثمان کے قریب واقع ہے زمین میں دھسگئے + امیر مدینہ انکا منتظر تھا جب دیر ہوئی تو اس نے مجھے بلا کر اس قوم کا حال پوچھا میں نے جو کچھ دیکھا تھا کہدیا ۔ امیر نے اس بات کو باور نہ کیا اور کہا کہ تو دیوانہ ہے میں نے کہا امیر چلکے دیکھ لے ابتک خسف کا اثر باقی ہے + طبری اس حکایت کو ثقات کی طرف منسوب کرتے ہیں کہ بصدق و دیانت و ثقاہت مشہور ہیں اور بعض مورخان مدینہ نے بھی ذکر کیا ہے چنانچہ سمہودی میں مذکور ہے ۔ واللہ اعلم ۔ مترجم عفی عنہ +

[1] گر نہ بیند بروز شپرہ چشم چشمۂ آفتاب را چہ گناہ ۔ جس کسیکو چشم بصیرت اور سعادت ازلی اور اپنی لائقی سے اللہ تعالےٰ نے سرفراز فرمایا ہے وہ ہی تحقیق انوار قبر رسول اللہ صلعم بلا تحیر کرسکتا ہے ۔ نہ شیخ عمر و زید و بعیت کے حاصل ہو سکتی ہے + کسی شخص کے یقین نہ کرنے سے کیا حرج ہے نہ اس سے رسول اللہ صلعم کی محبوبیت اور فضیلت پر کچھ فرق آسکتا ہے ۔ اس عدم تیقن پر کوئی مسلمان ذرہ بھر بھی التفات نہیں کر سکتا ۔ مترجم عفی عنہ +

[2] دمشق کے شیخ العلما محمد الحلبی نے مجھکو ۱۸۰۵ء میں یقین دلایا کہ میں اس دروازہ میں سے جو سونے کے پتھروں میں سے مذہب اور طلائی ہیں اور بیچ خوجوں کی عمارت کے اندر گیا مگر میں نے وہاں کوئی قبر نہ دیکھی ۔ حجرۂ مطہرہ تو چاروں طرف سے بالکل بند ہے قبر تو کوئی بھی نہیں دیکھ سکتا شیخ العلما کو باہر کی جالی [illegible] کے پاس لیگئے ہونگے ۔ مترجم عفی عنہ +

اب مَیں یہ مضمون ختم کرتا ہوں اور اسکو کسی آیندہ کے اپنے سے زیادہ خوش نصیب اور زیادہ تر تحقیقات کرنے والے سیاح کے سپرد کرتا ہوں + مینے جس قدر باتیں یہ درج کی ہیں اُس سے میرا یہ مقصد نہیں ہے کہ تواریخ سے جو باتیں ثابت اور مسلّم ہو چکی ہیں اُن پر مَیں لوگوں کو شک و شبہ میں ڈالوں + مگر جو باتیں قصّہ یا کہانی کے مانند مشتبہ معلوم دیں اُن سے چشم پوشی بھی نہیں کی جا سکتی +

سلہ برکھا رُت تو مدینہ منوّرہ میں پہنچ کر بہت سخت بیمار ہو گیا تھا اس لیئے وہ مسجد النبوی کا نقشہ نہ اُتار سکا - مگر مَیں نے بڑی احتیاط سے مسجد النبوی کی سطح زمینی کا بھی نقشہ اُتارا ہے + اس نقشہ سے ناظرین کو بہت سی باتوں کا اچھی طرح سے پتہ لگ جائے گا گو بہت سی چھوٹی موٹی باتوں کے لیئے اس نقشہ پر بھی پورا بھروسہ نہیں کیا جا سکتا +

میرے بعض کاغذات اور خاکے (نقشے) جن کو مَیں نے احتیاطاً اپنی دوائی کے بکس میں رکھ دیا تھا اور اُن کو مربع کی شکل متعددہ میں کاٹ کر اُن پر سلسلہ وار نمبر لگا دیئے تھے اور ہوشیاری سے تہ کر کے رکھ دیئے تھے ایک بوتل کے ٹوٹ جانے سے خراب ہو گئے + میرا کھینچا ہوا نقشہ مدینہ کا برکھا رُت کے نقشۂ مدینہ منورہ سے کچھ مختلف ہے +

انگریزی کتابوں میں مدینہ کا نقشہ جو اب تک دیا جاتا ہے وہ غلط ہے جو بہت ہی قابل افسوس بات ہے + یہ نقشے اس طرز کے ہیں کہ جیسے کسی بلند جگہ سے دیکھ کر اُنکو اُتارا ہو + اس لیئے وہ عجیب و غریب نظارہ پیش کرتے ہیں + ان نقشوں کے بنانے والے شاید چینیوں کی طرح زاید فاصلہ دکھلانے کو پسند نہیں کرتے تھے - مثلاً ان نقشوں کے دیکھنے سے حرّہ کی سنگلاخ زمین مدینہ سے صرف ۲۰۰ گز کے فاصلہ پر معلوم ہوتی ہے حالانکہ مدینہ سے حرّہ تین یا چار میل کے فاصلہ پر ہے + شہر کی چاردیواری دکھلانے کیلئے اُن نقشوں میں مضافاتِ مدینہ کی آبادی اَلْمَنَاخَہ کا کہیں نشان ہی نہیں ہے یا قلعہ کی جگہ بالکل نہیں دکھلائی گئی ہے + مدینہ کے شمال اور جنوب کے باغات اور نخلستان دکھائے گئے ہیں + حالانکہ مسجد نبوی شہر مدینہ کے ایک جنوب مشرقی مختصر گوشہ میں واقع ہے مگر انہوں نے اپنے نقشوں میں مسجد کو اسکی طولانی اور چوڑائی سے ۲۰ گنا زیادہ کر کے اسطرح دکھلایا ہے کہ گویا وہ شہر کے تمام وسط میں واقع ہے + اُن نقشوں میں مسجد النبوی کے چاروں گوشوں پر مینار دکھلائے گئے ہیں حالانکہ مینار دیواروں کے گوشوں میں نہیں ہیں بلکہ دیواروں کی اطراف میں ہیں + اور اگر ادھر اُدھر کی تمام یادگاروں اور قابل دید جگہوں کو ایک جگہ لکھ کر بتلا دیا ہے ایسا حال زیادہ تر ترکی میں چھپے ہوئے نقشوں کا ہے +

مکہ معظمہ میں بعض ہندوستانیوں کی معاش کا ذریعہ یہی ہے کہ وہ کعبہ شریف اور پاک مقامات کے نقشے اُتار کر فروخت کرتے رہتے ہیں + اُن کے نقشوں میں چیزیں اور مکانات کی اونچائی وغیرہ سب دکھلائی جاتی ہے حالانکہ وہ لوگ صرف قلم اور دوات سے نقشہ کھینچتے ہیں اور اسکو جا بجا مختلف قسم کے گہرے رنگ سے رنگ دیتے ہیں - گو وہ عجیب و غریب معلوم دیتے ہیں مگر یورپین مصوروں کے نقشوں کی نسبت اُن نقشوں سے زیادہ تر عمارت وغیرہ کا حال اور وضع جلدی سے سمجھ میں آ جاتی ہے +

مدینہ کا نقشہ اُتار کر دوائی کے بکس میں چھپا دینا +

مدینہ کے نقشے یورپین مصور غلط اُتار کرتے تھے +

چھٹا باب

مسجد نبوی کا تواریخی حال

بنی آدم کی زبانوں میں اختلاف پڑنے کی ابتدا

حضرت عبداللہ ابن عباسؓ نے تمام دنیا کو اس بات سے آگاہ کیا ہے کہ بعد طوفان جب لوگ حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی سے نکلے تو سب اسی آدمی تھے۔ وہ شہر بابل سے دس منزل اور بارہ فرسنگ[1] (۳۶ سے ۴۸ میل تک کا فاصلہ) کی دوری پر ایک جگہ آباد ہو گئے ۔ ان لوگوں کی اولاد اور احفاد کی کثرت سے جب آبادی بہت بڑھ گئی تو انہوں نے اپنی ایک بڑی سلطنت قایم کرلی ۔ آخر کار نمرود بن کنعان بن حام کی سلطنت میں یہ لوگ سچے خدا وحدہٗ لاشریک کی پرستش سے پھر گئے اُن میں کفر اور کافری شروع ہو گئی ۔ ایک اعجاز سے وہ سب کے سب متفرق ہوئے اور ہر ایک گروہ دنیا کے دور دراز ممالک میں ایک ایک طرف چلا گیا اور ابتداءً ایک زبان جو وہ بولا کرتے تھے اُس کی جگہ بہتّر[2] زبانیں ایجاد ہو گئیں ۔

عربی زبان کس نے ایجاد کی

ایک قوم نے جو سام بن نوحؑ کی اولاد عالقہ اور عمالیق[2] بھی کہلاتی تھی اس لئے کہ وہ عملاق بن ارفخشد بن سام بن نوحؑ کی اولاد تھی اللہ تعالےٰ کے الہام سے زبانِ عربی[3] ایجاد کی ۔

عرب میں سب سے اوّل عمالقہ آباد ہوئے

یہ قوم مدینہ منورہ میں آباد ہو گئی اور سب سے اوّل اسی قوم نے وہاں کھیتی کی کھجور کے درخت لگائے مرورِ ایام کے ساتھ یہ لوگ اُس تمام علاقہ میں پھیل گئے جو بحیرہ کے سمندر (بحر قلزم) سے

---

[1] مشرقی ممالک کے جغرافیہ میں قدیم زمانہ سے اب تک فرسنگ کی طوالت میں اختلاف ہے بعض اسکو کم سے کم ۱۵۰۰ گز کا اور بعض ۸۰۰۰ گز تک کا فاصلہ کہتے ہیں ۔ کپتان فریکلن نے کہ جنکی رائے ہمیشہ تسلیم کی جاتی ہے اپنے سفرنامہ ایران میں فرسنگ کی مسافت چار میل کے قریب بتلائی ہے ۔ یہ عبارت سر گور آؤسلی کی اُس تحریر سے اخذ کی گئی ہے جو انہوں نے ابن حوقل کے دیباچہ میں لکھی ہے ۔

[2] بعض مورخ عملاق کو پسر لودین سام بتلاتے ہیں بعض لود کو پسر حام بتلاتے ہیں ۔ ایک یورپین مورخ کا بیان ہے کہ عمالقہ فنیشیا کے باشندے اور عمالیق کنعان کے باشندے تھے ۔ ان لوگوں نے افریقہ کے شمال مغربی ساحل پر اپنی کئی بستیاں اور نوآبادیاں بسائی تھیں ۔

[3] دبستان المذاہب میں ایک روایت ہے کہ جب اللہ تعالےٰ فرشتوں کو کچھ حکم دیتا ہے تو عربی زبان بولتا ہے اور جب رحم اور کرم اور بخشش کا حکم دیتا ہے تو فارسی کی زبانِ دری میں گفتگو کرتا ہے (یہ روایت بالکل بے اصل ہے ۔ مترجم) ۔

العمان (بحر ہند کا شمال مغربی حصہ) تک پھیلا ہوا ہے۔ اور اس پر اُن کا تصرّف ہو گیا۔ ملک شام کے جبابرہ[1] اور مصر کے فرعونین (فراعنہ)[2] انہی کی اولاد اور ذریات ہیں۔ ان عمالیق کے زمانہ میں انسان کی عمر اتنی بڑی ہوتی تھی کہ چار چار سو برس تک صورت جنازہ کی نظر نہ آتی اور نہ اُن کے شہروں میں رونے والے کی آواز کوئی سنتا تھا۔

۰۰۰ برس کی عمر انسان

عمالقہ کا استیصال تام

عمالیق کا آخری بادشاہ ارقم بن الارقم تھا۔ مصر سے بنی اسرائیل کے نکل کر چلے آنے کے بعد حضرت موسےٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کا ایک لشکر عظیم عمالقہ کے ہلاک کرنے کو بھیجا۔ اور حکم دیا کہ اس کافر اور سرکش قوم کو بالکل نکال کر مکہ اور مدینہ کو پاک اور صاف کرو[3]۔

عرب بہت سی اقوام کے مورث ہیں

[1] یہ قوم جابرین فلسطین میں بنی اسرائیل سے لڑی تھی۔ اس قوم کے لوگ بڑے بڑے قوی قامت انسان تھے۔ [2] اس بات سے اس امر کی تصدیق ہو گئی کہ عرب کے لوگ بہت سے ممالک کی اقوام کے مورث ہیں۔ یہ بات قابلِ درستی ہے کہ دنیا میں سب سے اوّل تہذیب اور تمدن کی تمام باتوں کا نشو و نما ایسی زرخیز اور آباد وادیوں میں ہوا کہ جہاں کے دریا جہاز رانی کے قابل تھے۔ مثلاً سندھ، مصر اور الجزائر میں۔ اگر عرب کی بھی یہ حالت ہوتی تو اس ملک کی کایا پلٹ ہو جاتی۔ وہ تہذیب و تمدن کا سرچشمہ ہی نہیں بلکہ مرکز بن جاتا۔ اس بات کے لئے مورخ اسٹریبو نے یمن کے ملک میں عود دریا کی موجودگی لکھی ہے۔ یہ بالکل بے بنیاد اور من گھڑت بات ہے۔ جہاز رانی کے قابل چھوڑ یمن میں کوئی بھی دریا نہیں ہے۔ ملک میں پانی کی کمی کی وجہ سے جزیرہ نمائے عرب کے تمام باشندے قدیم زمانہ سے فتح ممالک کی تمنا، یا خشک سالی، یا قحط کے سبب سے سرسبز و شاداب ممالک میں بسنے کے لئے مجبوراً دوسرے ملکوں میں جاتے رہے ہیں۔ باوجود اس نقل مکان کے عرب کے ریگستان میں اب بھی عربوں کی بڑی آبادی ہے۔ تمام مورخین کا بیان ہے کہ عرب سے نقل مکان کرنیوالے دو طرف زیادہ گئے۔ ایک گروہ تو شمال مشرق کی طرف ایران، مکران، بلوچستان، سندھ، افغانستان، سمرقند، بخارا اور تبت تک گیا۔ دوسرا گروہ شمال مغرب کی طرف مصر، یا شمالی بربری (الجیریا، مراکو وغیرہ)۔ اسٹوریا، اسپین (اندلس)، جنوبی فرانس اور جزائر میڈیٹرینین (بحرِ روم) میں آباد ہوا۔ عربوں نے مختصر گروہ میں دو سمت میں نقل مکانی اور کی یہ بات تواریخ میں مذکور ہے اور ہم زبانی اور ہم شکلی قیافہ شناسی کے لازوال حروف میں لکھی ہوئی ہے۔ ایک قوم تو ہندوستان کے ساحل مالابار میں جا کر آباد ہوئی اور انہوں نے بیبیوں کے ساتھ شادی بیاہ کرنے شروع کر دئیے ان سے اب جو نسل ہوئی وہ موپلہ قوم موجود ہے۔ دوسرا مختصر گروہ عربوں کا تجارتی اغراض کے لئے مشرقی افریقہ کے ساحل بربرہ پر آباد ہوا۔ وہاں کے اقوام سے نکاح کر کے حضر موت کے عرب سُمالی اور سواحلی اقوام کے مورث بن گئے۔ اس طرح سے عربوں نے چار اطراف شمال مشرق، جنوب مشرق، شمال مغرب، جنوب مغرب میں نقل مکان کیا۔ اس یگانگت اور قرب ہی کا باعث تھا کہ مذہب اسلام حیرت انگیز شتابی اور عجلت کے ساتھ جبل الطارق (اندلس) سے لیکر چین کی حد تک جنوبی یورپ کے حصص، کل شمالی اور کچھ حصص وسطی افریقہ اور بیشتر براعظم ایشیا میں پھیل گیا۔

[3] بعض لوگوں کا بیان ہے کہ "ارضِ معہودہ" میں داخل ہونے کے بعد حضرت موسےٰ علیہ السلام نے عمالقہ کی استیصال کے لئے لشکر بھیجا۔ مگر یہ قول درست نہیں ہے۔

چنانچہ اس فوج کے مقابلہ میں ارقم مارا گیا + فوج بنی اسرائیل نے بموجب حکم رسالت عورتوں اور بچوں کو چھوڑ کر ساری قوم کو قتل کر کے عمالقہ کا استیصال تمام کر دیا۔ ارقم کی اولاد میں سے ایک جوان کی جو نہایت ہی حسین اور جمیل تھا صورت دیکھ کر مقتضائے طبیعت بشری اُسکے قتل میں توقف کیا اور اُس کے بارہ میں جناب رسالت سے طالب حکم جدید ہوئے + جب یہ فوج لوٹ کر اپنے وطن میں پہنچی تو معلوم ہوا کہ حضرت موسےٰ علیہ السلام نے اس جہان فانی سے رحلت فرمائی + بنی اسرائیل اِس لشکر کی آمد کی خبر پاکر گئے اور اُس سے ملکر کیفیت پوچھنے لگے + لشکر والوں نے کہا کہ سوا اِس جوان کے کہ اس کا مارنا حکم جدید پر موقوف رکھا تھا عورتوں اور لڑکوں کے سوا اُس قوم کا ایک متنفس بھی ہم نے زندہ نہیں چھوڑا + بنی اسرائیل یہ بات سُن کر اُس لشکر سے نہایت بیزار ہوئے اور کہنے لگے کہ تم نے خلاف حکم پیغمبر کیا۔ اب تمہاری جگہ ہم میں نہیں ہے + تب لشکریوں نے آپس میں کہا کہ ایسی بے قدری اور بے عزتی سے اپنی قوم میں رہنا ہم کو پسند نہیں ہے۔ پس یہ سب لوگ حجاز میں چلے آئے اور وہیں رہ پڑے اور آباد ہوگئے +

یہودیوں کے حجاز میں آباد ہونے کا سبب

مُسلمان مؤرخین کا اِس بات پر اتفاق ہے کہ عمالقہ کے بعد بنو اسرائیل نے عرب کی مقدس زمین (حجاز) پر حکومت و سلطنت کی مگر علمائے تواریخ اِس بات میں اختلاف کرتے ہیں کہ مدینہ میں اُنکے رہنے اور نقل مکان کرنے کا سبب کیا ہُوا؟ + بعض مؤرخین کا بیان ہے کہ جب حضرت موسےٰ علیہ السلام مکہ معظمہ میں حج کے لیے آئے اور مناسکِ حج ادا کر کے واپس چلے تو اُن کا گذر مدینہ کی طرف سے ہُوا + اُس وقت بہت بڑے گروہِ بنی اسرائیل نے جو اُن کے ساتھ تھا مدینہ میں اُس شہر کے آثار اور نشان پاکر کہ جہاں توریت کے مطابق پیغمبر آخرالزمان ختم المرسلین وعظ و تلقینِ دینِ متین کرینگے آپس میں مشورہ کر کے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی رفاقت چھوڑ کر اِس سرزمین پر رہنا اختیار کیا + ایک جماعت اعراب (بدوی) کہ جو بلادِ حجاز کے گرد رہا کرتی تھی اُن کے ساتھ شامل اور موافق ہوگئی اور اُس نے اُنکا دینِ موسوی قبول کیا +

قبرِ ہارون علیہ السلام

ابن شیبہ سے روایت ہے کہ جب حضرت موسےٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام حج ادا کر کے مکہ سے دیار شام کو متوجہ ہوئے اور گذر اُن کا مدینہ کی طرف ہوا تو بعض قبیلہ جو یہاں رہ گئے تھے یہود کے خوف سے جو مدینہ میں آباد تھے آپ شہرِ مدینہ[1] میں داخل نہیں ہوئے بلکہ جبل اُحد پر اپنے

[1] لکھتے ہیں کہ اُس زمانہ میں یہودی لوگوں نے اپنے اصلی مکانات و بستی کو چھوڑ کر عوالی الغابہ یعنے نشیبی زمین میں شہر کے شمال میں تھیں۔ میدانِ مدینہ کے جنوب اور مشرق میں بلند زمینوں پر اور مسجد قبا کے گرد و نواح میں اپنی بستیاں آباد کر لیں +

خیمے نصب کر کے ٹھیرے + اس عرصہ میں مدتِ حیات حضرت ہارون علیہ السلام کی پوری ہوئی۔ حضرت موسےٰ علیہ السلام نے انکی قبر کھودی اور کہا " اے بھائی موت تیری قریب آچکی۔ اب تو دوسرے عالم کی طرف متوجہ ہو " + حضرت ہارون علیہ السلام اپنی زندگی میں اُس قبر کے اندر جا لیٹے۔ وہیں آپکی روح مبارک اُسی وقت قبض کی گئی + حضرت موسےٰ علیہ السلام اُنکی قبر پتھر[۱] اور مٹی سے ڈھک کر ارضِ موعودہ کی طرف روانہ ہو گئے +

ابو ہریرہ رضی کی روایت

ابو ہریرہ رضی سے روایت ہے کہ جب بخت النصر (نبو چڈ نضر) نے نہایت ظلم کر کے فلسطین سے حملہ کر کے بنی اسرائیل کو بھگا دیا۔ تو انہوں نے اپنی پاک کتاب توریت میں یہ لکھا۔ دیکھا کہ پیغمبر آخر الزمان ایسے ایسے صفات حمیدہ کے ساتھ کسی قریہ میں قرطی عرب[۲] سے کہ جسکو " ذات النخل " یعنے کھجوروں کے درختوں کی جگہ کہتے ہیں ظہور فرمائیگا۔ اسلئے بنو اسرائیل بہت ہی تلاش اور جستجو کر کے مدینہ میں آباد ہوئے + ان میں کئی لڑکے حضرت ہارون علیہ السلام کے تھے اُنہوں نے شہر پر قبض و دخل کر لیا اور باقی دوسری قومیں اُس کے گرد و نواح میں خیبر[۳] وغیرہ میں آباد ہو گئیں اور اُنہوں نے اپنی حفاظت اور مسکن کے لئے بڑے بڑے برج اور چوڑے چوڑے پتھروں کے قلعے بنا لئے + جب اِن لوگوں میں کوئی مرنے لگتا تھا تو وہ اپنی اولاد کو وصیت نامہ اس مضمون کا لکھ کر دے جاتا تھا کہ اگر تم سید المرسلین ختم الرسل محمد صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کے زمان کرامت نشان کو پاؤ تو خبردار اُنکی اطاعت اور بیعت سے اپنا منہ نہ پھیرنا + مگر بعد طلوعِ آفتاب عالمتاب رسالت اللہ تعالےٰ نے اُنکی بربادی کے لئے اُنکے دل سخت کر دئے + جب آنحضرت صلعم مبعوث ہوئے تو اِن لوگوں نے گدھوں کی طرح اپنی پشت[۴]

---

[۱] جبل اُحد کا جب میں بیان کرونگا تو میں اُس قبۂ ہارون کا ذکر کرونگا جو جبلِ اُحد کے بلند ترین حصّہ پر واقع ہے + بہت سے مورخین کا بیان ہے کہ یہ قبر ہارون علیہ السلام کی نہیں ہے بلکہ یہ کوئی اور ہارون ہیں + حضرت ہارون علیہ السلام کی قبر جزیرہ نمائے سینائی میں کوہِ ہور کی چوٹی پر ایک مختصر سنگین قبہ کے نیچے ہے + وہاں یہودی زائر بکثرت جاتے ہیں + [۲] مدینہ کے قریب ایک قطعۂ ملک کا نام عربیہ ملکہ ہے۔ اُسی سے کُل ملک کا نام عرب پڑ گیا ہے + [۳] عبرانی میں خیبر کے معنے قلعہ کے ہیں۔ حجاز میں یہودیوں کا یہ سب سے زیادہ مضبوط قلعہ تھا اور یہودی سب سے پہلے یہیں آباد ہوئے تھے اُس وقت انکی تعداد تقریباً پچاس ہزار تھی + بنی خیبر کی تین اقوام تھیں یعنے بنی معو۔ بنی شہمن۔ بنو عنیزہ + برکہارڈٹ کے زمانہ میں یہودیوں کی اولاد کا یہاں کچھ نشان تھا۔ ہمیں بھی بہت تحقیقات کی معلوم ہوا کہ خیبر اب ایک گھر بھی یہودیوں کا نہیں ہے + عربوں کا یہ بیجا فخر ہے کہ سوا جدہ کے اور ینبوع کے جہاں پیغمبر صاحب کبھی تشریف نہیں لیگئے عرب کے کسی شہر میں ایک بھی کافر موجود نہیں ہے + [۴] جب عرب اپنے گدھے کو اس طرح دیکھتے ہیں کہ وہ ہوا یا باتوں کی طرف اپنی دُم کرتے تو وہ کہا کرتے ہیں کہ اس نے اللہ تعالےٰ کے رحم و کرم سے اپنی پشت موڑ لی +

عرب کی وجہ تسمیہ
خیبر کے معنے

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے موڑلی اور نکال اور وبالِ ابدی میں گرفتار ہوئے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ یہودیوں کا سرزمینِ عرب میں بالکل نام و نشان بھی باقی نہ رہا +

طبری کی روایت

تاریخ طبری میں لکھا ہوا ہے کہ بخت نصر[1] نے بیت المقدس خراب اور ویران کرنے کے بعد مصر پر حملہ کر کے بادشاہِ مصر کو اسلئے قتل کر ڈالا کہ اس نے بنی اسرائیل کے کچھ لوگوں کو اپنے پاس پناہ دی تھی تو وہ پھر بھاگ کر حجاز میں پناہ گزین ہوئے۔ اور یثرب (مدینہ) کے قریب آباد ہو کر انہوں نے اپنی کئی بستیاں (قصبے) خیبر + فدک + وادی السبوع + وادی القریٰ + قریظہ وغیرہ آباد کیں + غرضکہ مورخین کے ان تمام بیانات سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ یہودیوں نے یا تو سب سے پہلے مدینہ میں اپنی بستیاں آپ بسائیں۔ یا عمالیق کا استیصال کر کے مدینہ میں آباد ہوئے +

اوس و خزرج کا یمن سے مدینہ میں آکر آباد ہونا

آخر الامر بنی اسرائیل جب خدائے وحدہٗ لاشریک کی پرستش سے پھر گئے گمراہ ہو کر راہِ ضلالت و کفر میں پڑ گئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے برخلاف عرب کی اقوام اوس۔ اور خزرج کو جو انصار کے مورث تھے کھڑا کر دیا + یہ دونوں قومیں آپس میں رشتہ دار تھیں اور یمن انکا وطن تھا + ان کا یمن سے سرزمین حجاز میں نقل مکان کرنے کا حال حسب ذیل ہے:-

کافر نعمتی سبا[2]

ایک قوم اولاد یعرب بن قحطان بن سالخ بن ارفخشد بن سام بن نوح ولایت یمن کی زمین سبا میں آباد ہو کر عیش و خوشی اور فارغ البالی سے اپنی اوقات گذارتی تھی + انکی سلطنت اس قدر وسیع تھی کہ سدِ مارب[3] سے ملک شام تک دو مہینے کی راہ تک طول و عرض میں آباد تھی۔

[1] بخت نصر اول کے جنرل نوج کا نام ہولوفرنس تھا اس نے ارض مدین کو ویران کر کے عرب کے شمالی حصہ کو بھی لوٹ کر اور قتل عام کر کے تباہ کر دیا تھا +

[2] سبا کا ملک جنوبی عرب میں ہے۔ قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ نے سبا کو بلدۂ طیبہ سے موسوم فرمایا ہے۔ مگر اب یہ علاقہ ویران ہے + [3] سدِ مارب کے سد یا بند کو بعض کہتے ہیں کہ لقمان اکبر عادی (قوم عاد) نے تعمیر کیا اور بعضوں کے نزدیک سبا بن یشجب نے بنایا یہ سد ساری لا انتہا کی سیلیں روکنے کیلئے باندھی گئی تھی + بعض کہتے ہیں کہ یہ سد سیل عرم کے زور سے ٹوٹ گئی اور بعضے کہتے ہیں کہ چوہوں نے اندر ہی اندر اسکو کھوکھلا کر دیا جس سے وہ ٹوٹ گئی دیر بات اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت دکھانے کیلئے کی بعضوں کا بیان ہے کہ ابار ملخ کے بوجھ سے وہ سد ٹوٹ گئی چنانچہ یہ حال ہوا کہ جس پتھر کو پچاس آدمی قوت سے الٹ سکتے تھے اسکو ایک ملخ (ٹڈی) اس سے کھولتی تھی نعوذ باللہ من عذاب اللہ + یہ سد طول و عرض میں فرسنگ در فرسنگ یعنی چار میل لمبی سوا میل چوڑی تھی۔ جاہلیت عرب کے زمانہ کی تواریخ میں یہ واقعہ نہایت مشہور ہے اور اس پر لوگوں کو بے حد یقین ہے + ایم ارنود ایک فرانسیسی سیاح نے اس بند کے کھنڈرات خود جا کر دیکھے اور سنہ ۱۸۴۵ء میں فرنچ ایشیاٹک سوسائٹی میں انکا حال بیان کیا +

سدِ مارب

بحر ملخ

سدِّ مارب یمن کے موجود دار الخلافہ کے پاس تعمیر تھا + اِن لوگوں کی مہمان نوازی اور اُنکی زمین کی زرخیزی اور سرسبزی اور شادابی اور میوہ جات کی کثرت کے ایسے حال تحریر ہیں کہ جن پر بمشکل یقین آتا ہے + جیسا کہ دستور ہے اس فارغ البالی اور عیش و آرام سے اُنکے دِل گمراہ ہوگئے اور کُفرانِ نعمت کے سبب سے اُنہوں نے اللہ تعالےٰ سے یہ دُعا مانگی کہ آبادانی اور رقبہ اِس ولایت کا کم کردیا جائے تاکہ سلطنت کا عرض و طول کم ہو کر ہم کو مہمان نوازی کے فرائض سے سبکدوشی حاصل ہوجائے + اُنکی کافر نعمتی اور بدُ دعا کا یہ نتیجہ ہُوا کہ اللہ تعالےٰ نے مشہور تواریخ سیل عرم بھیج کر اُن کے عیش اور فراغبالی اور آرام کو درہم برہم کردیا سیل عرم۔

جلاوطنی کیلئے عجیب بہانہ

اولاد کہلان بن سبا اکابر رؤسا یمن میں حکمران خاندان تھا اُنہیں سے عمرو بن عامر ماء السماء رئیس اعظم تھا۔ اُسکو "المُزَیقیہ" بھی اسلئے کہا کرتے تھے جو پوشاک وہ ایکبار پہن لیتا پھر اُسکے ٹکڑے ٹکڑے کر کے اُتار تا تھا + اُسکی زوجہ "طریقہ حمیریہ" نام کاہنہ تھی اُس نے اپنی کہانت سے بعض علامات و آثار سد ٹوٹنے کے دریافت کر کے اپنے خاوند کو پہلے سے اُسکی خبر دیدی + عمرو نے سُنتے ہی اُس دیار سے نکل جانے کا عزم بالجزم ٹھیرالیا لیکن بغیر ظاہر کرنے کسی سبب کے اپنی قوم میں سے نکل جانا معیوب سمجھ کر اُس نے ایک حیلہ بنایا تاکہ جلاوطنی کا بہانہ ہوجائے ایک یتیم لڑکے کو جسے برسوں اُس نے اپنے متبنّٰی لڑکے کے طور پر پرورش کیا تھا خلوت میں بُلاکر حکم دیا کہ میں اپنی سلطنت کے بڑے بڑے سردار اور رؤسا کی دعوت کرتا ہوں۔ جب سب رئیس موجود ہوں تو اُس وقت تو مجھ سے کسی بات پر جھگڑنا بلکہ تُو میرے مُنہ پر تھپڑ ماردینا تاکہ مجھکو جلاوطنی کے لیے عُذر صریح ہاتھ لگ جائے + چنانچہ اُس یتیم نے سب رؤسا کے روبرو جھگڑا کر کے ایک طمانچہ عمرو کے مارا عمرو مجلس سے اُٹھ کھڑا ہُوا اور کہنے لگا کہ اب میں اس دیار میں ہرگز نہ رہونگا جب یتیم دست پروردہ کا حال یہ ہو تو غیروں سے مجھکو کیا امید ہے؟ پس ساری املاک و اسباب بیچکر اور اپنے تیرہ ۱۳ بیٹوں کو کہ سب "طریقہ حمیریہ" کے بطن سے تھے اور ایک گروہ اولاد کہلان بن سبا سے ساتھ لیکر یمن سے جانب شمال نقل مکان کرگیا + اِس طور سے یہ مختصر جماعت عذاب غرق اور عذاب سیل عرم سے بچ گئی۔ باقی جتنے یمن میں رہ گئے سب ہلاک ہوئے + اس قوم کی قسمت میں اللہ تعالےٰ نے اپنے حبیب پاک رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کے انصار کا مورث ہونا لکھدیا تھا +

سعادت بہ بخشائشِ داورست ؞ نہ در کنف و بازوئے زور آورست

بنو عرب کے موالی بنگئے

القصہ عمرو بن عامر کے سب بیٹے اِس طور سے مُلک عرب کے مختلف حصص میں آباد ہوگئے۔ اور اُس کا سب سے بڑا بیٹا ثعلبہ بن عمرو جو اوس۔ و خزرج کا جدِّ اعلےٰ

لہ آسمان کا پانی (آب قیاب) زمانہ جاہلیت میں یہ نام عرب کی عورتوں کا ہُوا کرتا تھا + اِس جگہ شاید اِس نام سے مُراد عمرو بن عامر کی ننہال ظاہر کرنے سے ہے +

ہے مدینہ میں جا کر آباد ہوا۔ مدینہ میں اُسوقت یہود نا بہبود رہتے تھے جنکی کفر و سرکشی بہت بڑھ گئی تھی کچھ عرصہ کے بعد اللہ تعالےٰ نے یہودیوں کی نافرمانی اور کفر و طغیانی کے سبب سے اِن نوواردوں کو اُن پر متسلط و غالب کردیا + یہودیوں کی دو قوموں قریظہ۔ اور نضیر نے اِن عربوں کے بیاہ اور شادی کے تمام مواقع اور رسوم پر سب عربوں سے چند حقوق لینے شروع کردئیے۔ گویا وہ اِس علاقہ کے بادشاہ تھے اور عرب اُنکی رعایا + اَوس۔ و خزرج کچھ عرصہ تک بے عزتی اور ظلم گوارا کرتے گئے اور جب تنگ آ گئے تو ابو جُبیلہ سے جو اَوس۔ و خزرج کی قوم سے تھا اور شام میں آباد ہو کر بادشاہ شام ہو گیا تھا + انکے مظالم پر مدد طلب کی وہ ایک لشکرِ عظیم کے ساتھ مدینہ پہنچا اور اپنے رشتہ داروں (اَوس۔ و خزرج) کے انتقام میں یہود کو شکست دیکر اُنکی طاقت و قوت بالکل توڑ ڈالی + اُس وقت سے یہود عربوں کے موالی یعنے رعایا اور مطیع ہو کر رہنے لگے +

۱۲۰ برس تک اَوس و خزرج میں لڑائی رہنا

اپنے مشترک دشمن (یہود) کے صدمۂ نزاع سے فراغ حاصل کر کے آپس میں باقتضائے علاقہ برادری اَوس۔ و خزرج ایک مُدّت تک اتفاق اور میل جول سے گُذرانتے رہے۔ آخر کو اِن میں بھی نزاع واقعہ ہو گئی ۶۱۵ء کے قریب اَوس نے حربِ بُعاث میں خزرج کو سخت شکست دی۔ غرضکہ اُنکی موافقت مُبدّل بجدال ہو گئی۔ اور یہ آگ ۱۲۰ برس تک نہ بجھی۔ یہانتک کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اُن کے درمیان میں تشریف لیگئے۔ اُنکی برکتِ صحبت سے اوس۔ و خزرج آپس میں ایسے موافق[1] ہوئے کہ ہر ایک دوسرے کو اپنی جان سمجھنے لگا اور اپنے کو دوسرے کا والہ +

تُبّع الاصغر

روایت ہے کہ مدینہ کی قسمت میں اعلےٰ درجہ کی شہرت حاصل ہونا اور اِسکا دار الہجرت خاتم المرسلین بننے کا شرف پانا اور وہاں انوار و برکت کا ظاہر ہونا ازل ہی میں مقدر ہو چکا تھا۔ کہتے ہیں کہ ابو جُبیلہ کے شہر مدینہ کو محصور کرنے سے تین صدی[2] پہلے تُبّع الاصغر اَوس۔ و خزرج کی درخواست پر یہودیوں کو

---

[1] قرآن شریف میں اِسی بات کی طرف اشارہ ہے یَا اَیُّہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْکُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰہِ عَلَیْکُمْ اِذْ کُنْتُمْ اَعْدَاءً فَاَلَّفَ بَیْنَ قُلُوْبِکُمْ اور یہ بدلِ عداوت کا محبت خالصہ سے ایک خاصہ ہے جو امور اعجاز نشان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہے مترجم عفا اللہ عنہ +

[2] قبلِ اسلام کے جن قصہ گو مورخین نے یثرب میں مہم اور چڑھائی کا حال لکھا ہے مگر بادشاہ غیر کے نام و تاریخ چڑھائی وغیرہ میں بہت گڑبڑ اور اختلاف ہے + بعض مورخین کا تو یہ بیان ہے کہ تُبّع نام کئی بادشاہوں نے الگ الگ حملہ کیا + بعض کہتے ہیں کہ صرف ایک بار مدینہ پر حملہ کیا گیا ہے اور اِس حملہ کو مختلف طور پر تُبّع سے منسوب کرتے ہیں چنانچہ کہتے ہیں کہ ایک تُبّع کا نام ابو کرب تھا اور وہ تیسری صدی عیسوی میں یمن پر حکمرانی کرتا تھا + بعض کے نزدیک حسن تبع نے مدینہ پر حملہ کیا۔ اِس حسن کا زمانہ آخری بادشاہ تبع صغیر الاصغر تھا اِسکا زمانہ سلطنت بعض ۳۰۰ء اور بعض ۴۴۰ء بتاتے ہیں + فریح مورخ ابراہیم کا قول ہے کہ مدینہ پر تبع نے ۲۰۰ء کے قریب چڑھائی کی اسی مورخ کا بیان ہے کہ ۳۰۰ء سے اَوس اور خزرج نقل مکان کر کے مدینہ میں گئے + تبع یا تبّعا معنے عربی زبان کی حمیری بولی میں ''اعظم'' یا ''رئیس'' کے ہیں +

منورہ کے لئے مع اپنے لشکرِ عظیم کے شمال کی جانب یمن سے روانہ ہُوا۔ اور بعض مؤرخین کا قول ہے کہ یہود کی درخواست پر اوس و خزرج سے یہود کا بدلہ لینے کے لئے روانہ ہُوا۔ اور مدینہ کو فتح کر کے اور اپنے ایک بیٹے کو مدینہ میں حاکم مقرر کر کے خود شام اور عراق کے فتح کرنے کے لئے وہاں سے آگے روانہ ہُوا +

شاہِ یمن کا مدینہ کو ویران کرنے سے باز رہنا

یکایک اُسکو یہ خبر ملی کہ اہلِ مدینہ نے دغا اور فریب سے اپنے جدید حاکم کو مار ڈالا تُبع یہ واقعہ سُن کر نہایت غیظ و غضب میں واپس آیا اور مدینہ پر حملہ کر دیا + اتفاق سے اُس کا گھوڑا جس پر وہ سوار تھا لڑائی میں مارا گیا۔ تو اُس نے قسم کھالی کہ جب تک اس شہر کو تباہ اور خراب کر لونگا قدم آگے نہ بڑھاؤنگا + یہ بات سُن کر دو[۲] علماء یہود نے جن کا نام کعب اور اسید تھا تُبع کے پاس جا کر اُس سے یہ کہا کہ یہ شہر خدا کی حفظ اور حمایت میں ہے اسکو کوئی آدمی خراب نہیں کر سکتا ہم نے اپنی کتابوں (توریت) میں اُسکی تعریف پڑھی ہے۔ یہ شہر پیغمبر آخر الزمان کی ہجرت کی جگہ ہے جو اسمٰعیل علیہ السّلام کی اولاد میں سے ہوگا [۱] تم اسکے تباہ اور خراب کرنے کا خیال اپنے دماغ میں سے نکال ڈالو اور اپنی بات سے پھر جاؤ +

یہ سُن کر تُبع اس خیالِ محال سے درگذرا۔ اور دینِ موسوی قبول کر کے اور ۲۰۰ احبار (علماء یہود) کو اپنے ہمراہ لیکر مدینہ سے روانہ ہُوا۔ اور مکّہ معظمہ میں کعبہ کا حج کر کے اُس نے کعبہ شریف پر ایک بہت بیش قیمت غلاف چڑھایا [۲] + بعد ازاں حضرت نبی آخر الزّمان کے واسطے ایک مکان وہاں تعمیر کرا کے تُبع یمن میں اپنے دار السلطنت میں واپس آگیا + جہاں اُس نے بُت پرستی کی بالکل ممانعت کر دی اور منادی کرادی کہ جو کوئی آیندہ سے بُت پرستی کریگا وہ آگ میں جلا دیا جائے گا +

تُبع کا نامہ رسول اللہ کے نام

اُس نے علماء یہود یعنے اپنے مہمانوں کی خصوصیت اور توجہ کے ساتھ خاطر و مدارات اور مہمان نوازی کی۔ اور مرضِ موت میں بستر مرگ پر اُس نے

[۱] عربوں کی تواریخ میں اس سے زیادہ اور کوئی واقعہ قابلِ حیرت اور مشہور نہیں ہے کہ وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی اولاد ثابت کرنے کی کوشش میں بہت زور لگاتے ہیں + اسکے تحقیق ہی ان تواریخی مسئلے سے زیادہ اور کوئی مسئلہ قابلِ شک نہیں ہے + (عیسائی لوگ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو نہیں مانتے۔ انکے نزدیک اصیل حضرت اسحٰق علیہ السلام ہی کا نام ہے اسلئے وہ رسول اللہ صلعم کو حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی اولاد نہیں کہتے + خیر عیسائی خواہ کچھ ہی کہیں مگر جمہور مسلمانوں کا یہ عقیدہ ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دوسرے لڑکے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی اولاد ہیں مترجم عفی عنہ) + [۲] اگر یہ بات سچ ہے تو اس امر کا ثبوت ملتا ہے کہ اس زمانہ میں حجاز کے یہود کعبہ کا بہت ادب و لحاظ رکھتے تھے۔ ورنہ تُبع دینِ موسوی اختیار کر کے کعبہ کا حج نہ کرتا اور نہ اُسکی تعظیم و تکریم کرتا +

خاتم المرسلین کی شان میں یہ قطعہ لکھا **قطعہ**

شھدت علےٰ احمد انہ ٭ رسول من اللہ باری النسم
فلو مد عمری الےٰ عمرہ ٭ لکنت وزیرا لہ و ابن عم

"گواہی دی میں نے احمد پر اس بات کی کہ وہ بھیجا ہوا ہے خالق الخلق کا ٭ پس اگر میری عمر پہنچے انکے وقت تک تو ہر آئینہ ہونگا میں اُن کا وزیر اور اُس کے چچا کا بیٹا" ٭

تبع نے ایک خط لکھا اور اُس خط میں اپنے اسلام کی گواہی لکھی۔ اُس میں مذکورہ بالا دو بیتیں بھی تحریر تھیں۔ اس خط پر اپنی مُہر لگا کر اُس جماعت علماء میں جو سب سے بڑا سردار تھا اُس کو وہ خط سپرد کر دیا۔ اور وصیت کی کہ اگر تم نبی آخر الزمان کو پاؤ تو اس خط کو خدمت عالی میں پہنچا دینا اور نہیں تو اپنی اولاد کو اور اولاد کی اولاد کو حوالہ کرتے رہنا ٭ غرضکہ جو تمہاری اولاد سے ختم رسل کا زمانہ پائے یہ خط خدمت مبارک میں پہنچاوے ٭

ابو ایوب انصاریؓ تبع نے مدینہ میں رسول اللہ صلعم کے لئے ایک مکان تعمیر کرایا اور ایک عالم کو اُسکا متولی کیا۔ تاکہ آپ جب مدینہ میں تشریف لائیں تو اُس گھر میں اتریں ٭ حضرت ابو ایوب انصاریؓ انہی عالم اور متولی کی اولاد میں سے تھے ٭ رسول اللہ صلعم ہجرت کرکے جب مدینہ میں تشریف لیگئے انہی ابو ایوب انصاریؓ کے مکان میں قیام فرما ہوئے ابو ایوبؓ کے پاس تبع کا خط بھی موجود تھا انہوں نے رسول اللہ صلعم کے حضور میں وہ خط پہنچا دیا۔ غرضکہ اسی طرح سے تین سو۔ یا۔ چار سو برس کے بعد وہ خط اپنے مکتوب الیہ کے پاس پہنچا ٭

عقبۃ الاولیٰ بیعت مدینہ والے شروع ہی سے محمد رسول اللہ صلعم کے طرفدار اور حمایتی نکلے ٭ رسول اللہ صلعم نے جب شدت عداوت قریش ملاحظہ کی اور آپ کو یہ بات معلوم ہوئی کہ جب تک اللہ تعالےٰ کسی دوسری قوم کو ہماری مدد کے واسطے آمادہ نہ کریگا یہ لوگ احکام الٰہی کو قبول نہ کرینگے ٭ اسی جہت سے جہاں کہیں موسم حج وغیرہ میں قبائل عرب جمع ہوتے آپ وہاں تشریف لیجا کر اظہار دین اور تبلیغ رسالت الٰہی فرماتے کہ شاید اُنمیں سے کسی کو یہ سعادت ملے ٭ چنانچہ آپکے اوائل زمانہ نبوت میں ایلچی قبیلہ بنو عبد الاشہل قریش کے ساتھ معاہدہ کرنے اور عہد باندھنے کے لئے مدینہ سے مکہ آئے ٭ رسول اللہ صلعم نے اس موقعہ پر بھی ان لوگوں کو وعظ سنا کر اسلام کی طرف بُلایا ٭ اُنمیں سے ایک نوجوان ایاسؔ بن معاذ بولا کہ اے قوم اس مرد کے ہاتھ پر بیعت کر لو۔ واللہ یہ عہد بہتر ہے

لہ کہتے ہیں کہ ایاس بن معاذ مسلمان مرے اور حالت اسلام میں اس جہان فانی سے رحلت کی

اُس عہد سے جو تم قریش کے ساتھ باندھنا چاہتے ہو۔ مگر سردار ایلچیان نے لوگوں کو قبول کرنے دعوت پیغمبر سے منع کیا۔ سب اُس کے ڈر سے چپ ہو رہے اور اسلام کی بیعت نہ کی لیکن معاہدہ قریش کے ساتھ بھی نہ کیا۔ اُسی طرح اپنے دیار کو واپس پھر گئے۔ اُس کے تھوڑے عرصہ کے بعد ایک جماعت اوس۔ اور خزرج کی حج کرنے کے لیے مکہ معظمہ میں آئی۔ رسول اللہ صلعم نے اُنکے پاس جاکر بھی دعوتِ اسلام اور تلقین شروع کر دی۔ اُنہوں نے آپ کا کلام سعادت انجام سُنکر ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور کہا کہ یہ وُہ ہی پیغمبر آخر الزمان ہے کہ جس کا یہود اتنی مدت سے انتظار کر رہے ہیں۔ جلد اِس پر ایمان لاؤ کہ سعادتِ دُنیا و آخرت نصیب ہو۔ پس اوس و خزرج نے بیعتِ اسلام کی۔ اِس بیعت کو تواریخ اسلام میں بیعتِ عقبۃ الاولیٰ کہتے ہیں[1]۔

بیعتِ عقبۂ ثانیہ اصحاب عقبۂ اُولیٰ چھ آدمی تھے اور اسعد بن زرارہ اور جابر بن عبداللہ اُنہی میں سے تھے۔ جب یہ جماعت مدینہ منورہ میں واپس پہنچی تو اِس واقعہ کا تذکرہ اور رسول اللہ صلعم کا ذکر گھر بہ گھر پھیل گیا اور کوئی گھر اور کوئی مجلس انصار کی ایسی نہ رہی کہ جو اِس ذکر سے منوّر اور معطّر نہ ہو گئی ہو۔ اِس واقعہ کے چرچے کا یہ اثر ہوا کہ دوسرے موسمِ حج کے آنے پر بارہ ۱۲ آدمی اور ایک قول پر چالیس ۴۰ آدمی اسعد بن زرارہ کی سربراہی میں بیعتِ عقبہ والے چھ آدمیوں کے ساتھ مکہ آئے اور اُسی عقبہ کے نزدیک رسول اللہ صلعم کی بیعت سے مشرف ہوئے۔ اِس واقعہ کو بیعتِ عقبۂ ثانیہ کہتے ہیں۔ اُس زمانہ تک اسلام کے فرائض میں سے سوائے کلمۂ توحید اور نماز کے اور کوئی چیز واجب ہوئی تھی۔ اُنکے التماس کے بموجب آپ نے مصعب بن عمیر رضہ کو قرآن شریف و فقۂ دین کی تعلیم اور جماعت قایم کرنے کو اُن کے ہمراہ کر دیا۔ یہ لوگ مدینہ میں جمعہ کے روز پہنچے۔ اُنہوں نے وہاں نماز جمعہ قایم کی۔ یہ اوّل جمعہ تھا جو مدینہ منورہ میں قایم ہوا اور عام مدینہ والوں نے اُس روز پہلے ہی دن مسلمانوں کی نمازِ جماعت کو دیکھا۔

بیعتِ کُبریٰ مصعب بن عمیر رضہ کو اہل مدینہ نے اوّل اوّل تو کچھ تکلیف دی پھر وہ سب اُنکی طرف رجوع ہو گئے۔ اور اُنہوں نے قوم اوس کے ایک سردار سعد بن معاذ کو جو اسعد بن زرارہ کے خالہ زاد بھائی تھے مسلمان کر لیا۔ حالانکہ یہی سب سے زیادہ دین اسلام

[1] بیعتِ عقبہ کو "بیعت العقبۃ الاولیٰ" اسلیے کہتے ہیں کہ یہ بیعت عقبہ (پہاڑ کی گھاٹی) میں جو منیٰ کے پاس واقع ہے لیگئی تھی۔ اب اُس جگہ ایک مسجد بنی ہے کہ وہاں حاضر ہوکر اُس واقعۂ عظیم الشان کو یاد کرنا مشتاقوں کے دلوں میں تازہ نور ایمان پیدا کرتا ہے۔

کے شیوع کی مخالفت کیا کرتے تھے۔ بعد ازاں سعد بن معاذ نے اپنی قوم بنو عبد الاشہل کو سمجھا کر سب کو دینِ اسلام کی طرف دعوت دی اور کہا کہ تم اپنے بُتوں کو توڑ ڈالو اور خدا اور رسول پر ایمان لاکر اسلام قبول کر لو۔ مصعب بن عمیرؓ نے احکام شرعیہ تعلیم فرما کر شتر اور نفو لے... ۳۰۰ آدمیوں کو مسلمان کر لیا اور پھر موسم حج میں ایک بڑی جماعت کے ساتھ مدینہ سے مکّہ آئے اور مدینہ کے مسلمانوں کو ترغیب دی کہ آدھی رات کے وقت مِنا کے نزدیک عقبہ میں رسول اللہ صلعم کی زیارت سے مُشرف ہو جائیں۔ رسول اللہ صلعم معہ اپنے چچا عبّاس بن عبد المطلب کے آدھی رات کو عقبہ میں تشریف لائے۔ اور وعظ و تلقین فرما کے چند آئتیں قرآن مجید کی پڑھیں اور فرمایا کہ خدا کا یہ عہد ہے کہ اُسکی عبادت کرو اور اُسکے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو اور میرا عہد یہ ہے کہ خُدا کے احکام پہنچانے میں میری مدد کرو۔ بالخصوص جو کافر اِس کام سے مانع آوے اُس پر جہاد کرنے سے باز نہ رہو۔ اُنہوں نے عرض کیا کہ یا رسُول اللہ صلعم قدیم زمانہ سے ہمارے اور یہود کے درمیان قسما قسمی اور معاہدہ ہے اب ہم اُس سب مواعید کو قطع کرتے ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ آپ ہم میں اور یہود میں تفرقہ ڈالکر پھر اپنے رشتہ داروں (قریش) سے ملکر ہم کو اکیلا چھوڑ دیں۔ رسول اللہ صلعم نے تبسّم فرما کر کہا کہ ایسا نہ ہو گا بلکہ تم اطمینان رکھو میں تمہُ سے اور تم مجھ سے ایسے ہو گے کہ جان ساتھ جان کے اور بدن ساتھ بدن کے۔ زندگی میری تمہارے ساتھ ہو گی اور موت بھی میری تمہارے ساتھ۔ یہ سُنکر اُنہوں نے عرض کیا کہ یا رسُول اللہ صلعم اگر ہم آپ کی محبّت میں مارے جائیں تو اُسکی جزا کیا ہے؟ ۔ فرمایا جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ (باغ جنکے نیچے بہتی ندیاں ہونگی) یعنے جنّت۔

باوجود اِس کے کہ عبّاسؓ جو اُس وقت تک ایمان نہ لائے تھے یہ کہتے رہے کہ محمّدؐ ہماری بات نہیں سُنتے اور تم لوگوں کے جمع کرنے سے باز نہیں آتے۔ اب اگر تمہارا عہد کے وفا کرنے کا ارادہ مصمّم ہے تو فبہا نہیں تو تم اُنکی پیروی نہ کرو۔ گروہِ انصار نے کہا کہ یا رسُول اللہ صلعم ہاتھ بڑھائیے اور اب ہم نے آپ کے ہاتھ پر حلف ایک بیعت کی۔ اِس بیعت کو بیعتِ کُبرےٰ کہتے ہیں۔

جب انصار یکی بیعت کر چکے تو رسُول اللہ صلعم نے قرآن شریف کی ایک آیت پڑھکر جس میں مومنین سے جنّت کا وعدہ ہے۔ اپنے پیروؤں کے بارہ ۱۲ قرعے کئے اور ہر

انصار کے بارہ ۱۲ گروہ ٹھیرانا

فرقہ کا ایک ایک سردار اور نقیب (محافظ) ٹھیرایا۔ تاکہ وہ اُنکے احوال کی محافظت کرتا رہے اس درمیان میں ایک انصاری نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلعم۔ اگر آپ فرمائیں تو ہم سب مُشرکین کو کہ آج منا میں جمع ہیں مار ڈالیں + آپ نے فرمایا کہ مجھ کو ابھی اللہ تعالےٰ نے اس بات کا حکم نہیں دیا +

اس کے بعد گروہِ انصار نے عرض کیا کہ اگر رسولِ خدا صلعم ہمارے ساتھ مدینہ تشریف لیچلیں تو زہے قسمت۔ اور اسی مقصد کے لئے ہم یہاں آئے ہیں + فرمایا مجھکو اب تک اللہ تعالےٰ کا حکم مکّہ سے نکلنے کا نہیں ہُوا + یہ فرماکر بہت محبّت سے آپنے انصار کو وداع کیا +

ہجرتِ رسُول اللہ

مذکورۂ بالا واقعات کے ۲½ ماہ کے بعد محمد (رسُول اللہ) کو اللہ تعالےٰ نے یہ وحی بھیجی کہ مُلکِ حجاز میں مدینہ آپ کی ہجرت گاہ اور جائے پناہ مُقدّر میں ازل سے مقرر ہو چکا ہے۔ لیکن برآمد ہونے کے وقت کی تعیین میں ابھی توقف تھا + چنانچہ اس بارہ میں وحی کے عنقریب پہنچنے کی توقع میں بعض اصحاب کو مدینہ روانہ کر دیا۔ اِن میں عمرِ خطاب، طلحہ اور حمزہ (رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین) تھے۔ اور رسول اللہ صلعم کے پاس مکّہ میں ابوبکر صدیقؓ اور حضرت علیؓ[1] کے سوا اور کوئی باقی نہیں رہا + بعد ازاں رسُول اللہ نے بھی مدینہ کی جانب رحلت فرمائی + ہجرت کا واقعہ تواریخ اسلامی میں نہایت مشہور ہے اور اسکے حالات بھی تمام اہلِ یوروپ کو اچھی طرح معلوم ہیں اسلئے اس جگہ مُفصّل بیان لکھنے کی ضرورت نہیں۔ اس کے علاوہ یہ واقعہ آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کی سوانح عمری کے حالات میں داخل ہے تواریخ مدینہ سے اُس کا زیادہ تر تعلق نہیں ہے

بریدۃ الاسلمی کا مُسلمان ہونا

رسول اللہ صلعم جب مدینہ میں داخل ہُوئے تو ابوبکرؓ کے علاوہ بریدۃ سلمی اور اُنکی قوم کے اسّی آدمی بھی آپکے ہمرکاب تھے جن کو دراصل قریشِ مکّہ نے

[1] حضرت علیؓ کو اپنے پیچھے مکّہ چھوڑ آنا اور حضرت ابوبکرؓ کے ساتھ آنحضرت صلعم کا ہجرت پر روانہ ہونا مسلمانوں کے نزدیک خلیفۂ اوّل کی بڑی بزرگی کا موجب اور اعزاز کا باعث ہے۔ بلکہ مسلمانوں نے آپکا لقب "صاحبِ رسُولِ اللہ ثَانِیَ اثْنَیْنِ اِذْ ھُمَا فِی الْغَارِ" اس لئے رکھدیا ہے + مگر شیعہ جن کو صدیق اکبرؓ سے نفرت ہے اس میں بھی خلیفۂ اوّل کا عیب نکالتے ہیں کہ رسول اللہ صلعم کو یہ خوف تھا کہ اگر صدیق اکبرؓ کو پیچھے چھوڑ آتے تو مبادا وہ قریش کے جاسوسوں کا کام نہ کریں + مگر توقعاتِ مابعد و تواریخ کے واقعات اور اقوالِ اجماعِ اُمّت شیعوں کے اس قول کی بالکل تنسیخ اور تردید کرتے ہیں + ایم ڈٹی پرسیول نے بالکل ٹھیک لکھا ہے کہ ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہم عظیم الشان پیغمبر عربی کے نہایت لائق اور سچے طور سے قابل خلیفہ ہوئے +

سو اونٹ دینے کا وعدہ کر کے آنحضرتؐ کے گرفتار کرنے کیلئے بھیجا تھا مگر جب وہ کفارِ قریش سے شرائط کر کے آپ کے تعاقب میں روانہ ہوئے اور رسول اللہ صلعم سے دو چار ہو کر آپ کی گفتگوِ مبارک سُنی تو معہ اپنے سب ہمراہیوں کے ایمان لے آئے ؎

خُدا کے دِین کا موسےٰ سے پوچھئے احوال ٭ کہ آگ لینے کو جائیں پیمبری مل جائے

بعد ازاں بریدہ نے اپنا عمامہ نیزہ پر باندھ کر رسول اللہ صلعم کے لئے ایک جھنڈا (عَلَم) بنایا اُسے لیکر حضرت کے آگے آگے چلے اور پوچھا کہ یا رسُول اللہ صلعم مدینہ میں کس سعادت مند کے گھر میں رونق افروز ہوجیے گا۔ فرمایا یہ اونٹنیؐ میری مامور ہے۔ جہاں بیٹھ جائیگی وہیں اُتر وںگا ؎

رشتۂ در گردنم افگندہ دوست ٭ مے برد ہر جا کہ خاطر خواہِ اوست

بعض اصحابِ رسول اللہ صلعم جو تجارت کے لئے شام کو گئے تھے واپس آتے ہوئے اتفاقاً وہ بھی اس منزل میں حضرت کے ساتھ فروکش ہوئے۔ اُنھوں نے دو۲ جوڑے سپید ایک رسُول اللہ صلعم کو اور دوسرا صدیق اکبرؓ کو بطور ہدیہ کے نذر کئے۔ کہتے ہیں کہ قبا کے لوگوں نے اسی سبب سے آپ کو نہ پہچانا اور صدیق اکبرؓ کو پیغمبرِ خدا جانکر اُنکی تعظیم کرنے لگے۔ جب آپ پر دھوپ آئی اور ابوبکرؓ نے کھڑے ہو کر آپ پر سایہ کیا تب لوگوں نے جانا کہ رسول اللہ صلعم یہ ہیں ٭

قبا میں نزولِ اجلال مدینہ کے مُسلمان (انصار) ہر صُبح کو مدینہ کے نزدیک بلندیوں پر کھڑے ہو کر آپ کی آمد کا انتظار کیا کرتے اور جب آفتاب گرم ہو جایا کرتا تو اپنے اپنے گھروں کو پھر آیا کرتے تھے٭ ایک روز اسی طرح اپنے گھروں کو واپس آرہے تھے اور دوپہر کا وقت تھا کہ ایک یہودی نے دُور سے رسُول اللہ صلعم اور آپ کے جلو کو آتا دیکھ لیا اُس نے پہچان کر کے ایک گروہ انصار سے جو اُسکے نزدیک تھا پکار کر کہا کہ تمہارا مقصود اور مقصد آگیا + یہ خبر سُنتے ہی سب مُسلمان ہتھیار باندھ کر رسول اللہ صلعم کے استقبال اور تعظیم کو فوراً اپنے اپنے گھروں سے روانہ ہوئے ٭

پیر کا دن بہت بابرکت ہے رسول اللہ صلعم کی اونٹنی پُر رونق قصبۂ قبا کے وسط تک بڑھتی

لہ اس ناقہ کا نام بقولِ صحیح قصوا تھا اور ایک قول پر عضبا٭ ابوبکر صدیقؓ نے اپنے دو۲ اونٹوں کو خوب دانہ گھاس دے کر تیار کر رکھا تھا۔ عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلعم انمیں سے ایک کو بطور ہدیہ قبول فرمائیں۔ مگر آپ نے ہدیہ نہ لیا اور ایک ناقہ کو ... درہم قیمت دے کر خرید لیا٭ علماء ہدیہ قبول نہ کرنے کی وجہ یہ بیان کرتے ہیں کہ رسُول اللہ صلعم نے خدا کی راہ ہجرت کرتے ہوئے نہ چاہا کہ کسی آدمی سے سوائے خدا کے طلبِ مدد اور استعانت کریں٭ اسی اونٹنی کی پُشت پر کھڑے ہو کر ۷ مارچ ۶۳۲ء کو عرفات میں رسُول اللہ صلعم نے اپنا مشہور خطبۂ حج فرمایا تھا+

ہوئی چلی گئی اور وہاں یکایک اُس جگہ بیٹھ گئی جہاں کہ اب مسجد قُبا بنی ہوئی ہے۔ اُس وقت وہ جگہ ایک کھلا میدان ابو ایوب انصاری کی ملکیت میں[1] تھا اور اُس کے قریب ہی اولادِ عمرو بن عوف کے مکانات کے پاس ابو ایوب کا ایک مکان تھا + یہ امر دوشنبہ کے روز ۱۲ ماہِ[2] ربیع الاوّل سنہ ۱ ہجری (مطابق ۲۰ جون سنہ ۶۲۲ء) کو وقوع پذیر ہوا۔ اسی وجہ سے اہلِ اسلام دوشنبہ کے دِن کو بہت برکت کا دِن سمجھتے ہیں۔ دوشنبہ ہی کے روز رسول اللہ صلعم کی ولادت ہوئی اور اسی روز بعثت و نبوّت کا خلعت آپ کو ہوا اور قبضِ روحِ مبارک بھی اسی دن ہوئی +

قُبا سے روانگی

قُبا میں دو روز تک کلثوم بن ہضمہ کے مکان پر قیام کر کے رسول اللہ صلعم نے مسجدِ قُبا کی بنیاد رکھی۔ اسی مسجد کی بنا اسلام میں سب سے پہلے رکھی گئی اور رسول اللہ صلعم کی اونٹنی جس جس جگہ پھرتی تھی اُسی جگہ عرض و طول میں مسجدِ قُبا کی بنیاد ڈالی گئی + اسی جگہ حضرت علیؓ جن کو رسول اللہ صلعم مکہ معظمہ میں امانات پھیر دینے کو چھوڑ آئے تھے تین دِن بعد رسول اللہ صلعم سے آکر مل گئے + یہاں تین دِن ٹھیر کر جمعہ کی صُبح کو ۱۶ ربیع الاوّل سنہ ۱ ہجری قُدسی مطابق ۲ جولائی سنہ ۶۲۲ء کو طلوعِ آفتاب کے وقت آپ القصوےٰ پر سوار ہوئے اور داخلِ مدینہ میں تشریف لے چلے + سارے گروہِ انصار پیادہ پا و سوار مُسلح و مجتمع ہو کر آپ کی رکاب میں چلے۔ غرض اِس طرح چلکر مسجدِ قُبا کے قریب بطنِ وادی میں جہاں اب مسجدِ جمعہ واقع ہے نمازِ جمعہ[3] قائم کی اور خطبۂ بلیغہ فرمایا + بعد اسکے آپ پھر سوار ہوئے۔ ہر گروہِ انصار اپنے یہاں قیام فرمانے کے لئے عرض کرنے لگا

۱؎ برٹن صاحب کی یہ غلطی ہے وہاں ابو ایوبؓ کا مکان نہ تھا۔ قُبا میں جہاں آپ نے قیام فرمایا وہ مکان اولادِ عمرو بن عوف کا تھا۔ مترجم عفی عنہ +

۲؎ رسول اللہ صلعم ماہِ ربیع الاول کی یکم تاریخ کو جمعہ یا پیر کے روز مکہ سے جانبِ مدینۂ منوّرہ روانہ ہوئے + اختلاف بین الروایتین اسلئے ہے کہ جمعہ کے روز مکّہ سے ہجرت کر کے آپ جبلِ ثور میں چلے آئے اور تین روز تک غار میں رہ کر پیر کے روز وہاں سے مدینہ کو روانہ ہوئے۔ اسلئے مُسلمان عُلماء کے نزدیک پیر کا دِن ہی سنہ ہجری کا پہلا دن ہے + بعض کے نزدیک تاریخ لکھنے کی ابتدا بھی اسی روز سے رسُول اللہ صلعم کے حکم سے ہُوئی لیکن مشہور یہ ہے کہ تاریخ کا لکھنا بعہدِ حضرت عمرؓ باتفاق رائے علیؓ ماہِ محرم کی پہلی تاریخ واقعۂ ہجرتِ نبوی کے ۱۷ برس کے بعد سے شروع ہُوا +

۳؎ مدینہ سے قُبا تین ۳ میل سے کچھ زیادہ ہے چھ ۶ گھنٹہ میں آپکا وہاں پہنچنا بہت طویل عرصہ ہے اسلئے کہ جمعہ کی نماز ظہر کے وقت پڑھی جاتی ہے۔ مگر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ رستہ تنگ تھا اور کثرتِ مردمان تھی اسلئے آپکا ناقہ بہت ہی آہستہ آہستہ چلتا ہوگا + بعض لوگ کہتے ہیں کہ بنو سلیم سے آپ نے کئی گھنٹہ تک گفتگو کی تھی اسلئے یہ مسافت ۶ گھنٹے میں طے ہوئی +

جواب میں آپ ہر ایک کے حق میں دعائے خیر کے بعد فرماتے کہ راستہ چھوڑ دو یہ ناقہ مامور ہے جہاں اپنی خوشی سے یہ بیٹھ جائیگی وہی میرا قرارگاہ ہے + آخر اُس جگہ جہاں اب منبر شریف نبویؐ ہے ناقہ بے اختیار بیٹھ گئی اور رسول اللہ صلعم کو بھی نزولِ وحی کے وقت جو حالت پیدا ہوا کرتی تھی اُس کے بیٹھنے پر طاری ہوئی۔ آپ نے چاہا کہ کہا "اگر خدا چاہے تو یہی رہنے کی جگہ ہے +

مدینہ میں رونق افروزی

القصواء سے اتر کر آپ نے فرمایا کہ "اے اللہ۔ تو مجھکو اچھا اُتارنا اُتار۔ اور تو بہترین اُتارنے والوں میں سے ہے"۔ یکایک ناقہ شریف وہاں سے بے اختیار اپنے آپ پھر اُٹھ کھڑی ہوئی اور چند قدم چلکر پھر وہیں آکر بیٹھ گئی۔ ایک روایت میں آیا ہے کہ ابوایوب انصاریؓ کے دروازہ پر بیٹھی + تبعؔ کے زمانہ کے بڑے عالم یہود کی اولاد نے رسول اللہ صلعم کی اجازت سے آپ کا اسباب ناقۂ شریف سے اُتار کر ابوایوب انصاریؓ کے گھر میں پہنچا دیا۔ آپ نے اُنہیں کے گھر کو اپنے قیام سے مشرف فرمایا + رسول اللہ صلعم کی مدینہ میں تشریف لانے سے اہل مدینہ کو بے انتہا خوشی حاصل ہوئی۔ حبشی لوگ آئے اور خوشی میں آکر نیزہ بازی کے کھیل و کرتب کرنے لگے + کچھ لڑکیاں بنی نجار کی دف بجاتی اور گاتی نکلیں۔ تمام انصار غلام اور آزاد چھوٹے اور بڑے۔ مرد اور عورت آپکی تشریف لانے کی خوشی میں کہتے پھرتے تھے اور جَاءَ نَبِیُّ اللّٰہِ وَجَاءَ رَسُوْلُ اللّٰہِ +

۷ ماہ تک رسول اللہ ابوایوبؓ کے گھر رہے

رسول اللہ صلعم نے ابوایوبؓ اور اُنکی بیوی اور قبائل کو بالاخانہ پر رہنے کا حکم دیا اور اپنی تشریف رکھنے کے واسطے نیچے کا مکان اختیار فرمایا + یہ بات اس مصلحت سے کی گئی تاکہ گھر کی عورتوں کو کسی قسم کی تکلیف مُلاقاتیوں کے آنے جانے سے نہ ہونے پائے مگر ابوایوبؓ اور اُنکے قبائل کو اس بات سے دلی تکلیف تھی کہ رسول اللہ صلعم نیچے کے مکان میں رہیں اور ہم لوگ اوپر رہیں یہ کمال بے ادبی اور گستاخی ہے + آخر اُن کا التماس قبول کرکے آپ اوپر رہنے لگے + ابوایوبؓ نے رسول اللہ صلعم کی خانہ داری کی عمدہ باتوں اور کھانے کا بہت ذکر کیا ہے جسکو مسلمان مؤرخین نے بڑی تفصیل سے لکھا ہے + اُنکا بیان ہے کہ رسول اللہ گندنا پیاز اور لہسن نہیں کھایا کرتے تھے[1] +

[1] چونکہ رسول اللہ صلعم فرشتوں سے گفتگو کیا کرتے تھے اسلئے آپ ایسی تیز بو دار ترکاریاں پیاز، لہسن اور گندنا وغیرہ کو کبھی بھی نوش نہیں فرماتے تھے آجکل بھی صوفی اور مشائخ تمباکو نہیں پیتے + مگر رسول اللہ صلعم نے اپنے اصحاب کو اِن چیزوں کے کھانیکی اجازت دیدی عرفیہ کہدیا کہ جب تم آیا کرو تو مسجد نبوی میں داخل ہو یا جماعت میں شریک ہو تو اُسوقت نہ کھایا کرو + متشرع مسلمان ابتک اپنی شرائط کے ساتھ پیاز کھاتے ہیں + بعض فرقے مثلاً وہابی اِن چیزوں کو مکروہ سمجھ کر کبھی بھی نہیں کھاتے +

رسول اللہ کا حجرا اور مسجدِ نبوی بنانا

رسول اللہ صلعم نے ابو ایوبؓ کے گھر میں کم و بیش تشریف رکھی پھر آپ کی دُختر اور قبائل (اُمہات المومنین) مکّہ سے مدینہ آگئے اسلئے آپ نے مسجد نبوی کے قریب اُنکے رہنے کے لئے حجرے بنادئیے + مکان اور مسجد نبوی بنانے کے لئے خزرج کی قوم کے ایک شریف فرقہ بنو نجار کے دو یتیموں نے جن کا نام سہل اور سہیل تھا آپ کے ہاتھ زمین فروخت کی + اس کے کچھ عرصہ کے بعد ایک صحابی نے جس کا نام حارث بن نعمان تھا مسجد نبوی کے آس پاس کے سب اپنے گھر رسول اللہ صلعم کو تحفتہً دیدئیے +

قدیم عربوں کے مکانات کی وضع

اُس زمانہ میں کھجور کی لکڑیوں کی دیواریں بنا کر اُس پر اونٹ کے بالوں کا کمبل ڈال دیا کرتے تھے۔ اور ایک کمبل پردہ کے طور پر لٹکا دیا جاتا جو گویا دروازہ ہوتا تھا + دیواریں کچی اینٹوں کی چھتیں کھجور کی لکڑی اور پتوں سے بناتے اُس پر مٹی یا چونہ کا پلاسٹر پھیر دیا جاتا تھا اور یہ بیت یا مکان کے نام سے موسوم ہوتا + رسول اللہ صلعم کے قبائل اور ازواج مطہرات کے حجرے بھی اسی قسم کے بنائے گئے + بہت سے مکانات مسجد نبوی کے شمال اور مشرق میں بنائے گئے۔ ان مکانات۔ یا۔ حجرات کا صحن مغرب کی طرف تھا اور دروازے مسجد کی طرف تھے + کچھ عرصہ کے بعد سوائے ابوبکرؓ[۱] اور علیؓ کے رسول اللہ صلعم نے اِن سب دروازوں کو جو مسجد کی طرف تھے بند کر دینے کا حکم دیا + عمرؓ کے گھر میں ایک کھڑکی تھی جو مسجد میں کھلتی تھی۔ رسول اللہ صلعم نے اُس کھڑکی کو بھی بند کرا دیا +

یہودیوں کو رسول اللہ سے حسد پیدا ہونا[۲]

عبداللہ بن سلام حضرت یوسف پیغمبر علیہ السلام کی اولاد میں سے تھے اور یہود مدینہ کے سب احبار سے زیادہ عالم اور فاضل تھے۔ اُنکے اسلام لاتے ہی مدینہ کے یہود کو رسول اللہ صلعم سے حسد پیدا ہو گیا اور طرح طرح کی خباثتیں اور مفسدے کرنے لگے۔ اور آپ کے برخلاف اُنہوں نے سازشیں شروع

۱؎ بعض مورخ کہتے ہیں کہ مسجد نبوی کے قریب صدیق اکبرؓ کا کوئی گھر نہ تھا مگر اس بات پر سب متفق ہیں کہ صدیقؓ کے بہت سے مکانات تھے + ایک بقیع میں تھا دوسرا عوالی مدینہ میں تھا اور موجودہ باب السلام اور باب الرحمتہ کے بیچ کی جگہ میں انکا ایک حجرہ بھی تھا +

۲؎ مذکورہ بالا واقعہ سے یہ بات صاف طور سے ظاہر ہے کہ کس طرح کے یہودی حالت جوش میں تھے اور ہر وقت اپنے پیغمبر مسیحؑ کی بعثت کا اُن کو انتظار تھا۔ محمدؐ (رسول اللہ) کو اس بات کا یقین تھا کہ بس وہ ہی موعودہ پیغمبر (مسیحؑ) ہوں اور مجھکو شریعت موسےٰ علیہ السلام کی تکمیل کے لئے اللہ تعالےٰ نے مقرر کیا ہے +

کردیں + اِن حاسد اور مُفسد یہودیوں کے سرغنے اور سرگروہ حُیَیّ بن اَخطَب۔ اور اُس کا بھائی یاسر بن اَخطَب تھے + اِن نابکاروں کے ساتھ ایک جماعت اَوس۔ اور خزرج کی بھی ہوگئی۔ یہ سب لوگ درکاتِ جہنّم میں پہنچے اور وبال اور نکالِ ابدی میں گرفتار ہوئے + اِن منافقوں کے اتحاد اور اتفاق سے جس قدر واقعات گذرے وہ سب عرب کی تواریخ میں بالتّفصیل مرقوم ہیں اُنکے اعادہ کی اِس جا ضرورت نہیں +

تاریخ وفاتِ رسول اللہ صلعم

مدینہ میں مُدّتِ اقامت آپ کی عُمر کے آخری دس سال تھے + رسول اللہ صلعم نے پیر کے روز ۹ بجے صبح کے اور بقولے بارہ بجے اور بقولے دوپہر کے کچھ بعد ۱۲ ربیع الاوّل سنہ ۱۱ ہجری میں وفات پائی + آنحضرت کے دفن کرنے کے لئے آپ کے اہلِ بیت اور اصحاب مشورہ اور صلاح کرنے لگے۔ علیؓ نے مدینہ میں دفن کرنے کی اور ابوبکرؓ نے عائشہؓ کے حُجرہ میں دفن کرنے کی صلاح دی۔ اور رسول اللہ صلعم کی ایک حدیث سُنائی کہ پیغمبر اور شہید ہمیشہ اُسی جگہ دفن ہوتے ہیں جہاں وہ وفات پائیں + علیؓ اور عباسؓ کے دو لڑکوں نے اُسی جگہ قبر کھود کر جہاں آپ کی رُوح مبارک قبض ہوئی رسول اللہ صلعم کو دفن کر دیا +

رسول اللہ صلعم کی زندگی ختم ہونے کے ساتھ مدینہ کی دلچسپی ختم ہو جاتی ہے۔ اس کے متعلق آئندہ جس قدر ذکر ہوگا وہ زیادہ تر آپ کے حجرۂ مبارک اور مسجد کا ہوگا + اُس وقت سے اب تک شہر مدینہ پر خلفاءِ اسلام + شرفاء (شریف کی جمع) مکّہ + سلطانِ رُوم + شاہانِ مصر اور وہابیوں کا قبضہ یکے بعد دیگرے رہ چکا ہے + اب اِس پر سلطانِ رُوم کا قبضہ ہے + ٹرکی گورنمنٹ کو اِس بات کا یقین ہے کہ اِس زمانہ میں مذہبی اقتدار کی قدر کم رہ گئی ہے تاہم وہ اس بات کو غنیمت سمجھتی ہے کہ خادم حرمین الشّریفین کا خطاب اُس کو بہت ہی گراں قیمت پر ملا ہے + ترکوں کو صوبہ الحجاز میں اپنی حکومت قایم کرنے کیلئے بڑی سخت کوشش اور جدّوجہد کرنی پڑتی ہے۔ ترکی حُکّام عرب قوم کا بندوبست اور انتظام کرنے کے لئے بالکل ناقابل ہیں + عربوں کے جس قدر سالانہ وظایف[1] مقرر ہیں وہ

خادم حرمین الشریفین

[1] سُلطانِ رُوم نے اپنا فرمان ۱۲ فروری ۱۸۴۱ء کو جاری کرکے صاف طور سے حکم دیدیا ہے کہ یہ سالانہ وظایف باقاعدہ طور سے وقت پر دیئے جایا کریں چنانچہ اُس فرمان کا خُلاصہ یہ ہے یہ دستور اور قاعدہ بندھ رہا ہے کہ ہر سال مصر سے جنس و اجناس حرمین الشریفین (مکّہ معظمہ اور مدینہ منوّرہ) بھیجی جاتی ہیں۔ اجناس و دیگر اشیا خواہ وہ کچھ ہی ہوں (باقی بر صفحۂ آئندہ)

اُن تک بہت کم پہنچتے ہیں +

کیفیت بناء مسجد نبوی وغیرہ

مسجد النبی بلحاظ قدامت اسلام میں دوسری مسجد ہے اور بلحاظ رتبہ و بزرگی و عظمت دوسرے درجہ کی بلکہ بقول بعض کعبہ کے مانند اوّل درجہ کی مسجد ہے + یہ مسجد اُس جگہ کے گرد اگرد بنی ہوئی ہے کہ جہاں رسُول اللہ صلعم کی اونٹنی القصویٰ خدائے تعالےٰ کے حکم سے چلتے چلتے بیٹھ گئی تھی + اُس وقت اس جگہ کھجور کے درختوں کا باغ اور ایک مِرْبَدْ (مِرْبَدْ بہ بائے موحدہ اُس جگہ کو کہتے ہیں جہاں خرمے (کھجور) کو خشک کر کے تر بناتے ہیں) تھا + یہ مِرْبَدْ دو یتیموں کا تھا اور وُہ ایک انصاری کے یہاں پرورش پاتے تھے رسُول اللہ صلعم نے اُس جگہ مسجد بنانے کا حکم دیا اور اُن دونوں یتیموں اور اُن کے ولی کی انصار کو بُلا کر اُس جگہ کو مول لینا چاہا۔ ہرچند اُن دونوں یتیموں اور اُن کے ولی (محافظوں) نے بلا عوض اُس قطعۂ زمین کو مفت نذر کرنے میں مبالغہ کیا مگر آپ نے نہ مانا اور بلا قیمت لینے پر راضی نہ ہوئے بلکہ اوّل قیمتِ اصلی سے زیادہ دام آپ نے اُنکو دیئے + پھر اُس جگہ کو ہموار کر کے اور جو درخت بے موقع تھے اُن کو اُکھاڑ کر آپ نے مسجد شریف نبوی کی بُنیاد ڈالی +

مسجد کے لئے رسُول اللہ خود بھی اینٹیں لاتے تھے

اُس زمانۂ قدیم میں سادگی بہت تھی اسلئے مسجد کی دیواریں بے ترشے ہوئے پتھر اور کچّی اینٹوں سے بنائی گئیں اور بجائے شہتیروں کے کھجوروں کے درختوں کے تنہ رکھ کر کھجوروں کی چھوٹی چھوٹی لکڑیوں کی چھت ڈالی گئی + اُس کے متعلق حضرت جبرئیل علیہ السلام یہ حکم لائے کہ یہ مسجد

(بقیہ حاشیہ صفحۂ گذشتہ) جو ابتک مصر سے قسطنطینیہ بھیجی جاتی ہیں براہِ راست حرمین الشریفین بھیجی جایا کریں ۱۱ دیگر ممالکِ اسلام میں اور مصر میں پہلے زمانہ میں حرمین الشریفین کی بڑی جائداد تھی مگر ۳۰ برس ہوئے محمد علی پاشا والیٔ مصر نے وقف کی تمام جائداد جو مصر میں تھی خود مول لے لی اور کہا کہ مَیں اسکی آمدنی حرمین الشریفین میں بھیج دیا کروں گا + مگر وہ بھی یہ وظائف باقاعدہ نہیں بھیجا کرتا تھا۔ سُلطانِ رُوم نے ۱۸۵۰ء میں تمام وقف کی جائداد موقوف کر دی + اب دُور دور دراز ممالک کے مسلمان صدقہ اور خیرات جس قدر بھیجتے ہیں اُن سے حرمین الشریفین کے لوگوں کا گذر چلتا ہے + حرمین الشریفین کے نام سے جس قدر مکانات اور جائداد وقف تھی لوگوں نے اکثر جائداد پر بددیانتی سے قبضہ کر لیا ہے مکّی اور مدنی لوگوں کو اس بات سے بہت افسوس ہے + اکرام اگرچہ سُلطان المعظم کی جانب سے اِن لوگوں کو باقاعدہ طور سے ملتا ہے۔ مگر حرمین کے لوگ رقم اکرام سے بہت خوش نہیں ہیں + اس بارہ میں ہم آیندہ کسی باب میں مفصّل حال تحریر کرینگے +

موسےٰ علیہ السلام کی عرش (مسجد) کے مانند بلند ہو یعنے بلندی اُسکی سات ہاتھ سے زیادہ نہ ہو۔ اور اسکو بالکل مزین اور منقش نہ کرو+ جنت البقیع میں بیر ایوب کے قریب مسجد سیدنا ابراہیمؑ سے شمال کی طرف ایک جگہ ہے وہاں اس مسجد کے لئے اینٹیں اور گارا بنایا جاتا تھا۔ مہاجرین اور انصار اُس جگہ سے گارا اور اینٹ اُٹھا اُٹھا کر لاتے تھے رسول اللہ بھی خود بہ نفس نفیس پتھر اور اینٹیں اُٹھا کر لاتے تھے اور صحابہ کی تسلی اور تشفی اور ترغیب ہی کے واسطے یہ الفاظ فرماتے تھے:۔

اَللّٰھُمَّ لَاخَیْرَ اِلَّا خَیْرُ الْاٰخِرَۃ فَارْحَمِ الْاَنْصَارَ وَالْمُھَاجِرَۃ۔ یعنے اے اللہ میرے نہیں خیر ہے مگر خیر آخرت کی۔ پس تو رحم کر انصار اور مہاجرین پر+

تحویلِ قبلہ مسجد شریف کا طول شمال سے جنوب تک ۵۴ ہاتھ اور عرض ۶۳ ہاتھ تھا سوائے حدِ غربی کے مسجد کے چاروں طرف مکانات بنے ہوئے تھے+ سترہ مہینے تک اس مسجد میں قبلہ شمال (بیت المقدس) کی طرف رہا۔ بعد نازل ہونے آیاتِ قرآن کے تحویل قبلہ کے بارہ میں مکہ کی طرف جانب جنوب کعبہ قبلہ مقرر ہوا۔ اس موقعہ پر جبریل علیہ السلام نے اللہ تعالےٰ کی طرف سے نازل ہو کر مسجد نبوی کی سمتِ قبلہ میزابِ کعبہ پر درست کی+

روایتِ ابوہریرہ فتح خیبر کے بعد کے سنہ ہجری میں ہوئی رسول اللہ صلعم اور آپ کے پہلے تین خلفاء راشدین نے مسجد نبوی نئے سرے سے پھر بنائی۔ مگر مسلمان مورخ اسکی دوسری بار بنیاد رکھنا نہیں تبلاتے+ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم نے پہلی اینٹ اپنے دست مبارک سے نیو میں رکھی اور پھر میں نے یہ دیکھا کہ آپؐ نے بہت سی اینٹیں شکم مبارک سے سینہ مبارک تک بھر کر اُٹھائی ہیں+ بعد ازاں نیو میں رسول اللہ صلعم کی اینٹ کے پاس ابوبکر صدیقؓ نے پھر عمرؓ نے پھر عثمانؓ نے پھر علیؓ نے ایک ایک اینٹ اپنے ہاتھ سے رکھی اور اسی طرح مسجد کی دیواروں کے بننے میں مدد دی+

طبری کا بیان طبرانی نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلعم نے ایک انصاری سے جو مسجد شریف کے ہمسائے تھے ایماء فرمایا کہ اگر تجھ سے ہو سکتا ہو تو اس مکان کی زمین مسجد میں ملا لینے کے لئے بہشت کے عوض ہمارے ہاتھ فروخت کر دے۔ اُس نے

عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلعم میں مفلس ہوں اسلئے مُفت نہیں دے سکتا + آپؐ نے اُس کا عذر قبول فرمایا۔ پھر عثمانؓ نے اُس زمین کو اُس انصار سے دس ہزار درہم میں خرید کر کے اُس بہشتی گھر کے عوض رسول اللہ صلعم کو دیدی۔ آپ نے اُس زمین کو داخل مسجد شریف فرمایا +

محراب کی جگہ رسول اللہؐ کے زمانہ میں ایک پتھر تھا

یہ مسجد ہر طرف صد در صد ہاتھ رکھی گئی پہلی مسجد کی طرح اس مسجد کے بھی تین دروازے رکھے گئے۔ ایک جانب جنوب کہ جہاں اب محراب النبویؐ ہے۔ دوسرا مغرب کی طرف جس کو اب باب الرحمۃ کہتے ہیں تیسرا باب عثمانؓ جس کو اب باب جبرئیلؑ کہتے ہیں + محرابؐ نماز کی جگہ ایک بہت بڑا لنگرا پتھر کا رکھا ہوا تھا اُس کے پاس کھڑے ہو کر آپؐ (رسول اللہ صلعم) نماز جماعت پڑھایا کرتے تھے۔ یہ پتھر اول مسجد النبویؐ کی شمالی دیوار سے لگا ہوا رکھا رہتا تھا پھر جب مکہ (کعبہ) قبلہ مقرر ہو گیا تو اس پتھر کو وہاں سے ہٹا کر جنوبی دیوار سے لگا کر رکھدیا گیا +

منبر

شروع شروع میں رسول اللہ صلعم اپنے اصحاب کو جب جمعہ کے خطبہ سے مُشرف فرماتے تھے اور طول قیام کی جہت سے کسل عارض ہوتا تو ایک چوبی ستون پر تکیہ فرمایا کرتے تھے۔ پھر ایک انصاری عورت کے غلام نے جو نجار کی قوم سے تھا آپ کے لئے ایک منبر بنا دیا۔ یہ منبر لکڑی کا تھا دو ہاتھ لمبا اور ایک ہاتھ چوڑا۔ اُسکے تین درجہ یا سیڑھیاں تھیں۔ ہر ایک سیڑھی ایک بالشت اونچی تھی۔ رسول اللہ صلعم کو جب آرام کرنے کی ضرورت ہوتی تو سب سے اوپر والے درجہ پر بیٹھ جاتے تھے + مسجد النبویؐ کے

سلہ محراب اور مینار یہ دونوں چیزیں خلیفہ الولید کے زمانہ میں بنائی گئیں اور اسی خلیفہ کے زمانہ میں یہ مسجد تعمیر ہوئی۔ یہ مسلمانوں کی سلطنت کا وہ زمانہ تھا کہ انہوں نے بہت دور دراز ممالک کا سفر کر کے مختلف ملکوں میں صنعت و حرفت کو دیکھ لیا تھا۔ اسلئے ہندوؤں کا یہ بیان کچھ بے صداقت ضرور نکلتا ہے کہ مسلمانوں نے محراب اور مینار بنانے کی صنعت اُن سے لی ہے اور انہیں میم کر کے محراب و مینار بنا لئے +

سلہ اُسطوانۃ الحنانہ یعنی ستون حنانہ کا بیان اس سے پہلے ہو چکا ہے +

سلہ منبر کی ایجاد کے متعلق مختلف روایتیں ہیں کہ اس کو کس نے ایجاد کیا بعض قوم بنی نجار کے آدمی کو اور بعض کسی اور رومی کو اس کا موجد بتلاتے ہیں + خلیفہ سوم عثمانؓ نے اور بعض کہتے ہیں کہ معاویہؓ نے جابرانہ قبطیہ سے منبر کی پوشش بنائی + معاویہؓ نے اس منبر کو اپنے زمانہ امارت میں مدینہ سے شام (دمشق) میں لیجانا چاہا جب اُس کو اُٹھانا چاہا اسی وقت آفتاب

موجودہ منبر کو خلیفہ ولید کے پُر صنعت و حرفت زمانہ میں سنہ ۹۰ ہجری کے قریب بنایا گیا +

تقسیم اوقات مبارک رسول اللہ صلعم مسجد النبوی میں دن کا بہت بڑا حصہ اپنے اصحاب کی تعلیم و تلقین کرنے اور اُن سے گفتگو کرنے اور غرباء کو آرام پہنچانے اور تسلی دینے میں گذارتے تھے + مسجد سے ملے ہوئے آپ کی ازواج مطہرات - اور اہل بیت کے حجرے اور خاص خاص دوستوں کے مکانات تھے + مسجد کی چھت پڑ جانے کے بعد آپ یہیں نماز پڑھتے + غیر ملکوں سے جس قدر ایلچی اور سفیر آتے اُن سے بھی اسی جگہ ملاقات فرماتے تھے اور یہیں جبریل علیہ السلام آسمان سے وحی لیکر آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے - غرضکہ اسی مقدس جگہ میں آپ نے انتقال فرمایا اور یہیں آپؐ مدفون ہوئے +

بیان تعمیرات مسجد النبوی بعد رحلت رسول اللہ صلعم اسلام کی تواریخ میں جس جگہ سے نور و حدانیت نے جلوہ کیا ہو اور دین اسلام کی جہاں سے تقویت ہوئی ہو (اول مسجد النبوی)

(بقیہ نوٹ صفحہ گذشتہ) :- سیاہ ہوگیا اور آسمان کے تارے دکھائی دینے لگے اسلئے معاویہؓ ڈر کر اپنے قصد سے باز رہے + معاویہؓ نے چھ درجے (سیڑھیاں) اور زیادہ کرکے منبر نبوی کو اونچا کر کے اُٹھا رکھا + خلیفہ مہدی نے چاہا کہ منبر میں اپنے ہی درجے اور بڑھا دے مگر امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اُسکو ایسا کرنے سے منع کر دیا + جب یہ منبر طول مدت کی وجہ سے بوسیدہ ہوگیا تو خلفاء عباسیہ نے نئے سرے سے منبر بنوایا اور رسول اللہ صلعم کے اصلی منبر کے بقایا کی تبرکاً و تیمناً کنگھیاں بنا کر رکھیں - جب سنہ ۶۵۴ ہجری میں آتشزدگی سے جو منبر جل گیا تھا وہ خلفاء عباسیہ کا بنایا ہوا تھا اور بعضے مورخ کہتے ہیں کہ اُس سنہ میں مسجد کے ساتھ رسول اللہ صلعم کا اصلی منبر جل گیا [لیکن صحیح قول اول ہے مترجم] ابن جبیر کے زمانہ (سنہ ۵۸۰ ہجری) میں زائروں کا یہ دستور تھا کہ اپنا داہنا ہاتھ ایک پرانی لکڑی کے ٹکڑے پر جو منبر کے ایک ستون میں رکھی ہوئی تھی تبرکاً لگایا کرتے تھے - اُس وقت لوگوں کا خیال تھا کہ یہ ستون حنانہ کا بقیہ ٹکڑا ہے اُس کے بعد بادشاہان اسلام اپنے اپنے وقت میں منبر میں کچھ نہ کچھ تغیر دیتے چلے آئے اور اُسکو بہت صنعتکاری سے بنواتے رہے + سنہ ۹۹۸ ہجری میں سلطان مراد بن سلیم نے سفید سنگ مرمر سے منبر عالی بنوایا اور ہفت جوش (دھات) کا قبہ اُس کے اوپر بنوا دیا + منبر کی ساخت آجکل نہایت خوشنما اور خوبصورت ہے بظاہر یہ لکڑی کا ہے اُس پر رنگ چڑھا ہوا ہے اور نہایت صنعتکاری سے سنہری اور روپہلی کام کے نقش و نگار بنے ہوئے ہیں + اسلامی منبر کرسی کی وضع کا نہیں ہوتا بلکہ اکثر لوگ دو زینہ کی طرح سمجھتے ہیں +

لہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلعم کا ایک گھر محلہ عنبریہ میں بھی تھا جو مناخہ کا مغربی محلہ نواح شہر میں ہے اور اس گھر میں رسول اللہ صلعم ماریہ قبطیہؓ کو رکھا کرتے تھے + چونکہ زائروں کا معمول اس جگہ کی زیارت کرنے کا نہیں ہے اور اصلی مکان کا وہاں اب کچھ بھی بقیہ نشان نہیں ہے اسلئے میں بھی اسکو دیکھنے نہیں گیا +

کو اُسکی قدیم سادہ طرز ترکیب رہنے دیا جا سکتا تھا بالخصوص جب کہ اُس میں تبدیلی کرنے کی ممانعت قرآن یا حدیث سے نہ ہوئی ہو۔ خلیفۂ اوّل ابوبکرؓ کی خلافت میں صرف اتنی بات ہوئی کہ بعض ستون جو گر پڑے تھے اُنکی جگہ پر اور ستون اُسی طرح کے کھجوروں کی لکڑی کے بنا دیے گئے۔ خلیفۂ دوم عمرؓ نے حجرۂ عائشہؓ کے گرد اگرد جہاں رسول اللہ صلعم مدفون تھے کچّی دیوار کھنچوا دی۔ اور سنہ ۱۷ ہجری میں سوائے مشرق کے اور سب اطراف میں مسجد نبویؐ کو بڑھایا۔ مشرق کی جانب کو ویسا ہی چھوڑا کیونکہ اُس طرف اُمّہات المومنینؓ[1] کے حجرات تھے۔ اُنہوں نے مسجد کو اتنا بڑھایا کہ طول اُس کا ۱۴۰ گز (ہاتھ) اور عرض ۱۲۰ گز (ہاتھ) کا ہو گیا۔ شمالی دیوار کے باہر عمرؓ نے ایک صُفّہ[2] (چبوترہ) بنا دیا اور اُس کا نام بُطیحا رکھا۔ یہ صُفّہ لکڑی۔ گارے اور پتھر کا چبوترہ تھا۔ یہ اسلئے بنایا گیا کہ جس کا دل شعر پڑھنے کو یا آواز بلند بولنے کو چاہے تو وہاں جا کر اپنا دل بہلائے اور مسجد شریف میں آواز بلند نہ کرے اسلئے کہ یہ مسجد بہت ہی قابلِ تعظیم ہے۔

بُطیحا

زیادتِ عثمانیؓ

دوسری بار اِس مسجد میں خلیفۂ سوم عثمانؓ نے سنہ ۲۹ ہجری میں زیادتی کرنے کا ارادہ کیا تو لوگوں میں اِس بات سے کچھ انکار اور شور و غل پیدا ہوا مگر اُنہوں نے اِس بات کی پروا نہ کی اور پُرانی دیواروں کو ہدم کر کے شمال کی طرف مسجد کو بہت زیادہ بڑھا لیا اور مغرب کی طرف کم۔ مشرق کی طرف اِس لئے کہ اُدھر ازواجِ مطہرات کے حجرے تھے کچھ تغیّر نہ کیا۔ عثمانؓ نے دیواریں اور ستون ترشے ہوئے منقش پتھر کے اور چھت ساج کی لکڑی سے بنائی۔ اور ستونوں کو لوہے اور سیسہ کے عمودوں سے مستحکم کیا۔ بناءِ اوّل کے ہدم کرنے اور منقش پتھروں وغیرہ نئے سامان لگانے اور جدید تزئین کے سبب سے لوگوں میں بہت جوش پیدا ہوا۔ مگر عثمانؓ نے رسول اللہ صلعم کی ایک حدیث شریف سُنا کر ٹھنڈا کر دیا کہ آپؐ نے فرمایا ہے اگر اِس میری مسجد کو صفا (مکّہ کی ایک پہاڑی کا نام ہے)

---

[1] یعنے رسول اللہ صلعم کی ازواجِ مطہرات جنکی تعداد ۱۵ سے ۵ تک تھی۔ ازواجِ مطہراتؓ کی تعداد کا تعین ٹھیک ابتک نہیں ہے۔ کوئی قطعی تعداد ابتک معلوم نہیں ہوئی۔ آپکی وفات کے وقت ۹ ازواجِ مطہرات اور ۲ حرم زندہ تھیں۔ احکامِ قرآنی کے بموجب ازواجِ مطہرات کا لقب عطا کیا گیا اور اِس سے انکو ہمیشہ بیوہ رہنے کا حکم دیا گیا۔ جس عورت کو ماں یا بہن کہہ دیا جائے پھر اُس سے کوئی عرب شادی بیاہ نہیں کرتا۔

[2] مورخین کا بیان ہے کہ شمالی دیوار کے باہر ایک مکان تھا جسکو صُفّہ کہا کرتے تھے۔ رسول اللہ صلعم نے فقرا اور مساکین صحابہ کے لئے یہ جگہ مخصوص کر دی تھی۔ اِس لئے اِس جگہ کے رہنے والوں کو اصحاب الصُّفّہ کہا کرتے تھے۔

اصحاب الصُّفّہ

تک بڑھاتے ہوئے بنا کر لیجائیں تو وہ تب بھی میری ہی مسجد ہوگی" + اور ایک روایت میں ہے کہ اگر اس مسجد کو ذو الحلیفہ[1] تک بڑھا دیا جائے تب بھی وہ میری ہی مسجد ہوگی" + گو عثمانؓ نے احادیث بیان کیں مگر انکی شہادت کے بواعث میں سے ایک باعث مسجد کی یہ نئی تعمیر بھی تھی + یہ عمارت یکم محرم سنہ [illegible] ہجری کو ختم ہوئی +

تیسری بار مسجد نبیؐ کا بننا

آخر کار جب مذہب اسلام اور سلطنت اسلام کو قوت اور شوکت وافر حاصل ہوگئی تو مسلمانوں نے مساجد وغیرہ کی عالیشان عمارات بنوا کر اس بارہ میں اور تمام دیگر اقوام پر فوقیت لیجانے کا ارادہ کیا + سنہ ۸۸ ہجری میں ولید اول نے جو خلفاء امیہ میں سے بارھواں[2] خلیفہ تھا دمشق کی مسجد "جامع اموی" کی تعمیر کی تکمیل یا مرمت ختم کر کے مدینہ میں اپنی فیاضی اور سخاوت کا اظہار کیا + مدینہ کے عامل (گورنر) عمر بن عبد العزیز کو لکھا کہ مسجد نبوی کے مشرقی جانب جس قدر کچی اینٹوں کے مکان اور حجرے ہیں ان سب کو سات ہزار دینار میں مول لے لئے + ان حجرات کے ساکنین رسول اللہ صلعم اور خلفاء راشدین کی اولاد نے بڑے ہی جبر و اکراہ سے یہ مکانات خالی کئے + بعض عورتوں نے جو ایسے موقعوں پر اکثر ضد کر لیا کرتی ہیں مکانوں کی قیمت لینے سے انکار کر دیا اسلئے مجبوراً عمر بن عبد العزیز نے زبردستی ان کو بے پردہ کھلے منہ ان کے مکانوں سے باہر نکلوا دیا +

[1] مدینہ سے پانچ میل کے فاصلہ پر یہ مقام مکہ کی سڑک پر واقع ہے + [2] یہ بات بڑی حیرت انگیز ہے کہ دنیا میں عظیم ترین مسجد ایا صوفیا (جو پہلے عظیم الشان عیسائی گرجا تھا) مسلمانوں کے تصرف میں ہے اسکے بعد عظمت و وسعت میں دوم (دائمی) میں سینٹ پیٹرز کا گرجا ہے تیسرے درجہ پر بیجاپور (ہندوستان) میں مسلمانوں کی قدیم مسجد ہے اور چوتھے درجہ پر لندن میں سینٹ پالز کا گرجا ہے [3] اسی خلیفہ کے زمانے سے مسجدوں میں فن تعمیر کی صنعت کاری کا جلوہ نظر آنے لگا + اس بادشاہ نے عیسائیوں ایرانیوں اور ہندوؤں کے فن تعمیر کی جو بھی باتیں تھیں وہ سب حاصل کر کے ان سے ہر ایک فن تعمیر پر فائدہ اٹھایا عیسائی عمارت سے قبے یا گنبد ایرانی عمارت سے محراب دار چھتے اور غالباً ہندوستانی عمارت سے مینار اور طاق یا محراب پسند کر کے انکو ولید نے مسلمانوں کی مسجدوں میں رواج دیا + محراب دار چھتے شاید اس سے پہلے بھی عرب میں بنتے ہوں + ہندوؤں کے مندروں میں طاق (محراب) بہت بنے ہوئے ہوتے ہیں انہیں بت یا چراغ اور پھول اور دوسری چیزیں رکھ کر بطور ناداد چڑھاوا کی کھدی جاتی ہیں + [4] رسول اللہ صلعم نے زینبؓ سے شادی کرنیکے بعد [6] ہجری میں اپنی ازواج مطہرات کا پردہ کرا کے انکو حجاب یا پردہ میں رہنے کیلئے حکم دیا + قرآن شریف کی ایک آیت کی رو سے مسلمانوں کو حکم دیا گیا کہ امہات المومنین سے پردہ کے پیچھے سے گفتگو کیا کریں + اسی لئے مسلمانوں میں علی العموم پردہ کا رواج ہے + کسی آدمی کا کسی مسلمان عورت کو بے پردہ کرنا سخت ہتک اور توہین ہے + مسلمانوں میں اسی سن سے پردہ کا رواج ہوا ہے +

ولید کا مسجد النبوی کو اور مطلا کرنا۔

اِس جلیل القدر خلیفہ نے قیصر رُوم (شہنشاہ یونان) کو لکھا کہ جتنے صناع اور استاد کار ہاتھ لگیں اُنکو مسجد نبوی کی تعمیر کے لئے روانہ کردو۔ قیصر روم نے خلیفہ کے حسب الامر بہت سے بیش بہا تحائف روانہ کئے۔ جن میں نقرئی زنجیریں فانوس اور قنادیل اور بہت سی نایاب چیزیں[۵] اور تراشے ہوئے پتھروں کی چالیس گاڑیاں تہیں روانہ کیں اور اُن کے ساتھ اسی ہزار دینار اور بقول بعض چالیس ہزار مثقال طلا پیشکش کے طور پر روانہ کئے۔ قیصر روم نے اسکے علاوہ چالیس استاد کار رُومی اور چالیس قبطی صناع دیواروں اور سنگ مرمر کے ستونوں پر نقش و نگار بنانے کے لئے بھیجدیئے۔ انمیں سے بعض صناع سچی کاری کی مُرصع نگاری کے لئے مامور کئے گئے۔ ان عیسائی صناعوں میں میں سے ایک مردود نے مسجد شریف کے قبلہ کی دیوار پر سُور کی تصویر کہینچدی۔ اس جُرم میں اُسکی گردن ماردی گئی۔ ایک اور صناع نے چاہا کہ مسجد کی چھت پر پیشاب کرکے اُسکو پلید کرے۔ مگر وہ ملعون بمجرد اِس مقصد کے ایسا زمین پر گرا کہ اُس کا بھیجا پاش پاش ہوگیا۔ یہہ حال دیکھکر سب کے سب صناع مسلمان ہوگئے۔ مگر باوجود اِس کے بزرگانِ عرب یہہ شکایت کرتے رہے کہ ہماری مسجد کو خلیفہ نے کنیسہ (بُت خانۂ عیسائیاں) بناڈالا۔

حجرۂ مبارک ... برنی ...

حُجرہ کہ جہاں آنسرورِ کائینات علیہ افضل الصلوات کی اجازت سے عزرائیل علیہ السلام ملک الموت نے روح مبارک کو جسد اطہر سے علیحدہ کیا تہا اور اُس وقت آنحضرت صلعم کا سر مبارک حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی گود میں تھا جو آپ کی چاہتی بیوی تہیں اب اول بار مسجد شریف میں شامل کیا گیا حضرت کی قبر شریف اور آپ کے دونوں خُلفاء کی قبروں کے گرداگرد اول کچی اینٹوں کی چار دیواری[۵] تہی اُسکو گراکے اُس کی جگہ منقش اور کاٹے ہوئے پتھروں کی چار دیواری بنادی گئی۔ اور ایک تنگ راستہ بیچ میں[۵] چھوڑکر بیرونی چار دیواری احاطہ کے طور پر اور بنادی گئی۔ اِن دوہری چار دیواری میں کوئی دروازہ نہ تھا۔ خیال ہے کہ شمالی جانب صرف ایک کھڑکی تہی جس کو تیغہ کرکے بند کردیا گیا اور اُس وقت (سنہ ۹۰ ہجری قدسی) سے بقول السمہودی قبر شریف[۵] کے قریب کوئی شخص پہونچ نہیں سکا۔ مسجد

نوٹ ۵ :- اِن تحائف میں بعض لوگ جام (پیالہ) اور آئینہ کسریٰ کا بھی شمار کرتے ہیں۔ ۵۲۔ خلیفہ ولید کا بنایا ہوا بیرونی حظیرہ (چار دیواری) سنہ ۵۵ ہجری تک قایم رہا۔ پھر سنہ ۵۵ ہجری میں جمال الدین اصفہانی نے جو نور الدین شہید محمود بن زنگی کا وزیر تھا اُس حظیرہ کی جگہ ایک جالی صندل کی بناکر یا بقول بعض لوہے کا جنگلہ بنواکر سعادت دوجہان حاصل کی۔ انہی دنوں میں سید ابو الہیجا نے مصر سے ایک غلاف دیبائے سفید کا بھیجا جس پر سُرخ ریشمی پھول بنے ہوئے تھے اور سورۂ یٰسین لکھی ہوئی تھی۔ یہہ غلاف اندرونی حظیرہ پر ڈالا گیا۔ یہہ غلاف خلیفہ المستضی باللہ کے جلوس تخت نشینی (ابتدائی عہد)

کے چاروں گوشوں پر ایک ایک مینار بنایا گیا۔ ولید کی تعمیر سے طول مسجد ۲۰۰ گز اور عرض ۱۶۷ گز ہو گیا اور یہہ تعمیر سنہ ۹۱ ہجری میں اختتام کو پہونچی۔ جب خلیفہ ولید مدینہ میں آیا اور اُسنے مسجدِ نبوی کی زیارت کی تو اُسنے اپنے نائب عمرو بن عبد العزیز سے دریافت کیا کہ ساری مسجد کے بنانے پر تم نے اور زیادہ تر خرچ کیوں نہ کیا۔ عمرو نے جواب دیا کہ مسجد کی صرف دیواروں ہی پر ۴۵ ہزار دینار خرچ ہوئے ہیں ولیعہد یہہ حال سنکر تعجب سے حیران رہ گیا۔

چوتھی بار مسجد نبوی کی مرمت

چوتھی مرتبہ سنہ ۱۹۱ ہجری میں المہدی عباسی خلیفہ بغداد نے جو خُلفاءِ عباسیہ میں سے تیسرا خلیفہ ہے مسجد نبوی میں کچھ اور ایزادی کی۔ یہہ خلیفہ تواریخ میں صرف اسی لئے مشہور ہے کہ اُسنے زیارت مدینہ شریف اور حج مکہ معظمہ پر لاکھوں بلکہ کروڑوں روپے خرچ کئے۔ المہدی نے مسجد نبوی کی شمالی طرف منقش سنگِ مرمر کے دس ستون اور بڑ ہائے اور ستون کی چوٹیوں پر زرنگار اور مرصع کام بنوایا پھر سنہ ۲۰۲ ہجری میں خلیفہ المامون نے مسجد نبوی میں کچھ اور زیادتی کی۔

نباشی قبور شریف کا ناپاک ارادہ

المہدی کی بنائی ہوئی مسجد نبوی سے الحاکم بامر اللہ مصر کے تیسرے فاطمی خلیفہ نے جو شام کے فرقۂ دروز (عبیدیہ) کا بھی رُہبان تھا (امراء عبیدیہ بڑے اشقیا تھے اور زندیقوں کے بہکائے میں آئے ہوئے تھے۔ مترجم) اِس بات کا مصمم ارادہ کر لیا کہ جسد مُطہر پیغمبر خُدا اور اجسادِ شریفۂ ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کو قبور سے نکال کر مدینہ سے مصر میں منگوائے جائیں اور اِس طور سے کہ کسی کو معلوم نہ ہو تینوں اجسادِ شریفہ چُروائے جائیں۔ چنانچہ سنہ ۴۱۲ ہجری میں اپنے کئی مُعتمدوں کو مدینہ شریف بھیجا تاکہ وہ نباشی

کے دن چڑھایا گیا۔ اُس کے بعد سے ہر ایک سلطان کی یہہ رسم ہو گئی کہ ابتداءِ جلوس میں ایک غلاف حجرۂ مبارک کے لئے بھیجا گئے۔ سن ۶۷۸ ہجری میں مصر کے بادشاہ قلاؤں صالحی نے خطیرۂ مقدسہ پر برجی جالیں بنوا کر اُسپر قُبہ سبز مسجد شریف کی چھت سے اونچا بنا دیا جو آجتک موجود ہے۔ ۵۳۔ سنہ ۶۵۴ ہجری میں مسجد نبوی آگ سے بالکل جل گئی اور زمین کے برابر ہو گئی مگر اندرونی خطیرہ جو خلیفہ الولید نے بنایا تہا آتشزدگی سے محفوظ رہا۔ پھر سنہ ۸۸۶ ہجری میں بجلی کے گرنے سے مسجد بالکل منہدم ہو گئی مگر حجرۂ مبارک بجلی کے اثر سے بالکل محفوظ رہا۔ ۵۴ حضرت صلعم کی وفات شریف اور تدفین کے بعد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اُسی حجرۂ مبارک میں رہا کرتی تہیں اور اُنکے اور قبر شریف کے درمیان کوئی پردہ نہ تھا۔ آخر الامر جب لوگ قبر شریف کی زیارت کو بے دھڑک بکثرت آنے لگے تو گھبرا کر اُنہوں نے اپنے مسکن اور قبر شریف کے درمیان ایک دیوار اُٹھالی۔ پیغمبر خدا کی قبر کے پاس جبتک ابوبکر رض پدر عائشہ رض مدفون رہے تب تک تو عائشہ رض بے برقع قبر شریف پر حاضر ہوا کرتی تھیں۔ پھر جب حضرت عمر رض وہاں مدفون ہوئے تو پھر ہمیشہ اپنا چہرہ ڈھک کر قبر شریف کی زیارت کیا کرتی تہیں۔

آتشزدگی اور بجلی سے حجرۂ مبارک محفوظ رہا

قبور شریفہ کریں۔ مگر انکا راز فاش ہوگیا۔ سلطانِ مصر کے معتمد اپنے ارادہ میں ناکام رہے اور بناشی کا ارادہ کرنیوالے ملعون معتمدوں کو اہلِ مدینہ نے قتل کرڈالا۔ عام طور سے قیاس کیا جاتا ہے کہ بناشی قبور شریفہ سے الحاکم کا مطلب یہہ تہا کہ مدینہ کی طرح لوگ پھر بقصدِ زیارت قبر شریف مصر میں آیا کریں۔ مگر جو شخص بظاہر ایسا بے عقل اور نادان ہو وہ خود اپنی رائے سے ایسے کار اہم اور عظیم کا ارادہ کیا خاک کر سکتا ہے۔

عیسائیوں کا جسم مطہر قبر سے نکالنے کا۔

پھر ۵۵۰ھ ہجری میں دو عیسائیوں نے مغربی حاجیوں کا سا لباس پہنکر ایک مکان سے، جو حجرۂ شریفہ کے پاس تھا ایک سُرنگ حجرۂ شریفہ تک کھودی۔ آخر کار ان دونوں نصرانیوں کا راز کُھل گیا اور اُن دونوں ملعون کو قتل کرکے اُن کی ناپاک نعشوں کو جلا کر خاک کردیا گیا۔ ان واقعات کا حال مندرج کرکے مسلمان مؤرخین نے قابلِ یقین باتوں کے ساتھ بعض مہمل فوق الفطرۃ انسانی طاقتوں کا اظہار بھی کیا ہے۔

حجرۂ مبارک کے گرد سیسہ کی دیوار

آخر کار ایسے ناپاک ارادوں کی دوامی روک کے لئے خلیفہ العادل نور الدین نے جو ملوک سلاطین میں سے تھا اور بعض کہتے ہیں کہ سلطان نور الدین شہید محمود بن زنگی نے جس کو رسول اللہ نے خواب میں آگاہ فرمادیا تھا عین موقعہ پر مدینہ میں پہونچکر اُن دونوں عیسائیوں کو گرفتار کرکے قتل کردیا اور حجرۂ شریفہ کے گرد ایک نہایت گہری خندق کہودی اور اُسکو پگھلے ہوئے سیسہ سے اوپر تک بہردی تاکہ وہاں تک پھر کوئی نہ پہونچ سکے اس طور سے حضرت ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہم کے اجساد شریف بھی ہمیشہ کے لئے امن و امان سے حجرۂ شریفہ میں دوام کے لئے رہ گئے کہ جن کو بعض ملاحدہ نے حجرۂ شریفہ سے نکالدینے کا ارادہ کیا تہا۔

پانچویں دفعہ مسجد نبوی کی تعمیر

۶۵۴ھ ہجری میں مسجد نبوی میں آگ لگ گئی جس سبب سے اِس مسجد کو پانچویں دفعہ پھر بنایا گیا بعض لوگوں کا بیان ہے کہ مدینۂ منورہ کے قریب ایک آتش فشاں پہاڑ کی شرر ریزی سے مسجد نبوی میں آگ لگ گئی تھی۔ بعض مذہبی جوشیلے مؤرخین کا بیان ہے مگر اِس بیان کی صحت میں کچھ شک ہے کہ بنو حسین نے جو اُسوقت حجرۂ شریفہ کے محافظ تھے اور رفض یا الحاد کی طرف مائل تھے یہہ آگ بقصد لگادی تھی اِس موقعہ پر بھی حجرۂ شریفہ آگ کے اثر سے بچ گیا اور قرآن شریف کی وہ سب جلدیں بھی بچ گئیں جو وہاں دہری ہوئی تھیں اور جو نہایت پرانی اور قابلِ احترام تہیں۔ خاصکر وہ قرآن شریف بھی بچ گیا کہ جو سیدنا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تیسرے خلیفہ کے ہاتھ کا خطِ کوفی میں لکھا ہوا تھا۔

اس دفعہ تین سلاطین کی خدا ترسی اور نیک نیتی سے یعنے خلیفہ المستعصم باللہ (بغداد کا آخری خلیفۂ عباسیہ) اور المظفر شمس الدین یوسف سلطانِ یمن۔ اور۔ الظاہر بیبار بحاری سلطانِ مصر کے سرمایہ سے یہہ مسجد تعمیر ہوئی۔

مصر کے شہزادوں نے اِس مسجد کو بہت بڑھایا اور توسیع دی۔ چنانچہ یہ مسجد دوسو برس سے زائد

عرصہ تک قایم رہی۔

چھٹی بار مسجد نبوی کی تعمیر

چھٹی بار مسجد نبوی کو جیسی کہ وہ اب موجود ہے سرکیشیا کے ملوک سلاطینِ مصر کے انیسویں سلطان ملک قاتیبانے ۸۸۸ھ ہجری میں پھر بنایا۔ چنانچہ اب مسجد نبوی چار صدی سے زیادہ عرصہ کی بنی ہوئی ہے۔ خلیفہ المستعصم کی بنائی ہوئی مسجد برق وباران کے طوفان میں بجلی کے گرنے سے منہدم ہوگئی اور تیرہ آدمی جو اسوقت نماز پڑھ رہے تھے مرگئے۔ سوائے حجرہ کے اندرونی حصّہ کے سب کچھ جلکر خاک ہوگیا۔ چنانچہ جالیوں اور قبّہ کو پھراز سرِنو بنایا گیا۔ جھروکے اور ممبر کو قاہرہ سے سلطان مصر نے مدینہ میں مسجد نبوی کیلئے بھیجدیا۔ اور دروازوں اور میناروں کو از سرِنو پھر اُس طرح سے بنایا گیا جیسے کہ اب تک موجود ہیں۔ اِس کے علاوہ ملک قاتیبانے وقف اور وظائف اور پنشنیں قایم کیں اور قبہ شریف کے خدام کا درجہ اور رتبہ مقرر کیا۔

سلطان سلیمان اعظم کی عمارت

دسویں صدی میں سلطان سلیمانِ اعظم رومی نے روضۂ مقدسہ کا فرش سفید سنگ مرمر سے بنوایا۔ ملک قاتیبانے فرشِ مسجد شریف کا ویسا ہی خاک پاک کا رکھا تھا۔ اور وہ عظیم الشان مینار بنایا جو مینارِ سلیمانیہ کے نام سے مشہور ہے۔

بعد کے سلاطین اور محمد علی خدیو مصر قالین۔ لیمپ۔ قنادیل۔ جھاڑ فانوس۔ موم بتیاں وغیرہ بیشمار تحائف ہمیشہ ازرہِ اخلاص مسجد نبوی میں ارسال کرتے رہے اور بعض نے مسجد نبوی میں تھوڑی بہت ایزادی عمارت میں بھی کی۔ موجودہ خلیفۂ اسلام (سلطان عبد المجید) نے ایک مینارہ پھر بنوایا اور مسجد کے شمالی طرف کی عمارتیں اور ستون اُسکے حکم سے بن رہے ہیں۔

یہہ تمام تواریخ مسجد نبوی کے بننے اور اُس میں ترقی اور توسیع ہونے کی ہے۔

سلطان عبد المجید کی تعمیر

{سنہ ۱۲۷۰ ہجری کے بعد سلطان عبد المجید نے مسجد نبوی کو پھر نئے سرے سے بنوادیا۔ چونکہ یہہ تعمیر کرنل برٹن کی سیاحت کے بعد بنی ہے۔ اسلئے ناظرین کی آگاہی اور دلچسپی کیلئے کتاب مرغوب القلوب ترجمۂ جذب القلوب سے کچھ حال اِس تعمیر کا لکھا جاتا ہے سلطان عبد المجید رومی نے مسجد نبوی کے بنوانے میں نہایت تکلف اور تصنع کیا کہ اُس سے پہلے کبھی نہ ہوا تھا۔ ساری مسجد کو ذی قباب اور ہر قبہ کو سیسے کی چادروں سے منڈھوایا اور ہر قبہ کا سطح باطن نقوش عجیبہ سے کہ دال ہر کمال صنعت کاری ودستکاری صنّاعانِ روم پر معمور کیا۔ سارے ستون مُطلّا اور سارے دروازوں کو خصوصاً باب السلام کو سونے سے لاد دیا اور ساری مسجد میں کیا روضہ اور کیا غیر روضہ سنگ مرمر کا فرش بچھایا یہانتک کہ باب جبرئیل کے باہر بھی سنگ مرمر ہی کا فرش کیا۔ بابِ جبرئیل کے باہر مساکین اور فقراء کے بیٹھنے کی جگہ ہے۔ اول حرم شریف کے چار دروازے قدیم تھے سلطان عبد المجید نے پانچواں دروازہ اور بنادیا جو باب مجیدی کے نام سے موسوم ہے اور پانچ میناروں قدیم میں سے چار مینارے

وضع قدیم پر رکھے اور ایک مینارہ نئی وضع پر بنایا۔ نہایت خوبصورت۔ کہ دیکھنے والے کا دل اُسکے دیکھنے سے سیر نہیں ہوتا اور اُس کی طرف سے آنکھ اُٹھانے کو دل نہیں چاہتا۔ اور روضۃ من ریاض الجنۃ کو زیارت عثمان رضی اللہ عنہ سے ایک برنجی بطور کٹہرے کے لگاکر امتیاز دیا۔ اور صحن مسجد سے سوائے باغ کے کہ باغ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کے نام سے مشہور ہے اور جس کے گرداگرد ایک سبز کٹہرا باقی رکھا اور جو چیز تھی از قسم قبہ زدشنی وغیرہ اُسکو وہاں سے نکال ڈالا اور ساری مسجد شریف میں قالین ریشمی منقش مکلّف کا فرش بچھایا۔ اور تمام مسجد میں جھاڑ ہانڈی اور فانوس بکثرت آویزاں کئے کہ رات کے وقت کثرتِ روشنی سے دن کا گمان ہوجاتا ہے اور سوائے اِس کے اور بہت سے تکلّفات کئے ہیں کہ آدمی اُنکو بغیر دیکھے تصوّر سے خوب معلوم نہیں کرسکتا۔ اور حجرۂ شریفہ میں سوائے ترمیم اور تجدید ایوان کے کچھ اور ہاتھ نہیں لگایا۔ اللہ تعالےٰ اُسکی جزا میں اُسکی مغفرت کرے اور اُس کے حق میں شفاعت قبول فرمائے اور سنِ اتمامِ عمارت بارہ سو اٹھتر ۱۲۷۸ ہجری ہے۔ مترجم]

مسجد نبوی کا خزانہ وہابیوں نے لوٹ لیا۔

جب وہابیوں نے مدینہ کا محاصرہ کرلیا تو رؤسا شہر نے روضۂ مبارک کا خزانہ آپس میں تقسیم کرلیا جس کی مقدار بہت بڑی ضرور ہوگی۔ جب شہر والوں نے مدینہ کو وہابیوں کے سپرد کردیا۔ تو سعود مع اپنے بڑے بڑے سرداروں کے حجرہ میں داخل ہوا مگر خواب ناشتے پریشان اور خوفناک دیکھکر اُسنے حجرۂ مبارک کا اندرونی خطیرہ نہیں کھولا اور نہ قبر مبارک کے دیکھنے کا ارادہ کیا۔ مگر اُسنے درمیانی راستہ میں جس قدر خزانہ پایا وہ سب لوٹ لیا اور مشہور موتی کوکب الدرّی کو بھی لے لیا۔ . . . .

. . . . اور اُن تمام زر و جواہرات پر قبضہ کرلیا جو وہاں جمع تھے اور جنکو وقتاً فوقتاً تمام دُنیاء اسلام نے نذر کے طور پر بھیجا تھا۔ اِس لوٹ کا کچھ حصّہ اُسنے ۱۲ لاکھ ریال میں غالب پاشا شریفِ مکّہ کے ہاتھ فروخت کیا اور باقی زر و جواہر کو وہ اپنے ہمراہ اپنے دار الخلافۃ شہر ضراعیہ میں لیگیا۔ اندازاً اُس زمانہ میں حرم شریف کے خزانہ کی کُل تعداد ۳۰ لاکھ ریال ہوگی، لیکن معدنیات کے لحاظ سے یہہ اندازہ نہایت کم ہے۔ شہر مدینہ کے رئیسوں نے ۱۲ لاکھ روپے کے طلائی ظروف اپنے درمیان تقسیم کرلئے۔ اِسکے علاوہ صعود بہت سے موتی۔ عقیق اور جواہرات اپنے ہمراہ لے گیا۔ اِسکے علاوہ مدینہ کے گورنر بھی جو اکثر آزاد رئیس ہوتے تھے اور بعض اوقات قبرِ شریف کے محافظ بھی ہوتے تھے کبھی کبھی حجرۂ مبارک کے خزانہ میں سے کچھ روپیہ لے لیا کرتے تھے۔

...ول النبی ... اعجاز ... ذلیل

وہابی تو اِس بُقعۂ مقدسہ کی عمارت کو اور زیادہ خراب کرتے مگر ایک حادثہ نے اُنکے ناپاک ارادوں کو پسپا کردیا۔ وہابی لالچی اور بندۂ زر تو تھے ہی۔ قبرِ شریف کے قبۂ سبز کے اوپر طلائی گنبد اور طلائی شکل ہلال دیکھکر مارے طمع کے اُنکے مُنھ میں پانی بھر آیا اور اُنہوں نے قُبۂ سبز کو منہدم کرنے کا ارادہ کرلیا۔ دو وہابی اُس کے منہدم

حجرۂ مبارک کا گنبد سبز رنگ

کرنے کو چڑھے ہے مگر گنبد کی پھلوان چھت کے اوپر سے اُنکے پاؤں پھسل گئے۔ جس سے وہ زمین پر گرے اور گرتے ہی مر گئے۔ اِس واقعہ سے تمام وہابیوں پر ایسا خوف چھا گیا کہ اُنہوں نے ہدم گنبد سبز کے ارادہ سے توبہ کی۔

زیارت کی ممانعت وہابیوں نے کردی

مگر وہابیوں نے زائرین پر ٹیکس لگا دیا جس سے بہت کم لوگ مدینہ جانے لگے۔ اسلئے تمام دُنیا اسلام نے سالانہ نذر بھیجنی کچھ عرصہ کے لئے بند کرلی۔ وہابیوں نے اسکے علاوہ تمام لوگوں کو منع کر دیا کہ کوئی شخص قبرِ شریف کے پاس نہ آئے۔ عرب لوگ وہابیوں کا نام نہایت نفرت سے لیتے ہیں۔ یہہ وہابی اِس قدر لالچی اور بندۂ زر تھے کہ کسی ادنیٰ سے مذہبی امداد کیلئے بھی وہ تھوڑی سے بارود۔ یا۔ اُسی قیمت کی کوئی چیز دیدیتے تھے مگر قرشِ مجریا۔ ریال مجر اکہ روپیہ نہیں دیتے تھے

وہابیوں کی شکست اور انکا حجاز سے چلا جانا

جب سُلطان المعظم کے حکم سے مصری فوج نے وہابیوں کو شکست دی اور عبداللہ پسر صعود نے ۱۸۱۵ء میں جنرل تحسین پاشا سے معاہدۂ صلح مکمل کرلیا تو وہابی حجاز اور مدینۂ منورہ سے پسپا ہو گئے اور مدینۂ منورہ پر سلطانِ روم کا قبضہ پھر ہو گیا۔

خزانۂ حجرۂ مبارک کی بحالی

تحسین پاشا نے وہابیوں کو شکست دیکر ایک اور سعادت کا کام یہہ کیا کہ حجرۂ مبارک کے تمام ظروفِ طلائی جو لوگوں نے اُسوقت تک گلائے نہ تھے اہلِ مدینہ سے دس ہزار ریال میں مول لے لئے اور پھر اُنکو حجرۂ مبارک کے خزانہ میں اُن کی اصلی جگہ پر رکھدیا۔

بعض لوگ اِس بازبحالی ظروفِ طلائی کو غلط بتلاتے ہیں مگر معتبر شہادت بھی ملتی ہے کہ تحسین پاشا نے اس مبارک کام کو ضرور کیا ہے۔ اہلِ مشرق پچاس ساٹھ برس کی بات کو بھی اچھی طرح یاد نہیں رکھتے۔ اگرچہ علماء تواریخ کے اُن واقعات سے جو بارہ سو برس کے زمانہ میں حدوث پذیر ہوئے خوب واقف ہیں مگر وُہ اِس بات کو بالکل نہیں جانتے کہ اُنکے باپ دادا نے کیا واقعات اپنی آنکھوں سے دیکھے ہیں۔ مسجد نبوی کی موجودہ دولت کی نسبت میں نے بہت سی ناقابلِ اعتبار حکایتیں سنیں۔ مگر مجھے اِس غلوء بیان سے کچھ تعجب نہیں ہوا اسلئے کہ اِسطرح سے مبالغہ کرنے والا کا اعزاز لوگ اور بھی زیادہ کرتے ہیں۔

مسجد نبوی کے خدام کا حال

مسجد النبوی میں خادموں کی بڑی کثرت ہے اگرچہ زمانۂ ماسبق کی نسبت اُنکی تعداد میں بھی کچھ کمی ہو گئی ہے۔ تاہم اب بھی عملۂ مسجد بہت بڑا ہے۔ اِسکا سبب یہہ ہے کہ اوّل تو مشرقی ممالک میں محنت کو بانٹ دینے کا اصول بہت پسند ہے اور دوسرے اِن مقدس شہروں کے لوگ چاہتے بھی یہی ہیں کہ جہاں تک محنت کم ہو سکے اُتنی کم محنت کر کے دوسرے شہروں کے لوگوں سے روپیہ وصول کیا جائے۔ عمرو آفندی نے مجھکو مسجد النبوی کے عملہ کا مفصلہ ذیل حال بتلایا اور دوسرے لوگوں سے بھی میں نے یہی حال سُنا۔ اِس لئے میں اِس بیان کو معتبر سمجھتا ہوں۔

شیخ الحرم

مسجد النبوی کا سب سے بڑا خادم یعنے شیخ الحرم اب آیندہ سے خلیفہ نہیں ہوتا۔ آجکل شیخ الحرم ایک ترک پاشا عثمان پاشا ہے جسکو ترکی گورنمنٹ نے قسطنطنیہ سے مقرر کرکے بھیجا ہے اُسکی تنخواہ تیس ہزار قرش ماہوار ہے۔ شیخ الحرم کا نائب ایک حبشی خصّی ہے جو آغوات کا سردار ہے۔ اُسکی تنخواہ پانچ ہزار قرش ماہوار ہے۔ خصّیوں کا رئیس آجکل طیور لغا ہے

جو سلطان محمود مرحوم کی ہمشیرہ اسماء سلطانہ کا غلام ہے۔

یرالحرم
مسجد نبوی کا اعلےٰ خزانچی مُدیر الحرم کہلاتا ہے۔ وہ خزانہ دار یا خزانچی پر نگرانی رکھتا ہے اُسکی تنخواہ دو ہزار ۲۰۰۰ قرش ماہوار ہے۔

ستسلم
مُستسلم کاتبوں (محرّروں) کا افسر ہوتا ہے۔ یہہ کاتب مسجد نبوی کا حساب آمد و خرچ لکھتے رہتے ہیں مستسلم کی تنخواہ پندرہ ۱۵۰۰ سو قرش ماہوار اور اُسکے مددگار نقیب کی تنخواہ ۱۰۰۰ قرش ہوتی ہے۔ خُنثوں کے تین شیخ ہیں جنکی تنخواہ سات سو قرش سے ۱۰۰۰ قرش ماہوار تک ہے۔ خُنثوں کے تعداد ایک سو بیس ۱۲۰ ہے اور اُنکے تین درجے ہیں۔

وابین
بوّابین۔ یا حمّال۔ مسجد کے دروازے کھولتے ہیں۔

خبزیہ
خُبزیہ مسجد نبوی کے زیادہ تر عمدہ حصّوں میں جاروب کشی کرتے ہیں۔

بطالین
سب سے ادنےٰ درجہ کے خُنثہ بطّالین کہلاتے ہیں۔ تمام مسجد کو صاف و پاک رکھتے ہیں اور جو آدمی وہاں سو جائے اُس کو مارتے ہیں اور وہ چپڑاسی عدالت کا کام کرتے ہیں اور اِس کام کے کرنے میں بید سے خوب مارتے ہیں۔ ہر زائر کو یہہ لوگ زیارتِ مزار شریف کی مبارکباد دیتے ہیں اُسوقت ہر ایک زائر اُنکو کچھ نہ کچھ نقد بخشش یا ہدیہ کے طور پر ضرور دیتا ہے۔ یا جب غیر ملکیوں کو یہہ مسجد نبوی یا روضۂ مبارک میں لیمپ روشن کرنے یا جھاڑو دینے دیتے ہیں تب اُنکو اجنبی کچھ نہ کچھ رقم ہدیۃً دے دیتے ہیں۔ بطّالین کی ماہانہ تنخواہ ۲۵۰ قرش سے لیکر ۵۰۰ قرش تک ہوتی ہے۔ اُنکو لوگ بہت معزز شخص خیال کرتے ہیں۔ وہ عیالدار بھی ہوتے ہیں بلکہ بعضوں کے تین یا چار بیویاں تک ہوتی ہیں۔ آغا کا خلق بھی ویسا ہی غیر معمولی اور عجیب ہوتا ہے جیسے کہ اُسکی ظاہر شکل و شباہت غیر معمولی ہوتی ہے چونکہ آغا عالمِ انسانیت سے اپنا تعلق قطع کر لیتا ہے اس لئے وہ جابر سخت گیر، متہوّر اور ظالم ہوتا ہے۔ اُسکا جُثہ غیر فطرتی طور سے بہت لمبا اور اُسکے ساتھ ہی بہت دُبلا ہوتا ہے بالخصوص اُسکے بازو اور ٹانگیں بہت لمبی ہوتی ہیں۔ کندھے بہت اونچے ہوتے ہیں۔ اعضاءِ بدن کے جوڑ آگے نکلے ہوئے ہوتے ہیں منہ غیر معمولی طور سے بہت لمبا ہوتا ہے۔ وہ اپنے ہتیار بھی بہت اچھی طرح چلاتا ہے۔ اُس کی نشست میں بھی رُعب و داب ہوتا ہے اور اُسکی موٹی اور کرخت آواز سے لوگوں پر اُسکا رُعب خوب پڑتا ہے۔

ن
خنثوں کے علاوہ مسجد النبوی میں بہت سے آزاد نوکر بھی مامور ہیں جنکو فراشین کہتے ہیں۔ شہر مدینہ کے متوسط اور ادنےٰ درجہ کے لوگ زمرۂ فراشین میں منسلک ہوتے ہیں۔ اِنکی جماعت بندی کی ہوئی ہوتی ہے اور ہر ایک جماعت میں تیس تیس فراشین ہوتے ہیں۔ اِنکی ہر جماعت

سلہ – قدیم زمانہ میں شاہانِ ایران بقول یونانی مؤرخ ہیرو ڈوٹس اپنی دربانی اور حاجبی کیلئے خُنثوں کو ملازم رکھا کرتے تھے۔ بعض لوگوں کا بیان ہے کہ خُنثہ بنا دینے کی رسم کے موجد شاہانِ ایران ہیں۔ مذہب اسلام کی رُو سے ایسے آدمیوں کا مسجد نبوی میں مامور کرنا بدعت ہے۔ یعنے یہہ ایسا دستور ہے جو رسول اللہ صلعم کے زمانہ میں مُروّج نہ تھا۔ کہتے ہیں کہ یہہ بدعت ان تین خیالات کی وجہ سے پیدا ہوئی۔ (۱) تو یہہ خنثہ لوگ اپنے ہی کام میں محو اور مشغول رہتے ہیں۔ دنیا کے اور کسی کام سے اُنکو کچھ تعلق نہیں (۲) دوسرے غیر محرم اور اجنبی عورتیں مسجد النبوی میں زیارت کیلئے آتی ہیں اُنکو یہہ لوگ دیکھتے ہیں اور اتفاقاً کسی کو چھو بھی لیتے ہیں (۳) یہہ حرم ہے یعنے پاک اور مقدس جگہ ہے اسلئے یہاں کی خدمت سب سے بہترین طور سے خنثہ ہی کر سکتے ہیں۔ واللہ عالم۔

سلہ – اِنکا اصلی نام تواشی ہے اگر کوئی اجنبی اُنکو تواشی کہدے تو وہ بہت بُرا مانتے ہیں اور اسپر خفا ہوتے ہیں۔ اُنسے گفتگو کرنے کیلئے اُنکو مخاطب بنانے کیلئے سب سے اچھا لفظ آغا ہے یعنے اے سردار یا آقا۔ جسکی جمع آغوات ہے۔ زائرین ان لوگوں کا بہت ہی ادب اور احترام کرتے ہیں۔ مکہ معظمہ کی نسبت مدینہ منورہ میں خنثے بکثرت ہیں اور اُنکی تنخواہ بھی معقول ہوتی ہے۔ عام طور سے یہہ لوگ استمبول کے دولتمند یا امراء کے غلام ہوتے ہیں جنکو وہ وقف حرمین الشریفین کر دیتے ہیں یہہ لوگ مکہ معظمہ کی نسبت مدینہ منورہ کو آب و ہوا کی عمدگی کے سبب سے بہت پسند کرتے ہیں۔

بدل ہوتی رہتی ہے جس ہفتہ فراشین کی جو جماعت مامور ہوتی ہے۔ اُنمیں سے ہر ہفتہ ہر ایک آدمی کو ایک سکّہ غازی یا بائیس قرش اُجرت کے طور پر دیئے جاتے ہیں۔ اُنکا کام یہہ ہے کہ مسجد کو خاشاک سے پاک کریں اور جاروب کشی کریں۔ مُصلّوں (جانمازوں) کو بچھائیں اور اُٹھائیں۔ لیمپوں اور قنادیل میں تیل اور بتی ڈالیں ان لیمپوں اور قنادیل وغیرہ کو خشتے چھت میں سے نیچے لٹکا دیتے ہیں فراشین اُستو اُنمیں تیل اور بتی ڈال دیتے ہیں۔

سقّے مسجد النبوی کے خدمتی عملا میں ایک شیخ السقّہ ہوتا ہے۔ یہہ تمام سقّوں کا سردار ہوتا ہے۔ اُس کے ماتحت ۵۴ یا ۵۰ سقّے ہوتے ہیں جو فرش پر چھڑکاؤ کرتے ہیں۔ روضہ میں پانی ڈالتے ہیں اور کچھ نقدی دینے پر زائرین کو بھی ایک کٹورا پانی کا پلا دیتے ہیں۔

قاضی اور مفتیوں کا عملہ ذی علم عملا میں کارکن عملا اور نوکروں اور خادموں کے عملا سے بھی زیادہ آدمی ہیں۔ ایک قاضی یا چیف جج ہوتا ہے جو ہر سال قسطنطنیہ سے مقرر ہو کر آتا ہے۔ وہ ایک سال تک مدینہ میں مامور رہتا ہے اور دوسرے سال مکہ میں متعین کیا جاتا ہے۔ اُسکے ماتحت تین مفتی حنفی۔ شافعی اور مالکی[۱] مذہب کے مامور ہوتے ہیں۔ حنبلی مذہب کا مُفتی[۲] مصر کی طرح مدینہ میں بھی نہیں ہوتا۔ اُنمیں سے ہر ایک مُفتی کی تنخواہ ماہانہ ۲۵۰ قرش ہوتی ہے۔

رؤسا یا موذنین موذنین یہاں اپنے آپ کو رؤسا[۳] کہتے ہیں اُنکی مسجد النبوی میں بڑی کثرت ہے۔ ادنےٰ درجہ کے موذن تعداد میں ۴۸ یا ۴۹ ہیں۔ اُنپر چھ بڑے موذن افسر ہیں جو کُبار یا آقا کہلاتے ہیں۔ یہہ کُبار شیخ الرؤساء کے ماتحت ہوتے ہیں۔ صرف شیخ الرؤساء کو یہہ حق حاصل ہے کہ وہ مینار رئیسیہ پر چڑھ کر اذان کہہ سکتا ہے۔ اِس شیخ کی تنخواہ ماہانہ ۱۵۰ قرش اور کبار کی تنخواہ قریباً ۱۰۰ قرش اور عام موذن کی تنخواہ ماہانہ ۶۰ قرش ہے۔

خطیب اور شیخ الخطباء یہاں ۵۴ خطیب[۴] ہیں جو جمعہ کے روز خطبہ پڑھتے اور نماز پڑھاتے ہیں اُنکو ۱۲۰ قرش ماہانہ تنخواہ ملتی ہے۔ یہہ سب شیخ الخطباء کے ماتحت ہیں۔ اِسکے علاوہ مسجد النبوی میں ۵۷ امام ہیں جو مسجد النبوی میں ہر روز باری باری سے پانچوں وقت کی نماز پڑھاتے ہیں

امام اور شیخ الائمہ انمیں سے ہر ایک کو ۱۲۰ قرش تنخواہ ملتی ہے۔ یہہ سب شیخ الآئمہ کے ماتحت ہوتے ہیں۔

مالکی مذہب کے پیرو کم ہیں [۱] بعضے لوگوں نے مجھ سے ذکر کیا کہ مدینہ منورہ میں صرف دو مفتی یعنے ایک حنفی مذہب کا اور ایک شافعی مذہب کا مقرر ہے۔ اگر یہہ بات صحیح ہے تو اِس سے اِس بات کا پتہ چلتا ہے کہ امام مالک کے پیرو بہت ہی کم ہیں۔ اور امام مالک بہ نسبت اور دوسرے اماموں کے خاص اپنے وطن ہی میں بہت کم مشہور ہیں۔

حنبلی مذہب سے وہابی مذہب نکلا [۲]:۔ سوائے نجد اور اُس کے مشرقی ممالک کے یعنے الحصاء کے حنبلی مذہب کے پیرو اور سب جگہ بہت ہی کم ہیں۔ آج کل حنبلی مذہب کو لوگ اِس وجہ سے کم پسند کرتے ہیں کہ اُس سے مذہب اسلام میں ایک نہایت خراب شاخ پیدا ہو گئی یعنے وہابی مذہب حنبلی مذہب سے نکلا ہے۔

رئیس کے معنے [۳]:۔ رؤساء لفظ رئیس کی جمع ہے جس کے معنے سردار کے ہیں۔ علی العموم عرب میں جہاز کے کپتان کو رئیس کہتے ہیں یمن میں رؤسار۔ یا۔ رئیس حجام کو کہتے ہیں۔ راس کے معنے سر کے ہیں شاید یمنی اِسی لحاظ سے حجّام کو رئیس کہتے ہیں کہ وہ سر کی حجامت بناتا ہے۔

امام خطیب اور امام رطیب [۴]:۔ مدینہ میں مصر کی طرح امام خطیب۔ اور امام رطیب میں کچھ فرق مرعی نہیں رکھا جاتا ہے۔

شہر مدینہ کے قریباً تمام ساکنین جن کے متعلق سرکاری طور سے کوئی خدمت سپرد نہیں ہوتی ہے اپنے آپ کو مزدور کا کام کرنے کے قابل بنا لیتے ہیں۔ وہ زائروں کو زیارت کرانے اور دُعا پڑھانے کا کام بچپن ہی سے سیکھ لیتے ہیں۔ اور کچھ تو اپنی ہوشیاری سے اور کچھ لوگوں سے سوال کر کے وہ اوائل عمر ہی سے اپنے لئے معقول آمدنی کا ذریعہ پیدا کر لیتے ہیں۔ مزدور مسافروں (زائرین) کو اکثر اپنے گھروں میں مہمان کے طور پر رکھتے ہیں جیسے کہ مجھ کو بھی ایک مزدور نے اپنے گھر میں مقیم رکھا۔ اور تمام مدت قیام میں اُن کو زیارتیں کراتے اور دعائیں پڑھاتے ہیں۔ ان خدمات کے لئے زائر اپنے حسب حیثیت اور اپنے خورد و نوش کے خرچ پر خیال کر کے مزوّر کو معقول فیس نذر کرتے ہیں۔ اس ادائیگی فیس کے ساتھ ہی زائر کا تعلق مزوّر سے منقطع نہیں ہوتا۔ بلکہ اگر کبھی مزوّر زائر کے وطن میں آئے تو اس کو توقع ہوتی ہے کہ زائر میرے ساتھ نہایت مہمان نوازی اور فیاضی سے پیش آئے گا۔ اور حسن سلوک سے مجھکو ہدایئے اور تحائف بھی دیگا۔ اکثر زائر ایسا کرتے ہیں۔ کہ مدینہ منورہ اور مکہ معظمہ میں اپنے مُعلّم اور مزوّر کی کچھ سالانہ رقم مقرر کر دیتے ہیں۔ اور وہ اس کے عوض مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں نفل نماز ادا کر کے زائر کی فلاح دینوی و دینی کے لئے دعا مانگ دیا کرتے ہیں۔ زائر اس رقم کو اکثر کاغذ میں لپیٹ کر اور چمڑے کے تھیلے میں بند کر کے اور مہریں لگا کے اور پانے والے کا نام اور پتہ لکھ کر کسی معتبر اور دیانت دار عازم حج کے ہاتھ یہ روپیہ مزوّر یا معلّم کو مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں بھیج دیتے ہیں۔

اوقاف کی آمدنی اور صدقہ کی رقم کا سالانہ آنا

ہر سال قسطنطنیہ اور قاہرہ سے جتنی رقم مدینہ منورہ بھیجی جاتی ہے۔ اسکی نسبت مجھکو ٹھیک ٹھیک طور سے اطلاع نہیں مل سکی۔ صرف اس بات پر میں نے سب آدمیوں کو یکزبان پایا کہ ان دونوں مقامات سے جس قدر روپیہ ان کو بھیجا جاتا ہے اس کا نصف خائن لوگ غبن کر لیتے ہیں جب صدقات اور اوقاف کی رقم مدینہ منورہ میں پہنچتی ہے تو کارروان کا خزانچی یعنے صرّاف اس رقم کو مفتیوں اور سردار خطیب اور قاضی کے کاتب کے سپرد کر دیتا ہے۔ ان لوگوں کی ایک کمیٹی مقرر ہے جس قدر خاندان پنشن کے مستحق ہیں۔ یہ کمیٹی ان سب کا شمار کر کے ہر ایک خاندان کے آدمیوں کی تعداد اور درجہ پر خیال کر کے یہ رقم حساب سے ان سب میں تقسیم کر دیتی ہے۔ اس رقم کے تقسیم کرنے کیلئے ترتیب وار حسب ذیل پانچ درجہ مقرر ہیں۔

اُن مدنیوں کی تشریح جو سالانہ وظیفہ پاتے ہیں۔

اوّل علمار علوم ربانی اور مدرسین۔ جو حرم میں وعظ بھی کہتے ہیں اور طلبا کو علم دین پڑھاتے ہیں
دوسرے درجہ میں امام اور خطیب ہیں۔

تیسرے درجہ میں آل رسول اللہ ہے۔

چوتھے درجہ میں فقہاء۔ غریب طلباء۔ ملّا اور حفاظ ہیں جو لڑکوں کو قرآن شریف پڑھاتے ہیں۔

پانچویں درجہ میں عام ساکنین مدینہ ہیں اور اہالی شہر اور مہاجرین ہیں۔ یعنی وہ لوگ جو دوسرے شہروں سے جاکر مدینہ منورہ میں آباد ہو گئے ہیں۔

عمر آفندی کا شمار دوسرے درجہ میں تھا۔ اس نے مجھ سے کہا کہ میرا سالانہ حصّہ کبھی تین ریال ہوتا ہے اور کبھی سالانہ پندرہ ریال ملجاتے ہیں۔

(۷) ساتواں باب

شہر مدینۃ النبی مفصّل حال

جغرافیائی اور پولیٹیکل طور سے حجاز کے حدود اربعہ کی تفصیل صحیح بتلانا بہت مشکل ہے۔ بعض مؤرخ جیسے کہ ابو الفداء[1] حجاز کی شمالی ایلہ (قلعہ عقبہ) اور ریگستان کو ٹھہراتے ہیں۔ اور ملک یمن کو حجاز کی جنوبی حد قرار دیتے ہیں۔ دیگر مؤرخین حجاز میں صرف اسی قطعہ ملک کو شامل جانتے ہیں جو ملک مکّہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے درمیان واقع ہے۔ حجاز کی کوئی قدرتی حدّیں نہیں ہیں اور اس ملک کی پولیٹیکل حدیں ہر ایک نسل کے ساتھ کم وبیش ہوتی رہیں۔ اہلیٔ اغلباً حجاز کے حدود اربعہ کی تفصیل زیادہ ترصحیح یہی ہے کہ اس ملک میں تمام ارض مقدس شامل ہے۔ ینبوع کا بندر حجاز کی شمالی حد ہے۔ اور جدّہ کا بندرگاہ اسکی جنوبی حد ہے۔ اور ایک خط مستقیم مدینہ منورہ سے اسطرح کھینچا جائے کہ وہ سوارقیہ اور جبل کراء یعنی کوہستان طائف میں سے گذرے تو وہ خط مستقیم حجاز کی مشرقی حد سمجھنی چاہیئے۔ اس طور سے حجاز ایک بے قاعدہ متوازی الاضلاع شکل کا قطعہ ملک ہے جس کا طول قریباً ۲۵۰ میل اور زیادہ سے زیادہ عرض قریباً ۱۵۰ میل ہے۔

حجاز کے حدود اربعہ

حجاز کے معنے

اس ارض مقدس (حجاز) کے دو معنے بتلائے جاتے ہیں۔ بہت سے عالم فاضل تو حجاز کے معنی سرحد یعنی علیحدہ کرنے والے کے بتلاتے ہیں۔ اس لئے حجاز ملک نجد کو تہامہ سے یا ملک یمن کو شام سے جدا کرتا ہے۔ بعض فضلاء کہتے ہیں کہ حجاز کے معنی مجتمع کرنیوالے کے ہیں۔

[1] ابو الفداء نے حجاز کی مشرقی حد یمامہ کو قرار دیا ہے (بعض مؤرخ یمامہ کو داخل حجاز ہی سمجھتے ہیں) اور نجد اور ریگستان شام کو مشرقی اور شمالی حد قرار دیا ہے۔ اور بحر قلزم کو اسکی مغربی حد بتلاتا ہے۔ بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۵۱

مگر یہ بات بھی قابل یاد رکھنے کے ہے۔ کہ ساکنین حجاز بالخصوص بدوی لوگ حجاز کی نشیبی زمین کو حجاز کے قطعہ مرتفع سے الگ کر کے دونوں کے الگ الگ نام لیتے ہیں مثلاً وہ نشیبی قطعہ کو یعنی ساحل سمندر کے ملحقہ علاقہ کو تہامتہ الحجاز کہتے ہیں۔ اور حجاز کے مرتفع قطعۂ ملک کو خاص کر الحجاز کہتے ہیں۔ ۱ف

مدینۃ النبی جس کو مختصراً المدینہ (شہر) کہہ دیتے ہیں ملک نجد کی سرحد پر اُس وسیع سطح مرتفع پر آباد ہے۔ کہ جو ملک عرب کا وسطی حصہ ہے۔ رسول اللہؐ نے مدینہ کے حدود الحرم جس قدر مقرر فرما دیئے تھے وہ شہر کا میدان ظاہر کرنے کے لئے آجتک قائم ہیں۔ مدینہ سے جانب شمال کوئی تین میل کے فاصلہ پر جبل اُحد ہے۔ یا بقول بعض جبل احد کے کچھ آگے جبل ثور حرم مدینہ کی شمالی حد ہے۔ جنوب مغرب کی طرف کو کوئی تین میل کے فاصلہ پر جبل عیر حد حرم ہے۔ بعض مؤرخین کے قول کے مطابق مغرب کی طرف حد حرم مسجد ذوالحلیفہ ہے۔ مشرق کی طرف حد حرم کے لئے کوئی قدرتی یا مصنوعی نشان موجود نہیں ہے۔ تاہم مشرق کی طرف حد حرم اُس قیاسی خط مستقیم کو سمجھنا چاہیئے۔ کہ جو ایک ناہموار دائرہ ایسا بنائے کہ جس کا مرکز شہر مدینہ ہو اور جس کا قطر دس یا بارہ میل ہو۔ یہی حد حرم ہے۔

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۵۰) قدیم یونانی اسی ملک کو عرب کہا کرتے تھے۔ نیبہر نے حجاز کی جنوبی حد مقام حالی کو قرار دیا ہے۔ یہ ایک مختصر شہر ہے۔ اور بندرگاہ قنفدہ کے جنوب میں واقع ہے۔ کپتان ہیڈ نے اپنے سفر نامہ میں موضع القصر کو جزیرۂ قطمبول کے مقابل میں واقع ہے۔ حجاز کی جنوبی حد لکھا ہے۔

۱ف اگر مکہ معظمہ کے قریب تم کسی بدوی سے یہ دریافت کرو کہ مکہ معظمہ میں میوہ جات اور فواکہات کہاں سے آتے ہیں تو وہ یہی جواب دیگا من الحجاز یعنی طائف کے قریب حجاز کی کوہستانی حصص سے۔ یہ بات مشہور ہے کہ بدوی لوگ قدیم متنازعہ الفاظ کے استعمال کو اتبک قائم رکھنے میں مشہور ہیں۔ اسی وجہ سے مسلمانی حکومتوں کے عروج کے زمانہ میں جب تحقیق زبان (علم اللسان) کی تدوین کیگئی تو اس زمانہ کے علماء ہر ایک متنازعہ لفظ کے تلفظ اور معنی اور استعمال کی تحقیق بدوی لوگوں سے کر لیا کرتے تھے۔ اس لئے الحجاز کے معنی پہاڑوں کے سلسلہ یا کوہستان کے زیادہ تر موزوں معلوم دیتے ہیں۔ برخلاف مدخل کے جو معلوم ہوتا ہے کہ یہ معنی جغرافیہ نویسوں نے لگائے ہیں نجد کے ملک میں چونکہ میدان ہموار بکثرت ہیں اور ملک بلند اور مرتفع ہے اس لئے عرب اسکو نجد کہنے لگے معلوم ہوتا ہے کہ عرب ملک کی قدرتی ساخت دیکھکر اسکا لیے موزوں نام رکھ لیا کرتے تھے۔

مدینہ منورہ کے تعداد اسماء

مدینہ منورہ کے نام عربوں نے بکثرت رکھے لئے ہیں۔ اس لئے کہ کثرت اسمار دلیل ہی عظمت مسمیٰ پر۔ ایک حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مدینہ کے دس نام ہیں۔ مگر کتابوں میں مدینہ کے نام سو کے قریب لکھے دیکھے گئے۔ ان میں سے چند نام نمونہ کے طور پر اس جگہ لکھدینے کافی ہیں۔ طابہ۔ طیبہ طائبہ[3]۔ طیبہ[4]۔ اور مطیبہ[5]۔ یہ سب نام لفظ طیب سے مشتق ہیں جس کے معنی اچھا۔ خیر اور جائز ہیں۔ اور یہ آب وہوائے مدینہ کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ وہاں کی آب وہوا عمدہ ہے۔ اسی طرح سے یہ نام رسول اللہ کی قبر شریف کی خوشبوئیں۔ یا گلاب کے یا گل سرخ کی خوشبو کو ظاہر کرتے ہیں جو رسول اللہ کی خاص نسبت کے سبب سے مشہور ہے۔ کہتے ہیں کہ گل سرخ اول خار تھا رسول اللہ کے پسینہ مبارک کے لگنے سے گل سرخ ہوگیا۔ یا ان ناموں کا اطلاق مدینہ منورہ پر اس سبب سے کیا جاتا ہے کہ وہ نجاسات شرک یعنی کافروں اور بت پرستوں سے پاک ہے۔ رسول اللہ نے فرمایا ہے کہ کہ تحقیق اللہ تعالےٰ نے مجھ کو حکم دیا ہے کہ مدینہ کا نام طابہ رکھوں۔ یثرب یا اثرب سی۔ کہتے ہیں کہ یثرب حضرت نوح علیہ السلام کے ایک لڑکے کا نام تھا۔ مگر دوسرے لوگ کہتے ہیں کہ یثرب مدینہ کا نام نہیں ہے۔ بلکہ جبل احد کی مغرب کیطرف ایک ناحیہ کا نام ہے۔ اور اسی لئے اسکے صیغۂ جمع اثاریب (جس کے معنے اس جگہ کے ہیں جہاں کھجور کے درخت اور چشمے بکثرت ہوں۔) اس بات کے ثبوت میں پیش کرتے ہیں کہ یثرب کسی شخص کا نام نہیں ہے۔ اور وجہ مکروہ ہونے اس نام کی یہ ہے کہ یثرب مشتق ہے یثرب سی جس کے معنی تباہی کے ہیں۔ الغرض ایک حدیث اس مضمون کی مروی ہے کہ جو مسلمان ایکبار یثرب کہے۔ اوس کو چاہیئے کہ اپنا منہ پاک کرلے اور اوسکی تلافی کیلئے دس بار مدینہ کہے۔ برہ۔ اور بارہ یہ بھی اسمار مدینہ ہیں۔ اسکی اطاعت اور اخلاص پر دلالت کرتے ہیں حسنہ نام اوسکی خوبصورتی کو ظاہر کرتا ہے۔ خیرہ۔ اور خیرہ اس کے جامع خیرات ہونے کے مظہر ہیں۔ محبہ۔ اور حبیبہ۔ اور محبوبہ[13]۔ اس وجہ سے مدینہ کے نام ہیں کہ یہ جگہ رسول اللہ کو بہت پسند تھی جابرہ[14] جبارہ اور جیارہ[16] یہ لفظ جبر سے مشتق ہیں جس کے معنی جوڑنے یا توڑنے کے ہیں یعنی یہ شہر غربار اور فقرار مسلمانوں کے دلوں کو جوڑتا ہے۔ اور غرور والوں اور گردن فرازوں کی گردنیں یہاں ٹوٹتی ہیں۔ قرآن شریف میں مدینہ کا نام الایمان آیا ہے۔ شافیہ[18] بھی اس شہر کا نام ہے۔ مدینہ کی خاک شفا ہے اس لحاظ سے یہ نام رکھا گیا۔ ناصرہ[19]۔ بچانیوالا اور عاصمہ[20] محفوظ رکھنے والا اس لئے کہ رسول اللہ اور اصحاب مدینہ میں آنے سے مشرکین کی ایذا سے بچگئے۔ اسکا نام فاضحہ[21] بھی ہے۔ یعنی بداعتقاد اور بدکار کافر لوگ وہاں پوشیدہ نہیں رہ سکتے آخر کو فضیحت میں رسوا ہوتے

ہوتے ہیں۔ مسلمہ[22] اور مدینہ[23]۔ مبارکہ[24]۔ مجبورہ[25]۔ (مسرور) محروسہ[26] (حفاظت کیا ہوا) محفوظ[27]۔ اس اعتقاد اور یقین کیطرف اشارہ کرتے ہیں کہ مدینہ کے دس کوچوں میں سے ہر ایک کوچہ پر ایک ایک فرشتہ بیٹھا نگہبانی کرتا ہے۔ اور کافروں کو وہاں داخل نہیں ہونے دیتا۔ کہتے ہیں کہ دجّال مشرق میں پیدا ہوگا اور تمام دُنیا میں پھر جائیگا۔ مگر مکہ معظمہ میں داخل نہیں ہوسکیگا۔ اور جب مدینہ منورہ کے قرب جبل اُحد کے پاس پہونچیگا تو وہاں سے وہ اپنے مرنے کی جگہ ملک شام کے شہر دمشق کیطرف پھر جائیگا۔ توریت میں مدینہ کا نام مقدسہ[28] (پاک لکھا ہوا ہے۔ اور مرحومہ[29] بھی درج ہے۔ اس سے اشارہ حضرت محمد صاحب کی رسالت کی طرف ہے۔ مرزوقہ[30] (رزق پہونچا ہوا) اور مسکینہ[31] (مسکینی اور غربت) بھی اس کے نام ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ مدینہ کی بزرگی اور عظمت کے قائم رہنے کے لئے وہاں تو وہ ہمارے زر و جواہر اور خزانہ ہائے طلائی و نقرئی کی کچھ احتیاج نہیں ہے۔ المقر[32] (جاءِ قرار) اور مکینہ[33]۔ (مکانت اور منزلت) اور الحرام[34] البلد[35]۔ اور المدینہ[36] بھی اس کے اسماء مبارک ہیں۔ اس کے علاوہ ارض اللہ[37]۔ اور ارض الہجرۃ[38] اور اکالۃ البلدان[39] (کھا جانے والا شہروں کا) اور اکالۃ القرائے[40] (کھا جانیوالا دیہات کا) بنظر مدینہ کے تسلط اوپر تمامی بلاد کے ہونے کے۔ بیت رسول اللہ[41] جزیرۃ العرب[42] بھی اس کے نام ہیں کتابوں میں اس شہر کو مدینہ مشرقہ[43] لکھتے ہیں۔ مگر زیادہ تر اس کو مدینہ منورہ کہتے ہیں۔ اس لئے کہ رسول اللہ کی نور قبر مبارک سے آسمان تک جاتا رہتا ہے۔

مدینی اور مدنی میں فرق

حرم[1] رسول اللہ مدینہ کو اُسکی خوشنمائی اور خوبصورتی کیوجہ سے عرب المدینہ یعنی خوبصورت شہر کہتے ہیں اس لئے مدینہ کا رہنے والا اپنے نام کے آگے یا پیچھے (اکثر پیچھے) المدنی کا لفظ بولتا یا لکھتا ہے اور بہت سے شہر مدینہ کے نام سے مشہور ہیں۔ وہاں کے ساکنین کو مدینی کہتے ہیں۔

[1]۔ حدود حرم کے اندر تمام محرمات یعنی گناہ کے کام کرنیکی ممانعت ہے۔ مگر الگ الگ مذہبوں نے الگ الگ شرائط اسبارہ میں مقرر کردی ہیں۔ مثلاً امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب تو یہ ہے کہ حدود حرم مدینہ میں کوئی شخص استنجا اور پیشاب تک نہ کرے بلکہ جبل عیسیٰ کی پرلی طرف جاکر پیشاب کرے۔ اور حوائج ضروریہ سے فارغ ہو۔ حالانکہ یہ پہاڑ مدینہ سے تین میل کے قریب دور ہے۔ امام مالک حدود حرم میں موذی اور وحشی جانوروں کے قتل کرنیکی بھی ممانعت کرتے ہیں لیکن اس گناہ کیلئے اُنھوں نے کوئی خاص تعزیر مقرر نہیں کی بعض لوگ حد حرم میں درختوں کے گرانے اور کاٹنے کو بھی پسند نہیں کرتے وہ کہتے ہیں کہ مدینہ کی زیبائش کیلئے رسول اللہ نے درختوں کو محفوظ رکھا تھا۔ اور سبز درختوں کو دیکھ کر زائرین کی آنکھوں میں طراوت بہتی ہی مگر اس کے برخلاف الخطابی لوگوں کو لکڑی کاٹنے کی اجازت دیتا ہی اور مدینہ میں یہی دستور ہی۔ لوگ لکڑی کاٹتے ہیں۔ مسلمانوں کے سوا اوروں اور کفار اور متبرک چیزوں کی بے ادبی کرنیوالے کے تمام مذہب میں اسبات کی سخت ممانعت ہی کہ حدود حرم میں کوئی شخص قتل کیا جائے۔ یا شراب پیئے یا فاسقانہ اور رندانہ زندگی (بقیہ حاشیہ دیکھو ۱۵۴ پر)

ضرب الشرقی

حدود حرم رسول اللہ کے متعلق اگر جغرافیائی طور سے خیال کیا جاتا ہی تو مشرق کیجانب اسکی حدود چھوٹی چھوٹی سیاہ پہاڑیوں کی تپلی قطار معلوم ہوتی ہے کہ جس میں سے ضرب الشرقی (شاہ راہ مشرقی) نجد کے علاقہ میں سے ہوکر مکہ سے مدینہ کو جاتی ہی۔ مدینہ کے جنوب کیطرف سطح مرتفع بالکل کھلا ہوا میدان ہی اور جہانتک نگاہ کام دیسکتی ہے۔ یہ میدان بالکل ہموار نظر آتا ہے

سافلہ اور عوالی

ہمیں تو کچھ شک نہیں کہ مدینہ نہایت قدیم زمانہ سی آباد ہی اور اسکی رونق کا خاص کر سبب آب شیرین کی کثرت ہی۔ پانی بھی لوازمہ زندگی کیلئے ایک نہایت ضروری شئے ہی اور وہ عرب میں ہر جگہہ کم ہی اسلئے مدینہ کثرت پانی کے سبب سے بہت قدیم زمانہ سی آباد ہی۔ شہر مدینہ میدان میں واقع ہی۔ اس میدان کا نشیبی حصہ جبل احد کا جنوبی دامن ہے اسکو نشیب کیوجہ سے السافلہ کہتی ہیں۔ اور محلہ قبا کے نزدیک مشرق میں جو میدان ہی وہ سب سے بلند میدان ہے اسلئے اسکو عوالی کہتے ہیں۔

سابقہ حاشیہ صفحہ ۱۵۳) لبسر کرے۔ حرم رسول اللہ کے ادب و احترام میں کسی فردِ بشر کو اختلاف نہیں ہی۔ بہت سی احادیث اسکی شان میں وارد ہیں جن سے اس شہر کے لوگوں کی کمال بزرگی اور عظمت ظاہر ہوتی ہی۔ جو شخص انکو تکلیف یا نقصان پہونچائیگا اُس کے لئے سخت بدبختی ہے۔ اور اسکی سخت روسیاہی ہوگی۔ یہ تو یقینی ہی کہ قیامت کے دن جناب پیغمبر خدا اللہ تعالیٰ سے اُن تمام لوگوں کی سفارش فرمائیں گے۔ کہ جو مدینہ میں فوت ہوئے یا جو کہ مدینہ میں مدفون ہیں۔ اسی خیال سے امام مالکؒ نے صرف ایک بار مکہ معظمہ کا حج ادا کیا۔ ان کو اندیشہ تھا کہ میں اور کہیں نہ مر جاؤں اور مدینہ میں دفن نہ ہوسکوں۔ چہرہ تمام عمر مدینہ میں رہے اور وہیں البقیع میں مدفون ہوئے۔

صرف مسلمان ہی مدینہ کو محترم اور مقدس جگہہ نہیں سمجھتے۔ بعض مورخین کا بیان ہی اور یہ بیان بالکل بے سر و پا بھی معلوم نہیں ہوتا کہ قدیم زمانہ کے گبر لوگوں کے ایران اور عرب میں سات عظیم الشان آتش کدے تھے۔ ان میں سے ہر ایک آتشکدہ ایک ایک ستارہ کے نام پر معنون کیا گیا تھا۔ مدینہ کو مہ دینہ کہتے ہیں۔ گبر لوگوں کا بیان ہے کہ مدینہ کے آتشکدہ میں چاند کی ایک شکل یا ہیکل چاند۔ یا چاند کا بت بنا ہوا تھا اسلئے یہ جگہہ اول چاند کا مذہب یا مہ دین کہلاتی تھی۔ گبر لوگوں کا بیان ہی کہ ہمارا ایک آتشکدہ مکہ میں بھی تھا۔ جہاں سیارہ زحل اور قمر دونوں کی مشترک طور سی پوجا ہوا کرتی تھی۔ اسی طرح سی بیت اللحم نجف و اشرف اور کربلا وغیرہ میں بھی وہ کہتے ہیں کہ ہمارے آتش کدے موجود تھے۔ مگر مسلمان گبر لوگوں کے اس بیان پر بالکل یقین نہیں کرتے اور وہ اُن کے بیان کو افسانہ سے زیادہ وقعت نہیں دیتے۔

آتش کدۂ مہ دین

مکہ افضل ہے یا مدینہ

نوٹ۔ اس بات پر علمار کا بہت بڑا اختلاف ہی کہ تقدس اور بزرگی میں مکہ معظمہ افضل ہی یا مدینہ منورہ؟ بعض کہتے ہیں کہ رسول اللہ مدینہ کو مکہ سی افضل سمجھتے تھے اور آپنے مدینہ کے لئے وہی دعا مانگی تھی جو ابراہیم خلیل اللہ علیہم السلام نے مکہ کیلئے فرمائی تھی۔

مدینہ افضل ہے مکہ سے باستثنا بیت اللہ

[اگرچہ اجماع امت اور اتفاق علما اس بات پر ہی کہ تمامی بلاد سی افضل اور اشرف مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ ہیں۔ افضلیت پر رسول اللہ کے جسم شریف سی ملا ہوا ہی۔ سارے اجزاء زمین کی نسبت جہانتک کہ یہ نسبت کعبہ کے ہی اور بعضی علماء کہتے ہیں۔ بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۵۵

آل غابہ

مدینہ کے مضافات کی جنوبی اور جنوب مشرقی دیواروں کو سیل آب گرا دیتی ہے۔ یہاں بارش کے بعد پانی کا سیلاب بہنے لگتا ہے۔ اور یہ پانی مغربی اور مشرقی بلند زمینوں سے بہ کر ادھر آتا ہے۔ یہ پانی الغابہ کی طرف بہ کر جاتا ہے جبل احد سے تھوڑی دور آگے شمالی اور مغربی پہاڑیوں کے درمیان نشیبی زمین ہے اسکو الغابہ کہتے ہیں۔ اس جگہ تمام پہاڑوں اور میدان کا پانی بہ کر آتا ہے بعض کہتے ہیں کہ یہ پانی اسی جگہ زمین میں جذب ہو جاتا ہے بعض کہتے ہیں کہ جب بکثرت جمع ہو جاتا ہے تو پھر رواں ہو کر سمندر میں جا گرتا ہے۔ مدینہ میں پانی گو بکثرت ہے مگر بہت ہی اچھا پانی کم ہوتا ہے۔ رسول اللہ صلعم کے زمانہ میں مدنی لوگ کنوؤں کا پانی پیا کرتے تھے جن میں سے سات کنوئیں لوگوں میں اب تک مشہور ہیں۔

مؤرخین کا بیان ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے میدان کے شمالی حصص سے ایک نہر پانی کی نکالی اور شہر مدینہ کے ساکنین پھر بکثرت اُس نہر کا پانی استعمال کرنے لگے۔ آجکل شہر مدینہ میں جس جگہ سے نہر آتی ہے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۵۴) کہ آستانۂ مطہرہ تمام آسمانوں سے افضل ہے۔ یہانتک کہ عرش سے بھی۔ بعد استثنا کرنے اتنے ٹکڑے زمین کے اختلاف ہے کہ مکہ افضل ہے مدینہ سے یا مدینہ افضل ہے مکہ سے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عبد اللہ ابن عمر اور بہت سے صحابہ رضی اللہ عنہم اور امام مالکؒ اور اکثر علماء مدینہ کا مذہب یہ ہے کہ مدینہ افضل ہے مکے سے۔ اور علماء بھی مدینہ کی فضیلت میں مکہ معظمہ پر ان حضرات کے ساتھ موافق ہیں لیکن کعبہ شریف کا استثنا کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ مدینہ افضل ہے مکہ سے مگر خانہ کعبہ سے نہیں۔

قبر شریف نبوی افضل ہے مکہ اور کعبہ سے۔

پس حاصل کلام کا یہ ہے کہ قبر شریف حضرت سید کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی افضل ہے مطلقاً خواہ مکے سے کہیں خواہ کعبہ سے اور کعبۂ معظمہ افضل ہے شہر مدینہ سے نہ قبر شریف نبوی صلے اللہ علیہ وسلم سے۔ اور باقی مدینہ کے افضل ہونے میں باقی مکہ پر اور باقی مکہ کے افضل ہونے میں باقی مدینہ پر اختلاف ہے۔

فضائل اور محامد مدینہ منورہ کی نسبت اس قدر کہدینا کافی ہے کہ رسول اللہ صلعم نے مدینہ منورہ کو سارے بلاد سے بہت دوست رکھا اور آپنے خود اسمیں تشریف رکھا اور جن فتوحات کی آپکو اُمید تھی وہ وہاں حاصل ہوئیں۔ اور جتنے کمالات کا آپسے وعدہ کیا گیا تھا وہیں حصول ہوئے اور قوت اسلام اور رواج دین وہیں سے ہوا اور ساری نیکیاں اول اور آخر کی وہیں سے نکلیں۔ اور وہی جگہ ہے سارے کمالات ظاہر و باطن کی اور علاوہ سب فضیلتوں کے ایک فضیلت بڑی یہ ہے کہ وہیں قبر شریف اور مرقد منیف خلاصہ ہشردہ ہزار عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے اس فضیلت کے برابر کوئی فضیلت نہیں۔ اور اس نعمت کی برابری کوئی نعمت دنیا کی نہیں کر سکتی۔ اسوا اسکے کوئی عمل بعد فرائض و واجبات کے حضرت کی زیارت کے برابر نہیں۔ اور احادیث صحیح میں وارد ہے کہ پیدائش ہر آدمی کی اُسی مٹی سے ہوتی ہے جہاں دفن ہو تو ضرور ہے کہ پیدائش رسول اللہ صلعم کی مدینہ کی مٹی سے ہوگی۔ اور اسی طرح پیدائش اکثر آل و اصحاب اور تابعین رضوان اللہ تعالٰے علیہم اجمعین کی جو اُس سرزمین شریف میں مدفون ہیں۔ یہ کیا تھوڑی سی فضیلت ہے؟ جب رسول اللہ نے بہت دنوں مدینہ میں تشریف رکھی اور وہاں

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۵۶ پر

ن الزرقا

اُس کے منبع کا نام عین الزرقا ہے۔ اور اسکو چشمۂ ازرق[۱] بھی کہتے ہیں بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ نہر جبل عیر کے دامن سے نکلتی ہے۔ اور اکثر لوگ کہتے ہیں کہ یہ نہر نخلستانِ قبا میں سے نکالی گئی ہے۔ اس نہر کا پانی مدینہ میں سب سے اوّل مروان لایا تھا جو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے وقت میں مدینہ کا گورنر تھا۔ اب اس نہر کا پانی سطح زمین سے دس گز نیچے بہتا ہے۔ یہ نہر بند ہے بعض جگہ سے کھلی ہوئی بھی ہے۔ اور وہاں لوگوں کے آرام کیلئے سطح زمین سے نیچے سطح آب تک سیڑھیاں بنا دی گئی ہیں۔ یہ سیڑھیاں سلطان سلیمان اعظم کے زمانہ میں بنائی گئی ہیں۔ یہ نہر شہر مدینہ میں سے گذر کر شمال مغرب کی جانب مڑ جاتی ہے اسکی پہچان کے لئے اس پر جابجا قد آدم کنوؤں کے مانند مدوّر دیواریں بنا دی گئی ہیں جو ایک دوسری سے غیر مساوی فاصلہ پر ہیں۔ یہ دیواریں دور سے بالکل کنواں نظر آتی ہیں۔ یہ دیواریں افغانستان کے کریز سے بہت مشابہ ہیں آگے جا کر اس نہر کا پانی نخیل یعنے کھجوروں کے باغات میں زمین میں جذب ہو کر غائب ہو جاتا ہے۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۵۵) وہاں سے دین ظاہر ہوا اور برکات حاصل ہوئے۔ اور فتوحات ظاہر ہوئے اور نیکیاں پھیلیں۔ تو یہ بات ظاہر ہوئی کہ مدینہ اکمل اور افضل ہے سب شہروں سے اسی واسطے رسول اللہؐ نے مکّہ سے زیادہ مدینہ کیواسطے برکت مانگی۔ فقط ماخوذ از جذب القلوب}

زرقہ

[۱] میں نے الزرقا کا ترجمہ آبی یا آسمانی رنگ کیا ہے۔ مگر بعض لوگوں کا خیال ہے کہ جب عربوں کو نہایت سیاہ اور کالی چیز ظاہر کرنی مقصود ہوتی ہے تو وہ اُس جگہ لفظ ازرق استعمال کرتے ہیں۔ یہ بات صحیح ہے کہ ہلکے سیاہ رنگ کا اظہار کرنے کے لئے عرب ازرق بولتے ہیں۔ مگر عربی میں ابیض (سفید) کا مخالف لفظ اسود ہے ازرق نہیں ہے۔ اس کے علاوہ ازرقہ عرب اس عورت کو کہتے ہیں کہ جس کی کچھ کنجی آنکھیں ہوں۔ ممکن ہے کہ اس لفظ سے عرب اس عورت کا بھی اظہار کرتے ہوں کہ جس کی سیاہ آنکھیں ہوں۔

سرمہ کی موجدہ

عرب کے افسانوں اور حکایتوں میں یمامہ کی مشہور عورت زرقہ کا نام بہت مشہور ہے۔ یورپ مشرقی ممالک کا فنِ افسانہ اور حکایت میں بھی بہت ممنون ہے اور اس بارہ میں مغربی ممالک نے مشرقی ممالک کی بہت تقلید کی ہے۔ اگر کسی شخص کو اس بات کی زیادہ تر تحقیق منظور ہو تو وہ میجر رائس کے مضامین تواریخی موسومہ لینیز کا مطالعہ کرے۔ یا ایم سی ڈی پرسیول کی کتاب الیسائے جلد اول کا صفحہ ۱۰۱ ملاحظہ کرے۔ یہ دونوں مورخ اپنی اپنی کتابوں میں لکھتے ہیں کہ جب زرقہ کی آنکھیں کاٹ کر باہر نکالی گئیں تو معلوم ہوا کہ انکی آنکھوں کے رلیشہ بھی کحل (سرمہ) کے استعمال سے سیاہ ہو رہے تھے۔ کہتے ہیں کہ یہ زرقہ سرمہ کی موجدہ ہے۔

اسمد

میں نے عربوں کے بہت سے قصے کہانیوں کی کتابوں میں یہ بات لکھی دیکھی اور عربوں سے بھی سنی کہ زرقہ اپنی آنکھوں میں اثمد لگاتی تھی اثمد ایک زرد دھاتی شئے ہے۔ اگرچہ تمام عرب میں اسکا نام تو ہر ایک جگہ مشہور ہے مگر مجھے معلوم نہیں ہو سکا کہ اثمد کونسی معدنی چیز ہے۔

صحت بخش

جب تک مدینہ میں میرا قیام رہا میں نے ہمیشہ اسی نہر کا پانی پیا - واقعی جس طرح کہ اہل مدینہ اس پانی کی تعریف کرتے ہیں مجھکو یہ پانی شیریں[51] اور صحت بخش معلوم ہوا - شہر مدینہ میں بہت سے چاہات ہیں پانی بھی قریب ہے - سطح زمین کے نیچے سات یا آٹھ گز پر پانی نکل آتا ہے - مگر شیریں پانی بہت کم کنوؤں میں ہے - بعض چاہات کا پانی نمکین ہے اور بعض کا بہت ہی شور اور تلخ ہے - مشرقی ممالک کے کوہستانی علاقہ میں یہ رواج ہے کہ خشک موسم میں بھی ریت کے نیچے سے مسافروں کے لئے اس قدر کثرت سے پانی نکل آتا ہے جو ان کے لئے ایک یا دو دن کے واسطے کافی ہوتا ہے -

آب و ہوا

اس میں ان کی آب و ہوا کی بابت مدت سے مشہور ہے کہ سرما کی بہت شدت ہوتی ہے رسول اللہ نے فرمایا ہے کہ جو شخص مدینہ کی سردی اور مکہ کی گرمی پر صبر کریگا اس کو اس صبر کے بدلہ میں جنت ملیگی - مدینہ میں برف میں نے کبھی نہیں دیکھی - مگر لوگ کہتے ہیں کہ جبل احد پر برف اکثر جمی ہوئی نظر آتی ہے - جاڑے کے موسم میں اہل مدینہ اپنے گھروں میں آگ جلاتے ہیں -

شدت سرما

جو لوگ جاڑے کے موسم میں غفلت یا بے احتیاطی سے گرم پانی نہیں کرتے اور ٹھنڈے پانی سے نہا لیتے ہیں ان کو لقوہ مار جاتا ہے یا ان پر فالج گر جاتا ہے - مدینہ کے لوگوں کا رنگ صبیح و ملیح ہوتا ہے اس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ جاڑے کے موسم کی سختی کی بابت ان کا بیان واقعی مبالغہ سے خالی ہے - مشرقی ریگستان کی جانب سے جاڑے کے موسم میں نہایت سرد اور سخت ہوائیں آتی ہیں جن سے لوگ بہت ڈرتے ہیں - اگرچہ شمال اور شمال مشرق کی طرف سے جبل اُحد دیوار کے طور پر ان ہواؤں کو شہر میں جانے سے روکتا ہے مگر شمال مغرب کی طرف سلسلہ کوہستان میں کچھ شگاف پڑ گیا ہے جس میں سے بعض اوقات نہایت سرد ہوا شہر میں جاتی ہے -

بارش

مدینہ میں بارش ماہ اکتوبر میں شروع ہوتی ہے اور بیس بیس دن بلکہ مہینہ دو مہینہ تک درمیان میں غائب رہنے کے بعد کم و بیش چھ ماہ تک بارش کا موسم مدینہ میں رہتا ہے - بادل پہاڑوں کی چوٹیوں پر اور شہر کے نزدیک اشجار و درختوں پر جمع ہو جاتے ہیں اور پھر خوب زور شور سے بارش ہوتی ہے - بلکہ نقطۂ اعتدال لیل و نہار کے قریب بجلی کی کڑک اور بادل کی گرج بہت ہی ہوتی ہے - اس

---

[51] برکہارڈٹ نے عین الزرقا اور بیر الخاتم یعنی قبا کے کنوئیں کو ایک ہی سمجھ لیا یہ بات غلط ہے - نہر کے کنوئیں میں پانی جب بھر کر بہنے لگتا ہے تو پھر وہ زاید پانی بہکر عین الزرقا میں چلا جاتا ہے - علاوہ ازیں اس نے مدینہ کے پانی کو بھی بہت بتلایا چونکہ برکہارڈٹ اسوقت بیمار رہتا اسلئے مدینہ کا پانی اسکو خراب معلوم ہوا ہوگا - ورنہ مکہ کے چاہ زمزم کے نمکین پانی کی اتنی تعریف کرکے وہ مدینہ کے شیریں پانی کی اسقدر برائی ہرگز نہ کرتا -

وقت برّ المناخہ یعنی وہ کشادہ میدان جو شہر مدینہ اور اسکے مضافات کے درمیان واقع ہے پانی کی چادر بن جاتا ہے۔ اور فصیل مدینہ کی جنوبی اور جنوب مشرقی دیوار کے قریب کی زمین پانی کی جھیل بن جاتی ہے۔ مگر یہاں بارش کو مضر صحت خیال نہیں کیا جاتا بلکہ اہل مکہ اور اہل قاہرہ کے برخلاف اہل مدینہ بارش ہونے سے نہایت خوش ہوتے ہیں۔ کیونکہ بارش سے ان کے کھجور کے درخت اور پھل اور میوہ جات کے باغات[51] بہت اچھی طرح پھلتے پھولتے ہیں۔

ش کی باقاعدگی

مدینہ میں بارش بہت ہی باقاعدہ طور سے ہوتی ہے جاڑے کے موسم میں تو مدینہ میں بارش ہمیشہ رات کو ہوتی ہے۔ اور موسم بہار میں صبح کے وقت اور موسم گرما میں شام کے قریب مینہ برستا ہے۔ غالباً تمام حجاز میں بارش اسی طرح باقاعدہ طور سے ہوتی ہے عرب کے مشہور شاعر لبید نے بارش کی اسی باقاعدگی کے متعلق اخبار میں خوب طبع آزمائی کی ہے۔ عرب بالعموم سال بھر میں تین موسم ہی شمار کرتے ہیں۔ بہار کے موسم خزاں کو وہ موسم گرما ہی میں شامل سمجھتے ہیں۔ مدینہ میں گرمی بھی ایسی ہی سخت پڑتی ہے جیسا کہ سردی۔ مگر وہاں کی ہوا خشک رہتی ہے اور چونکہ مدینہ کے چاروں طرف کھلا ہوا میدان ہے اس لئے یہاں مکہ کے برابر دم بند کرنیوالی اور غش کی نوبت کے قریب پہونچا دینے والی گرمی یا حبس نہیں ہوتا۔ مدینہ میں دوپہر کو گرمی زیادہ ہوتی ہے مگر صبح اور شام ٹھنڈ ہو جاتی ہے اور رات کو شبنم گرتی رہتی ہے گرمی کے موسم میں لوگ اپنے گھروں کی چھتوں پر یا اپنے گھروں کے دروازوں کے باہر زمین پر رات کے وقت سوتے ہیں۔ مگر اجنبی لوگوں کو عربوں کی یہ تقلید بڑی ہوشیاری کے ساتھ کرنی چاہئے۔ ریگستان کی کھلی ہوا تو بہت اچھی ہوتی ہے۔ مگر شہروں میں جو لوگ اس بات کے عادی نہیں ہوتے ان کو رات کے باہر سونے سے زکام اور بخار ہو جاتا ہے۔

ریاں اور انکا علاج

شمالی حجاز کی بیماریوں اور ان کے طبی علاج کے متعلق میں نے جسقدر حالات فراہم کئے ہیں ان کا تذکرہ یہاں لکھتا ہوں۔ مدینہ میں ریح الاصفر[52] (ہوائے زرد) یعنی ممالک ایشیائی کی وبا ہیضہ صرف چار مرتبہ ہوئی اور اس سے نہایت اتلاف جان ہوا۔ بلکہ بعض اوقات گھر کے گھر صاف ہو گئے۔ ایک بھی متنفس اس گھر کا نہیں بچا جس سے بیسیوں گھر ویران ہو گئے۔ ایک دفعہ نہایت سخت وبا ہیضہ مدینہ میں پھیل گئی۔ اہل مدینہ

---

[51] نجد کے لوگوں کا یقین ہے کہ کھجوروں کے درختوں میں جتنا پانی زیادہ دیا جائیگا ان میں اتنا ہی زیادہ عرق شیریں پیدا ہوگا اسلئے وہاں کے لوگ درختوں میں پانی بکثرت پہونچاتے ہیں۔ شہر الجوف میں جہاں کی کھجور رفاصکر بہت ہی اچھی ہوتی ہے کھجوروں کے درختوں کو باقاعدہ طور سے ہر تیسرے یا چوتھے دن پانی دیتے رہتے ہیں۔

[52] اسکے معنی زرد ہوا کے ہیں۔ مگر اس لفظ کی قدامت اور اسکی اصلیت کا پتہ ابھی تک معلوم نہیں ہوا۔

رحمت الکبریٰ

نے راضی بقضاءِ الٰہی ہو کر اس کا نام رحمۃ الکبریٰ رکھدیا۔ وہ ایسی پر آشوب وبا تھی کہ جہاں کسی شخص کو استفراغ ہوا لوگ اس کو اسکی تقدیر پر چھوڑ دیتے تھے اور پھر اس کا علاج کچھ نہیں کرتے تھے۔ ورنہ استفراغ سے پہلے ہیضہ کے مریض کو عرب لوگ پودینہ۔ عرق نعناع۔ لیموں کا رس اور قہوہ بکثرت پینے کو دیتے ہیں۔

طاعون سے مدینہ ہمیشہ پاک رہا۔

شہر مدینہ کو ہمیشہ یہ فخر رہا کہ طاعون مدینہ میں کبھی بھی نہیں ہوئی بلکہ سرحد[۵۱] مدینہ کے پاس بھی طاعون کی وبا آجتک نمودار نہیں ہوئی۔

جدری

بحر قلزم کے ساحل پر جسقدر ممالک ہیں وہاں جدری یعنی چیچک دیسی بیماری معلوم ہوتی ہے جدری کا حال ہم عربوں[۵۲] کی قدیم کتابوں میں بھی پاتے ہیں۔ اور اب بھی بعض اوقات عرب اور افریقہ کے ملک صومال میں جب چیچک کی وبا چلتی ہے تو ہزاروں جانوں کا اتلاف ہو جاتا ہے۔ مدینہ کے بچوں کے لئے یہ بیماری بڑی مہلک ہے۔ آجکل مدینہ کے بہت سے بچوں کے چیچک کا ٹیکہ لگایا جاتا ہے۔ مگر بدوی لوگوں میں بڑے اور معمر آدمی چیچک سے مرتے ہیں۔ جوانوں کو یہ بیماری بہت ہی کم ہوتی ہے۔ چاہے وہ شہر میں رہتے ہوں یا ریگستان میں۔

چیچک کا علاج

جب آفتاب بلند ہوتا ہے تو چیچک کے مریض کا کمرہ بند کر دیا جاتا ہے اور رات کو کمرہ کے دروازے بڑی احتیاط کے ساتھ بند کر دیئے جاتے ہیں۔ تاکہ رات کی ہوا مریض کو نہ لگ سکے[۵۳]۔ کیونکہ ان لوگوں کا یقین ہے کہ یہ بیماری گرم ہے اس لئے ہوا کے ایک جھونکے کے لگنے سے ہی مریض مر جائیگا۔ رات کے اندھیرے میں لپٹ موم بتی مریض کے پہلو کی طرف والی دیوار میں رکھدی جاتی ہے اگر یہ شمع نہ جلائی جائے تو مریض دہشت یا برے وسوسوں سے دیوانہ ہو کر مر جائے۔ بیمار کے کمرہ میں ہیڑ کی اُمن کی دھونی دی جاتی ہے۔ کیونکہ خوشبو کے جلانے سے ان لوگوں کا خیال ہے کہ بیمار مر جاتا ہے۔ میں نے وہاں چیچک کی صرف یہی دوائی سنی کہ پسے ہوئے سرمہ کو پانی میں گھول کر مریض کو پلا دیا جاتا ہے اور یہی سرمہ اسکی آنکھوں میں لگا دیا جاتا ہے تاکہ مریض اندھا نہ ہونے پائے۔ مریض کو کھانے کے لئے صرف مسور کی دال دیجاتی ہے اور ایک خاص قسم کی کھجور موسومہ تمر البرنی بھی اسکو کھلائی جاتی ہے۔ آکیسویں دن مریض کو نیم گرم پانی سے جسمیں نمک ملا دیا جاتا ہے نہلا دیا جاتا ہے۔

---

۵۱ کیپٹن برکہارڈٹ نے اپنے سفرنامہ عرب کی دوسری جلد میں تحریر کیا ہے کہ ۱۸۱۵ء میں مکہ۔ ینبوع اور جدہ میں طاعون کی سخت وبا نمودار ہوئی جس سے بیشمار لوگ مر گئے۔ مگر مدینہ اور اسکی نواح میں طاعون بالکل نہیں ہوئی۔ ۵۲ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ طیراً ابابیل جس سے ابرہۃ الاشرم و اصحاب فیل تباہ ہوئے یہی چیچک تھی اور اسی کا ذکر قرآن شریف میں ہے چنانچہ میجر پرائس نے آبلہ کی جمع ابابیل لکھی ہے۔ مگر یہ رائے غلط ہے۔ ابابیل عربی لفظ ہے اور آبلہ فارسی ہے۔ ایم سی ڈی پرسیول نے بھی سیرۃ الرسول کے حوالہ سے لکھا ہے کہ اصحاب فیل ایک وبا شدید اور نہایت سخت طوفان کے صدمہ سے فنا ہوئے اس زمانہ میں چیچک کی بیماری پہلے ہی پہل عرب میں نمودار ہوئی۔ تعجب اور سخت تعجب تو یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت سے صرف دو ماہ قبل کا واقعہ ہے۔ اگر یہ بات سچ ہوتی تو رسول اللہ صلعم کے زمانہ میں بہت سے لوگوں کو یہ بات یاد ہوتی اور بالخصوص یہ خیال اس لئے غلط معلوم ہوتا ہے کہ قرآن شریف میں اصحاب فیل کی تباہی کو ایک معجزہ قرار دیا ہے۔ ۵۳ علاج اور خوراک کے لحاظ سے اہل مشرق نے بیماریوں کی بھی تین اقسام مقرر کر رکھی ہیں۔ گرم۔ سرد اور معتدل۔

یمن میں ٹیکہ چیچک کا رواج

نیبوہر مورخ کا بیان ہے کہ یمن میں نہایت قدیم زمانہ سے ایک بھدی قسم کا چیچک کے ٹیکہ کا رواج ہے۔ وہ اسطرح سے ہے کہ ماں ایک کانٹا لیکر اپنے بچہ کے بازو میں اس سے کئی بار سوراخ کر دیتی ہے۔ مدینہ میں میرے دوستوں نے مجھکو اس بات کا یقین دلایا کہ صرف نسل گذشتہ ہی سے حجاز کے بدوی لوگوں میں چیچک کا ٹیکہ لگانیکا دستور رائج کیا گیا ہے

آشوب چشم

مدینہ میں آنکھیں بہت کم دکھتی ہیں بلکہ آشوب چشم[1] کا عارضہ وہاں شاذ و نادر ہی ہوتا ہے۔

حمے وغیرہ

موسم گرما میں چوتھے روز کا بخار اور تیسرے روز کا بخار (حمی ثالث) لوگوں کو اکثر ہو جاتا ہے۔ اگر بخار کے ساتھ قے بھی ہونے لگے تو پھر ایسا بخار اکثر مہلک ہوتا ہے۔ بخار کا حملہ عام طور سے نفاذہ (جاڑا یا لرزہ) چڑھکر ہوتا ہے اور پھر اسکے بعد بخار ربعی ہو جاتا ہے۔ بخار کی دوا اکثر وہاں سرد عرقیات یا مشروبات ہیں جیسے سکنجبین اور شربت وغیرہ۔ بخار کے بعد چہرہ اور بدن اکثر متورم ہو جاتا ہے اور ٹانگوں اور معدہ کے قریب سخت ورم ہو جاتا ہے۔ بعض ادنے درجہ کے بخار بھی مدینہ کے لوگوں کو ہو جاتے ہیں جنکو صرف حمی کہتے ہیں۔ انکا علاج صرف یہ کیا جاتا ہے کہ مریض کے کمرہ میں تعویذ یا فتیلہ جلا دیا جاتا ہے۔

فتیلہ جلانا

---

[1] آشوب چشم کی بیماری اس جگہ زیادہ ہوتی ہے کہ جہاں کی زمین کثرت بارش سے ہمیشہ مرطوب اور پُر نم رہتی ہو۔ اہل مصر کو آشوب چشم کی بیماری قدیم الایام سے بڑی کثرت سے ہوتی ہے مؤرخ ہیروڈوٹس کا بیان ہے کہ مصر کے قدیم لوگ اپنی بت پرستی کے زمانہ میں حفظان صحت اور صفائی کا خیال بہت رکھا کرتے تھے اور ایسے رواجات اور دستورات کے پابند تھے کہ جن سے آشوب چشم کی بیماری رکی ہے اور نہروں اور بدرؤں پر بہت توجہ دیتے تھے اور اپنے کپڑوں اور جسم اور چہرہ وغیرہ کو نہایت صاف رکھا کرتے تھے۔ اسلئے قدیم زمانہ میں مصر میں آشوب چشم کی بیماری اسقدر مصیبت افزا نہ ہوتی تھی جتنی کہ آجکل کے زمانہ میں وہ بربادی بخش ثابت ہو رہی ہے۔ مصر اور بالائی سندھ کی زمین اور آب ہوا یکساں ہے اور ان دونوں ملکوں میں آنکھوں کی بیماری بہت ہوتی ہے۔ اسلئے اگر ان دونوں ممالک میں اس بیماری کے اسباب کی طبی اور ڈاکٹری طور سے تحقیقات کرائی جائے تو بہت اچھے نتیجے حاصل ہو سکتے ہیں جن سے اس بیماری کا سدباب ہو سکتا ہے۔ کہتے ہیں کہ جو زمین نہایت درجہ خشک ہو اور طپش آفتاب سے ہمیشہ جلتی رہتی ہو اگر وہاں پانی کی ریل پیل ہو جائے اور کثرت سے وہ زمین مرطوب ہو جائے تو پھر اس زمین سے ایسے بخارات نکلتے رہتے ہیں جو آنکھوں کیلئے مضر ہوتے ہیں اسی طرح سے آفتاب کی سخت چمک اور باریک ریت بھی آنکھوں کی بیماری کے خاص سبب ہیں مگر ہماری رائے یہ ہے کہ سورج کی شعاع اور ریت سے آنکھیں بہت کم دکھنے آتی ہیں ہر ایک شخص اس بات سے آگاہ ہے کہ ریگستان میں آشوب چشم کی بیماری بہت کم ہوتی ہے اور حجاز کے لوگ (عرب) جو سورج کی جلتی ہوئی دھوپ اور سخت طپش اور ریگستانوں میں رہتے ہیں کبھی بھی اندھے نہیں ہوتے اور انکی آنکھیں کبھی بصارت کو گم نہیں کرتی ہیں۔ مصری لوگوں کو بچپن سے ہی آشوب چشم کی عادت پڑ جاتی ہے کچھ تو دھوپ میں پھرنے اور کچھ خراب خوراک کھانے اور بالخصوص مکھیوں کے جھنڈ کے جھنڈ کو اپنی آنکھوں پر بیٹھنے دینے کے سبب سے اہل مصر کو آشوب چشم کی بیماری بکثرت ہو جاتی ہے مصری لوگ جبریہ فوجی خدمت سے بچنے کے لئے آنکھوں کو دکھنے دیتے ہیں اور شروع ہی سے آنکھوں کا علاج نہیں کرتے۔ اسکا

بقیہ بر صفحہ ۱۶۱

یرقان کا علاج

یرقان اور صفراوی بیماریاں بھی مدینہ میں اکثر ہو جاتی ہیں یہاں علی العموم یرقان کا علاج خاص طور سے اسطرح کیا جاتا ہے کہ ایک برتن میں پانی کو لبالب بھر دیتے ہیں اور مریض کو کہتے ہیں کہ اس پانی میں دیکھتا رہے۔ اس وقت سیانہ کچھ پڑھتا جاتا ہے اور دو سوئیوں کے سروں کو مریض کے کانوں کے پاس سے کھینچتا ہوا اسکی آنکھوں کے برابر لاتا ہے۔ اور پھر انکو اسکی چہرہ کے نیچے کھینچتا ہوا لے جاتا ہے اور پھر ان کو پانی کے برتن میں ڈبو دیتا ہے جس سے پانی ایک دم زرد ہو جاتا ہے۔

اکثر یہ ہوتا ہے کہ آنکھوں کے صحت مند حصے بھی خراب ہو جاتے ہیں اور آنکھ میں راو پڑ جاتی ہے۔ مریض کچھ عرصہ تک انتظار کرنے کے بعد ڈاکٹر کے پاس علاج کے لئے جاتا ہے مگر اب اسوقت آنکھیں بالکل لاعلاج ہو جاتی ہیں۔ اب دوائی سے کچھ فایدہ نہیں ہوتا اور شخص ہمیشہ کیلئے اندھا بن جاتا ہے۔ اب یا تو اسکے دوست واحباب اسکو اپنے گھر میں رکھ لیتے ہیں جنکو اسکی معمولی روٹی مفت کر دینا کچھ ناگوار نہیں گزرتا یا وہ فقیر بن جاتا ہے اور بھیک مانگ کر بسر اوقات کرتا ہے یا وہ مؤذن بن جاتا ہے اور مسجد میں اذان دینے پر مامور ہو جاتا ہے۔ یا وہ کیانیہ بن جاتا ہے اور جنازوں کے ساتھ قرآن شریف وغیرہ پڑھتا چلتا ہے۔ اسکی اولاد بھی اپنے باپ کیطرح کام کرنے پر فطرتاً مایل ہوتی ہے اور اسطرح قوم بتدریج کمزور آنکھوں والی بنتی جاتی ہے۔ بہت سے سیاحوں نے یہ بات دیکھی ہو گی کہ افریقہ سے جو غلام لائے جاتے ہیں وہ مصر یا سندھ میں کبھی بھی اندھے نہیں ہوتے جسقدر یورپین لوگ مصر میں آباد ہوئے ان میں سے کسی کی بھی بصارت نہیں گئی اور نہ کبھی کوئی اندھا ہوا۔ کہتے ہیں کہ قہوہ پینے اور پانی کے شربت کا بکثرت استعمال رکھنے سے آشوب چشم کی بیماری بہت کم ہوتی ہے۔ جب آسٹریا کی فوج نے ڈسکنی کا علاقہ فتح کر لیا اور آسٹریا کی فوج وہاں مقیم ہو گئی اسوقت یہ بات ظاہر ہوئی کہ شمالی ممالک کی عادتوں کو اگر جنوبی ممالک میں برتا جائیگا تو اس سے آنکھیں اندھی ہو جائینگی۔ بہت سے یورپین مصر میں سیر کرنے اور ہوا خوری کے بعد اپنی آنکھوں کو ٹھنڈے پانی سے دھوتے ہیں اور بعض روزانہ ٹھنڈے عرق مثلاً گولارڈ کے لوشن یا سرکہ میں پانی کو ملاکر اس سے اپنی آنکھیں دھوتے ہیں۔ یہ لوگ اپنی آنکھوں پر مکھیوں کو بیٹھنے ہی نہیں دیتے۔ ان کی رائے ہے کہ شام کے وقت جو شبنم گرتی ہے اس سے آنکھیں زیادہ نزد دکھنے آتی ہیں۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ رات کو کمرے کی کھڑکیاں کھول کر سونے سے بھی آنکھیں دکھنے لگ جاتی ہیں۔ عام طور سے کسی گرم کمرے سے باہر ہوا میں نکلتے وقت بالخصوص دریائے نیل کی کشتی کی گرم کوٹھری میں سے رات کو مرطوب ہوا میں نکلتے ہوئے زیادہ تر محتاط اشخاص یہ تدبیر کرتے ہیں کہ اول غسل کرتے ہیں اور پھر آنکھوں اور پیشانی کو ایک تولیہ سے خوب رگڑ کر پونچھتے ہیں تاکہ ہوا کی تبدیلی کے لئے تیار ہو جائیں۔

کپتان برٹن نے کچھ عرصہ مصر میں ڈاکٹری کا مطب جاری رکھا اور آنکھوں کے مریض کا علاج انھوں نے اسطرح کیا کہ دونوں کنپٹیوں اور کانوں کے پیچھے وہ پلستر لگا دیا کرتے تھے جس سے مریض کے آبلہ پڑ جاتا تھا۔ ان آبلوں میں سوراخ کر کے وہ خراب پانی کو نکال دیتے تھے۔ اس طور سے آنکھوں کے مریض کو بیحد فائدہ پہونچتا تھا اور اسکی آنکھیں جلد اچھی ہو جایا کرتی تھیں۔ انکا بیان ہے کہ مصر کے دیسی اطبا بڑی غلطی کرتے ہیں وہ آنکھوں کے مریض کا کمرہ بالکل تاریک رکھواتے ہیں۔ وہاں روشنی

شیشۂ طلسم

بعض سیانوں کے پاس مرایات یعنی آئینہ یا شیشۂ[۵۱] طلسم (سحر) ہوتے ہیں جن پر مریض اپنی نگاہ جما لیتا ہے اور اس طور سے اس کا مرض جاتا رہتا ہے۔

بقیہ صفحہ گزشتہ:۔ بالکل نہیں آنے دیتے جس سے مریض کی عام صحت خراب ہو جاتی ہے اور مزمنہ بیماریوں کی بنیاد پڑ جاتی ہے۔ روشنی سے تو آنکھوں کو جلد فایدہ ہوتا ہے مصر کے لوگ پوشاک ہی ایسی پہنتے ہیں کہ جس سے آفتاب کی چمک اور ریت کا اثر ان پر بہت ہوتا ہے۔ طربوش (ترکی ٹوپی) کے گرداگرد پہلے بہت بڑی پگڑی باندھی جاتی تھی۔ اب بالکل نہیں باندھی جاتی جس سے آنکھوں کی بچت دھوپ اور ریت سے بہت کم ہوتی ہے۔ جو عورتیں برقعہ اوڑھے رہتی ہیں ان کو آنکھوں کی بیماری بہت ہی کم ہوتی ہے۔ اس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ آنکھوں کو ہوا اور دھوپ میں کھلی رکھنے سے بھی آشوب چشم کی بیماری اکثر ہو جاتی ہے۔

۵۱ شیشۂ طلسم یا شیشۂ سحر کی ایجاد نہایت قدیم زمانہ کی ہے۔ مشرق اور مغرب کے ممالک میں جادوگر ان سے غائب لوگوں کو حاضر کر دیتے۔ مردوں کی روحوں سے گفتگو کرتے۔ دفینہ معلوم کرتے۔ چوروں کو پکڑتے۔ بیماریوں کا علاج کرتے اور غیر معلوم دنیا کے بھید معلوم کرنے کا ادعا کرتے رہے ہیں۔

اس کو بنانے کی ہر ایک ملک میں عجیب اور الگ الگ ترکیبیں ہیں۔ ہندو اسکو انجن کہتے ہیں۔ وہ کچھ کاجل میں تیل ملا کر اس کو کسی بچہ کی ہتھیلی میں لگا کر ہتھیلی کی لکیروں سے حال معلوم کرتے ہیں۔ یونانی بچہ کی ہتھیلی میں تیل ڈال کر یہ حال دیکھا کرتے تھے بعض لوگ بلوری آئینہ اور بعض کوئلہ سے بھی کام لیتے ہیں۔ جنوبی ایران میں رمال کے انگوٹھے کے ناخن پر سیاہی لگا دی جاتی ہے۔ شمالی افریقہ کے لوگ اس فن کے بڑے ماہر تسلیم کئے جاتے ہیں۔ زمانہ حال کے مصری اس فن کو ضرب المندال کہتے ہیں۔ قاہرہ میں شاید ہی ایسا کوئی آدمی ہو جو اس فن کو نہ جانتا ہو یہ لوگ سیاہی ہمیشہ دائیں ہاتھ کی ہتھیلی پر ڈالتے ہیں اور جن کے ہاتھ میں سیدھی اور گہری لکیریں نہ ہوں ان کا ہاتھ نہیں دیکھتے۔

مسٹر لین نے جب اول ہی اول ساحروں کا تذکرہ یورپ میں شائع کیا تو اس علم سحر کی پوشیدہ طاقت اور مسمریزم کے اصول کا بہت کچھ ذکر کیا جس سے مہذب دنیا کو اس کا پورا پورا حال معلوم کرنے کے لئے ایک دلچسپی سی ہو گئی۔

ڈاکٹر ہرکلاٹ نے ہندوستان میں اسی فن کے متعلق ایک رسالہ لکھا جسکا نام انہوں نے قانون اسلام رکھا مگر وہ رسالہ شائع نہیں ہو سکا۔ انگلستان کی لیڈی ایچ سٹین ہوپ نے کئی بار اس بات کا ادعا کیا کہ مجھے ایسا فن آتا ہے جس سے کسی غائب شخص کا چہرہ آئینہ میں نظر آ جاتا ہے۔ مگر مہذب دنیا اب کسی رسول اور پیغمبر کے پیدا ہونے کا یقین نہیں کرتی اس لئے لیڈی اسٹین ہوپ کے بیان کی طرف کسی شخص نے توجہ نہ کی۔ مگر مسٹر لین کے بیان کی تحقیقات علمی طور پر تمام دنیا کرنے پر مائل ہو گئی۔ بالآخر ۱۸۶۲ء میں مسٹر لین نے کہا کہ مجھے لوگوں نے فریب دیا سحر دنیا میں کچھ نہیں ہے۔

پیچش اور اسکا علاج

پھل اور میوہ جات کے موسم میں پیچش کی بیماری اکثر ہو جاتی ہے۔ اس کا باعث یہ ہے کہ اکثر نفوس بعض لالچی عرب تمام قسم کے کچے اور خام انگور۔ انار اور شفتالو کہا جاتے ہیں۔ جس سے یہ بیماری ہو جاتی ہے۔ اکثر اس کا علاج داغ دینے سے کیا جاتا ہے۔ کچھ علمی علاج یہ کیا جاتا ہے کہ بعض سخت قابض جڑی بوٹی دے دی جاتی ہے۔ مثلاً بذر القطن (بنولے) کو بھون کرا در کوٹ کر گرم پانی میں ملاکر اور چھان کر مریض کو پلا دیتے ہیں۔

خونی بواسیر

مصر کی طرح یہاں بھی ہر ایک آدمی کم و بیش خونی بواسیر میں مبتلا ہے۔ اس کا علاج پرہیزی کھانا کھانے سے کیا جاتا ہے۔ اس مرض کے مریض کو انڈے اور پیاز یعنی خاگینہ کہانے کو دیا جاتا ہے۔ اور بہت سی دوائیں مثلاً لسان الحمار وغیرہ دی جاتی ہیں۔ لیکن مریض قینچی اور چاقو کے استعمال سے یعنی اپریشن (عمل جراحی) سے بہت ڈرتا ہے اس لئے اسکو قطعی آرام نہیں ہوتا۔

ناہرو

فرنتیت کی بیماری اول یہاں ہوا کرتی تھی مگر اب نہیں ہوتی۔ ینبع میں لوگوں کی ٹانگوں میں ناہرو کثرت سے نکل آتا ہے۔ یہاں بھی ناہرو کا وہی علاج کیا جاتا ہے کہ جو اس کا علاج ہندوستان اور حبش کے ملک میں ہوتا ہے۔ جب پھوڑا پھوٹ جاتا ہے۔ اور ناہرو کا کیڑا باہر نکل آتا ہے تو اسکو لکڑی کے ایک ٹکڑے پر لپیٹتے جاتے ہیں۔ اور اس طرح سے بتدریج یہ کیڑا جسم سے باہر نکل آتا ہے۔

کلب الکلب کا علاج

دیوانہ کتا شاذ و نادر ہی کبھی کسی کو کاٹتا ہے۔ بلکہ کلب الکلب کے متعلق یہاں کے لوگوں میں بہت سے عقائد باطلہ ہیں۔ ان لوگوں کا خیال ہے کہ آسمان سے گوشت کا ایک ٹکڑا گرتا ہے اور جو کتا اس گوشت کو کھا لیتا ہے وہ دیوانہ ہو جاتا ہے۔

بہت سے معزز لوگوں کی زبانی مجھے معلوم ہوا کہ جب کسی آدمی کو دیوانہ کتا کاٹ لیتا ہے تو وہ اس آدمی کو ایک تنہا کمرہ میں چار روز تک بند رکھتے ہیں۔ اور چار

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ:۔ مس مارٹینو صاحبہ نے یہ بات صاف طور سے ظاہر کر دی ہے کہ جس امر کو زمانہ قدیم میں سحر اور جادو کہتے تھے وہ نظر بندی کے سوا کچھ نہ تھا اور اگر کچھ تھا تو وہ مسمریزم کا فن تھا۔

مگر اب تک جسقدر سیاح قاہرہ (مصر) جاتے ہیں وہ اس فن کے وجود کے کچھ کچھ قائل ہیں۔ مگر ہمارے نزدیک تو یہ سب باتیں عقائد باطلہ میں داخل ہیں سحر کے نام سے اب جاہل لوگوں کو دھوکا دیدیا جاتا ہے اور کچھ نہیں۔

ون کے قابل اس کی خوراک اور پانی بہی وہیں رکھہ دیتے ہیں -
اگر ان ایام کے اختتام پر ہنوز وہ شخص کتے کی طرح بھونکتا ہے تو پہر
اس شخص میں سے غُول اس طرح نکال دیتے ہیں کہ ابلتے ہوئے پانی میں
خاک (راکھ) ملاکر اس شخص کے اوپر ڈال دیتے ہیں - مجھہ کو فوراً یقین
آگیا کہ یہ قطعی علاج ہے -

برص — ملک حجاز میں لوگ صرف ایک قسم کے جذام کو جانتے ہیں جس کو
برص کہتے ہیں - اس بیماری کی نشانی یہ ہے کہ انسان کے جسم پر سفید
سفید داغ پڑجاتے ہیں - یہ بیماری اکثر غریب طبقہ کے لوگوں میں ہوتی
ہے اور لا علاج خیال کی جاتی ہے -

زخم — زخموں کا علاج مرہم بالخصوص مرہم بلسان یا مرہم مکہ سے کیا جاتا
ہے - زخم کے گرداگرد ایک کپڑا باندھ دیا جاتا ہے - اور جب تک
زخم بالکل اچھا نہیں ہوجاتا - اس وقت تک کپڑے کو نہیں ہٹاتے -
عرب لوگوں کی زندگی بالکل سادگی کی زندگی ہے - ان بیچاروں کا زخم بہی
معمولی دوائیوں سے اچھا ہوجاتا ہے -

ناسور — حجاز اور عرب میں ناسور اکثر ہوجاتے ہیں - قدیم زمانہ کی
کتابوں میں بہی ناسور کا عرب میں ہونا معلوم ہوتا ہے - ۵۰۴ء میں عرب
کا مشہور شاعر اور بہادر امرء القیس اس خوفناک مرض (ناسور) سے مرگیا -
کہتے ہیں کہ جب محمد ابو سعید محمد نے حجازی فوج سے حملہ کرکے ۱۳۲ھ ہجری
میں ملک یمن کو فتح کیا تو اس نے وہاں کے بعض لوگوں کو نہایت سڑے
ہوئے ناسور کی بیماری میں مبتلا پایا - جس سے ان کا گوشت اور پوست گل
گیا تہا - اور ان کے ناسور کو دیکھ کر دل لرزتا تہا - اس لئے اسنے حکم دیا کہ جن
جن لوگوں کے ایسے ناسور ہیں ان سب کو زندہ جلا دیا جائے - مگر مریضوں کی
خوش قسمتی سے اس ظالمانہ حکم کی تعمیل ہونے سے پہلے ہی یہ فاتح یکایک مرگیا -

قرحہ — یہ ناسور یا قرح جب پنڈلی کی ہڈی میں ہوجاتا ہے تو یمن کی طرح
حجاز میں بہی بہت تکلیف دہ بن جاتا ہے - تمام ٹانگ کا گوشت

گل جاتا ہے۔ اور قرح سڑ جاتا ہے جس سے بخار ہو کر مریض مر جاتا ہے قرح کے نمودار ہوتے ہی اس کو داغ دیتے ہیں۔ اور اگر ہو سکتا ہے۔ تو اس عضو کو ہی کاٹ دیتے ہیں عام طور سے قرح کا علاج تو تیا اور زنگار لگانے سے کیا جاتا ہے۔ مگر اصل یہ ہے۔ کہ سوائے آرام کرنے اور اچھی خوراک کھانے اور تبدیلی آب وہوا کرنے کے اس مرض کا اور کچھ علاج نہیں ہے

تبدیلی آب ہوا

مذکورۂ بالا مختصر بیان سے یہ بات ظاہر ہو گئی ہو گی۔ کہ اب عرب دنیا میں نہایت ہی حاذق اور ہشیار طبیب نہیں ہیں۔ مگر عرب طبیبوں کو اپنے مطلب کرنے میں ایک بہت بڑا فائدہ حاصل ہے۔ اور وہ اس فائدہ سے خوب متمتع ہونے سے واقف ہیں چونکہ عربوں کے تمام دولتمند اور کھاتے پیتے لوگوں کی پرورش ریگستان میں کی جاتی ہے۔ اس لئے ریگستان میں خیمہ اور کیمپ لگا ہوا ان کو اپنے گاؤں (وطن) کے برابر معلوم دیتا ہے۔ سخت زخم والوں۔ یا مزمنہ بیماریوں کے مریضوں کو آب وہوا تبدیل کرنے اور سیاہ خیمہ میں ریگستان میں رہنے کا حکم دیا جاتا ہے۔ اس خیمہ میں وہ بدوی لوگوں کی طرح رہتا ہے۔ اور اونٹ کا دودھ پیتا ہے (اس خوراک سے پہلے تیسرے یا چوتھے روز تک بڑی کثرت سے دست آتے ہیں۔ اور اپنے آپ جلاب ہو جاتا ہے) اور وہ وہاں کچھ کام نہیں کرتا

دودھ کا علاج

عرب کے ملک میں یہ دودھ کا علاج نہایت قدیم زمانہ سے چلا آتا ہے صرف اب حال ہی میں یورپ کے لوگوں نے بھی تبدیلی آب وہوا۔ ورزش اور سادہ کھانا کھانے کا علاج اختیار کیا ہے۔

عربوں کی تقلید کیوں نہیں کہدیتے

حالانکہ یہ عربوں کی تقلید ہے۔ مگر مجبوراً ہم اس کو عطائی (نیم حکیم) کا علاج (امتنہ) بتلاتے ہیں۔ سوئٹزرلینڈ میں یہی علاج ء دودھ کا علاج کہلاتا ہے۔ اور علاقہ سلیشیا میں اسی تبدیلی آب وہوا کو علاج الماء (پانی کا علاج) کہتے ہیں فرانس میں اس کو انگور کا علاج اور جرمنی میں اس کو بھوک کا علاج کہ کر دانستہ پبلک کی آنکھوں میں ریت ڈالی جاتی ہے

شہر مدینہ کی آبادی وغیرہ

شہر مدینہ کے تین حصص ہیں۔ ایک شہر۔ دوسرا قلعہ تیسرا حوالی شہر (مضافات یا سوادِ شہر) جو شہر مدینہ سے آبادی میں کچھ ہی کم ہے۔ مدینہ کی آبادی شہر سوئز کی آبادی سے ڈیڑھ زیادہ ہے۔ اور مکہ کی آبادی سے قریباً نصف آبادی ہے۔ شہرِ مدینے کے چاروں طرف فصیل ہے۔ جو کچھ کچھ بیضوی شکل میں آباد ہے۔ شہر کے چار بڑے بڑے دروازے ہیں۔ باب الشامی فصیل کے شمال مشرق میں ہے۔ اس دروازہ سے راستہ جبل اُحد اور حمزہ رضی اللہ عنہ کی قبر اور کوہستان کی طرف بھی جاتا ہے۔ مشرقی فصیل میں باب الجمعہ ہے۔ اس دروازہ سے جنت البقیع اور

نجد کو راستہ جاتا ہے۔ باب الشامی اور باب الجمعہ کے درمیان شمال کی طرف باب الضیافۃ ہے اور مغرب کی طرف باب المصری ہے جو میدانِ بڑا المناخہ کی طرف کھلا ہوا ہے۔ مشرقی اور مصری دروازے نہایت عالیشان اور خوشنما عمارتیں ہیں۔ ان میں پاس پاس دوہرے دوہرے برج ہیں۔ اور وہ سرخ اور زرد رنگ اور دوسرے رنگوں سے رنگے ہوئے ہیں۔ قاہرہ کے دروازوں سے یہ دروازے بہت مشابہ ہیں ان دروازوں کے اندر خوب چھڑکاؤ کیا جاتا ہے۔ اور حقیقت میں یہ دروازے بڑے سایہ دار ہیں۔ ان میں سپاہی بیٹھے ہوئے پہرہ دیتے ہیں۔ جمّال اونٹ والے آپس میں لڑتے جھگڑتے ہیں اور بہت سے بیکار لوگ وہاں بیٹھے ہوئے خوش گپیاں کرتے رہتے ہیں۔ اور وہاں خنکی اور ٹھنڈک کا لطف اٹھاتے ہیں۔ اور دوستوں سے باتوں کا لطف حاصل کرتے ہیں

مدینہ کے بازاروں کا حال

اس دروازہ سے سیدھا راستہ مسجد النبوی کو جاتا ہے اور یہی راستہ مدینہ کا بڑا بازار ہے۔ اس بازار سے آگے سوق الخضیریہ ہے۔ اور یہاں ہر ایک قسم کی سبزی ترکاری ملتی ہے۔ اس سے آگے سوق الحبابہ ہے یعنی غلہ منڈی ہے۔ اور ان سب بازاروں میں قہوہ کی دکانیں تھوڑی تھوڑی دور پر موجود ہیں۔ یہ بازار کیا ہیں کھجور کے پتوں کے کچے مکانوں کا ایک بہت طویل مجموعہ ہیں جو دھوپ اور ہوا سے سیاہ ہو رہے ہیں۔ ان کا رو کا ریلا اور ادنے درجہ کا ہے۔ اور دروازوں کی شان و شوکت کے مقابلہ میں بالکل حقیر نظر آتے ہیں۔ مجھ کو ان مکانات میں ایک مختصر اور قبہ دار مکان نظر آیا۔ لوگوں نے مجھ سے کہا کہ یہ سبیل ہے۔ اور یہاں عوام کے پینے کے لئے شیریں پانی بکثرت رکھا رہتا ہے۔

فصیل شہر اور برج

رسول اللہ کے زمانہ میں شہر مدینہ کی فصیل نہ تھی۔ بلکہ آل ادریسی کے وقت میں (بارہویں صدی) بھی اور یہاں تک کہ ابن تیمیہ کے زمانہ میں چودھویں صدی) بھی صرف مٹی کی کچی فصیل تھی جس کو قاسم الدولۃ الغوری کے حکم سے بنایا گیا۔ اسی قاسم الدولہ نے مدینہ کو پھر آباد کیا۔ اور اس کے باشندوں کے لئے روزینہ اور سالانہ وظائف مقرر کر دیئے۔ اب فصیل شہر نہایت عمدہ حالت میں ہے فصیل شہر نہایت پختہ اور عمدہ قسم کے ترشے ہوئے پتھروں سے بنی ہوئی ہے سنگین فصیل چونہ اور گچ سے بنی ہوئی ہے۔ دیوار فصیل میں جا بجا مزغل اور لمبے لمبے سوراخ علی الترتیب توپیں فیر کرنے اور بندوقیں چلانے کے لئے بنے ہوئے ہیں۔ اس کے علاوہ نصف مدور برج اور مینار بنے ہوئے ہیں جہاں سے بار و مار فیر کرنے کے لئے برو برج میں سوراخ بنے ہوئے ہیں۔

کوچہ و برزن

اندرون شہر میں کوچہ و برزن ویسے ہی ہیں۔ جیسے کہ وہ ہمیشہ گرم ملک میں ہونے چاہئیں یعنی عمیق تاریک اور تنگ ہیں کہیں کہیں ان میں کھڑنجہ بھی ہو رہا ہے۔ مگر یہ کھڑنجہ بالکل نامناسب ہے۔ تمام سڑکوں اور راستوں پر علی العموم سیاہ مٹی بچھادی گئی ہے جس پر خوب چھڑکاؤ کر کے اس کو سخت بنا ڈالا گیا ہے

پبلک عمارات

تمام بڑے بڑے بازاروں اور گلی کوچوں کا راستہ مسجد النبوی تک جا کر ختم ہو جاتا ہے پبلک عمارتیں یا مکانات مدینہ میں بہت کم ہیں۔

وکالہ

بڑی بڑی وکالہ یہاں تعداد میں چار ہیں۔ حرم نبوی کے پاس ایک وکالہ باب السلام ہے۔ دوسری وکالہ جبرتی ہے۔ اور دو وکالہ مصری دروازے کے اندر ہیں۔ یہ سب وکالہ مدینہ کے عربوں کی ملکیت میں ہیں۔ قاہرہ کی طرح ان کاروان سرائے (وکالہ) میں مسافر یا عوام شہر بہت ہی شاذونادر طور پر رہتے ہیں۔ ان میں تو سوداگر اپنے مال و اسباب لا کر فراہم کر دیتے ہیں۔ اس لئے بیچارے مسافروں کو بہت گراں کرایہ دیکر شہر میں اپنے لئے مکانات لینے پڑتے ہیں۔ جو مسافر مکان کرایہ پر نہیں لیتے۔ وہ اپنے لئے خیمہ نصب کرتے ہیں۔ مگر خیمہ میں رہنے سے ان کی صحت بھی خراب ہو جاتی ہے۔ اور انکو بے آرامی بھی بہت سخت ہوتی ہے

قہوہ خانہ

پبلک عمارتوں میں چند ادنے درجہ کے قہوہ خانے ہیں۔ جہاں لوگ جا کر قہوہ پیتے ہیں

حمام

مدینہ کے محلہ حارۂ زرواں میں ایک نہایت عالیشان حمام ہے۔ یہ حمام شہر کے اندر ہے اور قاہرہ کے گندے اور ناصاف حماموں کی بہ نسبت مدینہ کا حمام نہایت صاف اور خوشنما عمارت ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ اسٹنبول کی نفاست اور عمدگی کا کچھ حصہ مدینہ کے حمام نے لیلیا ہے

مکانات

مشرقی ممالک کے مکانات پر غور کر کے جب دیکھا جائے۔ تو مدینہ کے مکانات بہت اچھے بنے ہوئے ہیں۔ دو منزلہ مکانات ہیں جن کی چھتیں عریض یا سطح اور چوپٹا ہیں پختہ اینٹ پتھر چونہ۔ اور کھجور کی لکڑی سے یہ مکانات بنائے جاتے ہیں۔ مدینہ کے بہترین مکانا کا احاطہ یا صحن بہت بڑا ہوتا ہے۔ جس میں کنواں اور مختصر باغ (کیاری) بھی ہوتا ہے جہاں پانی کے حوض اور کھجوروں کے سرسبز درختوں کو دیکھ کر آنکھوں میں طراوت آتی ہے یہاں بالاخانوں میں کھڑکیاں اور جالیاں بکثرت ہوتی ہیں۔ عرب میں یہ قاعدہ ہے۔ کہ کھڑکیوں میں بھی کیواڑ لگے ہوئے ہوتے ہیں۔

آبادی

وہابیوں کی حکومت میں مدینہ کی آبادی بہت جلدی کم ہو گئی۔ مگر شکست کھا کر جب وہابی مدینہ سے پسپا ہو گئے۔ تو مدینہ کی آبادی پھر رونق پکڑ گئی۔ اور اب مدینہ کا شہر نہایت آرام دہ اور رونق دار شہر ہے۔ مدینہ میں بازاروں اور کوچہ و برزن کی تعداد ساٹھ ہے۔ اور اسی قدر حارۃ یعنی محلے ہیں۔ مگر میں تو سوائے ان کے ناموں کے اور کچھ حال یہاں نہ لکھونگا۔ اور مضافات مدینہ میں ۰۰۰ا مکانات ہیں۔ مگر میرے نزدیک یہ دونوں تعداد پر از مبالغہ ہیں۔ میرے نزدیک شہر کے اندر ۰۰ اور مناخہ میں ۵۰۰ مکانات ہیں۔ اگرچہ اس بیان کے ساتھ میں یہ بھی اقبال کرتا ہوں کہ میں نے مکانات کو شمار نہیں کیا۔ کپتان سیڈلیر (۱۸۱۹ء) کا بیان ہے کہ ترکوں نے مدینہ کی مردم شماری حال میں کی۔ تو ان کی شمار میں چھ ہزار مکانات اور اٹھارہ ہزار باشندے آئے۔ اب اگر مدینہ کی آبادی ۱۶ ہزار کی مان لی جائے (حالانکہ برکہارڈت نے مدینہ میں ۲۰ ہزار لوگوں کی بستی بتلائی ہے) کہ جن میں سے ۹ ہزار آدمی شہر میں رہتے ہوں اور ۷ ہزار مضافات اور قلعہ میں آباد ہوں۔ تو ہر گھر پیچھے بارہ آدمیوں کا تناسب بیٹھتا ہے۔ اور یہ اندازہ عربوں کے شہر کیلئے ٹھیک اور مناسب ہے۔ اس لئے کہ عربوں کے مکانات وسیع ہوتے ہیں۔ اور غلام و کنیز ان کے پاس بہت ہوتے ہیں۔

قلعہ مدینہ اور اس کی فوج

قلعہ شہر کی فصیل کے شمال مغربی گوشہ سے ملحق ہے۔ اور اس کے مشرقی دہس بندیکی دیواریں کئی دروازے ہیں جن میں سے ہو کر ایک صحن میں راستہ جاتا ہے۔ جہاں توپیں و تفنگ اور سب سامان جنگ منتشر طور سے پڑا ہوا ہے یہ صحن مضافات مناخہ اور باب الشامی کے درمیان ہے۔ قلعہ میں تو مجھکو جانے کی اجازت ملی نہیں اس لئے میں اس کا بیرونی حال بیان کرتا ہوں قلعہ کی بیرونی فصیل شہر کی فصیل کے مشابہ ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ قلعہ کے برج زیادہ تر مضبوط اور سنگین ہیں۔ اور قلعہ کی النگ بہت اچھی بنائی گئی ہے۔ اندر ایک مینار نما برج ہے جس کے اوپر ہلال کا پرچم اسلامی لہلہاتا ہے فصیل قلعہ پر سرتا سر سفیدی ہو رہی ہے جس سے قلعہ کی عمارت خوشنما نظر آتی ہے۔ قلعہ کے چاروں طرف توپیں چڑھی

نوٹ سلہ بعد ازاں مجھ کو مسٹر چارلس کول برٹش کونسل جدہ نے آگاہ کیا۔ کہ مدینہ کی آبادی ۲۰ ہزار سے ۱۸ ہزار تک ہے۔ اور وہاں نظام فوج کی تعداد ۰۰ ہے۔ مکہ کی آبادی ۴۵ ہزار ہے۔ ینبوع کی آبادی ۲۰۰۰ ہزار ہے جدہ کی آبادی ۲۵۰۰ ہے (مگر یہ آبادی بہت کم ہے) اور طائف کی آبادی ۸ ہزار کی ہے ترکی فوج زیادہ تر مکہ اور جدہ میں رہتی ہے۔ الحجاز میں کل ۶ ہزار ترکی فوج ہے۔ جو متفرق مقامات پر مامور ہے۔

ہوئی ہیں۔ بالخصوص شہر کی جانب جو توپیں ہیں۔ انکا منہ برجوں سے باہر نکلا ہوا ہے قلعہ کے اندر کئی چاہات ہیں اور سامان جنگ اور رسد بکثرت مجتمع ہے۔ اور ایسے مکانات ہیں ان کا ذخیرہ ہے۔ کہ جن پر بمب کے گولے کا اثر نہیں ہوتا۔ اگر واقعی یہ قلعہ ایسا ہی ہے تو یہ بدؤں اور بابیوں کی شورش دبانے کے لئے قلعہ جبرالٹر ہے۔ قلعگیر فوج میں نصف ارتہ[1] یعنی نصف پلٹن (۴۰۰ آدمی) فوج نظام کی شامل ہے۔ اس فوج کا افسر ایک پاشا ہے۔ اس کی حکومت سنجق پر بھی ہے یعنی اس کے ماتحت ۴۰۰ کرد اور البانوی باشی بزوق سپاہی بھی ہیں جن کی نوکری یہ ہے۔ کہ وہ قافلوں کے ساتھ محافظوں کے طور پر آئیں جائیں۔ اور خزانہ لے جائیں۔ اور درہ ہائے کوہ میں بدوی لوگوں کی بندوق کا نشانہ بنیں۔ مدنی لوگ تمام اہل مشرق کی طرح سے اپنے قلعہ پر بہت نازاں ہیں۔ اور وہ اس کا بیان بڑے مبالغہ سے کرتے ہیں لیکن اس قلعہ پر شمال مغرب کی طرف سے بلند پہاڑیوں کی زد پڑتی ہے۔ اور چونکہ اس کے چاروں طرف کوئی خندق نہیں نہ دمدمہ بندی ہے نہ مورچے ہیں۔ اس لئے محاصرہ کی توپوں کی صرف ایک باٹری اور دس پندرہ شیل کے گولوں سے یہ قلعہ بیکار کیا جا سکتا ہے قدیم زمانہ میں اس قلعہ پر ان عربوں کا قبضہ ہو گیا تھا جو اہل شہر سے ہمیشہ برسر جنگ رہا کرتے تھے جن کی نقلی لڑائی کے لئے بڑا المناخہ کا میدان موزوں میدان جنگ بن گیا تھا قلعہ سے جانب شمال سڑک اُحد پر لیکن قلعہ کی نہ میں ایک عالیشان مکان ہے جس میں بہت سی کھڑکیاں ہیں۔ یہ مکان داؤد پاشا کا محل تھا۔ مگر میرے قیام مدینہ میں اس کو مصر کے عباس پاشا نے خرید لیا۔ مدینہ کے جنوب اور مغرب کی جانب اس کے مضافات واقع ہیں۔ جنوب کی طرف مضافات اور شہر مدینہ کے درمیان ایک وسیع راستہ حائل ہے جس کو صرف ضرب الجنازہ کہتے ہیں۔ اس راستہ کا یہ نام اس لئے پڑ گیا کہ بعض لوگ جو مائل برفض ہیں ان کے جنازہ شہر مدینہ میں سے نہیں گذر سکتے ان کے جنازہ اس راہ سے قبرستان کو جاتے ہیں۔ جو باب الجمعہ کے نزدیک واقع ہے۔ مغرب کی طرف مدینہ اور اس کے مضافات کے درمیان مناخہ کا میدان پڑتا ہے۔ جو ½ میل طویل اور ۳۰۰ گز عریض ہے۔ شہر مدینہ کی نسبت اس کے مضافات میں گنجائش زمینی بہت زیادہ ہے مضافات کے سامنے جہاں فصیل شہر ہے۔ وہاں تو مضافات کے گرد چار دیواری نہیں ہے

(مضافات شہر مدینہ)

---

[1] نوٹ: ارتہ یا پلٹن میں ۸۰۰ سے لیکر ۱۰۰۰ تک سپاہی ہوتے ہیں۔ چار ارتہ کی ایک علائی یا رجمنٹ ہوتی ہے۔ اور ۲ یا ۳ علائی کا ایک اردو۔ یا کیمپ ڈویزن ہوتا ہے۔

مگر مغرب کی جانب جہاں ملک کھلا ہوا ہے مضافات کے گرداگرد کچی دیوار کی چار دیواری ہے یا کچی اینٹوں کی فصیل بنادی گئی ہے۔ اور کہیں کہیں ان میں مدور اور مختصر برج بھی بنادئیے ہیں جو اس وقت سب شکستہ حالت میں ہیں مضافات کی چار دیواری میں بہت سے چھوٹے چھوٹے دروازے ہیں جن میں سے راستہ اطراف ملک کو جاتا ہے مضافات کی چار دیواری میں صرف ایک دروازہ کچھ بڑا ہے اس کا نام انباری یا مغربی دروازہ ہے۔ یہ دروازہ قاہرہ کے باب النصر کا نمونہ ہے۔ اور اسی دروازہ میں سے گذر کر ہم شہر مدینہ میں داخل ہوئے تھے مضافات مدینہ میں کوئی عالیشان عمارت نہیں ہے۔ صرف ایک مکان خاص کیا ہے جو محافظ (گورنر) مدینہ کا سرکاری مکان ہے۔ بُرالمناخہ کے نزدیک یہ مکان ایک سادہ عمارت ہے۔

خمسہ مساجد — خمسہ مساجد وہ پانچ مسجدیں کہ جن کی زیارت کرنے کا حکم ہر ایک زائر کو ہے مضافات مدینہ میں واقع ہیں۔ وہ مسجدیں یہ ہیں۔

(۱) مسجد النبیؐ واقع مناخہ (۲) مسجد ابو بکرؓ جو عین الزرقا کے نزدیک ہے (۳) مناخہ کے زقاق الطہا میں مسجد علیؓ بعض لوگ اس کو مصلائے عید بھی کہتے ہیں اس لئے کہ پیغمبر صاحب نے وہاں ایک بار نماز عید ادا فرمائی تھی (۴) مناخہ کے باب قبا کے نزدیک مسجد عمرؓ جو تلۃ الصیبہ کے نزدیک ہے (۵) مسجد بلالؓ جس کا مذکور کتابوں میں ہے میں نے اس مسجد کو نہیں دیکھا اور بعض مدنیوں نے مجھ کو اس بات کا یقین دلایا۔ کہ اب یہ مسجد موجود نہیں ہے

ان میں سے ایک ہی مسجد کا بیان کر دینا کافی ہے۔ اس لئے کہ یہ سب مسجدیں ایک ہی وضع کی ہیں مناخہ میں مسجد النبیؐ اس جگہ پر بنی ہوئی ہے۔ کہ جہاں پہلے جامع غمامہ بنی ہوئی تھی بعض لوگوں کا خیال ہے۔ کہ مسجد النبی اب اس جگہ بنی ہوئی ہے۔ کہ جو مصلا لعینی تھی یعنی وہ جگہ کہ جہاں رسول اللہ نے مدینہ میں تشریف فرما ہوتے ہی پہلی نماز جمعہ ادا فرمائی تھی بعد ازاں رسول اللہ اس مسجد میں اکثر تشریف لایا کرتے تھے۔ اور جو صحابہ حرم نبویؐ سے دور رہا کرتے تھے۔ ان کی بھلائی کے لئے رسول اللہ اس جگہ وعظ فرمایا کرتے تھے۔

بزمانہ حال کی عمارت چونہ اور پتھر کی معلوم دیتی ہے۔ یہ مسجد مربع مستطیل ہے۔ اس میں ایک بڑا اور چار چھوٹے گنبد ہیں۔ ان سب قبوں پر سفیدی پھری ہوئی ہے۔ اور بڑے گنبد

نوٹ لہ رسول اللہ کی ایک حدیث ہے۔ کہ درمیان میرے گھر اور میرے منبر (نماز پڑھنے کی جگہ) کے ایک باغیچہ ہے باغوں جنت میں سے کہتے ہیں کہ لوگوں نے حرم نبوی کی باب السلام سے اس مصلا تک زمین ناپی تو ہزار پاکی فاصلہ برابر گز نکلا

کی چوٹی پر مثلث نما ہلال بنا دیا گیا ہے جس کے نیچے گلٹ کے مرصع کام کے کئی قبے ہیں اور چاروں گنبد مسجد کے چاروں گوشوں پر ہیں اس مسجد کا مینارہ معمولی ترکی وضع کا ہے موذن کے لئے ایک ہی بالاخانہ بنا ہوا ہے مسجد کی مشرق کی طرف ایک یا دو ببول کے درخت ہیں۔ اور ان کے نیچے دیوار کی مانند کچے مکانات ہیں اس مسجد کا اندرونی حصہ بھی اس کی بیرونی عمارت کی مانند سادہ ہے

عرب تعمیر پر فضول روپیہ نہیں لگاتے

اس جگہ مجھکو یہ رائے دینے کا موقعہ مل گیا کہ عرب اپنی پبلک یا پرائیویٹ عمارتوں میں شان و شوکت اور نمود کو بالکل پسند نہیں کرتے۔ بلکہ وہ اپنے مکانات پر فضول روپیہ لگانا نہیں جانتے الحجاز میں کسی سیاح کو یہ دیکھکر بہت زیادہ حیرت اور استعجاب ہوتا ہے۔ کہ وہاں عمارت میں یا تو غیر ملکوں کی عمارتوں کی نقل پائی جاتی ہے۔ یا غیر ملکی صناعوں کی صنعت گری نمایاں ہوتی ہے

عربوں کی کفایت شعاری

یہ باتیں عربوں کے سادہ مذاق کو ظاہر کرتی ہیں اور اس میں بھی کچھ شک نہیں کہ اس سادہ مذاقی کے ہمراہ ان کی قابل تعریف کفایت شعاری بھی شامل ہے۔ عربوں کی یہ دلیل ہے کہ جب غیر ملکی کاریگر ہماری عمارتیں بنانے کے لئے موجود ہیں۔ تو ہم پھر اپنے مکانات کیوں تعمیر کریں؟ حقیقت تو یہی ہے۔ کہ عالیشان مکانات بنا کر عربوں کو اپنا روپیہ ان پر فضول خرچ کرنے کی رغبت نہیں ہے۔ اس کی وجہ زیادہ یہی ہے۔ کہ جب کوئی بیرونی یا اندرونی فساد یا ہنگامہ ہوتا ہے تو اسوقت جنگجو فریقین زیادہ تر نقصان عالیشان عمارات ہی کو پہونچاتے ہیں اس کے علاوہ عرب کا موسم بھی عالیشان عمارات کے لئے بالکل مناسب نہیں ہے۔ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں دونوں جگہ زمین اور ہوا مرطوب اور نمدار ہیں موسم سرما میں زمین شورہ زار بن جاتی ہے۔ اور موسم گرما میں محروقہ اور خشک ہو جاتی ہے۔ اس کے ماسوا چونا ناقص درجہ کا ہوتا ہے۔ اور لکڑی کھجور کی ہوتی ہے۔ جو بہت جلد گل جاتی ہے۔ بلکہ غیر ملکی لکڑی بھی وہاں لے جائی جائے۔ تو وہ بھی آب و ہوا کے اثر سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتی۔ اگر چند سال نہ خیال رکھی جائے۔ اور غفلت کی جائے۔ تو کیسا ہی عالیشان مکان ہو منہدم ہو کر گر جاتا ہے

نوٹ۔ بعضے احادیث میں آیا ہے۔ کہ رسول اللہ نے فرمایا کہ درمیان میرے حجرہ اور میرے مصلے کے ایک باغیچہ ہے۔ باغوں جنت میں سے بعض لوگ مصلا کو مصلے مسجد نبوی پر حمل کرتے ہیں۔ جو منبر شریف سے حجرۂ مبارکہ کے پاس تک ہے۔ اور بعضے مصلائے عید پر جو شہر پناہ مدینہ منورہ کے باہر مکہ معظمہ کی راہ کی طرف واقع ہے۔ لہذا نقل کرتے ہیں۔ کہ حضرت سعد ابن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اس حدیث کو سنکر مسجد (بقیہ حاشیہ بر صفحہ ۱۷۲)

حوش

شہر مدینہ منورہ کے جنوبی مضافات حقیقتاً ایسے دیہات کے مانند ہیں۔ جو کہ چاروں طرف سے چار دیواری میں محفوظ ہوں۔ ان دیہات کے درمیان باغات اور نخلستان واقع ہیں۔ مصر کے مانند یہاں بھی حوش یعنی چوک کہتے ہیں۔ اس حوش کے چاروں طرف ایک منزلے مکان بنے ہوئے ہیں۔ ان سب مکانات کے دروازے چوک کے صحن میں کھلتے ہیں۔ چوک کے اندر باشندوں کے مویشی باندھے جاتے ہیں۔ ان کے بڑے مضبوط اور مستحکم چوبی دروازے ہیں جن کو رات کیوقت بند کر دیا جاتا ہے۔ تاکہ رات کے اندھیرے میں چور مویشی کو چرا کر نہ لیجا سکیں۔ اگر کوئی غنیم چڑھائی کر کے آبھی جائے تو ان دیہات میں محصور ہو کر حوش والے اس کے حملہ کی خوب مدافعت کر سکتے ہیں۔ مضافات کے باشندے بکثرت بدوی آباد کار ہیں۔ مگر یہ لوگ مائل بہ رفض ہیں۔ ان کا بیان ایک الگ باب میں لکھا جائیگا۔

باغات اور نخلستان کی کثرت۔

ان مضافات کے آگے شہر مدینہ کے جنوب کی طرف اور اسی طرح سے مدینہ منورہ کے شمال مشرق کی جانب بکثرت نخلستان۔ اور کھجوروں کے درخت کے باغات بے شمار ہیں۔

(بقیہ نوٹ صفحہ ۱۷۱) اور مصلائے عید بنیان اپنے واسطے ایک گھر بنایا تھا۔ اس روایت کے موافق ساری مسجد نبوی ساتھ ان زیادات کے جو خوب ہی جانب واقع ہوئے ہیں۔ "رَوْضَۃٌ مِّنْ رِیَاضِ الْجَنَّۃِ" ٹھیرے گی۔ اور خصوصیت اتنی جگہ کی جو درمیان حجرے اور منبر کے واقع ہے۔ باقی نہ رہے گی۔ ان احادیث کی تاویل اور تحقیق میں وجوہ متعدد علماء سے منقول ہیں۔ بعضوں نے کہا ہے۔ کہ منبر کا حوض پر ہونا کنایہ ہے اس بات سے کہ اس کے پاس اعمال نیک کرنا۔ اور اس سے برکت حاصل کرنا سبب ورود ہے۔ حوض نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر اور سبب ہے ثواب کا اس کے جلال جانفزا سے بعض دوسروں نے کہا ہے۔ کہ ممکن ہے۔ کہ جو منبر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں تھا۔ اور آپ نے اس کو مشرف فرمایا ہے۔ قیامت کے دن اس کا بھی اعادہ فرمائیں۔ اور کنارہ حوض کوثر پر کہ ترعہ جنت عبارت اس سے ہے قائم کریں۔ مگر یہ سب قول نہایت ضعیف اور بعید ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ درمیان حجرہ شریفہ اور منبر شریف کے حقیقت میں ایک روضہ ہے ریاض جنت سے۔ اور قیامت کے دن اتنی زمین کو جنت فردوس میں نقل کر کے لے جاویں گے۔ ماخوذ از جذب القلوب)

کرنل برٹن نے مناخہ میں جس مسجد نبی کا حال لکھا ہے۔ وہ اغلباً مصلائے عید کا حال لکھا ہے جو شہر پناہ پر مدینہ منورہ کے باہر واقع ہے۔ ۱۲ ف

آٹھواں باب (۸)

مسجدِ قُبا کی زیارت کا بیان

خاص خاص مشاہدِ عظام

مدینہ منورہ کے قریب خاص خاص مشاہدِ عظام جن کی زیارت کرنے کا حکم ہے۔ تعداد میں تین ہیں۔ ایک مسجدِ قُبا۔ دوسرے البقیع تیسرے سید الشہداء حمزہ رضی اللہ عنہ کا مزار جو جبلِ اُحُد کے دامن میں واقع ہے۔ تمام علماء متفق ہیں کہ زائر کو ان جگہوں کو جاکر ضرور دیکھنا چاہیئے۔ اور ان بابرکت مقامات پر جاکر زائر کو اپنے لیے اور اپنے تمام دینی بھائی مسلمانوں کے لیے اللہ تعالےٰ سے دُعا مانگنی چاہیے۔

ناقۂ ملکی

چنانچہ میں ہفتہ کے روز علی الصباح مدینہ سے قُبا کی جانب روانہ ہوا۔ اُس روز ملک ملک کے لوگ بھی قبا جا رہے تھے شیخ حامد میرا ازوّد میرے برابر ایک نہایت مریل اور دبلے پتلے خچر پر سوار تھا۔ میرے ملازم محمد نے میرے لیے مکہ معظمہ کا ایک شتر کرایہ کر دیا۔ اس اونٹ کی جھول نہایت خوش نما تھی۔ کاٹھی پر آگے پیچھے نہایت چمکدار پیتل کی مٹھیاں تھیں اور قرمزی رنگ سے رنگا ہوا بھیڑ کی کھال کا بہت بڑا زین پوش تھا جو خوبصورت فرجیوں پر تنگ کے ذریعہ سے کسا ہوا تھا جس کے عالیشان ریشمی اور طلائی پھندنے زمین تک لٹکتے تھے۔ محمد چونکہ نوجوان تھا وہ جوانی کے گھمنڈ میں خچر پر سوار نہیں ہوا اور گھوڑا کرایہ کرنے کے لیے اُسکے پاس دام نہ تھے۔ اسلیے اُسنے پیادہ پا چلنا پسند کیا۔ محمد اُس روز طاؤس کی طرح مغرور ہو رہا تھا۔ اسلیے کہ اس نے پوشاک ایسی پہن رکھی تھی جو کچھ اس چمکیلے جانور (طاؤس) کی کلغی سے مشابہ تھی یعنی اس کے کوٹ پر جو چمکدار سبز ریشم کا تھا زرد۔ سُرخ سنہری پھول بنے ہوئے تھے اور اس کی پوشاک کی وجہ سے مجھکو حرم نبوی میں بہت زیادہ شرمندہ ہونا پڑا تھا۔ وہ بھی ہم سب لوگوں کیطرح مسلح تھا۔ اور بدوی لٹیروں سے مقابلہ کے لیے تیار تھا۔ بلکہ وہ اس بات کا منتظر نہایت شوق سے تھا کہ کوئی موقعہ آجائے تو میں اپنا پستول فیر کر دوں۔

ہمارا راستہ مناخہ میں شیخ حامد کے مکان کے سامنے سے تھا اور وہاں سے نیلہ الصیبہ کے برابر برابر چلکر ہم سفافات کی چار دیواری کے ایک مختصر سے منعطف تبا میں سے گذرے۔ وہاں میرے مزوّد کے گدہے کو نیم وحشی مونٹوں کی ایک تھاہ نے قریباً اپنے پاؤں میں کچل ڈالا۔

اِس طرف شہر کے باہر جنوب کی جانب چکنی مٹی کا ایک میدان چلا گیا ہے جس میں کہیں کہیں کھریا مٹی بھی ملی ہوئی ہے۔ اِس میدان میں کہیں کہیں ریت بھی آگیا ہے اور کہیں کہیں بڑے بڑے پتھر بھی پڑے ہوئے ہیں، قبا تک اور مغرب کی طرف حرّہ کی پہاڑی تک زمین چکنی ہے اور اِس چکنی مٹی سے نہایت عمدہ صُراحیاں[1] بنائی جاتی ہیں۔ دروازہ کے عین باہر میں نے ایک پجاوہ دیکھا جہاں لوگ بڑی بڑی اینٹیں پکا رہے تھے۔ مضافات سے باہر نکلتے ہی ایک ہندوستانی نے جو ہمارے ساتھ مسجد قُبا کو جا رہا تھا راستے کے بائیں طرف اشارہ کر کے بتلایا کہ وہ جائے خندق ہے جو جنگِ خندق کی وجہ سے مشہور ہے مگر یہ بات غلط تھی خندق کا نشان اب کچھ نہیں ہے۔

نخیل — اِس کے بعد فوراً نخیل یعنے کھجور کے درختوں کے باغات آگئے۔ طپشِ آفتاب میں جب کہ حبس سے ناک میں دم آ رہا ہو اور گرم اور سُرخ چمکارے سے آنکھیں خیرہ ہوئی جاتی ہوں آنکھوں کو نہایت سرسبز اور لہلہاتی ہوئی کھیتی اور سرسبز درختوں اور ٹھنڈی سایہ دار جگہ سے بڑھکر اور کوئی چیز اچھی اور فرح بخش معلوم نہیں دیتی۔ ایسی سرسبزی اور شادابی کو عرب "خوراکِ نگاہ" اور خشک اور تشنہ حلقوم کے لیے آبِ زلال کہتے ہیں۔ ایسے مقامات پر میں گھنٹوں بیٹھا رہتا اور انکی سرسبزی اور شادابی سے میری آنکھوں میں طراوت آتی رہتی تھی۔ اُسوقت ہوا بھی بہت معتدل اور عطر بیز تھی۔ حجاز میں خوشبودار ہوا کا آنا رحمتِ ایزدی ہے۔ کھجور کے درختوں کو ہوا کا ہلانا اور اُنمیں سے روح پرور خوشبو کے ساتھ ہوا کا گرد و نواح میں چلنا کیسا خوش سماں تھا کہ جس کی کیفیت حدِّ بیان سے باہر ہے۔ یہہ زمانہ آغازِ بہار کا تھا۔ تازہ پھولوں کی بھینی بھینی خوشبو نے دماغ کو معطر اور چمکیلے سبز پتّوں نے آنکھوں کو مُفرح کر رکھا تھا۔ غرض کہ اُسوقت نخیل میں بہار کا ہر ایک خوشنما نظارہ موجود تھا۔ چھوٹے چھوٹے پرندوں کے باہم ملکر گانے نے کانوں پر وجد کا عالم طاری کر دیا۔ انکی سُریلی آواز اپنی دلکشی سے سب کو لُبھاتی تھی۔ کنوئیں کے پانی کی چادر یا اُس کا مختصر آبشار بنکر چھوٹی برتنوں میں گرنا اور رہٹ کا راگ میری یہ اثر حالت بنا رہا تھا۔ سیاح بالخصوص یورپین نوجوان سیّاح مشرقی ممالک کا ذکر کرتے ہوئے رہٹ کی یکساں اور غمناک اور اندوہگین آواز کی شکایت کیا کرتے ہیں۔ مگر مُعمّر اور تجربہ کار سیاح کو تو وحشت و

بادیہ — [1] مدینہ کی صُراحیاں یعنے بادیہ بہت بڑی اور بھاری ہوتی ہیں۔ انکا رنگ موتی کیطرح سفیدی مائل ہوتا ہے۔ یہ اسلیے مشہور ہیں کہ انمیں پانی بہت ٹھنڈا ہو جاتا ہے۔ مکہ کی صراحی میں پانی اسقدر ٹھنڈا نہیں ہوتا۔

احباب کی مجلسِ صحبت سے بڑھکر اِس رہٹ کی آواز میں لُطف آتا ہے۔ اِس آواز سے اُنکو ہری ہری کھیتیاں۔ پانی کے راستے۔ جہان نواز دیہات اور کھیتوں کی کثرت یاد آجاتی ہے۔ یہ ایسی جہاندیدہ لوگوں کو یہ آواز موسیقی کے نغمۂ جانسوز اور سماع کی آوازوں سے بڑھکر دلکش معلوم دیتی ہے۔

۱۳۹ قسم کی کھجوریں

مدینہ کی کھجوروں کے اشجار اپنی عمدگی کے سبب سے نہایت مشہور ہیں۔ اُنکے شاندار ستون نما تنے ہر ملک کے درختِ کھجور سے بہت زیادہ لمبے ہوتے ہیں۔ اُنکی نچلی شاخوں کو بے کاٹے چھانٹے[1] رہنے دیا جاتا ہے جن کو نسیمِ سحری خوب آزادانہ طور سے ہلاتی رہتی ہے۔ کھجوروں کے ان ہزار درختوں میں کھجوریں کثرت سے لگی ہوئی تھیں۔ وہ کچھ کچھ پک گئی تھیں۔ کھجوروں کے خوشوں کو احتیاط سے ہر درخت میں ایک جگہ باندھ رکھا تھا۔ اِن خوشوں کا وزن ایک من پختہ سے کم نہ ہوگا یہ خوشے ایک چمکدار زرد تنہ کی نچلی شاخوں کے بیچ میں لٹک رہے تھے۔ یہ تنہ آدمی کے ٹخنہ سے زیادہ دبیز نہ تھا۔ کتابوں میں کھجوروں کے درختوں کے ۱۳۹ اقسام لکھی ہوئی ہیں۔ اِن میں

۷۰ قسم کی مشہور کھجور

سے ۷۰ یا ۸۰ قسم کی کھجوریں بہت مشہور ہیں اور جیسا کہ عربوں میں قاعدہ ہے اِنمیں سے ہر ایک کھجور کا الگ الگ خاص نام ہے۔

آل شلبی

اِنمیں سب سے بہترین کھجور آل شلبی ہوتی ہے۔ اِس کھجور کو چمڑے کے بکسوں میں باندھ کر یا اندور چوڑے صندوقوں میں بند کرکے اُنپر اوپر سے کاغذ لپیٹے ہیں اور عرب لوگ دُنیائے اسلام کے نہایت دُور و دراز حصص میں اپنے جان پہچان لوگوں کو تحفہ کے طور پر بھیجا کرتے ہیں یہ کھجور دو انچ لمبی ہوتی ہے۔ اسکی گٹھلی بہت ہی چھوٹی ہوتی ہے اور اُس میں ایک خاص قسم کی خوشبو اور ذائقہ ہوتا ہے۔ یہ کھجور قیمتی بہت ہے اسلیے شہری لوگ اسکو ذرا کم کھاتے ہیں۔ دو فرش سے لیکر ۱۰ فرش میں آدھ سیر کھجور آتی ہے۔ اِس کے علاوہ اِس کھجور کا درخت بھی بہت کم ہوتا ہے اور اُس میں اِتنی کثرت سے کھجوریں پیدا بھی نہیں ہوتیں جتنی کہ اور دوسرے درختوں میں لگتی ہیں +

[1] مصر میں کھجور کے درختوں کی نچلی شاخوں کو آخرِ دسمبر میں کاٹ چھانٹ دیتے ہیں تا کہ کھجوریں گر دہ زیادہ ہو جائے اور اِس کو تقلیم کرنا کہتے ہیں۔ لوگوں کو یہ یقین ہے کہ اگر یہ تقلیم نہ کیجائے تو درختِ کھجور مر جائے۔ مگر بالائی مصر میں یہ کیطرح شاخوں کو قلم نہیں کرتے +

[2] مدینہ کا زائر جب زیارت کرکے اپنے وطن کو جاتے تو بہت سی کھجوریں اور تسبیح۔ اور مہندی اور سرمہ وغیرہ تحفہ اپنے ہمراہ نہ لیجائے تو اسکے گھر بار کے لوگ اُس سے ناراض ہو جاتے ہیں ایسی چیزوں کے لیجانے کا فتوے علما نے بھی دیدیا ہے ہاں مدینہ کے پتھر یا مٹی لیجانے کی وہ سخت ممانعت کرتے ہیں +

عجوہ ایک قسم کی کھجور کا نام عجوہ[1] ہے اس کو لوگ کھا لیتے ہیں مگر فروخت نہیں کرتے۔ اس لیے کہ رسول اللہ کی ایک حدیث ہے کہ جو کوئی اپنا روزہ ہر روز چھ یا سات عجوہ سے افطار کرے گا اس پر سحر یا زہر کا اثر بالکل نہیں ہوگا۔

اَل حِلوَہ تیسری قسم کھجور کی اَلحِلوَہ ہے۔ یہ کھجور لمبی ہوتی ہے اور اس کا یہ نام اسکی کثرت مٹھاس سے پڑ گیا ہے۔ مسلمانوں کا بیان ہے کہ رسول اللہ نے اس کھجور کی گھٹلی اپنے دستِ مبارک سے بوئی۔ آپ کی برکت سے درختِ کھجور چند منٹ ہی میں لگ گیا اور اس میں اسی وقت کھانے کے قابل کھجوریں لگ آئیں۔

البرنی ایک قسم کی کھجور کا نام اَل بَرنِی ہے کہتے ہیں کہ اس کی بابت یہ روایت ہے کہ اس کھجور کے کھانے سے بیماری بھاگ جاتی ہے مریض کو شفا ہو جاتی ہے اور اس کھجور میں کوئی مرض نہیں ہے۔

وحشی کہتے ہیں کہ وحشی کھجور جب ایک مرتبہ رسول اللہ نے نوش فرمائی تو اس کھجور کے درخت نے اپنا سر جھکا کر رسول اللہ کو سلام کیا۔ اسی سبب سے آج تک اس درخت کی بلند چوٹی ہمیشہ زمین کی طرف جھکی رہتی ہے۔

صیحانی ایک کھجور کا نام صیحانی (چلانے والی) ہے۔ یہ نام اس کھجور کا اسلیے پڑ گیا کہ ایکدفعہ بانیِ اسلام جناب رسول مقبول حضرت علیؓ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں پکڑے ہوئے اس درخت کے نیچے سے نکلے تو اس درخت نے چلا کر کہا کہ "یہ محمد فخر الرسل ہیں۔ اور یہ علیؓ فخر الاولیاء ہیں جو معصوم اماموں کے مورثِ اعلیٰ ہیں" اس میں کچھ شک نہیں کہ ایسی ہوشیار کھجور کی اولاد کھجوروں کی سلطنت میں سب سے بڑا درجہ رکھتی ہے مگر عوام لوگ صیحانی کو کھا لیتے ہیں اور اسکی گھٹلی کو حرمِ نبوی کے اِدھر اُدھر پھینک دیتے ہیں۔

خضیرہ ایک قسم کی کھجور کا نام خضیرہ اس لیے پڑ گیا ہے کہ پکنے کے بعد بھی اس کا سبز رنگ قائم اور برقرار رہتا ہے۔ اس کو لوگ عجائب چیز سمجھ کر خشک کر کے عرصہ تک محفوظ رکھتے ہیں۔

جبلی جبلی کھجور عام کھجور ہے جو بکثرت بکتی اور پیدا ہوتی ہے۔

---

[1] اس کھجور کو وہ مرلی کھجور کا نہ سمجھ لینا چاہیے جو عرب اور مصر میں عجوہ کے نام سے بکتا ہے۔ قاہرہ اور سکندریہ میں جو مرلی (عجوہ) بکتا ہے عرب اسکو سخت ناپسند کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ تو گائے بیل کے کھانے کے قابل ہے نخلستان کا عجوہ بالخصوص شہر سیوا اس کا عجوہ نہایت عمدہ ہوتا ہے۔

لئون حلایہ

سب سے ولنے قسم کی کھجوریں لئون اور حلایہ ہیں۔ یہ بہت سستی بکتی ہیں چار قرش سے لے کر ۶ قرش تک بیں اِن کھجوروں کا ایک سیر[۱] آجاتا ہے۔

غذا۔ دوا کھجور کے اقسام کے کھانے

یہ تو میں نہیں کہہ سکتا کہ مدینہ منورہ کی کھجوریں مکہ معظمہ کی کھجوروں کی نسبت زیادہ تر نفیس ہوتی ہیں اگرچہ ایسا اعتقاد رکھنا سخت بدعت ہے۔ اسلیے کہ مدینہ منورہ کی کھجوریں رسول اللہ کی دلپسند خوراک تھیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ اپنا روزہ انہی کھجوروں سے افطار فرمایا کرتے تھے۔ جس سے اِن کھجوروں کو تبرکاً نہ یادگار کا درجہ مل گیا ہے۔ اہل مدینہ کھجوروں کے تذکرہ سے بہت خوش ہوتے ہیں اور اُنکے تذکور سے ویسے ہی خوشی ظاہر کرتے ہیں کہ جیسے آئرش لوگ آلو کے تذکرہ سے خوش ہوتے ہیں۔ اہلِ مدینہ کھجور کو غذا کے طور پر کھاتے ہیں اور اکثر دوائی کے طور پر بھی اُنکو استعمال کرتے ہیں۔ رُطب یعنے تر کھجور کو وہ نہایت ہی صحت بخش بتلاتے ہیں اور واقعی تمام دوائیوں میں کھجور سب سے زیادہ شیریں اور ذائقہ دار دوائی ہے۔ اہلِ مدینہ کھجور کے اقسام اقسام کے کھانے پکاتے ہیں۔ اُنکا سب سے زیادہ پسندیدہ طعام کھجوروں کے کباب ہیں جن کو وہ گھی میں بھونتے ہیں مگر یوروپین لوگوں کو یہہ کباب نہایت بدذائقہ معلوم دینگے۔

بالہ

اہلِ مدینہ کھجوروں کو درخت میں خشک ہو جانے کے لیے چھوڑ دیتے ہیں۔ اُنکو بالہ کہتے ہیں۔ اور اُنکو کھانا کھانے کے بعد ایرانیوں کے نُقل کے طور پر کھاتے ہیں۔

قلدۃ الشام

کھجوروں کا خاص طور سے زیور نما ایک ہار بناتے ہیں جس کو قلدۃ الشام[۲] کہتے ہیں یعنے شام کی چمپا کلی۔ اس کے بنانے کی یہہ ترکیب ہے کہ کچی کھجوروں کو اُبلتے ہوئے گرم پانی میں ڈبوتے

اوزان

مد۔ اور۔ رطل وغیرہ

سلہ[۱] مدینہ منورہ میں :-

۱۲ درہم (ڈرام) کا ایک وُقیہ (اَونس) ہوتا ہے۔

۴۰ وُقیہ کا ایک رطل (پونڈ) ہوتا ہے۔

۳۴ وُقیہ اور ۳ درہم کا ایک دُقہ (سیر بھر سے کم) ہوتا ہے۔

۴ دُقہ کا ایک مُد ہوتا ہے۔

۲۴ مُد کا ایک اَرْدَب ہوتا ہے۔

یہ رطل (یا۔ پونڈ) بڑا ہوتا ہے اور اس سے یہ چیزیں وزن کی جاتی ہیں۔ گوشت۔ ترکاری۔ اور گھی لیکن قہوہ۔ چاول صابن وغیرہ مکہ کے چھوٹے رطل سے وزن کرکے فروخت کیا جاتا ہے جس کا وزن ۱۴۰ درہم ہوتا ہے مصر میں رطل کا وزن ۱۴۴ درہم۔ یا ۱۲ دقیہ ہوتا ہے یعنے ایک پونڈ اور دو آونس کے قریب۔

سلہ[۲] جہاں کوئی چیز اول بنتی ہے اُسی جگہ کے نام سے وہ چیز مشہور ہو جاتی ہے۔

ہیں۔ تاکہ انکا اصلی رنگ قائم رہے۔ اور ایک موٹی مُشل میں اُن کو پرو کر ہار بنا لیتے ہیں اور پھر ہوا میں کھونٹی پر ٹانگ دیتے ہیں تاکہ وہ خشک ہو جائیں۔ تمام مُلکِ حجاز میں کھجوروں کے اِن ہاروں کو مالا اور حمیا کلی کے طور پر سب بچے پہنتے ہیں اور جب وہ اپنے ماں باپ کی آنکھ سے ذرا دُور ہوتے ہیں اور طمانچہ کھانے کا خوف نہیں ہوتا تب دس بارہ کھجوریں اُس ہار میں سے توڑ کر کھا لیتے ہیں عرب لوگ اِن ہاروں کو دُور و دراز ممالک میں تحفہ کے طور پر بھی بھیجتے ہیں۔

وندمیا ماہِ جنوری اور فروری میں عرب کھجور کے درختوں میں تدبیر کرتے ہیں۔ اس موسم میں نخولی (مالکِ نخیل۔ یا باغبان) کھجور کے مادہ پھول کو کھولکر اُس میں کھجور کے نر[1] پھول کی کلی کو اُلٹا کر کے رکھ دیتا ہے۔ اور پھر دونوں کو مِلا کر باندھ دیتا ہے۔ یہ تدبیر کا کام مصر کیطرح مدینہ میں بھی کھجوریں کے ہر ایک خوشہ پر کیا جاتا ہے۔ ماہِ مئی کے وسط میں کھجور پک جاتی ہے اور کھجوروں کے جمع کرنے کا وقت آجاتا ہے جِس کو عرب لوگ "وندمیا" کہتے ہیں۔ کھجوروں کے پک جانے سے عرب لوگوں کو بیحد خوشی حاصل ہوتی ہے۔ کیونکہ اب اُنکی دلپسند خوراک تیار ہو جاتی ہے۔ اور تمام قسم کے نقصانات سے بچ جاتی ہے۔ مثلاً اگر قحط سالی ہو جائے یعنے بارش کا پانی نہ برسے تو کھجور کم پیدا ہوتی ہے۔ کبھی ٹِڈیاں آجاتی ہیں تو وہ درختوں کے درخت صاف اور چٹ کر جاتی ہیں اور کبھی درختوں میں کھجور بالکل پیدا ہی نہیں ہوتی۔ جیسے کہ اکثر ممالک میں فصل ماری جاتی ہے ویسا ہی حال کھجور کا بھی ہے اور اِس طور سے انسان کی نادانی کافی طور سے ظاہر ہوتی ہے کہ وہ اپنی خوراک کے لیے صرف ایک چیز ہی پر انحصار رکھتا ہے۔

مدینہ کی کھجوروں کی عُمدگی اور نفاست کا ایک سبب یہ ہے کہ مدینہ والے کھجوروں کے درختوں میں آبپاشی بکثرت کرتے ہیں۔ ہر ایک باغ یا کھیت میں ایک کنواں ضرور ہوتا ہے جس سے نہایت گرم ترین موسم میں بھی رہٹ کے ذریعہ سے پانی نکالکر درختوں کو ہر تیسرے دِن پانی بافراط دیا جاتا ہے۔ یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ کھجور کا درخت خشک اور بنجر جگہ میں بھی تر و تازہ رہتا ہے۔ مگر یہ درخت اُس جگہ خوب پھولتا پھلتا ہے کہ جہاں نمی رہتی ہے یا دریاؤں کی نم دار جگہ میں خوب ہوتا ہے۔ میدان کے اور دوسرے حصص میں بھی کھجور کے درخت بہت ہیں جن کو صرف بارش کے موسم میں کچھ پانی مِل جاتا ہے مگر اُنمیں کھجور بہت کم اور ادنےٰ قسم کی لگتی ہے۔ کھجور کے درختوں میں آبپاشی

[1] کھجور کا نر درخت اپنی بے برگی اور بانجھ پنے کے سبب سے مشہور ہے۔ بعض ملکوں میں صرف نر درختوں کے پھول کا زیرہ مادہ پھولوں پر بکھیر دیا جاتا ہے اور قدرت نے کھجور کے مادہ درخت کو حاملہ کرنے کا یہی طریقہ مقرر کر دیا ہے

قبا کی صحت بخش آب و ہوا

عرب میں سرسبز اور شاداب جگہ ہمیشہ صحت بخش نہیں ہوتی۔ مگر بیمار اور کمزور لوگ مدینہ کی بند آب و ہوا کو چھوڑ کر قبا کی سرسبز اور سایہ دار اور ٹھنڈی جگہ میں اپنے صحت کی بحالی کے لیے اکثر چلے جاتے ہیں کھجوروں کے ہر ایک باغ کے چاروں طرف حد بندی کے لیے ایک تنگ نالی کھود دی جاتی ہے جسکے دونوں طرف لمبے لمبے سرکنڈوں کی باڑ لگا دیجاتی ہے۔

الغرض درخت جھاؤ (گز) کی خوشنما شاخوں نے جن پر شبنم کے قطرے موتیوں کے لیے رشک بن رہے تھے اور رنڈی کے درخت کے چوڑے چوڑے پتوں نے جو دھوپ میں ایک شان سے چمک رہے تھے ہم کو صبح کی سورج کی گرم شعاعوں سے بچایا۔ ہمارے راستہ کے دونوں طرف کی زمین کھودی ہوئی تھی اور اُس جگہ کی مٹی کو باڑے کے دامن میں اکٹھا کر دیا تھا۔ اِس طور سے زمین میں نالی بنجانے سے آبپاشی میں بھی آسانی ہوتی ہے۔ پانی آسانی کے ساتھ نالی میں سے جہاں چاہو پہنچ سکتا ہے اور اِس طور سے زمین کی سطح بہت زرخیز بن جاتی ہے۔ مدینہ کے میدان کا یہہ حصہ باقی تمام میدان سے ذرا اونچا ہے اسلیے یہاں کی زمین بہت کم شورہ زار ہے۔ کہیں کہیں زمین میں چربی لگی ہوئی ہے جو صبح کی شبنم کے نیچے سیاہ معلوم دیتی ہے مگر زمین پھولی ہوئی اور چمکدار نہیں ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ پورے طور سے ریتے اس زمین پر حملہ نہیں کیا۔

اناج۔ غلہ

یہاں کے کھیت اور باغات کی وضع مختصر مستطیل مربع کی ہوتی ہے اور ہر ایک کے بیچ میں حدِ فاصل چھوٹے سے منڈیر ہوتی ہے اور یہی منڈیر نہر کا کام دیتی ہے۔ اناج میں مکئی۔ گیہوں اور جَو بہت اچھے پیدا ہوتے ہیں۔ مگر گیہوں اور جَو کی پیداوار بہت تھوڑی ہوتی ہے۔

ترکاری

کہیں کہیں برسیم کے کھیت ہیں۔ یہہ ترکاری دھوپ میں خوب چمکتی ہے اور اُسکے پتے رنگ برنگ کے نظر آتے ہیں۔ مدینۂ منورہ کی خاص ترکاریاں یہہ ہیں۔ بادنجان اور بھنڈی (جس کو یہاں بامیہ کہتے ہیں اور ملوخیہ (یہہ ایک قسم کا لعاب دار ساگ ہوتا ہے۔ اور عرب کے ملک میں کثرت سے ہوتا ہے)۔ اِن تینوں ترکاریوں کو تمام درجے اور طبقہ کے عرب کھاتے ہیں حقیقت میں یہ تینوں ترکاریاں اہلِ عرب کے لیے آلو اور ہر قسم کا ساگ بابت ہیں۔ ہمنے پیاز اور لہسن بھی وہاں بڑی مقدار میں دیکھا۔ گاجروں اور سیم کی پھلی کے بھی کئی کھیت دیکھے۔ فجل (مولی) اور لفت (شلجم) کدو۔ بینگن۔ ککڑی اور خربزہ وغیرہ کے بھی کھیت نظر آتے گئے۔

انگور کی اقسام

مدینہ میں میوہ اور پھل کے درختوں کی بڑی کثرت ہے۔ انگور پانچ قسم کا ہوتا ہے۔

جس میں سب بہتر انگور آل شریفی ہوتا ہے۔ یہ سفید اور لمبا ہوتا ہے۔ اس کا ذائقہ اور خوشبو بہت اچھی ہوتی ہے۔ یورپ میں مُلکِ اسکنی کا انگور مشہور ہے۔ الشریفی بالکل اسکنی کے انگور کے مشابہ ہوتا ہے۔ الشریفی کے مانند مگر ذرا اُس سے اتر کر ابرنی ہوتا ہے۔ حجازی انگور گول اور شیریں ہوتا ہے مگر مزیدار کم ہوتا ہے۔ یہی حال سوادی یعنی سیاہ انگور کا ہے۔ مانتی چھوٹا سفید انگور ہوتا ہے۔ جس کی گٹھلی بہت ہی ذرا سی ہوتی ہے۔

اور میوہ جات

بنق یا لُوت۔ یہاں ایک قسم کے عُنّاب یا بیر کا درخت ہوتا ہے۔ اس کا درخت بہت بڑا اور خوبصورت ہوتا ہے جس کے پتے گہرے سبز رنگ کے ہوتے ہیں جو زیتون کے مانند گول اور چمکدار ہوتے ہیں پتّوں میں ایک چھوٹا سا ٹیڑھا اور تیز کانٹا بھی ہوتا ہے اور کروندے کے برابر زرد دھاریدار پھل ہوتا ہے۔ مدینہ کے لوگ اس کو بہت شوق سے کھاتے ہیں۔ اور اس پھل کی کئی قسمیں مقرر کر رکھی ہیں۔ جیسے کہ ہندی (ہندوستانی)۔ بکدی (دلبی) تمری وغیرہ چند شفتالو (آڑو) کی قسم ہیں جو مصر کے شفتالو کے مانند سخت ہوتے ہیں۔ اور بالکل بیمزہ ہوتے ہیں۔ یہ شفتالو صرف پکانے کے قابل ہیں مگر عرب انکو ادھ کچی حالت ہی میں بکثرت کھا لیتے ہیں۔ اِن کے علاوہ بڑے بڑے کیلے ہوتے ہیں لیموں بھی ہوتے ہیں خربزی۔ انجیر۔ اور سیب بھی ہوتے ہیں۔ مگر خوبانی اور ناشپاتی نہیں ہوتی۔ حجاز میں ناشپاتی صرف طائف میں پیدا ہوتی ہے۔ اور وہاں بھی مصر سے ناشپاتی کے درخت لاکر لگائے گئے ہیں۔

شامی انار

مدینہ منورہ میں انار تین قسم کے ہوتے ہیں۔ جن میں سے شامی انار سب سے بہتر ہوتا ہے۔ یہ باہر سے بھی سُرخ ہوتا ہے۔ اس کا ذائقہ نہایت شیریں ہوتا ہے اور ایک قرش میں ایک انار آ جاتا ہے۔ ترکی انار بڑا اور سفید ہوتا ہے۔ مصری انار کا چھلکا سبزی مائل ہوتا ہے اُس کا ذائقہ تُرش اور تیز ہوتا ہے۔ یہ انار بہترین انار کی لم قیمت میں مل جاتا ہے۔ مشرقی ممالک میں بجز مکہ معظمہ کے شامی انار سے بڑھ کر کوئی انار لطیف اور عمدہ اور شیریں نہ پایا۔ اس انار کے دانہ میں مسقط کے انار کے مانند گٹھلی قریبًا بالکل نہیں ہوتی۔ اسکی خوشبو نہایت لذیذ ہوتی ہے۔ اور یہ انار بچّے کے سر کے مانند بڑا ہوتا ہے۔

رُبِّ رُمّان

طائف کے مانند مدینہ منورہ کا بھی رُبِّ رُمّان مشہور ہے۔ یہ انار کا بہت گاڑھا

شربت ہوتا ہے۔ جس کو گرمی میں پانی ملا کر پیتے ہیں اور اس کو نہایت سرد مفرح اور صحت بخش سمجھا جاتا ہے۔

دہقان اور انکے بچوں کی ہیئت کذائی

ہمارا راستہ باغوں کے بیچ میں سے گذرتا تھا اُس میں سے درختوں کے پتّوں کے اندر سے اب ہم کو قُبّا کے سادہ مینار نظر آنے لگے۔ پھر ہماری نظر کے سامنے کچّے مکانات کا ایک مجموعہ آگیا جو بے ترتیبی سے ادھر اُدھر بنے ہوئے تھے۔ اُنمیں بعض مکانات پختہ بھی تھے! اسی طرح سے مسجد اور گنبد اور برج نظر آئے جن کے درمیان درخت تھے۔ پھر تنگ گلیوں۔ اور کوڑے کرکٹ کے ڈھیر اور بھونکتے ہوئے کتّے نظر آنے لگے۔ المختصر یہ سب چیزیں حجاز کے گاؤں کی معمولی چیزیں تھیں۔

یہاں ہم اپنے اونٹ اور سواری کے جانوروں سے اُتر گئے اور ہمارے سب جانور بدوی لوگوں کے کچھ ننگے بچّوں نے پکڑ لیے۔ یہ لڑکے دیہاتی باغبانوں کی اولاد تھے اور ان بچّوں نے ہم کو دیکھتے ہی بخشش بخشش کا غُل مچا دیا۔ اس بخشش مانگنے کے کام میں بچّوں کی مائیں بچّوں کو اور زیادہ ترغیب دیتی تھیں۔ میں نے بڑی خوشی کے ساتھ اُنکو چند قرش دیئے اس دینے سے میرا مطلب یہ بھی تھا کہ میں اپنی اس جنس مخلوق سے گفتگو اور باتیں کروں کہ جو نہایت خوفناک اور حیرت انگیز طور سے بالکل بندروں کے مشابہ تھے صرف فرق یہ تھا کہ اِنکے دُم نہ تھی۔ ان بچوں کے بدن مصری بچّوں کے بدن کے برخلاف بالکل دُبلے پتلے اور سیدھے تھے۔ اُنکی پسلیاں نہایت حیرت انگیز طور سے کھڑی ہو کر صاف صاف نظر آ رہی تھیں اُنکا رنگ نہایت سیاہ اور چکنا تھا۔ اُنکے سر پر اُنکے اُلجھے ہوئے بال دھوپ اور ہوا اور بارش کے اثر سے مُونگ جیسے کھُردرے ہو گئے تھے اور وہ بالکل ایسے معلوم ہوتے تھے کہ جیسے ہندوؤں کے افسانوں میں راکشس یا شیطانوں کا حال مذکور ہے۔

حورانِ جہنم

ہر ایک دُبلی پتلی عورت کی گود میں اُسی کی شکل کا ایک ایک ننگا بچّہ تھا۔ ان بچّوں کے چہرے بہت خوفناک تھے منہ پر آنکھیں ہی آنکھیں نظر آتی تھیں۔ یہ مضبوط بچّے بھی اپنا ہاتھ پھیلاتے تھے اور بڑے زور زور سے چلّا کر بخشش طلب کرتے تھے۔ بچّوں کی مائیں ایسے بچّوں کے جننے کے لیے واقعی مناسب تھیں۔ اُنکے لمبے لمبے مضبوط مگر دُبلے پتلے اعضا تھے پہلو پچکے تھے دیوار بن تھیں عورتوں کے کندھے بھی اونچے اور پیچھے کی طرف سیدھے کھنچے ہوئے تھے۔

سلہ دریائے نیل کے کنارہ پر مصری بچوں کا پیٹ بہت بڑا اور مٹکے کے برابر ہوتا ہے۔ مصری اس بات کو طاقت ور ہونے اور عمدہ طور سے نشو و نما پانے کا نشان سمجھتے ہیں۔

کٹری کی طرح اُنکے بازو تھے اور بہت پھیلے ہوئے اور باہر کیطرف مڑے ہوئے تھے۔ اُنکے لمبے لمبے اور اُلجھے ہوئے بال۔ جھُرّی دار چہرے۔ گال کی اونچی اونچی ہڈّی اور سیاہ ہونٹ اور حلقہ پڑی ہوئی آنکھیں۔ یہ سب باتیں گرداگرد کی بدصورتی کو اور بھی زیادہ چمکا دیتی تھیں۔ اُنکی آواز ایسی تھی جیسے کہ کوئی غصہ میں چلّاتا ہو۔ الغرض یہ حدانِ جنہم نیلی پوشاک پہنے ہوئے تھیں تاکہ کپڑوں کو بار بار دھونا نہ پڑے۔ اُنکے بچّوں کی کمر کے گرداگرد بھی صرف نیلی پٹی سے بندھی ہوئی تھی۔ یہ ملکِ عرب کی قدیم قوم کا حال ہے جس سے اب اہلِ عرب بھی سخت نفرت کرتے ہیں۔ میں نے اُنکا حال بیان کرنے میں بیجا مبالغہ سے کام نہیں لیا۔

بنا مسجد قبا

قبا کی مسجد میں [51] داخل ہونے سے پہلے اُسکی گذشتہ تواریخ کا کچھ حال لکھنا ضروری ہے جب رسول اللہ ہجرت کرکے مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ میں رونق افروز ہوئے تو آپ کا ناقہ قصوی اِس جگہ بیٹھ گیا۔ تب آپنے اپنے صحابہ سے ارشاد کیا کہ تم ناقہ پر سوار ہو کر اُسکو پھراؤ۔ ابوبکرؓ اور عمرؓ (رضی اللہ عنہما) اُسپر سوار ہوئے مگر ناقہ اپنی جگہ سے نہ اُٹھی۔ بعدازاں علیؓ اُسپر سوار ہوئے تو ناقہ فوراً کھڑی ہوگئی۔ رسول اللہ نے علیؓ سے فرمایا کہ اُسکی مہار [52] ڈھیلی چھوڑ دو۔ اسلیے کہ اللہ تعالی نے اُسکو جہاں حکم دیا ہے وہاں ٹھہریگی۔ آخرکار جہاں جہاں وہ اونٹنی چلکر ٹھہری وہیں مسجد قبا کی دیواروں کی بُنیاد ڈالی گئی۔ دینِ اسلام میں پہلی مسجد یہی مسجد قبا بنی ہے۔ رسول اللہ نے پہلی اینٹ بُنیاد میں اپنے ہاتھ سے رکھی اور ایک نیزہ تعیین سمت [53] قبلہ کے لیے کھڑا کردیا۔ بعدازاں آپ کے خلفا نے آپکی تقلید میں ایک ایک اینٹ بنیاد میں رکھی۔

اکثر مؤرخین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جہاں مسجد قبا بنی ہے وہ حضرت ابوایوب انصاری میزبانِ رسول اللہ کی زمین تھی۔ اسیوجہ سے بیت ایوبؓ یعنی حضرت ابوایوبؓ انصاری کی اولاد مسجد قبا کی خدمت پر اب تک مامور ہیں۔ اُنہی کے پاس مسجد قبا کی کلید رہتی ہے۔ جو لوگ وہاں جاکر زائر جسقدر خیرات اور فیض دیتے ہیں اُس میں سے کچھ حصہ اولاد ایوبؓ انصاری کا مقرر ہے۔ بعض لوگوں کا بیان ہے کہ جس زمین پر مسجد قبا بنی ہے یہ زمین ایک عورت کی ملک میں تھی جسکا

[51] میرا یقین ہے کہ قبا مدینہ سے جنوب جنوب مشرق کیطرف تین میل کے قریب دور ہے۔ مگر ادریسی ابن حوقل اور ابنِ جبیر نے صرف دو میل کا فاصلہ لکھا ہے۔ [52] اُسوقت حضرت عثمان خلیفہ سوم موجود نہ تھے وہ حبش کی ہجرت سے ابھی واپس آئے تھے۔ [53] بعض لوگوں کو یقین ہے کہ اسی مسجد میں سمتِ قبلہ بیت المقدس سے بدلکر مکہ معظمہ کیطرف مقرر ہوئی اُنکا بیان ہے کہ جبرئیل علیہ السلام نے اُنکو جہت کعبہ کی دکھلائی۔ مگر یہ بات درست نہیں ہے۔ تحویلِ قبلہ قبلتین میں ہوئی ہے۔

نام لینہ تھا اور وہ اس جگہ اپنا گدھا باندھا کرتی تھی۔ رسول اللہ ہر ہفتہ کے روز پیادہ یا مسجد قبا کی زیارت کو تشریف لیجانے تھے اور ہر سال ستّرہ رمضان شریف کو وہاں جاکر صبح کی نماز مسجدِ قبا میں ادا فرمایا کرتے تھے۔

احادیث در فضیلت مسجدِ قباء

بہت سی احادیث مسجدِ قبا کی بزرگی اور شان میں وارد ہیں۔ منجملہ اُن کے دو احادیث خاصکر قابلِ بیان ہیں۔ پہلی حدیث تو یہ ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا کہ مسجدِ قبا میں نماز پڑھنے کا ثواب عمرہ کرنے کے ثواب کے برابر ہے۔ دوسری حدیث شریف یہ ہے کہ بیت المقدس میں نماز پڑھنے کی نسبت اللہ تعالیٰ مسجد قبا میں نماز پڑھنے کا ثواب زیادہ عطا فرماتا ہے۔

قباوالوں کی تعریف میں نصِ قرآنی

مسجدِ قبا میں رسول اللہ نے بہت سے معجزے بھی دکھلائے۔ مسجد قبا کی تعریف میں آیاتِ قرآنی بھی نازل ہوئیں۔ جس سے اس مسجد میں نماز پڑھنے والے مستحقِ مدح اور کرامت کے ہو گئے۔ اسیوجہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس مسجد کی بہت تعظیم اور اُسکا احترام کیا کرتے تھے۔

عمرؓ کا مسجدِ قبا میں جھاڑو دینا۔

ایک روز حضرت عمرؓ مسجدِ قبا کی زیارت کو آئے اور کسیکو وہاں نہ دیکھکر مسجد کو خالی دیکھا پھر شاخیں کھجور کی طلب کر کے اُسکی جھاڑو بنائی اور مسجد کو خس و خاشاک سے صاف کیا اور مسلمانوں کی لاپرواہی پر بڑا تعجب ظاہر کیا۔

مسجدِ قبا کی وضع قطع

پہلے مسجد قبا بہت ہی مختصر مربع عمارت تھی بعد ازاں حضرت عثمانؓ نے مینارہ کیطرف بڑھا کر اُس کا طول و عرض چھاسٹھ چھاسٹھ گز کا کر دیا۔ جس طرح برکھارڈٹ کے زمانہ میں یہہ مسجد ادنیٰ درجہ کی اور شکستہ مسجد تھی اب وہ حال نہیں ہے سلطان عبدالحمید اول پدرِ سلطان محمود نے ترکی وضع کا مینار وہاں بنوا دیا ہے اور اب وہ تراشے ہوئے پتھروں کی نہایت خوشنما عمارت بن گئی ہے۔ اپنی کنگورہ دار دیواروں سے یہہ مسجد نہیں بلکہ قلعہ معلوم دیتی ہے۔ مگر تاہم

مسجدِ ضرار

سلہ بعض منافقین نے کہا کہ یہ کبھی نہیں ہو سکتا کہ ہم گدھا باندھنے کی جگہ پر نماز پڑھیں۔ اسلئے انہوں نے اس مسجدِ قباؓ کے مقابلہ میں ایک اور مسجد ضرار بنائی۔ آخر اُسکے بننے کے بعد بہت ہی جلدی رسول اللہ کے حکم سے مسجد ضرار میں آگ لگائی گئی اور ویران کی گئی۔ یہ مسجد مسجد قبا کے نزدیک واقع تھی۔

سلہ٥٢ بعض لوگ کہتے ہیں کہ پیر کے روز مسجد قبا میں رسول اللہ تشریف لیجایا کرتے تھے۔ اسلئے کہ پیر کے دن ہی رسول اللہ ہجرت کر کے مکہ معظمہ سے واردِ قبا ہوئے۔ مگر تمام مسلمانوں کا موجودہ دستور یہی ہے اور یہی بات نسلاً بعد نسلٍ چلی آتی ہے کہ تمام مسلمان مسجد قبا کی زیارت ہفتہ کے روز ہی کرتے ہیں۔

سلہ٥٣ ہر سال سترھویں ماہِ رمضان المبارک کو باقاعدہ طور سے لوگ مسجد قبا کی زیارت کو جاتے ہیں۔ لوگ اول حرم مدینہ میں نماز پڑھتے ہیں۔ پھر مسجد قبا کو جاتے ہیں۔ اور وہی رسومات ادا کرتے ہیں۔ جو عمرہ ادا کرنے کے وقت کی جاتی ہیں۔ لیکن کتابوں میں میں نے یہ لکھا دیکھا ہے کہ اس زیارت کے لئے ۱۵ ر رمضان کی تاریخ مناسب دن ہے۔

یہ کوئی بڑی عالیشان عمارت نہیں ہے۔ اِس کے جنوب میں ایک مختصر اور تنگ رواق (چھت دار دھلیز) استونوں پر بنی ہوئی ہے اور وہاں سے شمال کیطرف کا ریگستان نظر آتا ہے۔ بس یہی کُل عمارت مسجد قبا کی ہے۔

مصلائے النبی

مسجد کے دروازہ پر عظیم مصطبہ یعنی پتھر کا چبوترہ بن رہا ہے جسپر لوگ کثرت سے بیٹھے ہوئے تھے اسلیے ہمنے کچھ بھی وقت ضائع نہیں کیا اور وضو اور نیت کر کے جو اس مسجد کی زیارت کے ساتھ مخصوص ہیں ہم جلد جلد سیڑھیوں پر چڑھے اور اپنے جُوتے اُتار کر مسجد کی پاک عمارت میں داخل ہو گئے۔ پھر ہم مُصلّائے النبی (رسولؐ کی نماز پڑھنے کی جگہ) پر کھڑے ہوئے۔ اُس پاک جگہ سے شیخ نورا ور حامد نے ایک ہندوستانی زائر کو زبردستی ہٹایا وہ وہاں سے ہٹنے کا نام نہ لیتا تھا۔ چنانچہ ہم نے وہاں کی سیلی چٹائی پر اپنا مصلےٰ بچھایا اور ایک ستون کے سامنے کہ جس میں یادگار کے لیے سنگِ مرمر کی ایک مختصر محراب بنا دی گئی ہے ہمنے دو رکعت نماز نفل ادا کی۔ پھر اس جگہ کی خاص دعا پڑھی جو مُزوّر پڑھاتا گیا۔ اسکے بعد کلمۂ شہادت اور فاتحہ پڑھکر حسبِ معمول اپنے ہاتھوں کی ہتھیلیاں ہم نے اپنے چہرہ پر پھیر لیں۔

طاقۃ الکشف

پھر ہم مسجد قبا کے جنوب مشرقی گوشہ کیطرف گئے اور وہاں جنوبی دیوار میں ایک محراب تھی اُسکے سامنے جا کر کھڑے ہو گئے۔ یہ محراب طاقۃ الکشف کہلاتی ہے۔ لوگوں کا یقین ہے کہ رسول اللہ اس جگہ سمتِ مکہ معظمہ معلوم کرنے کے لیے ابھی متفکر ہی کھڑے تھے کہ اِتنے میں جبریلؑ وہاں آگئے اور انہوں نے اِس جگہ سے مکہ معظمہ تک تمام رکاوٹیں جو درمیان میں تھیں دُور کر دیں۔ رسول اللہؐ نے اسوقت کعبہ کو دیکھکر سمتِ قبلہ درست کر لی۔ یہاں بھی ہم نے دو رکعت نماز نفل پڑھیں اور دُعا مقررہ اور کلمۂ شہادت اور فاتحہ بڑی مشکل سے پڑھی اسلیے کہ لوگوں کا ہجوم یہاں بہت ہو گیا تھا۔ اس جگہ محراب کے اوپر دہنی طرف خطِ کوفی میں مینے کچھ لکھا دیکھا۔ نہ پڑھنے کا افسوس رہا مگر میرا افسوس پھر جلد زائل ہو گیا۔ اسلیے کہ یہ کتبہ قدیم زمانہ کا نہ تھا۔

مبرک الناقہ

پھر ہم مسجد قبا کی رواق سے روانہ ہوئے اگرچہ دھوپ نہایت تیز ہو گئی تھی اور گرمی کا حبس تھا مگر ہم ایک کشادہ میدان میں گئے جہاں مبرک[۵۲] الناقہ یعنے رسول اللہ کی ناقہ

[۵۱] یہ وہ جگہ ہے جہاں رسول اللہ نے اول رکعت نماز مدینہ میں ادا فرمائی۔ [۵۲] مبرک لفظ برکت سے نکلا ہے جس کے معنے بابرکت کے ہیں۔ اس لفظ سے رسول اللہ نے اس جگہ کی تعریف کی ہے یا اسم ناقہ کی تعریف کی ہے۔ اغلبًا اونٹنی کے رکوع کے طور پر جھک جانے کی وجہ سے رسول اللہ [illegible]

کی بیٹھنے کی جگہ بنی ہوئی ہے۔ یہ وہی جگہ ہے کہ جہاں رسول اللہؐ کی ناقہ القصواء بیٹھ گئی تھی اب اُس جگہ تراشے ہوئے پتھروں کا ایک مختصر قبہ چار سنگین ستونوں پر بنا ہوا ہے۔ یہ عمارت کوئی آٹھ فٹ بلند ہے اور چھ یا سات فٹ لمبی اور چوڑی ہے۔ یہ زمانہ حال کی بنی ہوئی عمارت معلوم دیتی ہے۔ گنبد کے نیچے چبوترہ ہے جس پر سیڑھیاں چڑھکر جاتے ہیں چبوترہ پر سیلی چٹائی کا ٹکڑا بچھا ہوا ہے یہاں بھی ہمنے نفل کی رکعتیں اور دعا اور فاتحہ پڑھی۔

مکان الآیت

اس قبہ سے روانہ ہونے کے بعد ہم پھر دھوپ میں نکلے اور رواق سے ذرا باہر کیطرف اور مبرک الناقہ کے قریب ہم نے مکان الآیت[1] میں دو رکعت نماز نفل ادا کی۔ اس جگہ رسول اللہ پر قرآن شریف کی آیتیں نازل ہوئیں جس میں اس مسجد کی پاکی اور برکت کا ذکر اور مسجد والوں (اہلِ قبا) کی مدح اور تعریف خاص طور سے کی گئی ہے۔ ان آیتوں کا ترجمہ یہ ہے:۔

مسجد التقوےٰ

"البتہ یہ مسجد کہ بنیاد رکھی گئی ہے اوپر پرہیزگاری کے پہلے دن سے۔ بیچ اسکے وہ مرد رہتے ہیں کہ جو دوست رکھتے ہیں پاکی کرنے اور صاف رہنے کو اور بیشک اللہ دوست رکھتا ہے پاکی رکھنے والوں کو"

اس آیت کے نازل ہونے پر رسول اللہؐ نے فرمایا کہ "اے بنی عمرو۔ کیا تم ایسا عمل کرتے ہو جس کی ایسی مدح اور کرامت کے مستحق ہوئے۔ انہوں نے عرض کیا کہ خوب طہارت اور صفائی اپنے جسم کی رکھتے ہیں۔ میں اب اُس صفائی کے ذکر کا اعادہ کرنا نہیں چاہتا۔ اُس روز سے مسجد قبا کا نیا نام مسجد التقوی پڑ گیا۔

فاطمہؓ کے آٹا پیسنے کی جگہ

مسجد التقوے میں ہم نماز اور دعائیں وغیرہ ختم کرکے تقاضہ کرکے مانگنے والے فقیروں کے مجمع کے بیچ میں سے ہوتے ہوئے اور چند قدم جانب جنوب مڑتے ہوئے مسجد قبا کے جنوب مغربی گوشہ میں ایک چھوٹی سی مسجد کے پاس جاکر ٹھہر گئے۔ وہاں مغربی دیوار میں ایک جنگلے دار کھڑکی تھی اُس کے مقابل جاکر ہم کھڑے ہوئے اور وہاں دعا اور فاتحہ پڑھکر بڑے ادب اور لحاظ سے ایک مختصر اور سیاہ محراب کی طرف دیکھتے رہے۔ اس محراب کے نیچے حضرت فاطمہؓ بیٹھکر دستی چکی سے آٹا پیسا کرتی تھیں۔ اس لیے اس مسجد کا نام مسجد سیدتنا فاطمہؓ پڑ گیا ہے۔ اُس کے دروازہ پر ایک ترش رو خادم یا متولی کھڑا تھا اور وہ تحکمانہ عربی لہجہ میں ہم سے ایک ڈالر مانگتا تھا۔ اسلیے ہم اُسکے اندر داخل نہیں ہوئے۔

مدینہ منورہ اور مکہ معظمہ میں مسافر اور سیاح کا ہاتھ مسلسل اُس کی جیب میں رہنا چاہیے اسلیے کہ ہر ایک شخص وہاں یہی چاہتا ہے کہ مسافر سے جہانتک ہوسکے روپے پیسے لے لینے چاہئیں

[1] آیت کے معنے قرآن شریف کی آیت ہے۔ بعض لوگوں کا بیان ہے کہ یہ آیتیں شہر مدینہ کی مسجد النبوی کی شان میں نازل ہوئیں۔ بعض دونوں مسجدوں کی شان میں نازل ہونا بیان کرتے ہیں۔

جس قدر خرچ زبردستی اور مجبوراً یہاں کرنا پڑتا ہے اتنا خرچ لندن اور پیرس کی سیر میں کبھی نہیں کرنا پڑتا۔ مجھکو اندیشہ ہونے لگا کہ اتنی پونڈ جو میں اپنے ہمراہ لایا ہوں وہ تمام زیارتگاہوں اور سیرگاہوں کے دیکھنے کے خرچ کے لیے کافی نہ ہونگے اور نتیجہ جو پیدا ہوا اُس سے میرا یہ اندیشہ ٹھیک معلوم ہوا۔ میرا دوست یہاں صرف میرا ملازم محمد تھا۔ اُسنے نہایت سختی کے ساتھ کفایت شعاری سے خرچ کرنا شروع کردیا جس سے اُسکے ہموطنوں میں اُسکی بڑی بدنامی ہوئی۔ اہلِ مدینہ نے کہا کہ محمد مجھکو بخیلی صرف اسلیے سکھلاتا ہے تاکہ میں اُسکے کہنے کے موافق مکہ معظمہ میں زیادہ تر خرچ کرسکوں۔ چونکہ صریحًا یہ بات ٹھیک تھی اسلیے مینے بخیلی کا تمام الزام محمد کے کندھوں پر ڈال دیا اور مینے اب یہ قطعی ارادہ کرلیا کہ مدینہ میں میرا خرچ اُسنے کیا اسلیے مکہ معظمہ میں اپنا خرچ میں خود اُٹھاؤنگا۔

ہمنے مسجد فاطمہؓ میں کھڑکی کے پاس ہی دُعا پڑھدی اور اندر داخل نہیں ہوئے۔ اسلیے اُسکے خادم کو نہایت غصہ آیا اور اُسنے کھلم کھلا ہم کو بخیل اور پاجی کہنا شروع کیا۔ اُس کے بعد چند گلیوں میں سے ہوتے ہوئے کہ جنکے دونوں طرف فقرا اور بدوی لوگوں کے کچے گھر تھے ہم مسجد قبا کے عین جنوب میں ایک تیسری مگر مختصر مسجد میں کہ جسکا نام مسجد عرفات ہے داخل ہوئے۔ یہ ایک ٹیلہ پر جسکا نام تل عرفات ہے واقع ہے۔ کہتے کہ ایک دفعہ رسول اللہ موسم حج میں مکہ معظمہ اور کوہ عرفات میں نہ جاسکے اسلیے اس جگہ کھڑے ہوگئے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے درمیان کی تمام رکاوٹیں دُور کردیں۔ چنانچہ رسول اللہ نے یہیں حج ادا کرلیا۔ اسیوجہ سے اسکا نام مسجد عرفات پڑگیا۔ ایک چاندی کی کلید سے اس مسجد کا دروازہ کھلوانے کی جگہ ہم نے کھڑکی ہی میں سے اُس کے اندر دیکھ لیا اور اُسکو اندر سے میلا دیکھکر اپنی کفایت شعاری پر مجھکو کچھ افسوس نہیں ہوا۔ اِس سے بہتر تو سندھ یا ہندوستان کے ہر ایک گاؤں کی مسجد ہوگی۔

مسجد عرفات

پھر ہمنے آخری زیارت ایک چوتھی مسجد کی جسکو مسجد علیؓ کہتے ہیں۔ اِس مسجد کا یہ نام اس لیے پڑگیا ہے کہ یہاں رسول اللہ کے داماد کا ایک گھر تھا۔ یہاں دو رکعت نماز پڑھکر اور دُعا اور فاتحہ پڑھ کے حالانکہ یہ چھوٹا سا مکان نہایت سخت گرم تھا ہم مسجد قبا کی زیارت کے آخری مقام بیر الاریس پر گئے۔ مسجد قبا کے مغرب میں ایک باغ ہے اُس میں ایک بہت بڑا اور عمیق کنواں ہے جسکا نام بیر الاریس ہے اِس چاہ کے پاس ایک مختصر عبادتگاہ بھی بنی ہوئی ہے۔ اِس کنوئیں پر رہٹ چل رہا تھا اور اُس کا سرد پانی ایک چھوٹے سے حوض میں گرتا تھا وہاں سے وہ گردش کھاتا ہوا زور و شور سے ایک دریا کی نقل کرتا ہوا بہتا تھا۔ اِس پانی کا راگ میرے کانوں کو بہت رسیلا معلوم ہوا

زیارت مسجد علیؓ

بیر الاریس

سلہ۔ ابن جبیر نے لکھا ہے کہ قبا میں ابوبکر، عمر اور عائشہ رضی اللہ عنہما کے مکانات بھی تھے۔

میں نے اب اور زیادہ نماز اور دعا اور فاتحہ پڑھنے سے بالاصرار تمام انکار کر دیا حالانکہ شیخ حامد لے زیارت پڑھنے کے لیے پدرانہ تاکید سے مجھسے بار بار کہا کہ یہ بڑی غلطی ہے میں ہاں رسول اللہؐ کی سنت کی تقلید کر کے کنوئیں کی منڈیر پر چاہ میں پاؤں لٹکا کے بیٹھ گیا تاکہ چند منٹ سرد پانی اور ہوا کا غیر معمولی کیف حاصل کر دں۔

اگرچہ اسوقت دن کے صرف نو بجے تھے مگر گرمی کی شدت نڈھال کیئے دیتی تھی۔ الغرض پانی کے بہنے کی آواز نے طبیعت پر کچھ فرحت پیدا کی۔ رہٹ کے چلنے کی آواز اسوقت مجکو ایسی آواز معلوم ہوئی کہ جیسے لوری دیکر بچہ کو سُلاتے ہیں ہوا کے چلنے سے اُسوقت انار اور لیموں کے پتے ہِل رہے تھے۔ جن کی خوشبو نے ہوا کو عطر بیز کر رکھا تھا۔ وہاں مجکو نیند آگئی اور اُسی نیند میں خواب دیکھا کہ میں اپنے وطن میں موجود ہوں جہاں مجکو نیلا آسمان اور آبی سمندر نظر آرہا ہے اور کہیں کہیں سبز زمین برف کے گرنے سے سفید ہو رہی ہے آنکھ کھلی تو میں نے اپنے آپ کو چاہ اریس پر پایا۔

بیراالخاتم | بیر الاریس[1] شہر مدینہ کے ایک یہودی کے نام سے مشہور ہے اس کنوئیں کے دیکھنے کے لیے رسول اللہؐ اکثر تشریف لیجایا کرتے تھے۔ رسول اللہ اس کنوئیں کی منڈیر پر ساقین مبارک کھولکر دونوں پاؤں کنوئیں میں لٹکا کر بیٹھ جایا کرتے تھے آپکے صحابہ بھی آپ کی تقلید کر کے اسی طرح اس چاہ پر بیٹھا کرتے تھے۔ اس دستور نے ایک سخت مصیبت برپا کی۔ ابوالفداء اور یاقوت کے بیان کے مطابق عثمانؓ کی خلافت کے چھٹے برس میں عثمانؓ کی انگلی میں سے رسول اللہ کی انگوٹھی اس کنوئیں میں گر پڑی۔ اس انگوٹھی میں تین سطروں میں محمدؐ رسول اللہ منقوش تھا۔ آس پاس کے بادشاہوں کو جو خطوط بھیجے جاتے تھے آپ اسی انگشتری سے مہر کیا کرتی تھی اور پہلے تین خلفاء کو باری باری سے یہ انگوٹھی شریف پہونچی تھی حضرت عثمانؓ نے تین دن تک اس انگوٹھی شریف کو ڈھونڈوایا اور کنوئیں کا پانی کھنچوائے گئے مگر پھر وہ انگوٹھی نہ ملی اُس روز سے اس کنوئیں کا نام بیر الخاتم (انگوٹھی کا کنواں) پڑ گیا۔

بیرالتفلات | اس چاہ کو بیر التفلات[2] (لعاب دہن کا کنواں) بھی کہتے ہیں اسلیے کہ رسول اللہ نے اپنے دہن شریف کا لعاب اس کنوئیں میں ڈال دیا تھا۔ اسیطرح رفتہ رفتہ آپنے اپنا لعاب دہن باری باری سے مدینہ کے تمام کنوؤں میں ڈال دیا۔

---

[1] بعض کہتے ہیں کہ یہ دوسرا بیر الاریس تھا جس میں حضرت عثمانؓ کا حصہ تھا۔ یاقوت کے بیان کے موافق اریس عبرانی یا شامی لفظ ہے جس کے معنے کاشتکار کے ہیں۔ اسکی جمع اریسون اور ارارسہ ہے۔ [2] بعض لوگ کہتے ہیں مگر بہت کم یقین کے ساتھ کہ انگوٹھی شریف معقب کے ہاتھ سے کنوئیں میں گری جو حضرت عثمانؓ کے خادم تھے اور آپ کو عزیز تھے۔ چونکہ انگوٹھی کے گرنے ہی اُسی روز سے آپ کی خلافت میں تنزل آگیا اسلیے لوگ اس انگشتری کو خاتم سلیمانی کی تشبیہ دیتے ہیں جن مؤرخوں کا یہ بیان ہے کہ خود رسول اللہ کے ہاتھ سے وہ انگشتری گم ہوئی وہ سرتا سر غلطی پر ہیں اور غلط بیان کرتے ہیں [3] بعض مؤرخین کا بیان ہے کہ رسول اللہ نے اس کنوئیں پر تشریف لاکر ایک ڈول پانی کھینچا۔ کچھ پانی آپ پیا اُسکے بعد باقی پانی میں اپنا لعاب دہن شریف ڈال دیا جس سے اُس کنوئیں کا پانی اُسیوقت شیریں اور میٹھا ہو گیا۔ ابن جبیر بیر التفلات کا لفظ چاہ اریس کیلیے مخصوص کرتے ہیں۔ مگر اور بہت سے مؤرخ اس بات میں متفق نہیں ہیں وہ ضیا بات پر اس لفظ کو حاوی کرتے ہیں۔

مؤرخین کا بیان ہے کہ لعاب دہن شریف سے بیر الاریس کا پانی نہایت میٹھا ہوگیا ورنہ اس سے پہلے اسکا پانی نمکین تھا شیخ حامد نے میرے لیے اس کنوئیں میں سے پانی کھینچا۔ مگر مجھکو وہ پانی بہت بامزہ معلوم نہیں ہوا۔

سبعہ آبار — کتابوں میں لکھا ہوا ہے کہ رسول اللہ کے زمانہ میں مدینہ شریف میں بیس کنوئیں تھے۔ مگر انمیں سے بہت سے کنوئیں گر کر معدوم ہوگئے کہ اب انکا کچھ نشان باقی نہیں۔ لیکن انمیں سے سات کنوئیں ابتک باقی ہیں۔ ان ساتوں کا پانی رسول اللہ نے پیا ہے۔ اسی لیے ہر ایک زائر کو ہدایت ہے کہ وہ ان ساتوں چاہات کی زیارت کرے۔ یہ ساتوں کنوئیں اپنے قدیمی نام یعنے سبعہ آبار کے خطاب سے مشہور ہیں۔ ان ساتوں چاہات کے نام ان اشعار میں مذکور ہیں[۵]

اِذَا رُمْتَ آبَارَ النَّبِیِّ بِطَیْبَۃٍ + فَعِدَّتُهَا سَبْعٌ مَقَالًا بِلَا وَهَنِ + اَرِیْسٌ وَغَرْسٌ وَرُوْمَۃٌ وَبُضَاعَۃٌ + کَذَا بَصَّۃٌ قُلْ بِیْرُ حَاءٍ مَعَ الْعِهْنِ یعنے جب تو قصد کرے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کنوؤں کی زیارت کا مدینہ میں پس شمار انکا سات ہے بلا کسی شبہ کے۔ بیر اریس ہے اور غرس ہے اور بیر رومہ ہے اور بیر بضاعہ ہے اور ایسا ہی بصہ کہہ تو بیر حاء اور بیر عہن بھی۔

مجھکو لوگوں نے صرف اتنی دیر ہی سستانے دیا کہ جتنی دیر میں ان سب لوگوں نے ایک ایک تمباکو کے ایک یا دو حقے پیے پھر ہم سب اپنے اپنے جانوروں پر سوار ہوکر مدینہ منورہ کیطرف واپس روانہ ہوئے۔ اس وقت میری ہمراہیوں نے مجھکو بتلایا کہ اس گاؤں کیچارسو جو باغ ہے اسکو المدشونیہ کہتے ہیں۔ اس باغ میں پیلے دول کی ایک معدن ہے جسکو عرب تفل کہتے ہیں، اور اسکو ایرانی گل سرشوئی اور ہندی ملتانی مٹی کہتے ہیں۔ مشرقی ممالک خصوصاً مصر میں اس مٹی کو صابن کے طور پر استعمال کرتے ہیں اور اس مٹی کو تیل میں ملاکر بدن پر ملتے ہیں جس سے بدن میں ٹھنڈک پڑ جاتی ہے اور بدن نرم اور ملائم ہوجاتا ہے۔ کہتے ہیں کہ قوم بنو حارث کے ایک بدوی کو بخار آتا تھا۔ رسول اللہ نے ایک برتن میں پانی بھرا اور اسمیں تفل مٹی گھول دیا۔ پھر اس مٹی ملے ہوئے پانی سے اس بدوی کو نہلایا جس سے اسکا بخار جاتا رہا اور اسکو شفا ہوگئی۔ اسیدن سے اس مٹی کا نام خاک شفا پڑگیا ہے۔ مگر جہانتک مجھکو اہل مدینہ سے حال معلوم ہوا اسکی بناپر میں کہتا ہوں کہ اب اہل مدینہ نہ تو اس مٹی کو دوائی کے طور پر کام میں لاتے ہیں اور نہ اسکو اشنان کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ اب تو اس مٹی کو صرف عورتیں اس وقت کھاتی ہیں جب کہ وہ حاملہ ہوتی ہیں۔

[۵] زائر ساتوں کنوؤں کے پانی سے کنوؤں کی منڈیر پر بیٹھکر وضو کرتے ہیں اور بقیہ پانی تبرک کے طور پر خدا کی برکت حاصل ہونیکے لیے پی لیتے ہیں

[۶] بعض لوگ بیر رومہ کا نام بیر البئر لیتے ہیں جو قبا کے باغات میں ایک کنواں ہے اور بعض بیر بصہ کا نام بیر الغربال لیتے ہیں جہاں رسول اللہ نے سلمان فارسی اور دوسرے صحابہ کے ہمراہ کھجور کے درخت بوئے تھے۔ بیر الاریس کا حال تو اس سے پہلے بیان ہوچکا۔ اب باقی کنوؤں کا حال سنو۔

بیر الغرس — اسکو بیر الغرس اور غرس بھی کہتے ہیں۔ یہ اس جگہ کے نام سے مشہور ہے جہاں کہ یہ کھدا ہوا ہے۔ یہ کنواں مسجد قبا کے شمال کیجانب مشرق کے رخ قریب آدھ میل کے دور ہے۔ یہ بہت بڑا کنواں ہے اور پانی اس میں بکثرت ہے۔ رسول اللہ نے اس کنوئیں کے کنارہ پر بیٹھکر وضو کیا ہے۔ رسول اللہ نے علی کو وصیت کی تھی کہ میری نعش کو میرے رحلت کے بعد غرس کے سات مشک پانی سے غسل دینا۔

بیر رومہ — بیر رومہ ایک بہت بڑا کنواں ہے اور اسکے اندر ایک چشمہ ہے۔ یہ کنواں وادی عقیق میں مسجد قبلتین سے شمال کیطرف ہے۔ اسکو قلیب مزنی (مزنی کا قدیم کنواں) بھی کہتے ہیں۔ یہ نام اس حدیث سے پڑگیا ہے کہ بہت اچھا کنواں مزنی کا قدیم کنواں ہے۔ واقعی اگر یہ حکایت سچ ہے کہ جب ابرہہ نے [illegible] میں مدینہ کا محاصرہ کیا تو بیر رومہ کا پانی پینے سے اسکا مرض جاتا رہا تو یہ چاہ نہایت قدیم زمانہ کا ہے۔ بعضوں کا بیان ہے کہ جب رسول اللہ مدینہ میں تشریف لائے تو صرف اسی چاہ کا پانی میٹھا تھا جب مدینہ میں مہاجرین اور انصار اور آنے جانیوالوں کی کثرت ہوگئی تو اس چاہ کے مالک نے جو قوم بنو غفار کا ایک شخص تھا اس کنوئیں کو بیچ دیا۔ بعض کہتے ہیں ایک یہودی مزنی نامی نے یہ کنواں بیچا۔ غرضکہ حضرت عثمان نے ۲۰۰۰۰ درہم سے زیادہ دیکر اسکو خرید لیا۔

بیر بضاعہ — اس کو بیر بصاعہ اور بیر بضاعہ بھی کہتے ہیں۔ یہ کنواں نخیل (کھجوروں کے باغات) میں مدینہ منورہ کے باب شامی یا مدینہ منورہ کے شمال مغربی دروازہ کے باہر اس راستہ کے دہنی جانب واقع ہے کہ جو راستہ جبل احد کو جاتا ہے۔ جو بیمار اس کنوئیں کے پانی سے تین روز غسل کرے وہ صحت پاجاتا ہے۔

بیر بصہ — یہ کنواں جنت البقیع کے قریب ہے جو راستہ مسجد قبا کو جاتا ہے۔ یہ کنواں اس راستہ کے بائیں جانب واقع ہے۔ رسول اللہ اس کنوئیں کے پانی سے نہایا کرتے تھے اور آپنے اس کنوئیں کے پانی کو جسم کے لیے صحت بخش فرمایا۔

بیر حاء — بیر حاء کے درختوں کے سایہ میں رسول اللہ بہت شوق سے بیٹھا کرتے تھے۔ یہ کنواں باب دار الضیافہ کے باہر کہ جس میں سے ہوکر جبل احد کو راستہ جاتا ہے واقع ہے۔ قاموس میں اس لفظ کو بیر حاء بروزن فعلاء لکھا گیا ہے بعض لوگ اسکو بیر حا لکھتے ہیں۔ یعنے حا کا کنواں اور کہتے ہیں کہ حا نام ہے ایک مرد کا یا ایک عورت کا یا نام ہے اس جگہ کا جہاں کہ یہ کنواں واقع ہے یاقوت نے اسکا لفظ بیر حا اور بارحا اور بیرحا وغیرہ بھی لکھا ہے۔

بیر عہن — [۷] مسجد قبا کے مشرق میں ایک باغ ہے اسمیں یہ کنواں ہے۔ اس کنوئیں کا حال

نواں باب

زیارت مقبرۂ حمزہ سید الشہداء کا حال

شامی قافلہ کا مدینہ پہونچنا

بتاریخ ۲۳ ذی قعدہ مطابق ۲۰۔ اگست ۱۹۵۳ء اتوار کے روز صبح کے وقت ملکِ شام یعنے دمشق سے وہ بڑا کارواں مدینہ میں وارد ہوا کہ جسکو حاج الشامی کہتے ہیں اسیطرح قاہرہ کے مصری قافلہ کو حاج المصری کہتے ہیں سنٹرل ایشیا کے ممالک کے تمام لوگ اسی راستہ سے حج کے لئے آتے ہیں ۱۹۵۳ء میں ان لوگوں کی تعداد ۷ ہزار آدمیوں کے قریب جمع ہوگئی۔

اہل مدینہ اس قافلہ کے آنے کا انتظار کئی سببوں سے کیا کرتے ہیں۔ اول تو اس قافلہ کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حجرۂ مبارک کے لئے نیا غلاف آیا۔ موجودہ پردہ پرانا ہوگیا تھا۔ دوسرے اس قافلہ کے ہمراہ اہل شہر کے وظیفے اور پنشنیں بھی آتی ہیں۔ تیسرے یہ کہ بہت سے مدنی اس قافلہ کے ہمراہ مدینہ میں واپس آیا کرتے ہیں۔ یہ قافلہ ہمیشہ ہر سال ۲۲ ذیقعدہ[سلہ]

سلہ۔ حرمین الشریفین کے لئے جسقدر تحائف قسطنطنیہ سے ہر سال روانہ کئے جاتے ہیں انکا کچھ حال یہاں لکھا جاتا ہے استنبول کے شہنشاہی محل کے سامنے رسول اللہ کے حجرۂ مبارک کے لئے نیا پردہ اور بہت سے ہدائے بھیجنے کے لئے بہت بڑا سالانہ جلوس منعقد ہوتا ہے۔ سلطان المعظم کی طرف سے جو تحفہ تحائف ارسال کئے جاتے ہیں انمیں علاوہ بیش قرار رقم نقد کے بڑے بڑے قیمتی شال دوشالے مخمل و کمخواب کے تھان وغیرہ ہوتے ہیں۔ ان چیزوں کو سلطانی توشک خانہ سے نکالکر سلطان المعظم کے روبرو خوبصورت اونٹوں پر بار کرتے ہیں۔ یہ اونٹ پھر معمولی دعا مانگنے کے بعد جلوس عظیم کے ہمراہ روانہ ہوتے ہیں تمام ترکی حکام اور اعلیٰ پاشا انکے جلوس میں ہمراہ رہتے ہیں۔ فوج اور ہمراہیوں کے ساتھ یہ جلوس قبا ناش کے گھاٹ پر پہونچتا ہے یہاں ہی تمام سامان و تحفہ تحائف اور اونٹوں کو سرکاری جہاز پر سپرد کرکے ایشیا کوچک کے بندرگاہ سفوطری پر جہاز سے خشکی پر اتار دیتے ہیں۔ اسجگہ یہ قافلہ کئی دن ٹھہرتا ہے تاکہ قسطنطنیہ اور دیگر ممالک کے عازم حج قافلہ میں جمع ہوجائیں۔ اسکے بعد یہ قافلہ یہاں سے دمشق کو روانہ ہوجاتا ہے۔

دمشق میں سنٹرل ایشیا کے تمام ممالک کے باشندے روم ایران۔ روس غرضکہ تمام ممالک کے عازم حج جمع ہوجاتے ہیں یہاں سے یہ عظیم قافلہ ترکی فوج کے بڑے اور مسلح و مستحکم بدرقہ کے ساتھ امیر الحاج کی ماتحتی میں جانب مکہ روانہ ہوتا ہے۔ سلطان المعظم کے شاہی تحائف تقریباً تین لاکھ روپے سے زیادہ کے

کی صبح کو مدینہ منورہ پہونچا کرتا ہے۔ اس سال اس عظیم قافلہ کے وارد ہونے میں ایک روز کی دیر لگ گئی اسلیئے لوگ مدینہ کی قرب و نواح کی حالت بد امنی پر خیال کرنے سے شامی قافلہ کیطرف سے بہت فکر مند ہو گئے۔

خیموں کا خوبصورت شہر

اس تاریخ کو رات کے وقت شیخ حامد کے تینوں بھائی جو مزدوں کے طور پر حاجیوں کے ہمراہ اس قافلہ کے ساتھ آئے تھے یکایک اپنے گھر میں داخل ہوئے۔ اور اپنے اونٹوں کے اوپر سے کود کر گھر میں گئے اور اپنی والدہ وغیرہ سے سلام و مصافحہ کر کے اور معانقہ کر کے خوشی میں زار و قطار رونے لگے۔

میں صبح کو سو کر اٹھا اور جلس کی کھڑکیوں سے بینے باہر کیطرف جھانکا تو کیا دیکھتا ہوں کہ برالمناخہ جو ریتلا میدان ہے اور جسمیں دو چار خیمے اونٹوں کے بالوں کے بدوی لوگوں کے لگے رہا کرتے تھے وہاں طرح طرح کی شکل اور وضع کا خیموں کا ایک بہت خوشنما شہر بسا ہوا ہے طرح طرح کے خیموں اور رنگا رنگ ڈیروں اور بے شمار آدمیوں اور غیر محدود جانوروں کی کثرت سے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جیسے کسی ساحر نے اس ریگستان میں طلسم کے زور سے یکایک ایک ہی رات میں خیموں کا شہر بسا دیا۔ ہر ایک خیمہ نئی نئی وضع اور شکل کا تھا۔ کوئی گول تھا کوئی مربع کوئی مستطیل۔ کوئی بند کوئی کھلا ہوا نظر آتا تھا۔ ترکی پاشا کا شامیانہ جسکی چوبوں پر گلٹ کا چمکدار کام تھا دھوپ میں خوب چمکتا تھا۔ اسکی رنگت شال کیطرح بہت چمکدار تھی اور ترکی حرم کی تمام نعمتیں وہاں موجود تھیں۔ اس عظیم الشان شامیانہ کے مقابلہ میں تمباکو بیچنے والے کا میلا اور سبز رنگ کا چھوٹا سا خیمہ جسکو راوٹی کہتے ہیں ایستادہ تھا۔ مطلب یہ کہ ادنیٰ سے لیکر اعلیٰ سب قسم کے خیمے یہاں لگے ہوئے تھے۔ یہ سب خیمے نہایت باقاعدہ اور قابل تعریف ترتیب سے نصب کیئے گئے تھے۔ جہاں کہیں بازار اور راستہ کی ضرورت تھی وہاں خیموں کی لمبی قطار لگا دی گئی اور جہاں راستہ چھوڑنے کی ضرورت نہ تھی وہاں خیمے پاس پاس بہت گنجان طور سے نصب کیئے گئے۔ اس عظیم الشان مجمع کی چہل پہل اور رونق شور و غل اور آدمیوں کی گھبراہٹ کا حال بیان کرنا ناممکن ہے۔ علی الخصوص لوگوں کی بولیں اور طرح طرح کی زبانوں کا حال نہیں لکھا جا سکتا۔ شام کی عظیم الجثہ تنومند اور سفید سانڈنیوں کے آگے حجاز کی سانڈنیاں مثل ٹٹوؤں کے چھوٹی چھوٹی نظر آتی تھیں۔ شامی سانڈنیوں کے گلے میں گھنٹی بندھ رہی تھی جنکی جھنکار دور تک جاتی تھی۔ انپر جو شغدف رکھے ہوئے ہوتے وہ مختصر سبز خیمہ کا نمونہ تھے

یہ شغدف انکی پشت پر بہت ہی ہلنے اور ادھر ادھر ہوتے رہتے تھے۔

تخت رواں خوبصورت اور خوشنما تخت رواں دو اونٹوں یا خچروں کے بیچ میں معلق چلتا تھا۔ تخت رواں دو جانوروں پر بندھا ہوتا ہے انمیں سے ایک جانور آگے اور ایک پیچھے ہوتا ہے بیچ میں تخت رواں چلتا ہے۔ تخت رواں کے اونٹوں کی ارغوانی اور زرد جھول تھی۔

دلول بدوی لوگ اپنی دلولوں[۱] کی ننگی پشت پر سوار او رہند کیطرح اسکے بالدار کوہان سے چمٹے ہوئے تھے۔ ارنفت۔ کرد اور ترکی فوج رسالہ کے غیر قواعد دان سوار بھی قافلہ کے ہمراہ تھے۔ انکا چہرہ ہنسی کے وقت بھی اتنا تند اور ترش تھا کہ جتنا اٹلی کے کاشتکاروں کا غصہ میں بھی نہیں ہوتا۔ ایرانی حاجی اپنے ضدی اونٹوں کو زبردستی گھٹنے کے بل بٹھلاتے تھے یا اپنے اڑیل گدھوں سے نیچے اتر کر انکے نہ چلنے کی شکایت کرتے تھے۔

کیمپ کی زندگی قہوہ چی۔ شربت فروش اور تباکو بیچنے والے اپنی اپنی چیزوں کے بیچنے کے لئے آوازے لگا رہے تھے۔ دیہاتی عرب اپنے اپنے بھیڑ۔ دنبہ اور بکری کے ریوڑ کے ریوڑ غل و شور مچاتے ہوئے گھوڑوں کی قطاروں کے بیچ میں سے لیجا رہے تھے۔ گھوڑے زور زور سے ہنہناتے تھے۔ کاٹتے لاتیں مارتے بلکہ الف ہو جاتے تھے۔ شہر کے لوگ قافلہ میں آکر اپنے دوستوں کو تلاش کرتے تھے۔ اپنے وطن کو واپس آئے ہوئے مسافر نہایت شوق اور محبت سے اپنے رشتہ داروں سے ملکر سلام اور معانقہ کرتے تھے۔ شوق زیارت سے بھرے ہوئے عارف و زاہد حاجی ایک دوسرے کو دھکا لگاتے ہوئے اور جلدی کے مارے اونٹوں کی ٹانگوں کے نیچے سے نکلتے ہوئے اور شوق زیارت حرم میں از خود رفتہ ہوئے ہوئے جلدی چلتے ہوئے خیموں کی رسیوں میں الجھ الجھ کر گرتے جاتے تھے۔ قلعۂ مدینہ سے قافلہ کی سلامی کے لئے توپیں فیر ہو رہی تھیں۔ توپوں کے چلنے سے بڑا شور ہو رہا تھا۔ دوکاندار سقے میوہ فروش اپنے نفع کے پیسوں کے لئے جھگڑ رہے تھے۔ لڑکے الگ شور و غل مچانے میں مصروف تھے۔

ارزہ۔ جنگی ناچ قوم حامدہ کے معمر شیخوں کی ایک جماعت اپنے عالیشان اور خوشنما

---

[۱] یہ لفظ زمانہ موجودہ کی عربی زبان کا ہے۔ اسکے معنے ناقہ (مادہ ناقہ) کے ہیں۔ حجاز میں ناقہ کا لفظ نسل کشی کے لئے جو سانڈنی ہو اسکے لئے بھی اور سواری کی سانڈنی کے لئے بھی بولا جاتا ہے۔

اونٹوں پر سوار تھی اُنکے آگے آگے جلو میں اُنکے نوکر چل رہے تھے۔ یہ نوکر آرْدَہ (جنگی ناچ) کا تماشا دکھلاتے چلتے تھے۔ اس ناچ کے مقابلہ میں ہیجڑوں کا ناچ بہتر ہوتا ہوگا۔ شیخوں کے یہ ملازم اپنی بندوق کا منہ اوپر کیطرف کرکے ہوا میں گولی چلاتے تھے۔ اور اپنے سے آگے چلنے والے لوگوں کی پنڈلیوں کے پاس بارود رکھکر اُس بارود میں آگ لگا دیتے تھے اور اپنی تلواروں کو دھوپ میں گردش دے کر چمکاتے تھے۔ یہ لوگ دیوانہ وار کودتے تھے جس سے انکی چمکیلی رنگ کی پوشاک ہوا میں اُڑتی تھی۔ یہ اپنے لمبے لمبے نیزوں کو جنپر شتر مرغ کے پروں کا جھنڈ بندھا ہوا تھا اوپر ہوا میں دور تک اچھالتے تھے وہ چاہے جہاں لگے اور چاہے جہاں گرے۔ کسی کو انکی کچھ پرواہ نہ تھی۔ نوکر اپنے آقاؤں کو اور آقا اپنے خیموں کی تلاش اور تجسس کرتے پھرتے تھے اور یا جمال کا نعرہ فضول لگاتے تھے۔ امراء اور رؤساء خچروں پر سوار۔ یا پیدل ہی چل رہے تھے۔ اُنکے آگے سے اُنکے غلام یا نوکر چاکر بھیڑ بھاڑ کو ہٹاتے تھے۔ وہ شغدف جب آپس میں ٹکرا جاتے تھے تو انکے اندر سے عورتیں اور بچے زور زور سے چلاتے تھے۔ اِن سب باتوں کے علاوہ ہوا کے زور سے اُس وقت موٹا ریت ایسے اُڑتا تھا کہ جس نے لندن کے کُہر کو بھی مات کر دیا۔ آفتاب کی کرنوں سے اس قافلہ کے ہتھیاروں اور خیموں اور شغدفوں کے پیتل کے کام خوب چمک رہے تھے۔ شامی قافلہ کا یہ مفصل بیان ناظرین کی دلچسپی کے لئے کر دیا گیا ہے۔

روانگی جانب جبل اُحد

اتفاق دیکھو کہ یہ تاریخ ہم نے شہدائے اُحد کی زیارت کے لئے مقرر کر رکھی تھی۔ چنانچہ حرم نبویؐ میں صبح کی نماز پڑھکر اور پستول (طپنچہ) اور چاقوؤں سے مسلح ہوکر ہم شہر مدینہ سے اُحد کیطرف روانہ ہوئے ہماری جماعت میں اِسوقت آدمیوں کا بڑا ہجوم تھا۔ سعد اور عمر آفندی بھی ہمارے ساتھ تھا یہ بیچارہ حسب معمول متواضع اور منکسر المزاج تھا۔ وہ اپنے گدھے پر سوار نہیں ہوا بلکہ اسکی لگام پکڑ کر چلنے لگا تاکہ اُسکو ہر دوسرے منٹ پر گدھے سے اُترنا نہ پڑے۔ میرے ہمراہ لڑکا محمد اور ایک دوسرا ملازم تھا اور شیخ حامد کے ہمراہ اُسکے چھ رشتہ دار تھے۔ برالمناخہ کی بھیڑ بھاڑ اور شور و غل سے بچکر ہم ذرا پھیر کھا کر مغرب کیطرف گئے پُل کو اور پھر سیلاب العتیج کے خشک نالہ کو

ﻟﻪ۔ حجاز میں عمر فاریا سرزمین ماسنہ میں جب اپنے دوستوں رشتہ داروں اور اپنے سے زیادہ امیروں سے ملتے ہیں تو تعظیماً گدھے سے نیچے زمین پر اُتر جانے کو تہذیب سمجھتے ہیں۔

جبوہ کوہ کے قلعہ کی جنوبی دیوار کے برابر برابر سے نکلتے ہوئے اور قلعہ کی شرقی فصیل بندی سے پار ہو کر باب الشامی سے نکلکر جبل اُحد کی طرف روانہ ہوئے۔ بہت دیر اسطرف بھی ہم زندہ انسانی کی بھیڑ میں سے نکلتے رہے۔ سانڈنیوں اور جنگلی گھوڑوں کے درمیان میں سے گدھے کا نکلنا اچھا منظر نہیں ہو سکتا۔ کچھ دِقت اور کچھ مشکل کے ساتھ اور ایک یا دو دفعہ گدھے سے گرنیکے بعد ہم شہر سے آگے جانب شمال ایک کھلے میدان میں پہونچے۔ اس میدان میں بھی مسافروں اور خیموں کی کثرت تھی۔ انمیں سے سڑک کے بائیں جانب ایک ٹیلہ پر امیر الحاج[1] یعنے سردار قافلہ کا چمکتا ہوا سبز رنگ کا شامیانہ سب سے زیادہ نمایاں تھا۔ اسکے پاس ہی قناتوں کی دیوار سے گھرا ہوا شامی یعنے سلطان کا محمل کھڑا ہوا تھا۔ محمل کی پوشش نہایت سبز رنگ کی تھی اور اسپر کلابتوں اور سلمہ ستارہ کا سنہری سچا کام نہایت سجل تھا جو جگمگ جگمگ ہو کر نظر کو اپنی چمک دمک سے خیرہ کرتا تھا۔ اُسکے گرد اگرد بڑے بڑے افسروں اور امیروں کے شامیانے نصب تھے۔ داہنے ہاتھ کیطرف وسیع نخلستان دور تک پھیلے ہوئے چلے گئے تھے اور بائیں طرف میدان میں کہیں کہیں کنوؤں اور حوضوں کے نشان باقی تھے جو حاجیوں کے آرام کیلئے بنائے گئے ہونگے۔

قبۃ السباق اس جگہ ہم دو عمارتوں کے پاس سے گذرے جو بہت مختصر بنی ہوئی ہیں۔ ایک عمارت کا نام قبۃ السباق ہے یعنے "سبقت لیجانیوالے کا گنبد"۔ اسجگہ رسول اللہ کے فنِ جنگ سے واقف اور بہادر اصحاب اپنی شہسواری کا فن دکھلایا کرتے تھے۔

مکان سیدنا زکی الدین دوسرا مکان سیدنا زکی الدین کا مکان یا مقبرہ ہے یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد میں سے ہیں۔ پھر ہم ایک ایسے میدان میں پہونچے

---

[1] جو پاشا اس کارواں کا افسر مقرر ہوکر آتا ہے اسکو امیر الحاج کہتے ہیں۔ یہ عہدہ بہت عزت اور آمدنی کا ہے جسقدر عازم حج یا حجاج حرمین الشریفین یا راستہ آمد و رفت میں مر جائیں یہ امیر اُن سبکے مال و اموال کا ذاتی وارث ہو جاتا ہے اور انکا مال اپنے تصرف میں لاتا ہے۔ یہ امیر قافلہ کو آگے لے چلنے اور ٹھہرانے کا اختیار رکھتا ہے اور قافلہ والوں کے تمام جھگڑے اور تنازعات کا فیصلہ کرتا ہے۔ غریب سے غریب ایرانی بھی جبتک اسکے پاس نقد نہ ہو موجود نہ ہوں اس راستہ سے حج کرنے نہیں آتا۔ پہلے پہل جس شخص کو امیر الحاج کا خطاب ملا وہ ابو بکرؓ تھے۔ کیونکہ سنہ ۹ھ میں ۳۰۰ مسلمانوں کے ہمراہ وہ مدینے سے مکہ حج کرنے گئے تھے۔ اس موقعہ پر اول بار تمام کافروں مشرکوں اور بت پرستوں کو سب سے پہلے کعبہ سے باہر نکالا گیا۔

کہ جو میدان قبا کے مشابہ تھا مگر سرسبزی اور زرخیزی میں اُس سے کم تھا یہاں ہمکو راستہ کے نشیب و فراز سے سواریوں پر دھچکے لگتے تھے۔ اس موقعہ پر جبل احد کی نسبت چند لفظ کہنا بے موقعہ نہ ہوگا۔

ایک عربی شاعر کا ایک شعر ہے جسکا مطلب یہ ہے کہ "وہ آنکھ ٹھنڈی رہتی اور شفا پاتی ہے جو جبل احد اور دونوں حرّہ[1] کیطرف دیکھتی ہے"

فضائل جبل احد

رسول اللہ نے اس پاک پہاڑ (جبل احد) کیطرف اشارہ کرکے فرمایا کہ اُحد ایسا پہاڑ ہے جو ہمکو دوست رکھتا ہے اور ہم اُسکو دوست رکھتے ہیں اور یہ پہاڑ جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ[2] ہے

---

[1] حرّہ کی اصل حار سے ہے جسکے معنے گرمی کے ہیں۔ دھوپ سے جلے ہوئے پتھروں کے تین سنگستان یا پہاڑیاں مدینہ کے پاس واقع ہیں انکے نام بھی حرّہ ہیں۔ انہیں سے ایک حرّہ کا بیان تو اس سے پہلے ہو چکا ہے۔ حرّہ کی دوسری پہاڑی جبل اُحد کے راستہ پر مدینہ سے جانب شرق کوئی ایک میل کے قریب ایک اور تیسری پہاڑی حرّہ ہے جسکو حرّہ واقم اور حرّہ زہرہ بھی کہتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ اسجگہ پہونچکر رسول اللہ آبدیدہ ہوئے اور فرمایا کہ "اس حرّہ سنگستان میں بہترین امت میرے بعد صحابہ کے مارے جائینگے"۔ یزید کی خلافت کے زمانہ میں رسول اللہ کی یہ پیشینگوئی پوری ہوئی۔ مدینہ کے لوگوں نے یزید کا فسق و فجور ظاہر ہونے پر اپنی جوتیاں پیروں سے نکالیں اور اپنے عمامے سر سے الگ کئے یہانتک کہ مجلس عماموں اور جوتیوں سے بھر گئی اس سے یہ مطلب تھا کہ ہم یزید کی بیعت سے اسیطرح الگ ہو گئے۔ یزید ملعون نے ایک بڑے فاسق اور گنہگار مسلم بن عقبہ مری کو ایک فوج عظیم کے ہمراہ مدینہ بھیجا اس شقی نے باوجود اسکے کہ وہ لنگڑا تھا اہل مدینہ کو سخت شکست دی اس جہت سے اس لڑائی کو واقعہ حرّہ کہتے ہیں۔ اس شقی نے دس ہزار اہل شہر ستر سو مہاجرین اور انصار اور علماء تابعین اور سات سو حافظ قرآن اور ۹۷ آدمی قوم قریش کے شہید کئے۔ یہ واقعہ ماہ ذی الحجہ ۶۳ ہجری میں ہوا ان شقیوں نے تین روز تک قتل عام کرکے مدینہ منورہ کو لوٹا۔ شہیدوں کا خون کوچوں اور گلیوں میں بہا بہا پھرتا تھا۔ کتوں نے مسجد النبوی میں آدمیوں کا گوشت کھایا اور ایکہزار عورتوں کی عصمت دری کیگئی۔ یزید نامردود کہتا تھا کہ مدینہ کو برباد کرنے سے مجھکو جنت ملیگی۔ اس مہلک بربادی سے مدتوں کے بعد مدینہ میں پھر رونق ہوئی۔ اس واقعہ کو مدینہ کے لوگوں نے اب فراموش کر دیا ہے گو تواریخ میں یہ ہمیشہ یادگار رہیگا۔ لوگ اب اسجگہ کو نہیں جانتے اور کتابوں میں بھی یہ بات مشتبہ طور سے تحریر ہے۔ کہ آیا یہ حرّہ اُسی جگہ پر تو نہیں ہے کہ جہاں غزوۂ خندق کی خندق کھودی گئی تھی۔

[2] اسکا مطلب یہ ہے کہ قیامت کے روز اُن سے یہی سلوک کیا جائیگا۔ بہت سے لوگوں کا خیال ہے کہ اُحد جنت کے چار پہاڑوں میں سے ایک پہاڑ ہے۔ باقی تین پہاڑ جنت کے طبرانی نے عمرو بن عوف سے روایت کی ہے یہ ہیں۔ طور سینا[1] لبنان[2] اور ورقان جو مکہ کی راہ پر واقع ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ بیت اللہ (کعبہ) چھ پہاڑوں کے پتھروں سے بنا ہے۔ یعنی ابو قبیس[1] طور سینا[2] قدس[3] (بیت المقدس) ورقان[4] رضوی[5] (ینبوع کے نزدیک) اور چھٹا پہاڑ احد[6]۔ بعض کہتے ہیں کہ جب حضرت رب العزت جل جلالہ وعم نوالہ نے جبل طور پر تجلی فرمائی اُسوقت چھ پہاڑ عظمت الٰہی سے ٹکر اُڑ گئے انمیں سے تین مدینہ میں آگرے۔ اُنکے نام احد۔ ورقان۔ اور رضوے ہیں۔ اور تین مکے میں آگرے اُنکے نام حرا (جسکو علی العموم آجکل جبل نور کہتے ہیں) ثبیر (اسکو قدیم زمانہ میں جبل رنا کہتے تھے) اور جبل ثور ہیں۔

پر ہوگا۔ اور یہ عیر ایک پہاڑ ہے کہ ہمارے ساتھ دشمنی رکھتا ہے اور ہم اُسکے ساتھ دشمنی رکھنے پر اور یہ عیر[1] جہنم کے ایک دروازہ پر ہوگا۔ جبل اُحد نے رسول اللہ کو ایک موقعہ پر خطرہ سے پناہ دی۔ اسلئے قیامت کے روز اسکو یہاں سے اُٹھا کر جنت میں نصب کرینگے۔ اور جبل عیر نے جو جبل احد کے پاس ہے سخت شدت پیاس کی حالت میں رسول اللہ کو پانی نہ دیا اسلئے وہ بروز حشر ہمیشہ کے لئے یہاں سے اُٹھا کر جہنم میں ڈال دیا جائیگا۔

محققین علمائے اسلام کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقط جنّ وانس وملائکہ کیطرف مبعوث نہیں ہوئے بلکہ ساری مخلوقات اور تمامی موجودات کے رسول ہیں یہانتک کہ نباتات اور جمادات کے بھی۔ اسی وجہ سے بھیڑئے کا بولنا۔ اُسطوانہ حنانہ کا رونا۔ سنگریزوں کا گواہی نبوّت دینا آپکے معجزات مشہور ہیں۔ اسی سبب سے ان دونوں پہاڑوں کو آپ سے محبت اور عداوت تھی۔ ؎

سرِ حبِ ازلی در ہمہ اشیا جاریست ‖ ورنہ بر گل نہ زدے بلبلِ مسکیں فریاد

اُحد کی شہرت کے سبب

جبل اُحد کی موجودہ شہرت اول تو اُس غار[2] کے سبب سے ہی کہ جس میں رسول اللہ نے اُسوقت پناہ لی کہ جب دشمنوں نے آپکا تعاقب کیا۔ دوسرے اُن چند چشموں[3] کے سبب سے ہے کہ جنکا پانی رسول اللہ نے نوش فرمایا تیسرے غزوہ احد کے سبب سے ہے اسلئے کہ یہاں رسول اللہ سے مشرکین عرب کی سخت لڑائی ہوئی تھی جو تاریخ اسلام میں نہایت مشہور ہے۔

غزوۂ احد

غزوۂ احد ۱۱ شوال ۳ھ مطابق ۲۶ جنوری ۶۲۵ء میں واقع ہوا۔ رسول اللہ کے ہمراہ سات سو جانباز اصحاب تھے اور مشرکوں کے لشکر کی تعداد تین ہزار (۳۰۰۰) تھی اور سردار مشرکوں کا ابوسفیان تھا۔ اس غزوہ میں رسول اللہ کا دندانِ مبارک شہید اور شفت شریف زخمی ہوئے

دوزخی پہاڑ عیر

[1] عیر کے معنے جنگلی گدہے کے ہیں اور اُحد مشتق ہے لفظ احد سے جسکے معنے ایک ہیں۔ جبل احد اہلِ ایمان اور توحید کا نصرت گاہ ہے اسواسطے یہ نام اسکا کہ اس معنے کی خبر دیتا ہے رکھا گیا۔ جسکا مطلب ہے کہ جو لوگ خدائے واحد کی پرستش کرتے ہیں یہ انکی فتح کی جگہ ہے۔ علمائے اسلام کا بیان ہے کہ جسطرح اہل مدینہ رسول اللہ کی شان میں دو قسم کے ہوئے ہیں۔ مخلص اور دشمن۔ اسی طرح سے یہ دونوں پہاڑ بھی آپ کے دوست اور دشمن ہوئے۔

[2] یہ غار بھی زیارت کی جگہ ہے مگر میں وہاں نہیں گیا اسلئے کہ لوگوں نے مجھے یقین دلایا کہ وہاں کوئی چیز قابل دید نہیں ہے بہت سے حاجی وہاں بالکل نہیں جاتے۔

[3] رسول اللہ کے زمانہ میں جبل احد سے ۳۰۰ چشمے جاری تھے انمیں سے اب صرف دس یا بارہ جاری ہیں۔

اور سید الشہداء حمزہؓ رسول اللہ کے عم مکرم شہید ہوئے۔

قبۂ ہارون

جبل اُحد کی بلند ترین چوٹی پر قبۂ ہارون ہے یعنے ہارون علیہ السلام کی قبر پر ایک گنبد بنا ہوا ہے۔ یہ قبہ اب قریب الانہدام ہے اور کہتے ہیں کہ یہ سات[ف۱] پہاڑیوں کی چوٹی پر بنا ہوا ہے۔ یہاں تک بڑی مشکل سے چڑھا جاتا ہے۔ مدنی کہتے ہیں کہ ایک بار ایک عرب کا یہاں چڑھتے چڑھتے سانس پھول گیا تو اُس نے اِس قبہ کی دیوار پر یہ الفاظ نقش کرا دئے۔

ملعون ابن ملعون   من طلع قبۃ ھارون

یعنے جو شخص قبۂ ہارون پر چڑھے گا وہ ملعون ابن ملعون ہوگا۔

نیک مسلمان ہر ایک جمعرات کو مسجد النبویؐ میں فجر کی نماز ادا کر کے جبل اُحد کی زیارت کے لئے جاتے ہیں اور وہاں شہداء اُحد کے لئے فاتحہ پڑھکر دعا کرتے ہیں اور زیارت کی متعلق تمام باتوں کو انجام دے کر واپس ہوکر حرم نبویؐ میں پھر ظہر کی نماز آکر پڑھتے ہیں۔ ۱۲ رجب کو مدینہ سے زائر بکثرت جبل اُحد جاتے ہیں اور وہاں میدان میں خیمے لگا کر تین یا چار روز تک رہتے ہیں۔ اور علی العموم جیسا کہ حج یا بزرگان دین کے عرس پر ہوتا ہے زائر وہاں طرح طرح کے کھانے پکا کر کھاتے ہیں اور زندہ دلی کے ساتھ اپنا وقت گذارتے اور عبادت ادا کرتے ہیں۔

مستراح

آدھ گھنٹہ تک سواری پر چلنے کے بعد ہم ایک ٹھہرنے کی جگہ پر پہونچے جسکو مستراح کہتے ہیں یہاں اسلئے ٹھہرتے ہیں کہ غزوۂ اُحد کے لئے تشریف لیجاتے وقت اس جگہ رسول اللہ نے دو چار منٹ بیٹھکر آرام لیا تھا۔ اِس جگہ کے گرداگرد ایک چوک سا بنا دیا گیا ہے اس مربع کے گرداگرد کی دیواریں چھوٹی ہیں اور اندر سفیدی پھری ہوئی ہے معلوم ہوتا تھا کہ وہ ابھی حال میں بنائی گئی ہیں۔ زائرین اس مربع کے اندر نماز پڑھکر دعا مانگتے ہیں۔ اس مربع کے باہر مدینہ کی سمت میں کھردرے پتھروں کی ایک کرسی نما وضع بن رہی ہے۔ میرے مزوّر نے مجھکو یہاں بٹھا دیا اور ایک دعا مختصر سی مجھکو یہاں پڑھائی۔ دعا کے بعد فاتحہ اور کلمۂ شہادت پڑھکر ہم اپنے گدھوں پر پھر سوار ہوکر آگے روانہ ہوئے۔ یہاں سے ہمکو دوسری حرہ کی پہاڑی نظر آتی تھی۔ یہ پہاڑی راستہ کے داہنے اور بائیں دونوں طرف واقع ہے مگر میں نے وہاں جاکر بغور نہیں دیکھا کہ ان

ف۱ اسکا مطلب یہ ہے کہ چھ بلندیوں کو عبور کرکے زائر کو یہاں ساتویں پر پہونچنا ملتا ہے۔ اس قبہ کی زیارت کے لئے چڑھنے اور پھر اُترنے میں ۸ یا ۹ گھنٹے لگتے ہیں۔ میری رائے میں گرمی کے موسم میں یہاں چڑھنے کا ارادہ نہ کیا جائے۔

پہاڑی کا پتھر کس قسم کا ہے۔

باغات و چشمۂ احد

پھر ہم اُحد کے باغوں میں پہونچ گئے۔ یہ قبا کے باغوں کے مشابہ ہیں۔ مگر وسعت میں اُن سے بہت ہی کم ہیں۔ یہاں ہم سبزہ زار میں آگئے جہاں سر درختی اور سبزی کی افراط تھی۔ یہاں ایک خشک نلہ تھا جسکے کنارے بلند تھے۔ ریت اور بڑے بڑے پتھروں کی موجودگی ظاہر کرتی تھی کہ یہ نلہ بہت زور سے بہتا ہوگا۔ یہ نلہ کوہِ اُحد کے جنوبی دامن کیطرف بہتا ہے جو میدان مدینہ کا ایک حصہ ہے جنوب اور جنوب مشرق کی تمام سطح مرتفع کا پانی بارش میں بہکر اسی نلہ میں جمع ہوتا ہے۔ بارش میں اس نلہ کو عبور نہیں کر سکتے بلکہ بعض اوقات اسکے پانی سے آس پاس کے باغات میں سیلاب آجاتا ہے۔ اغلباً اس چشمہ کا پانی میدان کی شمالی پہاڑیوں میں جو غابہ کا میدان یا چشمہ ہے وہاں جاتا ہوگا۔ معتبرین کا بیان ہے کہ بہت پانی یہاں ٹھرتا نہیں بلکہ مدینہ کے مغربی جانب کے گھاٹوں میں سے گذرتا ہوا بندرگاہِ وجہہ کے نزدیک بحرِ قلزم میں جاکر ملجاتا ہے۔ اس نلہ کے جنوب میں ٹیلہ پر ایک گاؤں آباد ہے اُسمیں کئی عظیم الشان اور پختہ مکانات امراء مدینہ کے بنے ہوئے ہیں۔ یہ مکانات بہت ٹوٹے پھوٹے ہیں شہر مدینہ کے امراء عابد و زاہد تبدیلی آب و ہوا۔ سیر و تفریح اور سیدنا حمزہؓ کے مشہد کی زیارت کی نیت سے آکر اکثر ان مکانات میں رہا کرتے ہیں۔ اس نلہ کے ریتہ میں ہمارے گدھوں کے پاؤں ٹخنہ ٹخنہ تک نیچے اُتر گئے۔

میدان لڑائی اُحد

پھر ہم شمال کی طرف پہونچے اور ایک ڈھلوان جگہ پر گدھوں سے نیچے اُتر گئے۔ ہم اب غزوہ اُحد کے میدانِ جنگ میں کھڑے تھے۔ یہ جگہ جو تاریخ اسلام میں نہایت مشہور ہے ڈھلوان زمین کا ایک قطعہ ہے جو کوہِ اُحد کے جنوبی دامن سے ملی ہوئی ہے۔ لشکر کفار اس نلہ میں سے ہلال کی شکل میں آگے بڑھا۔ اُس وقت لشکر کا جرنیل ابوسفیان مع اپنے بتوں کے قلبِ لشکر میں تھا۔ یہ جگہ مدینہ سے جانبِ شمال تین میل کے فاصلہ[1] پر ہے۔ زائر کو اس جگہ جو کچھ نظر آتا ہے وہ سخت پتھریلی زمین ہے۔ جابجا سُرخ پتھر اور سنگِ سماق اور سفید پتھروں کے چھوٹے چھوٹے ڈھیر ہیں۔ یہ پتھروں کے متفرق ڈھیر اُن جگہونکو

[1] بہت سے عرب مورخین کا بیان ہے کہ اُحد مدینہ سے جانبِ شمال صرف دو میل ہے۔ الادریسی نے اس جبل کو مدینہ سے بہت ہی قریب بتلایا ہے۔ اور لکھا ہے کہ جبل احد مدینہ سے ۶۰۰۰ قدم ہے۔ بعض یوروپین مؤرخین نے احد کو مدینہ سے ۶ میل دور لکھدیا ہے یہ بھی غلط ہے۔ مدینہ اور جبل احد میں ۳ میل کا فاصلہ ہے۔

ظاہر کرتے ہیں کہ جہاں اصحاب رسول اللہ جنگ اُحد میں شہید ہوئے[له] اور دفن کئے گئے۔ اسجگہ سے دیکھنے سے جبل اُحد کچھ خوفناک اور ہیبتناک نظر آتا ہے۔ اس پہاڑ کے خشک اور جھلسے ہوئے اور دندانہ دار دونوں طرف کے بازو میدان میں مثل لوہے کے ڈہیر کے بلند کھڑے ہیں لشکر اسلام کی پشت پر ایک شگاف دو پہاڑوں میں تھا۔ اُدھر سے اندیشہ اسبات کا تھا کہ دشمن پشت پر سے آکے حملہ کریں اسلئے رسول اللہ نے پچاس تیر اندازوں کو وہاں متعین کیا اور فرمایا کہ اس درہ کی تم خبر رکھو کفار ادہر سے قصد کریں تو تم تیر باراں سے دفع کیجیو اور کسی حال میں خواہ ہماری فتح ہو یا شکست تم اسجگہ سے مت ہٹنا۔ مگر کفار کے بھاگنے سے جب لوگ مال غنیمت کے لوٹنے میں مشغول ہوئے تب یہ تیر انداز بھی عدول حکمی رسول اللہ کی کرکے وہاں سے آگے بڑہکر مال غنیمت لوٹنے میں مصروف ہو گئے۔ اُسوقت درہ کو خالی دیکھکر خالد بن ولید معہ لشکر کفار عقب سے لشکر اسلام پر آپڑے یہی شگاف اس ہیبتناک پہاڑ میں صرف ایک درہ ہے۔ یہاں اسقدر گرمی پڑتی ہے کہ یہاں کوئی بھی سبز جھاڑی یا درخت نہیں اُگتا۔ نہ کوئی پرندہ یا جانور اس پہاڑ کے اطراف میں نظر آیا۔ بلکہ اس بے برگ و بار پہاڑ کی صاف چٹانی چوٹی پر دہوپ کی چمک پڑنے سے یہ پہاڑ اور بھی زیادہ کریہ المنظر دکھلائی دیتا تھا۔ میں وہاں سے اپنی نگاہ ہٹا کر بہت خوش ہوا۔

مسجد و مشہد حمزہ رضہ

مذکورہ بالا کے شمال میں پہاڑ کی جانب جو راستہ جاتا ہے اُسکے بائیں جانب مسجد حمزہ رضہ ہے۔ یہ مسجد بھی مثل حرم مدینہ کے سجد ہی ہے اور اسی میں حمزہ رضہ کا مقبرہ بھی ہے۔ یہ ایک مختصر مگر مضبوط اور سنگین عمارت تراشے ہوئے پتھروں کی بنی ہوئی ہے جنوب کی طرف صرف ایک دالان ہے جسپر چھت بنی ہوئی ہے اور ایک معمولی مینار ہے۔

نقشہ مشہد حمزہ رضہ

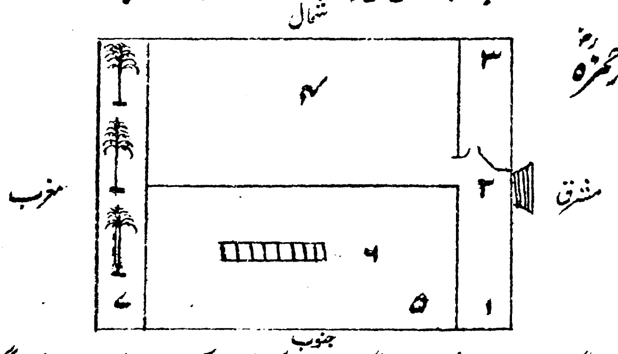

له کہتے ہیں کہ اس جنگ میں ستر (۷۰) اصحاب شہید ہوئے مگر پتھروں کے ڈہیر مجھکو اس تعداد سے تین گنا زیادہ معلوم ہوئے۔

(۱) ستنبہ (۲) دروازہ
(۳) یہ راستہ بینار کو جاتا ہے۔ (۴) صحن
(۵) دالان مسقف (۶) مقبرہ سید الشہدا حمزہؓ
(۷) زاویہ اور درخت ہائے کھجور۔

اس عمارت کے مغربی بازو پر ایک زاویہ[1] بنا ہوا ہے۔ یہاں مدینہ کے مشہور صوفی اور بزرگ محمد السمان (گھی فروش) اکثر آکر عبادت کرتے اور مراقبہ میں مشغول رہتے ہیں۔ انہی کا لڑکا کا شیخ میر امز ور ہے۔ اس عمارت کے مشرقی جانب نصف بازوئے عمارت نکلا ہوا ہے جسمیں سے ایک چھوٹا سا دروازہ جنوب کیطرف۔ ایک سَتنبَہ یا سنگین چبوترے پر جو پانچ یا چھ فٹ بلند ہے کھلتا ہے۔ اس چبوترہ سے اس مقبرہ کا مربع پورا ہو جاتا ہے۔

راستہ کے داہنی طرف مسجد حمزہؓ کے مقابل ایک بڑا مکان ہے جو آجکل ٹوٹ پھوٹ رہا ہے اسمیں ایک بہت گہری سرنگ ہے جسمیں سے راستہ ایک کنوئیں کو جاتا ہے۔ اس کنوئیں یا باولی کے چاروں طرف بڑے بڑے چبوترے بن رہے ہیں جن پر بیٹھکر مسافر آرام کرتے ہیں اس مکان کے آگے جبل اُحد کی جانب چند چھوٹے چھوٹے مکانات اور ہیں جنکا حال ذیل میں درج ہے۔

زیارت قبر حمزہؓ

مسجد حمزہؓ کے مقابل میں جو چبوترہ بن رہا ہے وہ سایہ دار ہے درختوں کا سایہ اسپر ہوتا ہے۔ اس چبوترہ پر چند ترکی خواتین برقع پوش بیٹھی تھیں۔ اُن عورتوں سے کچھ فاصلہ پر اُنکے خاوند اور انکے ملازم گھوڑوں اور گدھوں کو پکڑے ہوئے زمین پر بیٹھے ہوئے تھے۔ اور بدوی لڑکوں لڑکیوں اور بڈھی عورتوں کا ایک گروہ اُنکے گرداگرد خیرات مانگنے اور پانی چاہ سے کھینچکر لا کے دینے اور خشک کھجوریں فروخت کرنیکے لئے موجود تھا۔ یہ لوگ متولی مزار کا انتظار کر رہے تھے جو باوجود بلوانے کے ابھی تک وہاں نہیں آیا تھا۔ نصف گھنٹہ تک اسکا فضول انتظار کرنے کے بعد ہم نے خود ہی زیارت کی رسمیں ادا کرنیکا مصمم ارادہ کر لیا۔ ستنبہ پر اسکی سیڑھیوں کے ذریعہ سے چڑھکر کہ جو اس مشہد کی مشرقی دیوار کے نصف تک پھیلا ہوا ہے شیخ حامد نے مجھکو قبر حمزہؓ کے عین مقابل میں کھڑا کر دیا۔ وہاں مزور نے مجھسے مقررہ دعا۔ فاتحہ اور کلمات شہادت پڑھوائے اور دارین کی بھلائی کے لئے توسل امداد کی استدعا اور دعا کی۔ یہ دعا ہم نے جلتی ہوئی دہوپ میں کھڑے ادا کی۔

[1] شمالی آفریقہ میں زاویہ ہندوستان اور ایران اور مصر کے تکیہ کے مشابہ ہوتا ہے۔ یہ اصل میں ایک خانقاہ ہوتی ہے جہاں ایک یا کئی درویش رہتے ہیں۔ کہیں کہیں خانقاہ میں مسجد اور مدرسہ بھی ہوتا ہے۔

ہم یہ دعا ختم کر ہی چکے تھے کہ ایک نہایت تیز رفتار سانڈنی پر اس مزار سید الشہداء کے متولی محمد خلیفہ (یہ متولی اولاد حضرت عباسؓ میں سے مقرر ہوتا ہے) کا نائب وہاں آیا۔ متولی مذکور کے پاس مسجد حمزہؓ اور مزار حمزہؓ کی کنجیاں رہتی ہیں۔ زائرین جس قدر نذر و ہدایا چڑھاتے ہیں وہ سب متولی کا حق ہوتا ہے۔ یہ مزار اُن ترکی زائرین کے لئے کھلنے والا تھا میں بھی ٹھہرا تا کہ اندرون مزار بھی دیکھ لوں۔ یہ عرب اپنی سانڈنی سے اُترا۔ ایک عجیب وضع کی کنجیوں کا گچھا اسکے پاس تھا اُس نے ترش روئی سے مجھکو حکم دیا کہ یہاں سے ہٹ جاؤ اور دروازہ کے سامنے سے دور ہو جاؤ جب میں ہٹ گیا تو اس نے قفل کو بجا بجا کر دھیرے دھیرے کھولنا شروع کیا۔ اور جہانتک اُس سے ہوسکا نالہ کو بلا بلا کر شور کیا۔ اس شور کا سبب اغلباً یہ ہوگا کہ شہداء کی ارواح جو یہاں عبادت کیا کرتی ہیں ہٹ جائیں اور دنیا دار کی ناپاک آنکھ اُن پر نہ پڑے۔ مقبرہ حمزہؓ میں کوئی خاص بات قابل تعریف نہیں ہے۔ مسجد کی عمارت قبا کی مسجد کے مانند ہے مگر مسجد اُس سے چھوٹی ہے مزار کے قبہ میں ہانڈیاں اور لیمپ اور شتر مرغ کے انڈے لٹک رہے ہیں۔ عربوں کے مقبروں میں زیبائش کے لئے صرف اتنا ہی سامان کافی سمجھا جاتا ہے۔ دیواروں پر چند آیات اور کچھ اشعار کندہ ہیں جو نہایت خوشخط لکھے ہوئے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ زمانہ حال کے لکھے ہوئے ہیں۔ رواق کے نیچے حمزہؓ کی قبر ہے جس پر [2] سیاہ پتھروں کا ڈھیر ہے۔ قبر کی وضع محدب ہے۔ قبر پر کوئی کسوت (چادر) نہیں پڑی ہے۔ قبر کے چاروں طرف لکڑی کا کٹہرا لگا ہوا ہے۔ حمزہؓ کے سر کے پاس جانب غرب ایک محدب قبر جس پر سفیدی ہو رہی ہے عبداللہ بن جحش رضؓ کی ہے۔ انکا کچھ حال معلوم نہ ہوسکا کہ یہ کون تھے۔ اسی احاطہ میں ایک ایسی ہی قبر اور ہے جسکو شماس بن عثمانؓ کی قبر کہتے ہیں مگر ان صحابی کا بھی حال معلوم نہیں ہوا کہ یہ کون تھے۔ پھر ہم

ﻪ۱ بعض مورخین کا بیان ہے کہ جنگ اُحد کے ۴۶ سال کے عرصہ بعد سیل کے پانی سے بعض شہداء کی قبور شریفہ کھل گئیں تو نعشیں کفن میں ویسی ہی تر و تازہ نکلیں کہ گویا کل ہی دفن ہوئی ہیں۔ بعض کو انہیں سے دیکھا کہ اپنے زخم پر ہاتھ رکھکر ویسے ہی رہ گئے ہیں۔ جب ہاتھ کو زبردستی جدا کیا تو زخم سے خون جاری ہو گیا اور جب ہاتھ کو چھوڑا تو وہیں زخموں کی جگہ پر پہونچ گیا۔

ﻪ۲ ابن جبیر کے زمانہ میں قبر سید الشہداء کا رنگ سرخ تھا۔

ﻪ۳ شہیدوں اولیاء اور بزرگوں کی قبروں پر ہمیشہ ایک سبز چادر پڑی رہتی ہے جس پر لمبی لمبی سفید سفید حروف سلے ہوئے ہوتے ہیں میں یہ پوچھنا بھول گیا کہ آیا سید الشہداء حمزہؓ کی قبر سے چادر عارضی طور سے ہٹالی یا اس پر ڈالی ہی نہیں جاتی۔ اس مقبرہ میں یہ سب قبور نئی معلوم ہوتی تھیں۔ برکھارڈٹ کہتے ہیں کہ اسکے زمانہ میں یہ سب قبریں کچی تھیں اور صرف پتھر ادھر ادھر رکھے ہوئے تھے۔ معلوم نہیں اس تیسرے شہید کی قبر کیا ہوئی کہ جسکی قبر بھی حمزہؓ کے پاس ہونا بیان کیا جاتا تھا

مغربی دیوار کے شمالی حصہ میں ایک دروازہ سے نکلے اور ایک چھوٹا سا نخلستان اور ایک کنواں دیکھا۔ اسکے بعد متولی کو ایک ڈالر دے کر ہم مسجد اور مقبرہ حمزہؓ سے روانہ ہوئے۔ متولی نے اقرار کیا کہ وہ سورۂ یٰسین ایک بار اور سورۂ اخلاص ۱۱ بار پڑھکر اسکا ثواب مجھے بخشدیگا۔ اور میرے لئے دعاء خیر کرے گا۔

صہرج

مسجد سے نکلکر ہم چند قدم کوہ احد کیطرف چلے۔ ہمارے بائیں طرف ایک عظیم الشان صہرج یا تالاب تھا۔ وہاں ہم اسلئے نہ گئے کہ ترکی خواتین وہاں غسل کر رہی تھیں ترکی حاجیوں نے پکار کر ہم سے کہدیا تھا کہ وہاں نہ جانا۔ یہ تالاب تراشے ہوئے پتھروں کا بنا ہوا ہے اور اسمیں سیڑھیاں بنی ہوئی ہیں۔ اصل میں یہ تالاب سیل کے بہتے ہوئے پانی کو روکنے کے لئے بنایا گیا ہے۔

دیگر شہداء اُحد کے مقابر

پھر ایک مختصر مربع میں ہم نے فاتحہ اور دعا پڑھی۔ اسکی چار دیواری نہایت چھوٹی اور قلعی سے سفید ہو رہی ہے۔ اس مربع میں چند قبریں ہیں جنپر پتھر پھیلے ہوئے تھے۔ یہ قدیم زمانہ سے عربوں کی سادگی چلی آتی ہے۔ بدوی لوگ اپنے مردوں کی قبروں پر اب تک نشان کے لئے چار پتھر رکھتے ہیں۔ ایک سر کی طرف ایک پیروں کی طرف اور دونوں پہلوؤں کیطرف دو پتھر۔ قبر کو وسط میں سے وہ مٹی کے ڈھیر سے مسنم بنا دیتے ہیں (یعنے اونٹ کے کوہان کی مانند) بلکہ زیادہ تر وہ قبر کو مسطح (ہموار) بناتے ہیں اسلئے میرا خیال ہے کہ رسول اللہ کے مرقدِ مبارک کی ابتدا ً شکل مسطح ہی ہوگی۔ اس احاطہ میں غزوۂ احد کے کئی شہید صحابہ مدفون ہیں۔

قبۃ الثنایا

دعا اور فاتحہ پڑھکر ہم جبل احد کے دامن کے بہت ہی نزدیک ایک اور مختصر عمارت میں گئے اسپر معمولی طور کا گنبد بنا ہوا ہے۔ اس گنبد کے چاروں طرف چار دیواری کھنچی ہوئی ہے۔ اس عمارت کی شکست و ریخت کی مرمت کی ضرورت ہے۔ یہاں رسول اللہ نے نماز پڑھی اور شہداء احد کے لئے دعا مانگی تھی۔ اس مکان کا نام قبۃ الثنایا ہے اس قبہ میں رسول اللہ کے اگلے دانت مدفون ہیں۔ اسکی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ پانچ کفار نے یہ قسم کھائی تھی کہ ہم غزوۂ اُحد میں رسول اللہ کو قتل کر دینگے۔ ان میں سے ایک ابن قمیۃ تھا۔ اس نے رسول اللہ کیطرف اسقدر پتھر پھینکے اور اسکا نشانہ اتنا ٹھیک لگتا تھا کہ رسول اللہ کے خود کے دو حلقے رخسار مبارک میں گھس گئے اور آپکی پیشانی سے مونچھوں تک خون بہہ کے آیا۔

آپ نے اپنے چوغہ (عبا) سے وہ خون پونچھ لیا زمین پر نہیں گرنے دیا۔ پھر عتبہ بن ابی وقاص نے ایک پتھر رسول اللہ کے کھینچکر مارا جسکے لگنے سے آپکا نچلا ہونٹ چر گیا اور آپکا سامنے والا ایک دانت[2] ٹوٹ کر باہر نکل پڑا۔ محراب کے بائیں طرف ایک دیوار میں اسقدر نیچے کہ وہاں تک انسان کا سینہ جا سکے ایک مربع پتھر لگا ہوا ہے۔ اس پتھر پر شیخ حامد نے مجھکو ایک دانت[1] کا نشان دکھلایا۔ شیخ حامد نے اسکو بڑے ادب سے چوما اور پھر مینے بھی ایسا ہی کیا۔ اسکے بعد ہم نے دو رکعت نماز پڑھی۔

دیوار پر لکھنے کا دستور

اسکے بعد مجھکو شیخ حامد نے دیوار پر ایک کتبہ دکھلایا جسمیں رسول اللہ کے اصحاب کی تعریف لکھی ہوئی تھی مگر ابوبکرؓ کا نام اُڑا ہوا تھا جو کسی پرجوش شیعہ کا کام معلوم دیتا ہے بلکہ اس گمنام شیعہ پر میرے ہمراہیوں کو نہایت غصہ آیا۔ پھر مینے پاس ہی دیوار پر ایک فارسی شعر لکھا ہوا دیکھا جسکا مطلب یہ تھا کہ "میں اپنی زندگی یعنے عمر سے دق اور بیزار ہوں اسلئے کہ اسمیں عمر[3] کا نام آتا ہے"۔

انگریز سیاح جہاں کہیں اول جایا کرتے تھے وہاں نشانی کے طور پر دیوار پر اپنا نام یا کوئی شعر وغیرہ لکھدیا کرتے تھے اب یہ بات ترک ہوتی جاتی ہے۔ مگر معلوم ہوتا ہے کہ یہ دستور قدیم یونانیوں اور ایرانیوں میں بھی تھا مصر میں بھی یہ دستور تھا۔ اب مشرقیوں میں یہ عادت زیادہ ہے۔ وہ کسی عمارت کی سفید دیواروں پر اگر موقعہ ملجاتا ہے تو نظم یا نثر لکھے بغیر باز نہیں رہتے۔ ان خیالات سے متاثر ہو کر مینے بھی ایک پنسل نکالی اور قبتہ الثنایا پر یہ نشانی لکھدی۔

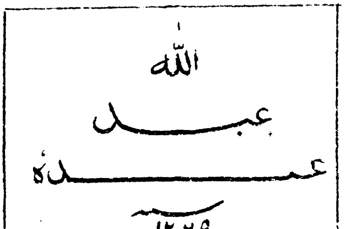

عبداللہ کی نشانی

عبداللہ - خدا کا بندہ - ۱۲۶۹ سنہ ہجری

[1] پہلے اسجگہ پتھر کی ایک تختی دکھلائی جاتی تھی اسپر انسان کے سر کا نشان تھا۔ کہتے ہیں کہ اس پتھر پر رسول اللہ نے اپنا سر ٹکایا تھا۔ اسکا یہ نشان پڑ گیا تھا۔ اب وہ تختی خدا جانے کیا ہوگئی۔ اب صرف دانت کا نشان رہگیا ہے۔

[2] بعض مورخین کا بیان ہے کہ اس پتھر سے رسول اللہ کے چار دانت ٹوٹ کر باہر نکل پڑے تھے مگر یہ مبالغہ ہے۔

[3] فارسی خط میں لفظ عمر (زندگی) اور مقصود خلیفۂ دوم (عمرؓ) کا نام یکساں لکھا جاتا ہے۔ اس سے اس ذو معنے لفظ کا مطلب سمجھا جاسکتا ہے۔

اس قبہ سے نکل کر چند قدم ہم بائیں جانب گئے پھر شمال کیطرف چند قدم چلکر کل شہداءِ احد پر دعا اور فاتحہ اور سلام پڑھا۔

غارِ جبلِ احد

پھر ہم چند قدم اور آگے گئے اور اپنے آپ کو اس غار میں سمجھکر جس میں رسول اللہؐ نے پناہ لی تھی۔ وہاں بھی سلام اور دعا اور فاتحہ پڑھی۔

قبۃ المسرٰی

بعدازاں اسی راہ سے واپس ہوکر کہ جس راستہ سے آئے تھے یعنے نلہ کی تہ میں سے واپس ہوکر ہم ایک قبہ کے سامنے کھڑے ہوگئے کہ جو ہم سے کچھ فاصلہ پر بنا ہوا تھا۔ یہ قبہ بھی قبۃ الثنایا کی مانند بنا ہوا ہے۔ اس قبہ کا نام قبۃ المسرٰی ہے۔ اور جیسے اسکے نام سے ظاہر ہوتا ہے یہ وہ جگہ ہے کہ جہاں سید الشہداء حمزہؓ شیرِ خدا وحشیؒ غلام کے نیزے سے زخم کھاکر گرے تھے اور شہید ہوئے تھے۔ ہم نے اس قبہ کیطرف رخ کرکے دعا فاتحہ اور کلمۂ شہادت پڑھا اور اسطرح سید الشہداء حمزہؓ کے مشہدِ معظم کی زیارت کی تمام رسومات کو ختم کیا۔

ؒ کتاب روضۃ الصفا میں مرقوم ہے کہ جب جبیر بن مطعم اپنے چچا طعیمہ بن عدی کی موت کا بدلہ لینے کے لئے جنگ احد میں آیا تو اس نے اپنے غلام وحشی سے کہا کہ اگر تو حمزہؓ کو قتل کر دیگا تو میں تجھکو آزاد کر دونگا۔ یہ وحشی حربہ (ملک حبش کا نیزہ) لگانے میں بہت مشہور تھا۔ یہ وحشی ایک پتھر کی آڑ میں چھپکر امیر حمزہؓ کی گھات میں بیٹھ گیا۔ اور جب سباع بن عبد العزیٰ کو قتل کرکے حمزہؓ اس کے قریب پہونچے تو اس نے اسی کمینگاہ سے اپنا حربہ کھینچکر مارا۔ نیزہ حمزہؓ کے زیرِ ناف لگا اور دوسری طرف پشت کے پار نکل گیا۔ حمزہؓ اپنے قاتل کیطرف بڑھے مگر وحشی بھاگ گیا۔ حمزہؓ دو چار قدم چلکر گر پڑے۔ زخم کاری لگا تھا۔ حمزہؓ کا مرغِ روح قفسِ عنصری سے پرواز کر گیا تھا جب اصحابِ رسول اللہؐ آپ کو اٹھانے کو دوڑتے ہوئے آئے تو انکو مردہ پایا۔ وحشی قریب ہی چھپا ہوا موقعہ کا منتظر رہا۔ اور جب سب اصحاب چلے گئے تو اس نے پاس جاکر اپنا حربہ نکال لیا اور نعش کے پاس پہونچکے مثلہ کیا۔ یعنے ناک اور کان وغیرہ کاٹے اور ان چیزوں کو لیکر فتح کی نشانی کے طور پر خونخوار ہندہؓ (والدۂ معاویہ) کو دیدئے۔

اکالۃ الاکباد

ہندہ کے باپ عتبہ کو بھی حمزہؓ نے قتل کیا تھا۔ اس بے جگر اور خونخوار عورت نے کہا کہ جب میں حمزہؓ کو اپنی آنکھوں سے مقتول دیکھ لونگی تب تجھکو انعام دونگی۔ چنانچہ نعش کے پاس جاکر اس عورت نے اپنی چمپا کلی (گلے کا زیور) اور کڑے (ہاتھوں کا زیور) حسبِ وعدہ وحشی کو انعام میں دیدئے۔ اور انکی جگہ مقتول بہادر حمزہؓ کی ناک، کان اور دیگر اعضاء بدن کو پہن لیا۔ اس نے بھی آپ کے بدن کو مثلہ کرکے پیٹ چیر ڈالا اور حمزہؓ کا جگر نکالکر دانتوں سے چبا ڈالا۔ اسی جہت سے ہندہ کا لقب اکالۃ الاکباد پڑ گیا۔

رسول اللہؐ مقتولین میں حمزہؓ اپنے چچا کو اس حالت میں دیکھ کے بہت ملول ہوئے۔ فوراً جبرئیلؑ یہ وحی اللہ تعالیٰ کیطرف سے لیکر آئے کہ ساتوں آسمان والوں کے پاس لکھا ہے کہ حمزہؓ عبد المطلب کا بیٹا اللہ کا شیر ہے اور اسکے رسول کا شیر۔ یہ سنکر آپکو تسکین ہوئی اور آپ نے حکم دیا حمزہؓ کو ایک چادر میں لپیٹیں پھر نماز جنازہ ستر تکبیر سے پڑھکر دفن کر دیا۔ تکبیر (اللہ اکبر) کو کہتے ہیں۔

علیؓ اپنی ڈھال میں کچھ پانی ایک مہراس (پتھر کے کنڈ) میں سے رسول اللہؐ کے لئے لائے۔ یہ کنڈ یا حوض میدان غزوۂ احد کے قریب ہی تھا مگر رسول اللہؐ نے اس پانی کے پینے سے انکار کر دیا اور اس پانی سے اپنے چہرۂ مبارک سے وہ خون دھویا جو مشرکین کیطرف سے آپکے پتھر کا زخم لگ کر آیا تھا۔ ... ابو داؤد کا بیان ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے مسلمان بھائیوں شہداء احد کی روحوں کو سبز جانوروں کے جوفوں میں ڈالا وہ جنت کی نہروں پر پہنچکر پانی پیتے ہیں اور جنت کے میوے کھاتے ہیں۔ اور قندیلیں سونے کی جو عرش کے نیچے معلق ہیں انہیں جاکر ٹھہرتی اور آرام کرتی ہیں۔ اسی مضمون پر ...

حرم میں جلسۂ چراغاں

شام کو میں اپنے دوستوں کے ہمراہ حرم نبوی میں گیا۔ وہاں آج جلسۂ چراغاں تھا۔ تمام میناروں کی غلام گردشوں اور برآمدوں میں لیمپ ٹنگ رہے تھے اور مسجد النبوی اور حجرۂ مبارک کے تمام جھاڑ۔ فانوس۔ ہانڈیاں لیمپ اور فانوس۔ کنول۔ مومی بتیاں اور شمع روشن کی گئیں۔ روشنی کی کثرت سے حرم نبوی بقعۂ نور بن رہا تھا۔ مسجد میں حاجیوں کی بڑی کثرت تھی جنمیں بہت سی عورتیں بھی تھیں۔ اس غیر معمولی حالت کو دیکھکر مجھے بہت تعجب آیا۔ بعض نیکدل حاجی جنہوں نے اسبات کی اجازت حاصل کرنیکے لئے خواجہ سراؤں (خادمان حرم نبوی) کو معقول رقم دی سیڑھیوں پر چڑھے ہوئے اپنے شوق دل سے بڑی لمبی چوڑی اور موٹی موم بتیوں کو درست کرکے روشن کر رہے تھے اور بعض حاجی لیمپوں اور ہانڈیوں کو روشن کرکے مستحق جنت بن رہے تھے۔ بیشمار زائر زیارت کی رسوم کی ادائیگی میں مصروف تھے اور بہت سے لوگ مسجد النبوی کے مختلف حصص میں بیٹھے ہوئے جوش انبساط یا وجد کی حالت میں تھے۔ لڑکے اور فقیر آج اپنے کاموں میں زیادہ تیزی سے مصروف تھے۔ آغاوات (خواجہ سرا) اسقدر ترش رُو اور بے مروت بنے ہوئے تھے کہ میں نے آجتک اُنکو ایسا نہیں دیکھا تھا۔ شہر مدینہ میں نوجوان لوگ معمول سے زیادہ بے تکلفی سے گفتگو کرتے اور خوشی خوشی اِدھر اُدھر پھرتے چلتے اور جلسۂ چراغاں کی سیر کرتے پھرتے تھے۔

ایرانیوں کی درگت

اس شامی قافلہ میں بارہ سو[۱۲] ایرانی حجاج بھی تھے۔ جب وہ حرم نبوی میں داخل ہونے لگتے تو بواب لعنت و ملامت کرکے انکو روکتے تمام بواوں نے ہر ایک ایرانی سے پانچ پانچ قرش لیکر انکو حرم نبوی میں جانے دیا حالانکہ اور سب مسلمانوں کو مسجد میں مفت جانے دیا جاتا ہے۔ اِن بیچاروں کا تکبر اور لاف زنی اور شیخی یہاں آکر سب نکل جاتی ہے۔ وہ اپنی موچھیں نیچے کیطرف قابل رحم طور سے جھکا لیتے ہیں وہ یہاں کسی سے اپنی چار آنکھیں کرنے کی جرأت نہیں کرسکتے اور کسی ایرانی کے سر پر یہاں ٹیڑھی ٹوپی نہ تھی۔ کج کلاہی کا نشان معدوم تھا۔

جب کبھی کوئی عجمی خواہ وہ کسی درجہ یا رتبہ کا ہوتا کسی عرب یا ترک کے راستہ میں حائل ہوتا تو اسکو سختی سے دھکا دے کر ایک طرف ہٹا دیتے اور اُنپر اتنے زور سے لعن طعن کیا جاتا کہ آس پاس کے سب لوگ اُسکو سُنتے تھے۔

ایرانیوں پر شبہ

ایرانی جب زیارت کی رسومات ادا کرتے ہیں بالخصوص جب وہ

ابوبکرؓ اور عمرؓ کی قبور شریفہ کے پاس پہونچتے ہیں تو تمام خدام اور خواجہ سراؤں کی آنکھیں اُن کے افعال و حرکات کیطرف لگی رہتی ہیں اسلئے کہ اگر ہوسکے تو ہر ایک ایرانی پر ان قبور شریفہ کی بے ادبی کرنا لازم ہے۔ اسی طرح جب وہ فاطمہؓ کے سفر و ضہ یا اصلی مدفن کے قریب پہونچتے ہیں تب بھی انکی حرکات و سکنات پر نگاہ خدام حرم کی لگی رہتی ہے شباک النبیؐ کے پاس دعا پڑھ کے فاطمہؓ کی قبر کے پاس آکر ایرانی کئی جماعتوں میں کھڑے ہوجاتے ہیں۔ اُسوقت کوئی ایرانی دردانگیز اور دلسوز بیان کسی کتاب میں سے پڑھکر حضرت فاطمہؓ کی پرمشقت و مصیبت زندگی۔ رنج و غم اور انکی موت کا رقت انگیز حال سناتا ہے۔ باقی سب ایرانی نہایت خاموشی اور سناٹے کی حالت میں کھڑے ہوئے یہ سب حال سنتے ہیں۔

مدفن فاطمہؓ پر ایرانیوں کی گریہ وزاری بعض اوقات اُنکے رنج و غم کا جوش رک نہیں سکتا اور باوجود ان الفاظ کے زبان سے نکلنے کے خطرہ سے آگاہ ہونے کے انکی زبان سے بے اختیار یہ الفاظ نکل جاتے ہیں "اے فاطمہ اے مظلومہ۔ وائے وائے۔ او فاطمہ او ستمرسیدہ افسوس افسوس"۔ اُسوقت اُن کے ریش دار رخساروں سے آنسو بہکر نیچے ٹپکنے لگیں۔ اور اُنکے مضبوط سینے سسکیوں سے پھول جاتے ہیں۔ تند اور تیز مزاج پہاڑیوں (ایرانی) اور میدان کے تنومند اور سخت شہ زور ایلیات (باشندگان ایران) کو یہ دیکھکر کہ کبھی تو وہ بچوں کی طرح خاموشی کے ساتھ روتے اور کبھی دیوانہ وار لڑکیوں کی طرح چلا چلا کر روتے بہت تعجب آتا تھا۔ ایرانیوں کو اپنے اس مہیب اور بیحد غم کی چھپانے کی بالکل پرواہ نہ تھی۔ مگر اسکے ساتھ ہی انکا یہ غم نہایت اصلی اور سچا تھا بناوٹی نہ تھا۔ مجھسے تو انکا رونا دیکھا نہ جاتا تھا۔

شیخین کی قبور پر ایرانیوں کا حال نفاق یہ لوگ شیطان کیطرح چین بچیں ہوکر اپنے محسود ابوبکرؓ و عمرؓ کی قبور پر فاتحہ پڑھتے ہیں یا وہاں سے گذر جاتے ہیں۔ اس موقعہ پر انکا منہ تو دعاؤں سے بھرا ہوتا ہے اور انکے دل اندر سے لعن طعن کرتے ہیں۔ فیروز ایرانی غلام کو جس نے عمرؓ کو اپنے حربہ سے مہلک زخمی کیا تھا دل ہی دل میں ایرانی اپنا امام پیر یا ولی مقتول عمرؓ کے سامنے قرار دیتے ہونگے اور اُسکے لئے ابدی برکت اور رحمت کی دعائیں مانگتے ہونگے۔

اعصاب کی کشمکش سے اظہار غصہ ایرانیوں کو خدام حرم نبویؐ اور اہل مدینہ نے لکڑیوں

اور نیمچوں کی بے تحاشا ضربات لگانے اور اکثر چھرے اور تلواروں کے استعمال سے اپنے اندرونی جوش کو ابوبکرؓ اور عمرؓ کی قبور شریفہ کے پاس قابو میں رکھنے کا سخت سبق سکھایا ہے ورنہ انکے دل میں غصہ اور رنج کا جسقدر طوفان عظیم جوش زن ہوتا ہے وہ انکی غصہ ناک بھوؤں کی کشش اور تندی اور چین بجبینی اور آنکھوں کی جلدی جلدی اور شرارت انگیز گردش اور منہ کے پاس کے اعصاب کے کھنچنے سے ظاہر ہو جاتا ہے۔ مگر ایرانی اپنے غصہ کا کچھ حصہ اپنے دل میں سے کچھ الفاظ بولکر باہر نکال دینے کا بندوبست کر لیتے ہیں۔

جب کوئی مذہبی جوش والا مدنی عجمی (ایرانی) کے پاس سے گذرتا ہے تو کہتا ہے کہ اے خنزیر۔ عمرؓ کے نام پر فاتحہ پڑھکر انکے جد و جہد اسلامی پر مرحبا و آفرین کہہ" تو یہ مطالبہ اس ایرانی کو اپنی موت سے بھی زیادہ تلخ معلوم ہوتا ہے۔ ایرانی اس دعا کی جگہ انپر لعن طعن کرتا ہے کہ "اے اللہ اسکو دوزخ میں ڈال" اور یہ بات وہ آہستہ سے اپنے ہموطنوں اور ایرانیوں میں کہتا ہے جنکو یہ الفاظ نہایت ہی شیریں اور میٹھے معلوم دیتے ہیں۔[5]

مدنیوں کی محبت خالص کا اظہار

حرم میں اس روز شام کو ایک گھنٹہ ٹھہرنے میں اسقدر سخت گرمی معلوم ہوئی کہ جیسے دن کی دوپہر کے وقت کی دھوپ کو جمع کر کے آج اسکے برابر گرمی کر دیگئی ہو۔ اسلئے میں حرم سے واپس گھر چلا آیا۔ اور مینے مصمم ارادہ کر لیا کہ جبتک حاجی مدینہ سے روانہ نہونگے تب تک میں حرم میں اب نہ جاؤنگا۔

میں عجمیوں (ایرانیوں) سے قصداً بہت ملاقات نہیں کرتا تھا اسلئے میرے ہمراہی یہ بات جان گئے کہ شاید شیخ عبداللہ نے کسی لڑائی میں یا ہر جگہ ان بدعتیوں (ایرانیوں) کو بہت قتل کیا ہے یہی سبب ہے کہ وہ بدلہ لینے کے خوف سے ایرانیوں سے نہیں ملتا جلتا۔ سب لوگ کہنے لگے کہ شیخ عبداللہ بہت نیک اور بڑا شریف آدمی ہے۔ ہم سب اسکی طرف ہوکر ایرانیوں سے لڑنے مرنے کو تیار ہیں۔ مینے اس بات کی احتیاط رکھی کہ انکے اس بیان کی تردید نہ کی۔

---

[5] مینے سنا کہ ایک ایرانی نے اس کہنے کی بجائے کہ "رحمت ہو تجھپر اے عمرؓ" یہ الفاظ کہے کہ "زحمت ہو تجھپر اے حمار گدی" اور باوجود منع کرنے کے بھی وہ ایرانی مذکورہ بالا بے ادبانہ اور گستاخانہ الفاظ کہنے پر مصر رہا۔ اسلئے مجبوراً خدام حرم نے اسکو اسقدر پیٹا کہ وہ مرگیا۔

بے معنے لفظ — ایرانی ایک عام فریب یہ کرتے ہیں کہ "رضی اللہ عنہ" کہنے کی جگہ وہ کہدیتے کہ "رضی اللہ عَعَن" "عَعَن" کے لفظ کے معنے باوجود تلاش مجھکو معلوم نہ ہوسکے۔ شاید کسی محقق زباندان کو شیراز یا اصفہان میں کچھ معنے ان الفاظ کے معلوم ہوسکیں۔

دسواں باب

مدینہ کے ساکنین کا احوال

انصار کا خاندان مدینہ منورہ میں انصار رسول اللہ کے اب تھوڑے سے خاندان آباد ہیں۔ مینے انصار کی اولاد کے صرف چار خاندانوں کا حال سنا ہے جنکا حسب و نسب محقق ہے اور اُنکے شجرہ نسب میں کچھ شک نہیں ہے۔ وہ چاروں خاندان حسب ذیل ہیں:-

(۱) بیت الانصاری پہلا خاندان بیت الانصاری ہے۔ یہ لوگ ابو ایوبؓ کی نسل سے نہایت شریف ترین قوم ہے۔ انکا شجرہ نسب ایک ہزار پانسو (۱۵۰۰) برس سے مسلسل اتبک موجود ہے۔ یہی لوگ مسجد قبا کے متولی حرم نبویؐ کی مسجد میں امام ہیں۔ امکنۂ مبارک قبا کی کُنجیاں انہی کے پاس رہتی ہیں۔ مگر اب یہ خاندان دولت مند یا صاحب اقتدار نہیں رہا۔

(۲) بیت ابو جود دوسرا بیت ابو جود ہے۔ مجھسے لوگوں نے کہا کہ اس خاندان کے اب صرف دو نفوس ایک لڑکا اور ایک لڑکی زندہ ہیں۔

(۳) بیت الشعیب تیسرا بیت الشعیب ہے۔ اس قوم کے لوگوں کی بڑی کثرت ہے۔ جو تجارت پیشہ ہیں۔ بعض تو تجارت کے کاموں کے متعلق سفر و سیاحت اور بعض مقیم رہکر سوداگری کرتے ہیں۔ اس خاندان کے بعض لوگ حرم میں ملازم ہیں۔

(۴) بیت القرانی چوتھا بیت القرانی ہے۔ قریباً یہ تمام خاندان کا خاندان تجارت پیشہ ہے۔

ال نخاوِلہ مدینہ میں ایک اور قوم بھی آباد ہے جسکو النخاوِلہ[ل] کہتے ہیں۔ بعض کا بیان ہے کہ یہ بھی انصار کی اولاد ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ لوگ یزید بن معاویہ کی نسل ہیں۔

ل کہتے ہیں کہ یہ لفظ نخوالی کی جمع ہے۔ نخوالی کھجور کے درخت بونیوالے مالی یا کاشتکار کو کہتے ہیں۔ یہ معلوم نہ ہوسکا کہ ان لوگوں نے اپنا ہی کوئی خاص لقب یا نام رکھ چھوڑا ہے یا نہیں؟ اٹکل پچو میرا خیال ہے کہ شاید یہ لوگ متولی (متاوِلہ) قوم میں سے ہوں جو ملک شام کی ایک نہایت مضبوط بہادر اور کوہستانی قوم ہے۔ فرقہ نخاوِلہ کی تعداد پینتیس ہزار (۳۵۰۰۰) نفوس کی ہے۔ یہ لوگ حضرت علیؓ اور انکی اولاد کو سوا کسی خلیفہ [illegible]

مگر یہ آخری رائے خلاف قیاس اور بعید العقل معلوم دیتی ہے اسلئے کہ یزید حضرت علیؓ کے خاندان کا قاتل عدو اور دشمن جانی تھا مگر یہ قوم آل بیت کی بہت ہی عزت و تکریم کرتے ہیں۔ تمام اطلاع دینے والوں نے مجھے متفق اللفظ یہی بات کہی کہ یہ لوگ شیخین (ابوبکرؓ اور عمرؓ) پر تبرا بھیجتے ہیں۔ مگر مجھکو کوئی بھی اسبات کا سبب نہیں بتلا سکا کہ یہ لوگ عثمانؓ کو برا بھلا کیوں نہیں کہتے۔ حالانکہ شیعہ لوگوں کے عقیدہ کے موافق یہ تیسرے خلیفہ بھی قابل دشمنی اور لائق تبرا ہیں۔ اس قوم کے لوگ بکثرت اور بہادر اور جنگجو ہیں مگر مدینہ والے انکو حقیر سمجھتے اور اُن سے نفرت کرتے ہیں اسلئے کہ یہ لوگ علانیہ بدعت کرتے ہیں اور یہ پنج درجہ کے کمین ہیں شریف نہیں ہیں۔ انکے مذہبی پیشوا مولوی اور اُستاد اور ادیب اُنہی کی قوم میں سے خاص ہوتے ہیں مگر یہ سب قاضی مدینہ کے ماتحت سمجھے جاتے ہیں۔ اِن لوگوں کے شادی بیاہ اپنی ہی قوم میں ہوتے ہیں۔ انکے پیشے اور حرفے بھی ذلیل ہیں۔ مثلاً جانوروں کو ذبح کرنا۔ جھاڑو دینا۔ صفائی کرنا۔ باغ لگانا۔ اور درختوں کو بونا۔ انکو حرم میں داخل ہونے کی اجازت نہیں ہے اور نہ مرنیکے بعد انکا جنازہ حرم میں لایا جاتا ہے۔ اُنکا جنازہ شہر کے ایک بیرونی راستہ سے جو ضرب الجنازہ کہلاتا ہے اُنکے مخصوص گورستان میں جاتا ہے جو بقیع کے نزدیک ہے۔ اگرچہ شہری لوگوں کیطرح ہی لباس پہنتے اور عربی بولتے ہیں مگر اپنی خاص وضع اور شکل سے کہ جس سے کمینگی ظاہر ہوتی ہے شناخت کرلئے جاتے ہیں۔ اس قوم کے مرد و عورت[1] کے خراب دستور و عادات کے متعلق بہت سی باتیں مدینہ میں مشہور ہیں مگر یہ باتیں اُنکے مذہبی دشمنوں کے منہ سے سنی گئی ہیں اسلئے وہ قابل اعتبار نہیں ہیں مجھے افسوس ہے کہ کسی نخاولیہ سے میری ملاقات نہیں ہوسکی۔ ورنہ اُس سے اسبارہ میں بہت سی عجیب و غریب خبریں معلوم ہو جاتیں راسخ الاعتقاد مسلمان اسبات کو پسند نہیں کرتے کہ اُن سے اس قابل نفرت قوم یا اسکے عادات و

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ) تناسخ کے قائل ہیں۔ کہتے ہیں کہ روح صاف ہوتے ہوتے آخر میں ایک ستارہ نورانی بنجاتی ہے یہ لوگ بکثرت شقی ہیں کسی یا زنگی کو اپنا کوئی سامان چھونے نہیں دیتے حالانکہ کافروں اور مشرکوں کے لئے مہمانخانہ الگ بنائے رکھتے ہیں۔ وہ ہر ایک وقت کے کھانے سے پہلے نہالیتے ہیں۔
(معلوم نہیں یہ کون لوگ ہیں کسی قدیم و جدید مورخ اسلام نے ان لوگوں کا حال لکھا نہیں۔ اب جو لوگ مدینہ جاتے ہیں وہ بھی انکا کچھ حال نہیں بتلاتے دوسرے سبب یہ کہ مدینہ کی کل آبادی اُس زمانہ میں ۲۰۰۰۰ تھی تو صرف اسی ایک قوم کے ۲۵ ہزار نفوس وہاں کسطرح موجود ہوگئے۔ بہرحال ان لوگوں کی اس سے زیادہ اور کیا بدبختی ہوگی کہ وہ زندہ یا مردہ حرم نبوی میں جا نہیں سکتے۔ اب یقیناً یہ لوگ مدینہ میں موجود نہیں ہیں ورنہ کوئی ضرور انکا حال لکھتا۔ مترجم عفی عنہ)

[1] ایلن مذہب جزک (مصری) سکے اصول کے موافق عرب لوگوں کے دل میں ایرانی عورتوں کے متعلق سخت بدنامی و رسوائی کے خیالات متمکن ہیں

اطوار کا حال پوچھا جائے۔ مینے اپنے ایک واقفکار شیخ علاءالدین سے جو خاندانِ کُرد میں سے ہیں اور اب مدینہ میں آکر آباد ہو گئے ہیں اور جنھوں نے مشرقی ممالک کی بہت کچھ سیر و سیاحت کی ہے اور جو پانچ زبانیں نہایت بامحاورہ بول سکتے ہیں۔ اس قوم کے حالات معلوم کرنیکا ارادہ کیا تو انہوں نے مجھکو سرد مہری سے یہ جواب دیا کہ مینے ان رافضی لوگوں سے کبھی ملاقات نہیں کی نہ مجھکو انکا حال معلوم ہے۔

سیّد اور شریف کا فرق

سید اور شریف[1] یعنے آل و اولادِ پیغمبر علیہ السلام کی مدینہ میں بڑی کثرت سے آبادی ہے۔ خاص مدینہ میں تو بنی حسین کے چھ یا سات ہی خاندان ہیں مگر سوارقیہ میں ۹۳ یا ۹۴ خاندان آباد ہیں۔ زمانہ سابق میں انکی اس سے بھی بہت زیادہ آبادی اور کثرت تھی۔ اور انکی طاقت اور قوت و شوکت اتنی عظیم تھی کہ صدہا سال تک رسول اللہ کی قبر مبارک کے محافظ اور متولی رہے۔ اس قوم کے لوگ زیادہ تر اپنی املاک پر جو زرعی زمین ہے بسر اوقات کرتے ہیں۔ اس زمین کی ملکیت کے لئے انکے پاس[2] رسول اللہ کے زمانہ تک کے وثیقہ جات موجود ہیں۔ اسکے علاوہ اوقاف کی آمدنی بھی ہے۔ افواہ مشہور ہے کہ یہ لوگ وراثتِ املاک کے لئے اکثر قتلِ انسان کے مرتکب ہوتے رہتے ہیں۔ مدینہ میں یہ لوگ زیادہ تر حوش ابن سعد میں شہر کے باہر سلک عزب الجنازہ کے جنوب میں رہتے ہیں۔ اور اگر مدینہ کی چار دیواری کے اندر مقیم رہیں تو کوئی عذر یا ممانعت نہیں ہے۔ اپنا جنازہ بشرطیکہ متوفی کی نسبت رفض یا بدعت کی شہرت نہ ہو حرمِ کے لئے حرم میں لیجاتے ہیں۔ اور قبرستان بقیع میں دفن کرتے ہیں۔ یہ لوگ راسخ الاعتقاد مسلمان

[1] عرب میں شریف اولاد زید اور اولاد حسن المثنیٰ (دونوں پسران امام حسن علیہ السلام) کو کہتے ہیں۔ اور امام حسین علیہ السلام کے لڑکے زین العابدین کی اولاد کو سید کہتے ہیں۔ امام حسینؑ کے بارہ لڑکوں میں سے صرف ایک زین العابدین واقعہ کربلا میں زندہ رہگئے تھے۔ شریف انتظام ملکی اور جنگ میں مصروف رہتے ہیں اور سید مذہبی علوم پڑھکر پیشوائے دین کا کام انجام دیتے ہیں۔

[2] مشرقی ریگستان میں مدینہ سے تین یا چار روز کی منزل پر سوارقیہ ہے۔ برکھارڈت کا بیان ہے کہ اس بستی میں ایک بدوی قوم آباد ہے جو بنی علی کہلاتی ہے۔ ان سب کا ایرانی مذہب ہے۔ مگر میں جب سوارقیہ گیا تو وہاں بنے بنو حسین کو آباد پایا۔ بنو علی وہ بدوی ہیں جو مسجد قبا کے نزدیک عوالی میں آباد ہیں۔ یہ لوگ آل عوف کے عظیم الشان خاندان کے غلام تھے اور ابھی تک مائل برفض ہیں۔

سنّی ہیں۔ انہیں اگر کوئی رافضی ہوتا ہے تو وہ خواہ کتنا ہی پکّا رافضی ہو وہ اپنے رفض[۱] کو بہت ہی چھپاتا ہے۔ بہت سے عرب علماء کا قول ہے کہ یہ لوگ زیادہ تر مائل برفض ہیں۔

بنو حسین کی رنگت بدویوں کی مانند سیاہی مائل ہوتی ہے۔ وہ قدیم عربوں کی مانند لباس پہنتے ہیں۔ سر پر ایک کوفیہ (رومال) باندھتے ہیں اور سفید سوتی قمیص (کرتہ) پر بانش پہنتے ہیں۔ یہ ایک قسم کا لمبا اور چوڑی آستینوں والا چوغہ ہوتا ہے۔ یہ لوگ ہمیشہ اپنے پاس تلوار رکھتے ہیں۔

ساداتِ علویہ علویہ سیّدوں کے دو سو خاندان مدینہ میں رہتے ہیں۔ یہ لوگ سوائے فاطمہؓ کے اور دوسری بیویوں سے حضرت علیؓ کی اولاد ہیں۔ شکل و لباس سے بہ مقابل دیگر عربوں کے ان میں کوئی فرق نہیں ہے۔ یہ لوگ یا تو حرمِ نبوی میں ملازم ہیں۔ یا تجارت کرتے ہیں۔

بنو خلیفیہ خلیفیہ خاندان حضرت عباسؓ کی نسل ہے۔ اس خاندان کے ایک گھرانہ کے آدمی جو بیت الخلیفہ کہلاتا ہے حرمِ نبویؐ میں امام ہیں اور حمزہ رضؓ کے مقبرہ کے متولی ہیں۔

صدّیقیہ صدیقیہ یعنے ابوبکرؓ کی نسل کے یہاں صرف دو چار خاندان ہیں بعض لوگ کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ کی اولاد مدینہ میں اب موجود نہیں ہے۔

میں نے ہر چند تلاش اور تحقیقات کی مگر کسی سے بنو نجار کا پتہ نہ معلوم ہو سکا۔ اسلئے میرا خیال ہے کہ بنو نجّار اب مدینہ میں آباد نہیں ہیں۔

پچ میل آبادی ۔ مدینہ کی باقی آبادی پچ میل ہے۔ ہر ملک کے ہر قوم کے مسلمان یہاں آ کر

---

[۱] رفض کے معنے انکار اور رستر د کرنے کے ہیں۔ اسی لفظ سے رافضی مشتق ہے جسکے معنے ہیں مسترد کردینے والا۔ اِنّا رَفَضنا ہُم۔ یعنے تحقیق ہم نے انکو خارج کر دیا۔ (ابوبکرؓ۔ عمرؓ۔ اور عثمانؓ) اس دشمنی آمیز اور بدنما لقب کو ایران کے لوگ بہت پسند کرتے ہیں۔ رفض کے معنے

[۲] الحجاز میں یہ عام قاعدہ ہے کہ سبز عمامہ سر پر باندھکر سیّد اپنے آپ کو نمایاں نہیں کرتے وہاں بہت سے سید اپنے سر کے گرداگرد ایک سرخ کشمیری شال باندھتے ہیں۔ اگر وہ اس شال کے خریدنے کے قابل ہوں۔

سبز عمامہ اسلام کی ایک ایجاد ہے۔ بعض ملکوں میں سبز عمامہ صرف سیّد ہی باندھتے ہیں۔ دوسرے ممالک میں حاجی لوگ حج کرنے کی نشانی کے طور پر سبز عمامہ باندھتے ہیں۔

بس گئے ہیں۔ اس شہر کی تقدیس اور عظمت و بزرگی کے سبب سے شوقِ دل سے غیر ملکی مسلمان یہاں آتے ہیں۔ انکی مرضی ابتدائً مدینہ میں چند روزہ اقامت کی ہوتی ہے۔ مگر پھر اکثر یہیں بس جاتے ہیں۔ اور کسی نہ کسی قسم کی ملازمت یا روزگار پاکر بیاہ کرکے عیالدار بنجاتے ہیں اور انکو یہ امید ہوتی ہے کہ اس شہر مقدس میں مرنے سے داخل جنت ہو جائینگے۔

لوگوں نے میرا بڑا پیچھا کیا کہ میں بھی مدینہ میں آباد ہو جاؤں مگر مینے انکو ٹالدیا۔ مدینہ میں صرف ایک مشہور حکیم شیخ عبد اللہ صاحب ہے جو ہندوستانی اور عالم فاضل آدمی ہے۔ مگر اُسکے مزاج میں مالیخولیا بہت ہے۔ گوشہ نشینی اُسکو بہت پسند ہے اسلئے اہل مدینہ اُس سے بالکل ناواقف ہیں۔ میرے دوستوں نے مجھے کہا کہ تم مسجد النبویؐ کے قریب ایک دوکان کرایہ پر کیوں نہیں لے لیتے؟ تم اپنی حکمت اور ڈاکٹری سے یہاں بہت کچھ کما سکتے ہو۔ اور تمہاری روح ایسے مقدس مقام میں رہنے سے بہت خوش رہیگی۔ شیخ نور نے بھی مدینہ میں مختصر قیام کرنے کے بعد مجھکو یہ رائے دی کہ مدینہ بڑا جنتی شہر ہے۔ تم یہاں رہ جاؤ مگر شیخ نور خود مدینہ کو اپنا وطن بنانے پر رضامند نہ تھا۔

سوفات

یہ پولیٹیکل تغیر و تبدل کا اثر ہے کہ مدینہ کے حکمران آجکل سوفات ہیں۔ (سوفات جمع سفنہ اُن لوگوں کو کہتے ہیں کہ جنکے باپ ترک اور مائیں عربی ہوں) مدینہ میں انکی بڑی کثرت ہے۔ تمام اعلیٰ ترین اور بڑے بڑے عہدوں پر یہی لوگ مقرر ہیں ترکوں کے علاوہ یہاں بہت سے خاندان مغربی (اہل مراکش) ترکستانی اور مصری۔ یمن اور دیگر حصص عرب۔ شام۔ کردستان۔ افغانستان۔ داغستان (کوہ قاف) اور جاوے کے مسلمان بھی یہاں بہت آباد ہیں۔ سندھی لوگوں کے سو خاندان مدینہ میں بستے ہیں یہ اپنی بزدلی کم ہمتی اور مردانہ صفات کی کمی کی وجہ سے بہت ہی حقیر و ذلیل ہو رہے ہیں۔ بلوچ اور افغان لوگوں کی یہاں عزت کیجاتی ہے۔

مدینہ کے ہندی

مکہ معظمہ کے برابر یہاں ہندوستانی آبادکاروں کی تعداد نہیں ہے تاہم یہاں بازاروں میں زبان اردو سنی جاتی ہے۔ اُنہوں نے اپنی خاص پوشاک یہاں بھی قائم رکھی ہے۔ ہندوستانی عورتیں یہاں کھلے منہ پھرتی اور نہایت تنگ اور چست پائجامے پہنتی ہیں۔ اس سبب سے اور دیگر وجوہات سے عرب ان سے بھی حقارت سے پیش آتے ہیں۔ مدینہ میں ہندوستانیوں کی چھوٹی چھوٹی دکانیں بافندہ [illegible]

عطاری اور بزازی اور دوا فروشی کی زیادہ ہیں۔ جدہ اور مکہ میں ہندوستانی مفلس لوگ جسقدر مصیبت برداشت کرتے اور فاقہ کشی کرتے ہیں۔ وہ بات مدینہ میں بالکل نہیں مدینہ کے ہندوستانی فارغ البال ہیں۔

احناف کی کثرت

جسطرح تمام دنیار اسلام میں حنفی لوگوں کی کثرت ہے اسیطرح مدینہ میں بھی سب سے زیادہ احناف ہی آباد ہیں۔ تاہم بہت سے مدنی اور قریبًا تمام کے تمام لوگ بدوی مذہب شافعی کے پیرو ہیں۔ ناظرین متعجب ہونگے کہ مذہب اسلام کے دو عظیم الشان سرچشموں میں سے ایک یعنے مدینہ میں خارجیوں اور رافضیوں کی کئی اقوام جیسے بنوحسین بنوعلی اور نخاولہ آباد ہیں۔ قصبۂ صفرا میں زیود[1] بدعتیوں کے بہت لوگ ہیں یہ لوگ مدینہ کی زیارت کرنے آتے ہیں اور مکہ میں بھی بکثرت آباد ہیں۔ کہتے ہیں کہ بیاضی[2] فرقہ کی آبادی بھی یہاں ہے۔

بدوی شافعی مذہب ہیں

اہل مدینہ ٹیکس کی ادائگی سے بری ہیں

اہل مدینہ پر گورنمنٹ کی خاص نظر عنایت ہے۔ گو مکہ کی مانند یہ شہر نہ تو دنیار اسلام کی عظیم الشان منڈی ہے اور نہ یہ اقوام عالم کی آپسمیں ملنے کی جگہ ہے۔ اہل مدینہ پر کوئی ٹیکس یا محصول نہیں ہے۔ وہ زمینی ٹیکس یا عشر کے ادا کرنے کو سخت ناپسند کرتے ہیں۔ زمین کا خراج دینے سے مدنی نفرت کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ "ہم لوگ رسول اللہ کی اولاد ہیں گورنمنٹ کو ہماری مدد کرنی چاہئے یا اُلٹا ہماری امداد کا محتاج ہونا" وہابی لوگوں نے اپنی چندروزہ حکومت میں اہل مدینہ کی اس دلیل کو تسلیم نہ کیا اور اپنے دستور کے موافق اہل مدینہ پر بصورت اجناس اور زر نقد ٹیکس لگا دیا اسی سبب سے وہابیوں کا نام سنتے ہی اہل مدینہ آپر لعن اور نفرین کرنے لگتے ہیں۔

اکرام کے عطیہ کیلئے اہل مدینہ کے چار طبقے

مسجد نبوی کے بیشمار خدام اور خواجہ سراؤں کی تنخواہ کچھ تو خزانۂ سلطانی (استنبول) سے دیجاتی ہے جو مسجد نبوی کے نام پر تمام دنیار اسلام کے ہر ایک ملک میں وقف ہیں جب کوئی مدنی سفر کرنا چاہتا ہے تو درخواست کرنے پر مدیر الحرم اسکو ایک کاغذ لکھکر دیدیتا ہے اُس کاغذ کی تفسیر کرنیں

زیدی [1] یہ لفظ زیدی کی جمع ہے ان لوگوں کی بدعت مشہور ہے انکا شیعوں کی مانند اعتقاد ہے جنوبی عرب میں انکی آبادی بکثرت ہے۔

بیاضی [2] بیاضی فرقہ مسقط کے قریب آباد ہے جنکا امام یا شہزادہ بھی بدعتی ہے۔ وہ بدعت یہ ہے کہ یہ لوگ عمرؓ کو باقی دو خلفا پر ترجیح دیتے ہیں۔ علیؓ کو یہ لوگ خلیفہ نہیں مانتے۔

قسطنطنیہ میں اس مدنی کو ایک بڑی رقم۔ رقمِ اکرام اسکے رتبہ اور درجہ کے موافق ملجاتی ہے رقمِ اکرام کے عطیہ کے لئے ترکی حکام نے اہل مدینہ کے چار درجہ حسب ذیل مقرر کر رکھے ہیں۔

تعدادِ اکرام

ول سب سے بڑا درجہ سادات[1] کا ہے اور انہی کے مساوی اماموں کا درجہ ہے انکو بارہ کیسۂ زر یعنے ۶۰ پونڈ ملتے ہیں۔ مدینہ میں ان دونوں قسم کے لوگوں کے تین سو خاندان ہیں۔

دوسرے خاندان لوگ۔ یہ لوگ اپنے گھر کشادہ رکھتے ہیں اور غیر ملکی غریب مسافروں کو مفت اپنے گھروں میں اُترنے دیتے ہیں اور انکی مہمانداری اور خاطر و تواضع کرتے ہیں انکے اکرام کے ۸ کیسہ ہوتے ہیں۔ انکی تعداد ۱۰۰ سے ۱۵۰ گھر تک ہے۔

تیسرے اہالی[2] (شہری) یعنے مدنی۔ یہ وہ لوگ ہیں جنکے گھر اور بال بچے سب مدینہ ہی میں رہتے ہیں اور یہ خود بھی مدینہ ہی میں پیدا ہوئے ہوں۔ اِن لوگوں کو ۸ کیسۂ زر ملتے ہیں۔

چوتھے مجاورین یعنے غیر ملکی۔ جیسے مصری اور ہندوستانی۔ یہ وہ لوگ ہیں کہ جو گو مدینہ میں خود پیدا نہ ہوئے ہوں مگر مدینہ میں آکر آباد ہوگئے ہیں۔ انکو چار کیسۂ زر رقمِ انعام ملتی ہے۔

اکرام کے ملنے کا قاعدہ

مدنی مسافر قسطنطنیہ میں پہونچکر اپنے کانسل (سفیر) وکیل الحرمین ناظر اوقاف کو اور وہ کئی متفرق افسرانِ خزانہ کو مطلع کرکے اکرام مقررہ کا روپیہ منگوا کر وکیل الحرمین کے پاس بھیجدیتا ہے جو درخواست کرنے والے مدنی کو بُلا کر وہ روپیہ ادا کر دیتا ہے۔ بعض وقت اس رقمِ اکرام کو مدنی عیش و عشرت کے سامان کے خریدنے اور فضول خرچی میں اُڑا دیتے ہیں۔ مگر زیادہ تر نفع بخش کام پر لگا دیتے ہیں۔ یا تو ایسی تجارتی چیز کہ جسکی فروخت سے مدینہ میں انکو کچھ منافع رہجائے یا گھر کے لئے کارآمد چیزیں خرید لیتے ہیں جیسے عورتوں کے لئے زیور اور عمدہ کپڑے کے تھان خوبصورت ہتھیار بالخصوص پستول اور بالاد[3] یتاغان، ریشمی جُبّے۔ عنبری پیچوان۔ جُوتے اور زر دوز بٹوے یا کیسۂ زر وغیرہ۔ اس اسباب کو ایک یا دو لمبی گٹھریوں میں باندھکر مدنی اپنے وطن میں مفت بلا خرچ پہونچ جانے کی

---

[1] سادات سید کی جمع ہے۔ شمالی حجاز میں یہ لفظ امام حسنؓ اور امام حسینؓ دونوں کی اولاد کے لئے بلا تمیز احد سے بولا جاتا ہے

[2] یہ لفظ اہل (کسی خاص جگہ کے ساکنین) کی جمع ہے۔ میں نے ہر جگہ اِن اصطلاحی الفاظ ہی کو لکھدیا ہے یہ تمام مقامی خصوصیت کے الفاظ ہیں۔ انکا ترجمہ دیگر الفاظ میں غیر موزون ہوتا۔

[3] یہ ایک قسم کا خنجر ہوتا ہے جسکو ترکی میں یتاغان کہتے ہیں۔ یہ لمبا اور کسیقدر خمدار ہوتا ہے اور کانٹے کی نسبت بدن میں گھسنے کر...

کوشش شروع کر دیتا ہے۔ اس رقمِ اکرام ملنے کے علاوہ مدنیوں کو قسطنطنیہ میں یہ بھی فائدہ رہتا ہے کہ بہت سے مدنیوں کو قسطنطنیہ میں ترک امراء اپنے گھر میں مہمان رکھتے ہیں جن اہلِ مدینہ کی باری سفر کرنے کی نہیں ہوتی وہ مدینہ میں مقیم رہکر رقمِ اوقاف اور صدقات کے آنیکے منتظر رہتے ہیں جو ہر سال دمشقی قافلہ کے ساتھ مدینہ روانہ کی جاتی ہے۔ علاوہ ازیں جیسے کہ اس سے پہلے لکھا جا چکا ہے جو لوگ حرم میں سرکاری طور سے ملازم نہ ہوں اُنکو بھی حرم نبوی میں رہنے سے بہت کچھ بالائی آمدنی زائرین سے ہو جاتی ہے۔

تجارت اہلِ مدینہ

اگر اہلِ مدینہ کو یہ فوائد حاصل نہ ہوتے تو مدینہ اسقدر رونق حاصل نہ کر سکتا۔ وہاں پھر تو بدوی اور کاشتکار عرب ہی رہا کرتے۔ اگرچہ تمام مشرقی ممالک کیطرح تجارت کو یہاں بھی معزز پیشہ خیال کرتے ہیں مگر اسکی گرم بازاری[1] نہیں ہے۔ کیونکہ اعلیٰ طبقہ کے لوگ بیکار پڑے رہنے اور صرف اپنی سکنی یا زرعی جائداد کا انتظام اور مسجد النبوی کی خدمت کرنے کو زیادہ پسند کرتے ہیں۔ میں نے مدینہ میں صرف چار معزز گھرانوں۔ آلِ عصائی۔ آلِ شعیب۔ عبد الجواد۔ اور الشرق کا حال سنا۔ کہ ان خاندانوں کے اشخاص غلہ۔ اناج۔ کپڑا۔ بزازی اور ہر قسم کی اشیاء کی تجارت کرتے ہیں۔ یہاں متمول ترین سوداگر کا سرمایہ بیس لاکھ ڈالر کے قریب ہے۔ جاڑے کے موسم میں مدینہ اور مصر کے درمیان تجارتی مال کے کارواں مسلسل آتے جاتے رہتے ہیں۔ مگر ان کاروانوں میں زیادہ تر سفر کرنیوالے تجار نہیں بلکہ قسطنطنیہ جانیوالے ہوتے ہیں۔ غلہ مدینہ میں یا تو براہِ خشکی جدہ سے آتا ہے یا غیر ملکوں سے براہِ بندر ینبوع یا الرئیس آتا ہے۔ الرئیس بحرِ قلزم پر ایک بندرگاہ ہے اور مقام صفرا سے ۱½ دن کی مسافت پر واقع ہے۔ یہاں اس پاس کے بدوی لوگوں کے ہاتھ مال تجارت قسم قسم کا بہت فروخت کیا جاتا ہے۔ شامی حاجی جب دمشقی قافلہ کے ہمراہ مدینہ میں آتے ہیں تو وہ اہلِ مدینہ کے ہاتھ فروخت کرنیکے لئے پوشاک اور طرح طرح کی آرام کی چیزیں جیسے تمباکو۔ خشک پھل اور میوہ جات قسم قسم کی مٹھائی اور شیرینی۔ چاقو۔ چھری۔ اور تمام ضروری اشیاء کار آمد لیتے آتے ہیں۔ یہاں ہر ایک چیز کا ذخیرہ رکھنے والے سوداگر بہت ہی کم ہیں اور جو دو چار ہیں ان کا لین دین بہت کم ہے۔ اسلئے کہ ہر ایک قسم کی چیز لوگ یہاں خود ہی جا کر شام مصر اور قسطنطنیہ سے لے آتے ہیں

[1] مدینہ کے بڑے مفتی کے پوتے اور عمر آفندی کے بھائی دو نوں دوکاندار ہیں۔ وہ عمر آفندی کو نصیحت کیا کرتے تھے کہ کتابوں میں وقت ضائع کرنے اور دماغ تھکانے سے بہتر یہ ہے کہ تم بھی تجارت کا زیادہ فائدہ مند کام کیا کرو۔

حرفت و اُجرت مدینہ میں مزدوری کی اُجرت بہت ہی گراں ہے۔ زیارت کے موسم میں مسافر سے ایک ذرا سے کام کے لئے بھی مثلاً چھتری کی مرمت کے لئے بھی کاریگر پندرہ یا بیس قرش مانگ لیتا ہے۔ صنّاع اور کاریگر مثلاً بڑھئی (کھاتی) معمار۔ لوہار۔ کمہار۔ وغیرہ یا تو امراء کے غلام ہیں یا غیر ملکی۔ بلکہ سب کے سب مصر کے باشندے ہیں۔ یہ بات کچھ تو لوگوں کے فخر کے سبب سے ہے اسلئے کہ انکو بچپن ہی سے یہ سکھلایا جاتا ہے کہ مدنی پر خدا کی رحمت نازل ہے۔ ہر ایک مدنی کی خواہ وہ فاسق ہو یا بدعتی ہو ہر شخص کو عزت کرنا لازمی ہے۔ اور جو شخص مدینہ والوں کو بُرا بھلا کہے اسپر خدا کا غصہ نازل ہوتا ہے اور جو کوئی مدنی کو مارے اسپر خدا کا غضب نازل ہوتا ہے۔

غرضکہ مدینہ کے حرفت پیشہ لوگ کسی مسافر سے جب وہ انکی دُکان پر جاتا ہے بادشاہوں کی مانند تکبّر سے پیش آتے ہیں اور گفتگو اور حرکات و سکنات سے اُس مسافر پر یہ ظاہر کرنا چاہتے ہیں کہ وہ اپنے آپ کو بادشاہِ وقت کی مانند شریف سمجھتے ہیں۔ صرف یہ فرق ہے کہ وہ بادشاہ کے برابر امیر نہیں ہیں۔

اس فخر کے علاوہ کچھ سبب بدوی لوگوں کا آرام طلب ہونا بھی ہے اور عربوں کا تعصب ذاتی بھی ہے۔ بدوی سوائے اپنے کفو کے انکی کسی صنّاع یا کاریگر کی لڑکی سے نکاح نہیں کرتے۔ بدوی لوگ محنت و مزدوری صنعت و حرفت کے کام کو غلاموں کا کام سمجھتے ہیں۔ انکا خیال ہے کہ بیابان میں تلوار اور نیزہ کے ساتھ پھرنا آزادی ہے اور آلاتِ صنّاعی وغیرہ سے کسی جگہ بیٹھکر کام کرنا غلامی ہے۔

نرخ اشیا - اب میں ذیل میں نرخنامہ لکھتا ہوں جس سے یہ بات صاف طور سے

سلہ جس موسم میں کام کی سرد بازاری ہو اُس موسم میں بھی شہر والے مالی کو ۲ قرش اور بڑھئی کو ۸ قرش روزانہ دیتے ہیں۔ عام ملازم (مثلاً بو آب یا حمّال) کو خوراک اور پوشاک کے علاوہ پچیس قرش یا ۲ پونڈ فی ماہ تنخواہ دیجاتی ہے۔ اس ملک میں روپیہ کی قیمت پر خیال کرکے اُجرت کی یہ شرح بہت ہی گراں معلوم دیتی ہے۔

سلہ یہی لوگ دودھ۔ دہی اور مکھن بیچتے ہیں۔

سلہ تواریخ سے ظاہر ہے کہ صرف اپنی مقدس جگہ کی پیدائش کے سبب سے اہل مدینہ ہمیشہ محفوظ نہیں رہے مگر اپنی مصیبت اور تکلیف کی یاد کو وہ فوراً بھلا دیتے ہیں اور قومی فخر کو سب سے زیادہ یاد رکھتے ہیں۔

معلوم ہو جائیگی کہ شہر مدینہ کوئی سستی جگہ نہیں ہے۔ یہاں چیزیں بہت گراں بکتی ہیں۔ شہر کے لوگ باوجودیکہ علی العموم قرضدار ہیں مگر اچھی طرح سے بود و باش رکھتے ہیں۔ مکہ کیطرح مدینہ والوں کے کھانے میں بھی مصر۔ روم۔ شام۔ ایران اور ہندوستان کا تکلف آگیا ہے

محتسب بازار

سلہ بازار مدینہ کی نگرانی پاشاءِ مدینہ کے ماتحت ایک عرب محتسب کے ذمہ ہے۔ ماہ اگست ۱۹۵۳ء میں مدینے کے بازار میں اشیاء ذیل کی قیمت یہ تھی جو درج ذیل کیجاتی ہے۔ زیارت کے موسم میں ہر ایک چیز کی قیمت دو گنی بڑھ جاتی ہے:۔

۱۔ بکری یا بھیڑ (دُنبہ) کا گوشت فی پونڈ دو قرش۔ (گائے کا گوشت فی پونڈ ایک قرش۔ مگر گائے کا گوشت لوگ بہت ہی کم کھاتے ہیں۔ بھینس کا گوشت وہاں بالکل نہیں ہوتا۔ اور اونٹ کا گوشت صرف بدوی لوگ ہی کھاتے ہیں۔

۲۔ ایک مرغی پانچ قرش۔

۳۔ انڈے۔ گرمی میں فی قرش آٹھ۔ جاڑے میں ایک قرش کے چار۔

۴۔ گھی فی پونڈ چار قرش (جب گھی سستا ہوتا ہے تو ایک پونڈ ۲½ قرش میں آجاتا ہے۔ جو لوگ مسکہ یا مکھن کھاتے ہیں وہ اسکو گھر پر ہی بنا لیتے ہیں۔ بعض اوقات مصری لوگ بھی مکھن بیچتے ہیں۔)

۵۔ دودھ فی پونڈ ایک قرش۔

۶۔ پنیر فی پونڈ ۲ قرش (ارزانی کی حالت میں فی پونڈ ایک قرش اور گرانی کی حالت میں فی پونڈ ۳ قرش تک بڑھ جاتا ہے

۷۔ نان گندم وزنی ۱۲ درہم ایک چوتھائی ¼ قرش میں (۴۲ درہم وزنی روٹی نصف قرش میں)۔

۸۔ ایک پونڈ خشک بسکٹ (غیر ملک سے آئے ہوئے) ۳ قرش۔

۹۔ ترکاری ایک پونڈ نصف قرش۔

۱۰۔ کھجور ایک مُد۔ اپنی قسم اور عمدگی کے موافق ۴ قرش سے لیکر ۱۰ قرش تک۔

۱۱۔ انگور فی پونڈ ½۱ قرش۔

۱۲۔ لیموں ایک قرش کے چار عدد

۱۳۔ انار فی عدد نصف قرش سے ایک قرش تک۔

۱۴۔ خربزہ فی عدد ۳ قرش سے ۶ قرش تک۔

۱۵۔ سنگترہ فی پونڈ ۲ قرش۔

۱۶۔ قہوہ فی پونڈ ۴ قرش (مدینہ میں صرف یمن کا قہوہ پیا جاتا ہے)۔

۱۷۔ چار فی پونڈ ۱۵ قرش (سیاہ چار پی جاتی ہے جو ہندوستان سے آتی ہے)۔

۱۸۔ قند فرنگستانی فی پونڈ ۲ قرش (سفید مصری قند فی پونڈ ۵ قرش مصری بورا فی پونڈ ۳ قرش ہندوستانی بورا جو بلکہ نرم ہوتا ہے تریاں [illegible] آتی ہے فی پونڈ [illegible]

عرب گھی کے بہت شائق ہیں

تمام مشرقی ممالک کے باشندوں کی طرح مدنی بھی گھی[5] کے بہت شائق ہیں۔ میں نے لڑکے محمد کو دیکھا کہ وہ گھی کا بھرا ہوا گلاس ایک دم پی گیا۔ حالانکہ اُسکے دوستوں نے اس سے بہت کہا کہ تو سب کا سب گلاس نہ پی ورنہ ہاتھی کے برابر موٹا ہو جائیگا۔ اِن ممالک میں اگر کوئی آدمی گھی کھانا پسند نہیں کرتا تو لوگ کہتے ہیں کہ اسکا معدہ خراب ہے۔ ہمارا بُھنا ہوا گوشت چربی یا گھی سے تربتر رہتا تھا۔ بلکہ مہمان[6] کے لیئے چاولوں کو ایسا پکایا جاتا ہے کہ وہ تائے ہوئے گھی سے تربتر ہو جاتے ہیں۔ یہ گھی اکثر بدبودار رہتا ہے۔ میں نے اپنے میزبان سے کہا کہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ)

١٩۔ مومی شمع جو یہاں مصر سے آتی ہیں فی پونڈ ٧ قرش۔

٢٠۔ چربی کی شمع فی پونڈ ٣ قرش۔

٢١۔ ایک اَرْدَبْ گیہوں ٢٩٥ قرش۔

٢٢۔ پیاز ایک اَرْدَبْ ٣٣ قرش (جب ارزاں ہوتی ہے تو ٢٠ قرش میں اور گرانی کی حالت میں فی ٤٠ قرش فی اردب)۔

٢٣۔ جَو فی اَرْدَبْ ١٢٠ قرش (ارزانی میں ٩٠ قرش اور گرانی میں ١٨٠ قرش فی اردب)۔

٢٤۔ چاول فی اردب ٣٠٢ قرش (یہ ہندستان سے آتے ہیں اور عمدگی اور اقسام کے موافق فی اردب ٤٠٠ سے ٥٠٠ قرش تک قیمت ہوتی ہے)

٢٥۔ کھلی عموماً جانوروں کو کھلائی جاتی ہے۔ اور بہت ارزاں ہوتی ہے۔

٢٦۔ برسیم (ایک قسم کی گھاس۔ فی گٹھا) ٣ اوقیہ (٣٦ درہم) ½ قرش میں۔

٢٧۔ مسور کی دال چاول کے بجائے آتی ہے۔

٢٨۔ تمباکو رومی فی پونڈ ١٦ قرش۔

٢٩۔ تمباکو شامی فی پونڈ ٨ قرش۔

٣٠۔ تمباکو ایرانی فی پونڈ ٦ قرش۔

٣١۔ زیتون کا تیل فی پونڈ ٦ قرش (ارزانی میں ٤ پونڈ فی قرش)۔

٣٢۔ پانی کی ایک مشک نصف قرش میں۔

٣٣۔ کوئلہ کا ایک تھیلہ جسمیں ٣ اوقیہ ہوں ١ قرش بہترین کوئلہ سمر (ببول کا ایک درخت) کا ہوتا ہے [illegible] قرش دیا جاتا ہے انکی برابر ایک کی

[5] ماہر علم نباتات و حیوانات کہتے ہیں کہ چربی یا چکنائی دا غذا اکثر دلکوں کے لئے مخصوص ہے۔ اور گرم ملکوں کے لوگ چاول میوہ جات اور ترکاری وغیرہ ویسی خوراک کھاتے ہیں جس سے حرارت زیادہ نہیں بڑھتی۔ ایشیا اور افریقہ کے گرم ملکوں کے لوگ جو ماکھن بکثرت کھاتے ہیں

[6] جب کوئی گھر مہمان یا ایک بکثرت آنے والے ہوں تو ایران میں ممتاز کہا جاتا ہے۔ جاوہ اور عدن میں چاول تر کر دیتے۔

میرا مالیخولیا کا مزاج ہے میرے لئے گوشت میں گھی بہت ہی کم ڈالا کرو۔ بلکہ ڈالا ہی نہ کرو۔ حجاز کا سمن (گھی) جسکو بدوی لوگ بیچنے کے لئے لاتے ہیں اکثر تازہ ہوتا ہے۔ اسلئے اسمیں ایسی بساندہ نہیں ہوتی جیسی کہ ہندوستان[1] کے پرانے اور بدبودار کپوں کے گھی میں ہوتی ہے۔

بردہ فروشی

دولتمند مدنی کا گھر بڑا آرام دہ اور پختہ مکان ہوتا ہے۔ اور نوکر چاکر باندی غلام بہت ہوتے ہیں۔ حبشی کنیزکیں ہر ایک قسم کا خانگی کام سینا۔ پکانا۔ کپڑے دہونا۔ جہاڑ دینا۔ پانی کھینچکر لانا وغیرہ انجام دیتی ہیں اور بمصداق ع برعکس نہند نام زنگی کافور حبشی لونڈی کا نام حسینہ وغیرہ رکھدیتے ہیں۔ ایک حبشی کنیز چالیس ڈالر سے پچاس ڈالر تک مول آجاتی ہے۔ اگر کنیز کے کوئی اولاد ہوگئی ہو تو اسکی قیمت گھٹ جاتی ہے مگر کوئی لونڈی اگر دستکار ہو۔ گھر کے سب کام کرنے جانتی ہو۔ ہشیار ہو۔ خلق اور رویہ اچھا رکھتی ہو تو اسکی قیمت ایک سو ڈالر (۲۵ پونڈ) تک بڑھ جاتی ہے۔

چھوٹی عمر کا حبشی غلام جو اچھی طرح سے ہشیار ہو ۱۰۰ قرش میں۔ حبشی لونڈی کم عمر والی اس سے زیادہ گراں اور خوجہ (خنثیٰ) اُس سے دوگنی قیمت میں مول ہوتا ہے۔ اِن بچوں (حبشیوں) کی عمریں جسقدر زیادہ بڑی ہوتی ہیں۔ اسیقدر انکی قیمت گھٹتی جاتی ہے جوان غلام کو بہت ہی غیر معمولی حالات کے سوا کوئی شخص نہیں خریدتا۔ کیونکہ لوگ خیال کرتے ہیں کہ اس غلام میں کوئی ایسی لاعلاج برائی ہے کہ جسکے سبب سے وہ اس عمر میں فروخت کیا جاتا ہے۔ ابی سینیا (حبش) کی لڑکیاں بالخصوص قوم غالہ کی لڑکیاں زیادہ پسند کیجاتی ہیں اسلئے کہ انکا چمڑا گرم ترین موسم میں بھی ہمیشہ ٹھنڈا رہتا ہے مگر وہ مدینہ میں بہت ہی شاذ و نادر کبھی فروخت ہونے کو آجاتی ہیں۔ انکی قیمت ۲۰ پونڈ سے کم نہیں ہوتی بلکہ اکثر ۴۰ پونڈ تک بک جاتی ہیں۔

جاریہ بیضا

مینے مدینہ میں جاریہ بیضا یعنے سفید رنگ کی کنیز کو کبھی بھی نہیں دیکھا سرکیشیا میں ایسی لونڈیوں کی قیمت ۱۰۰ پونڈ سے ۴۰۰ پونڈ تک ہوتی ہے۔ حجاز میں اسقدر قیمتی لونڈیاں صرف دو چار آدمی ہی خرید سکتے ہیں۔ مدینہ میں بردہ فروشی کا بازار سرد ہے کیونکہ یہاں سب بردہ مکہ سے آتے ہیں اور بہترین لونڈی غلام مصر کو بھیجدیئے جاتے ہیں

[1] ہندوستان میں گھی کو مدتوں تک کسی برتن میں بند رکھکر اُسوقت تک سڑنے دیتے ہیں کہ وہ جمکر کالا سیاہ ہوجاتا ہے۔ پھر اسکو لوگ کئی بیماریوں اور زخموں کے لئے اکسیر بتلاتے ہیں۔

اس لئے مدینہ میں صرف ادنیٰ درجہ[1] کے لونڈی اور غلام آتے ہیں۔

مدنیوں کی رنگت اور وضع قطع

مسافر کو مدنیوں کی رنگت اور وضع قطع دیکھکر ضرور تعجب آتا ہے کہ یہاں کی پچمیل آبادی نے کسطرح خصوصیت کے ساتھ عربی شکل وصورت اختیار کرلی ہے۔ مدینہ کے لوگ حیرت انگیز طور سے سفید رنگ کے ہوتے ہیں یہ اثر غالباً وہاں کی آب وہوا کا ہے۔ بعض مدنیوں کے چہرے سرخ بال سیاہ اور بھورے ہوتے ہیں۔ بچوں کے رخسار اور بدن کے اکثر حصص پر شعلی یا تشریح کے تین نشان بعض اوقات مکیوں کیطرح تین لمبی لکیریں نہیں بلکہ عموماً مختصر بنا دئے جاتے ہیں۔ اہل مدینہ گاہے بالکل قدیم زمانہ کے بدوی اور شریف خاندان کے افراد معلوم ہونے لگتے ہیں۔ انکے کلہ کی ہڈی اونچی اور ابھری ہوئی آنکھیں چھوٹی لمبی کم گول زیادہ چمکیلی سیاہی کی نسبت بھوری زیادہ ہوتی ہیں۔ سر چھوٹا کانوں کی قطع بہت اچھی۔ چہرہ لمبا اور بیضوی۔ پیشانی بلند اور چوڑی۔ داڑھی موچھ کم بلکہ اکثر چگی مگر بدویوں کی بہ نسبت زیادہ گھنی اور گنجان ہوتی ہے گل مچھیں بالکل نہیں ہوتے۔ شہری عربوں میں سے بعض نوجوان اپنی داڑھی منڈوا بھی دیتے ہیں۔ مدنی اپنی داڑھیوں میں خضاب لگاتے ہیں اور نہایت خوش مزاج ہوتے ہیں۔ بدوؤں کی طرح غصہ ور اور کڑوے نہیں ہوتے۔

مدنیوں کا لباس

مدنی لوگ لباس بہت نفیس پہنتے ہیں۔ قسطنطنیہ سے جو مشرقی یورپ کا پیرس ہے لباس کے نئے نئے نمونہ اور فیشن مدینہ پہونچتے رہتے ہیں۔ معزز اور متمول آدمی ایک بالش یا جبہ زرد نارنجی۔ سبز یا گلابی رنگ کا پہنتے ہیں۔ ہمیشہ ایک ہی قسم کا سبز یا گلابی لباس پہننے سے آدمی حقیر سمجھا جاتا ہے۔ حجاز میں امیر وغریب نافرمانی رنگ کو زیادہ پسند کرتے ہیں۔

بدن کو جو ایک قسم کا لمبا کوٹ بلا آستینوں کے ہوتا ہے اور جو تمام عربی ملکوں میں پہنا جاتا ہے

[1] کچھ لونڈیاں ابی سینیا کے ملک سے لائی جاتی ہیں۔ زیادہ تر علاقہ گالا سے بردہ فروش چرا کر لے آتے ہیں۔ سمالی لینڈ کے تین بندرگاہوں بربرہ، جبوتی اور زیلع سے ہر سال ۸۰۰۰ سے ۱۰۰۰۰ تک لونڈی غلام مخا۔ جدہ سویز اور مسقط کو جہازوں میں روانہ کرنے جاتے ہیں۔ تعجب ہے کہ امام مسقط نے اپنی خوشی سے برٹش گورنمنٹ کے اس قابل نفرین تجارت کو منسوخ کرنیکا معاہدہ کیا مگر وہ اپنے علاقہ میں اس نفرت انگیز تجارت کو ہونے دیتا ہے (یہ سب باتیں اب تقویم پارینہ ہوگئیں۔ بربرہ اور زیلع پر برٹش گورنمنٹ قابض ہے جبوتی پر فرانس نے قبضہ کرلیا۔ برٹش گورنمنٹ نے بالخصوص اور تمام یورپین سلطنتوں نے بالعموم کوشش کرکے بردہ فروشی بالکل موقوف کرادی۔ افریقہ میں سے اب کوئی لونڈی غلام نہیں پکڑ سکتا۔ مترجم عفی عنہ)۔

یہاں صرف ادنیٰ درجے کے لوگ پہنتے ہیں۔ سر کے بدترین لباس یعنے سرخ ترکی ٹوپی کا یہاں بھی رواج ہو چلا ہے جسکو یہاں طربوش کہتے ہیں۔ افسوس ہے کہ سر کا نہایت خوبصورت لباس یعنے کوفیہ اور اعقل کا رواج اب صرف شریف اور بدوی لوگوں ہی میں رہ گیا ہے۔

عورتوں کا لباس بھی یہاں خوشنما ہوتا ہے۔ گھروں میں وہ چھینٹ یا کسی دوسرے کپڑے کی ایک صدری اُسکے اوپر ثوب یعنے سفید رنگ کا بڑی آستینوں والا قمیص گلے سے ٹخنے تک لمبا پہنے رہتی ہیں۔ اُنکے سراویل یعنے پائجامے ذرا تنگ اور چُست ہوتے ہیں جب عورتیں باہر نکلتی ہیں تو اپنے سر پر ایک ریشمین یا سوتی کپڑا سفید یا نیلہ چارخانہ جسکو ملایہ کہتی ہیں ڈال لیتی ہیں۔ حجاز میں تمام عورتیں برقع سفید اوڑھتی ہیں۔ ہر طبقہ کی عورتیں اپنے پیر اور ہاتھوں میں مہندی اور اُسکے اوپر ایک عرق لگاتی ہیں جسکو شدر کہتے ہیں یہ عرق آنولہ پھٹکری اور چونہ کے پانی سے بنایا جاتا ہے۔ عورتیں بالوں میں مانگ نکالتی ہیں اور بالوں کی ۲۰ یا ۲۵ چھوٹی چھوٹی چوٹیاں گوندھتی ہیں جنکو یہاں جدیلہ کہتے ہیں۔

زیور و عطریات

پیتل اور کانسی سے لیکر چاندی سونے تک طرح طرح کا زیور پہنا جاتا ہے نیز خوشبو اور عطریات مثلاً مشک عنبر۔ اگر عطر گلاب۔ چنبیلی کے تیل اور دارچینی وغیرہ کے عطر و تیل کو یہاں کے لوگ بہت زیادہ پسند کرتے ہیں۔

مرد و عورت قسطنطنیہ کے سلیپر جوتے پہنتے ہیں۔ عورتیں زرد رنگ کا خوف اندرونی سلیپر اور پہنتی ہیں۔ یہ جراب کا کام دیتا ہے اور اسپر مخملی یا سنہری کام کا ایک پاپوش پہنتی ہیں۔

اظہار ماتم

مرد یہاں غم کا اظہار کرنیکے لئے ماتمی لباس نہیں پہنتے مگر عورتیں سفید کپڑے پہنکر اور زیور اُتار کر رنج و غم کا اظہار کرتی ہیں۔ یہ زمانہ حال کی رسم ہے اول عورتیں بھی اظہار رنج و غم کے لئے لباس تبدیل نہیں کرتی تھیں۔

سواری اور خورد و نوش کے جانور

مدنی علی العموم پیدل چلتے پھرتے ہیں۔ جانوروں کے رکھنے میں خرچ بہت ہوتا ہے اسلئے یہاں جانور کم ہیں۔ ترکی رسالہ کے سواروں کے پاس مصری یابو ہیں۔ امراء اکثر نجدی گھوڑوں پر سوار ہوتے ہیں جنکی قیمت ۲۰۰ سے ۳۰۰ ڈالر تک ہوتی ہے۔ اونٹوں کی یہاں بڑی کثرت ہے۔ حجاز میں جو اونٹ پیدا ہوتے ہیں وہ چھوٹے قد والے اور کمزور ہوتے ہیں۔ اسی سبب سے انکی قیمت

بھی کم ہوتی ہے۔

ناقہ احرار

اچھی نسل کی سانڈنیاں جنکو احرار (حرۃ کی جمع شریف اور آزاد) کہتے ہیں اور مقام پیدائش کے لحاظ سے ایک قسم کے ناقہ کو نعمانی کہتے ہیں۔ ۱۰ ڈالر سے ۱۰۰ ڈالر تک مول آجاتی ہیں۔ یہ سانڈنیاں نہایت تیز رفتار قد چھوٹے چھوٹے مگر بہت ہوشیار قدباز اور اچھی نسل کی ہوتی ہیں اور بے ہچکولے کے چلتی ہیں۔ انکی آنکھیں غزال کیطرح سے خوبصورت ہوتی ہیں اور منہ (تھوتھنی) اتنا چھوٹا ہوتا ہے کہ ایک گلاس میں آجائے۔

دنبہ

مدینہ میں خچر نہیں ہوتے۔ گدھے یہاں مصر اور مکہ سے لائے جاتے ہیں۔ الحجاز کے اس حصہ میں بھیڑ (دنبہ) کا گوشت کھایا جاتا ہے۔ دنبہ کی یہاں تین علیحدہ علیحدہ نسلیں ہیں۔ بڑی قسم کا دنبہ نجد سے لایا جاتا ہے۔ چھوٹا دنبہ یہیں پیدا ہوتا ہے۔ انکا بھورا رنگ ہوتا ہے اور لمبی چلکتے دار دم ہوتی ہے۔ کبھی کبھی یہاں وہ سفید دنبہ بھی نظر آجاتا ہے کہ جسکو عدن میں بربرہ کی بھیڑ کہتے ہیں۔ اسکی دم بہت چھوٹی ہوتی ہے۔ اور دم میں چلکتا بہت بڑا نہیں ہوتا۔

گائے

مدینہ میں گائے بہت ہی کم ہیں۔ گائے کے گوشت کو شرقی ممالک میں صحت کیلئے مفید نہیں سمجھا جاتا۔ بدوی اسکے دودھ کو بھی پسند نہیں کرتے۔ انکو اونٹ، بھیڑ اور بکری کا دودھ زیادہ مرغوب ہے۔

بکری کا گوشت صرف غربا کھاتے ہیں

بکری کا گوشت بہت ہی کم کھایا جاتا ہے۔ نہایت ہی غریب اور ادنیٰ درجہ کے لوگ مدینہ میں بکری کا گوشت کھاتے ہیں۔

لڑائی میں درود شریف کا ورد

مدنی بہت مہذب اور خلیق ہوتے ہیں۔ مگر ترکوں کے میل جول سے اظہار شان و شوکت کا کچھ شوق ان کو ہوگیا ہے۔ دوستوں سے ملاقات کرنے اور غصہ کے وقت مدنی اپنی تہذیب اور سنجیدگی کو بالائے طاق رکھدیتے ہیں اور اپنے مخالف کو تیز اور کثیر الالفاظ عربی زبان میں خوب خوب محاورہ دار لام و قاف سناتے ہیں۔ مدنی باتونی اور بولنے والے بہت ہیں جب کسی شخص کو اپنے بدمخالف سے بازی لیجانے کی امید نہیں رہتی تو وہ کہتا ہے صلِ علیٰ محمدٍ پھر چونکہ ہر ایک مسلمان کو اس فقرہ کے جواب میں یہ کہنا لازمی ہے اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلَیہِ مگر مدنی علیہ کہکر پھر لام و قاف سنانے میں مصروف ہوجاتا ہے جب مغلوب دیکھتا ہے کہ میرا

مخالف غالب ہوگیا تو وہ پڑھتا ہے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ یہی جواب غالب دیتا ہے۔ غرض کہ اس طرح مدنیوں کی لڑائی میں خوب لطف آتا ہے۔

مہماں نوازی

کبھی کبھی ان زبانی لڑائیوں میں سخت جھگڑا بھی ہوتا ہے۔ اسلئے کہ انصاف پانے کے لئے مدنی ہمیشہ لڑائی کے لئے تیار رہتے ہیں۔ یہ لفظی جنگ کبھی آپس میں پتھروں[1] کی جنگ سے تبدیل ہوجاتی ہے۔ مکہ کے لوگ کہا کرتے ہیں کہ مدنی لوگوں کی رنگت تو سفید ہے مگر دل سیاہ[2] ہے۔ اس میں کچھ مبالغہ ہے مگر یہ بات سچ ہے کہ مدنیوں پر شان ونمود کا شوق ہوگیا۔ اور بدلہ لئے بغیر وہ حتی الامکان نہیں رہتے۔ کوئی مدنی اپنے مہمان بغیر کھانا نہیں کھاتا اور دشمنوں سے اسکی پوری حفاظت کرتا ہے۔ مگر بعض اوقات معمولی بول چال ہی میں ایسے قتال پڑتے ہیں کہ قومی دشمنی کی بنیاد قائم ہوجاتی ہے۔

جرائم اور انکی سزا

مدنی لوگ نہایت پاک اخلاق اور شائستہ اطوار ہیں۔ مکہ۔ قاہرہ اور جدہ کیطرح یہاں بھی فاحشہ عورتیں نہیں ہیں۔ زنا کی سزا[3] قرآن شریف کے احکام کے بموجب یہاں رجم ہے۔ چھوٹے چھوٹے جرموں پر یہاں مجرموں کی درے لگائے جاتے ہیں۔ اگر کوئی شخص دوبارہ وہی خطا کرے تو اسکو شہر میں سے جلاوطن کر دیتے ہیں۔ مدینہ کی عورتیں بہت عصمت مآب عفت انتساب ہیں۔ عورتیں اپنے گھروں سے باہر صرف شادی بیاہ دعوت ختنہ بچہ کے پیدا ہونے کے موقعہ پر اور زیارتوں کے لئے نکلتی ہیں۔ گھروں میں وہ خانگی کام انجام دیتی رہتی ہیں۔ یاسمینہ اور زعفران اپنی لونڈیوں پر کام بگاڑنے کے لئے خفا ہوتی رہتی ہیں۔ اسبارہ میں انکا اخلاق انگریزی عورتوں سے اچھا ہے۔

مدینہ میں شراب نہیں بکتی

مدینہ میں شراب نہیں بکتی۔ ترک اپنے استعمال کے لئے ایک قسم کی شراب (عراقی) بناتے ہیں۔ مدنی ہرگز شراب نہیں پیتے ہیں جبتک مدینہ میں مقیم رہا اسوقت کاگنک (شراب) کی ایک بوتل پر قانع رہا۔ اس بوتل کو میں نے ایسا رنگ کھا تھا اور اس میں خوشبو ڈال رکھی تھی کہ وہ دوائی کی بوتل معلوم دیتی تھی۔

---

[1] عربوں کی پتھروں سے لڑنے کی بہت عادت ہے۔ جنگ احد میں بھی مشرکین عرب نے مسلمانوں پر پتھر برسائے تھے۔

[2] مدینہ والوں کی عادت بدلہ لینے اور انکو تکلیف پہونچے تو اسکو ہمیشہ یاد رکھنے اور قدیم دوستی کو فراموش کر دینے کیطرف اشارہ ہے

[3] یہاں سزائیں قاضی دیتا ہے۔ قتل کے مقدمہ کی سماعت کرکے اگر ملزم کو وہ قاتل ثابت پاتا ہے تو اسکو سزا کی پاشا کے پاس بھیجدیتا ہے۔ وہ ایک کورس یا پولیسمین کو حکم دیکر تلوار سے قاتل کا سر کٹوا دیتا ہے۔ غرضکہ مدینہ میں شریعت کے موافق سزائیں دیجاتی ہیں

انشاء اللہ بکرہ

یہاں بھی ہندوستان اور مصر کیطرح جو کام آج کرنا ہو اُسکے لئے کہ انشاء اللہ بکرہ یعنے خدا نے چاہا تو میں یہ کام کل کرونگا عام بولا جاتا ہے۔ یہ پس وپیش کرنیکی عادت مشرقی ممالک کے تمام لوگوں میں پائی جاتی ہے مگر عرب میں "توکل علی اللہ یا شیخ" پر بہت عمل ہے۔ حالانکہ انسان کو آپ بھی کوشش کرنا ضروری ہے۔ بہت سی اقوام مشرقی کی نسبت جنسے میں واقف ہوں مدینہ والوں کا اخلاق بہت اچھا ہے۔ اُن میں مردانہ اخلاق اور انسانی باتیں ہیں۔

عورتوں کے متعلق عربوں کے ظرافت آمیز قابل غور مقولے

تمام عرب شادی بیاہ ضرور کرتے ہیں مگر بیاہ اور نکاح کے متعلق اُنکے بہت سے ظریفانہ مقولے ہیں جنکا اِس جگہ بیان بے موقعہ نہ ہوگا۔ ان مقولوں میں ستم ظریفی کی آمیزش کے علاوہ عقل وحکمت کی بھی باتیں ہیں۔ ایک عرب حکیم نے اپنے بھتیجے کو جو نکاح کرنا چاہتا تھا اِس سے یاد رکھنے کیلئے یہ نصیحت کی کہ:۔

"شادی یا نکاح صرف ایک مہینہ کی خوشی اور عمر بھر کا غم ہے۔ نکاح حساب کرکے قرضوں کی ادائگی ہے یا کمر کو توڑنے والی چیز ہے (یعنے فکر اور مصیبتوں کے بوجھ سے کمر ٹوٹ جاتی ہے) اور نکاح عورت کی زباندرازی سُننا ہے"۔

ایک اَور حکیم عرب کہتا ہے کہ" میرے سینہ میں ہزار ہا سانپ باندھدو پھر بھی میں آزاد ہوں۔ مگر خدارا میرا بیاہ نہ کرو کیونکہ پھر میں عورت اور اُسکے بچوں کا غلام بنجاؤنگا"۔

ایک اَور حکیم کا قول ہے کہ" دس سال کی عمر سے بیس سال کی عمر تک عورتیں دیکھنے والوں کی آنکھوں کا آرام ہیں۔ ۲۰ سے ۳۰ سال کی عمر تک عورتیں خوبصورت اور خوشنما رہتی ہیں۔ ۳۰ برس سے ۴۰ سال کی عمر تک وہ بہت سے بچوں کی مائیں بنجاتی ہیں۔ ۴۰ سے ۵۰ سال کی عمر تک عورتیں بوڑھی اور مکار ہو جاتی ہیں۔ ۵۰ سے ۶۰ سال تک کی عورتوں کو خنجر سے ہلاک کردینا چاہئے۔ ۶۰ سے ۷۰ برس تک کی عورتوں پر بلکہ شروع سے اخیر تک سب پر خدا کی لعنت ہو"۔

ایک اَور حکیم کہتا ہے کہ" لوگ عورتوں کو آدمی اور آدمی کے لئے جنت بتلاتے ہیں مگر میں خدا سے دعا کرتا ہوں کہ مجھکو اس جنت کے بدلہ جہنم عطا فرما"۔

مگر عورتیں بھی ان طعنہ زنوں کے مذکورۂ بالا مقولوں پر ہنستی اور مذاق اُڑاتی ہیں اِس لئے کہ

یہ طعنہ زن شل اور تمام ممالک کے مدینہ میں بھی ہمیشہ نکاح کرتے ہیں۔ اور بغیر عورت کے انکا گھر بس نہیں سکتا۔

خطبہ اور نکاح کی رسم

عربوں میں نکاح کی رسوم بہت خرچیلی اور پیچیدہ ہوتی ہیں۔ اول خطبہ یعنے منگنی اس طور سے ہوتی ہے کہ لڑکے کا باپ لڑکی کے ماں باپ یا ولی کے پاس جاتا ہے۔ اور ملاقات کرکے فاتحہ پڑھکر کہتا ہے کہ "میرے لڑکے پر مہربانی کرکے اپنی دختر اسکے نکاح میں دیدو"۔ اگر وختر والا راضی ہو تو کہتا ہے کہ "اچھی بات ہے مجھکو منظور ہے تمکو مبارک ہو"۔ مگر میں ذرا استخارہ لے لوں۔ (مدینہ میں استخارہ کو خیرہ کہتے ہیں) پھر ایجاب وقبول ہوکر دونوں فاتحہ پڑھکر نکاح کا پختہ اقرار کرلیتے ہیں۔ اسکے بعد مہر[1] کے لئے گفتگو شروع ہوتی ہے۔ اس مشکل کے رفع ہونیکے بعد دوستوں اور رشتہ داروں مرد اور عورتوں کی دعوت کیجاتی ہے۔ شادی کو عقد النکاح یا زواج کہتے ہیں۔ قاضی نکاح کے لئے لڑکی کی رضامندی وکیل کے ذریعہ سے جو لڑکی کا اکثر قریبی رشتہ دار ہوتا ہے حاصل کرتا ہے۔ ولیمہ کی دعوت عریس (دولہا) کا باپ اپنے مکان پر اپنے رشتہ داروں اور دوست واحباب کو دیتا ہے۔ نکاح کے بعد بڑی دھوم سے عریس اپنی عروسہ (دولہن) کے باپ کے گھر جاتا ہے اور پھر زفہ یعنے رونق اور جلوس کے ساتھ حرم نبوی میں جاکر زیارت کرکے دلھن اپنے دولھا کے گھر آکر بس جاتی ہے۔

رسوم میت

پیچیدہ شادی کے مقابل میں انکے موتی کی رسوم سادہ ہوتی ہیں۔ نہ ندابہ (کرایہ پر رونیوالی) نہ کوئی عورت نہ کوئی رشتہ دار عورت دفن کے وقت موجود ہوتی ہے جیسا کہ اور اسلامی دنیا میں قاعدہ ہے بلکہ کسی مرد کا چلا کر رونا بھی[2] سخت معیوب سمجھا جاتا ہے۔ مدینہ میں نعش تو کے تھوڑے ہی عرصہ کے بعد نعش کو دفن کردیتے ہیں۔ جنازہ کو بازاروں سے متوسط قدم کی رفتار سے رشتہ دار[3] لیجاتے ہیں۔ ہر شخص اپنا کندھا جنازہ کو ایک یا دو منٹ کے لئے دیتا ہے یہ بات مردہ کا اعزاز

[1] معززین اور شرفائے شہر کی لڑکیوں کا مہر ۴۰ ڈالر کا بندھتا ہے اسکا نصف ۱۵ پونڈ مہر معجل ہر شخص نکاح کیوقت ادا نہیں کرسکتا اسلئے اکثر مدنی بڑی عمر میں شادی کرتے ہیں۔

[2] لڑکیوں کو آنے دیا جاتا ہے مگر انکو رونے چلانے نہیں دیا جاتا۔ لڑکیوں کے رونیکا کچھ خوف بھی نہیں ہے۔ ان معاملات میں عرب اپنی رضاعت ہی کے زمانہ سے مرد ہوتا ہے۔

[3] یہ دوست اصدقہ کہلاتے ہیں۔ اصدقہ جمع ہے صدیق کی۔

اور ثواب کا کام سمجھا جاتا ہے۔ حرم میں پہونچکر جنازہ کو رسول اللہ کی کھڑکی کے آگے رکھدیتے ہیں اور محراب عثمانی پر نماز جنازہ ادا کرکے جنت البقیع میں دفن کر دیتے ہیں۔

کتابوں کی کثرت مدینہ میں کتابوں کی اب بھی بڑی کثرت ہے گوکہ وہابیوں نے اسکو تاخت و تاراج کردیا تھا۔ حرم کے نزدیک دو مدرسے یا کالج ہیں۔ ایک محمودیہ جسکو سلطان محمود نے قائم کیا۔ دوسرا بشیر آغا کا مدرسہ۔ ان دونوں مدرسوں میں مذہبی اور دیگر علوم کی کتابیں بکثرت موجود ہیں بعض لوگوں کے پاس پرائیویٹ کتب خانہ بھی ہیں۔ بالخصوص نجیب الاشراف (رئیس قوم شریف) محمد جمال الیل کا کتب خانہ بہت بیش بہا ہے۔ وقف شدہ کتابوں کا بھی بڑا انبار ہے۔ یہ موقوفہ کتابیں یا تو مسجدوں کے لئے یا خاص خاص خاندان کے لئے[1] وقف ہیں مشہور عالم محمد ابن عبداللہ السنوسی[2] مدینہ سے اپنی جمع کردہ آٹھ ہزار کتابیں اپنے مکان واقعہ جبل ابوقبیس (مکہ) کو لیگئے۔

تعلیم علم دین غرضکہ رسول اللہ کے مدفن (مدینہ) پر اسلئے آئیدہ سے یہ دھبہ قائم نہیں رہ سکتا کہ وہاں علم اور تعلیم سے بالکل غفلت اور بے پرواہی برتی جاتی ہے۔ میرے پیشرو یوروپین سیاح مدینہ برکھارڈت نے اپنے سفرنامہ عرب جلد دوم کے صفحہ ۲۶۴ پر یہ غلط الزام لگایا ہے۔ مدینہ کے لوگ اپنے علمار کی تعریف کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ مکہ سے بھی زیادہ یہاں علم پڑھایا جاتا ہے تاہم بہت سے طلبا حصول علم کے لئے یہاں سے دمشق اور قاہرہ میں مسجد ازہر کی

---

[1] قاہرہ میں لوگ وقف شدہ کتابوں کو اکثر بیچ ڈالتے ہیں مگر مدینہ میں یہ بات نہیں ہے۔ وقف کا مسئلہ ایک بہت وسیع مسئلہ ہے۔ اسمیں فروخت کا جواز بالکل ہی غیر مشمول نہیں ہے۔

[2] یہ شیخ الجیرز (افریقہ) کے مالکی مسلمان ہیں۔ یہ بہت بڑے عالم ہیں۔ بالخصوص علم جفر کے بڑے ماہر ہیں بعض لوگ انکو ولی سمجھتے ہیں۔ مگر انکی کرامت کے متعلق لوگوں کی رائیں متفرق ہیں بعض شاگرد اور مرید انکو مہدی آخرالزمان بتلاتے ہیں بعض لوگ انکو مکار سمجھتے ہیں۔ شیخ مذکور کا عقیدہ یہ ہے کہ زندہ ولی بہ نسبت مردہ ولی کے زیادہ صاحب اثر ہوتا ہے۔ اسلئے مردہ اولیار کی قبروں کی زیارت نہیں کرنا چاہئے۔ مالکی مذہب میں یہ ایک نیا مسئلہ ہے۔ عباس پاشا شیخ مذکور کا بہت ادب اور لحاظ کرتا تھا مگر چونکہ شیخ نے تملق تحائف اور نذر لینے سے انکار کردیا اسلئے اس نے مقام بلاق میں شیخ کے لئے ایک زاویہ بنوا دیا۔ مدینہ میں عباس پاشا والی مصر کی والدہ تین مرتبہ اسکے پاس گئی تب یہ شیخ اس سے ملا۔ طرابلس (افریقہ) کے ملک میں شیخ کے مرید بکثرت ہیں فیضان کے بہت سے نخلستانوں میں سے نخلستان سیواہ میں بھی اسکے مرید بہت ہیں۔

یونیورسٹی میں کثرت سے تعلیم پاتے ہیں۔ مدینہ میں سوائے علم دین کے اور کسی علم کے پڑھنے کی آسانی نہیں ہے۔ فلسفہ۔ طب۔ ریاضی۔ حساب اور الجبرا یہاں نہیں سیکھ سکتے۔

مصری قرأت

مکہ والوں کے برابر مدینہ والے بہت سی زبانیں بول نہیں سکتے بلکہ ترکی زبان بھی بہت ہی کم جانتے ہیں۔ فارسی اور اردو شاذ و نادر ہے۔ جو لوگ مصر میں تعلیم پاتے ہیں ان کی قران شریف پڑھنے کی قرأت بہت اچھی ہوتی ہے۔

عربی زبان جدید

شہری لوگ بہت عربی الفاظ کو پورے طور سے[1] ادا کرتے ہیں گو جنوبی حجاز کی مانند وہ فصیح زبان نہیں بول سکتے تاہم انکی بولی قاہرہ اور مسقط کی عربی سے جو بگڑ گئی ہے بہت اچھی عربی ہے۔ بات اصل یہ ہے کہ جب عربوں کی سلطنت نہایت عظیم الشان ہوگئی اور طرح طرح کی بولی بولنے والی رعایا سے انکا سابقہ پڑا تو قدیم فصیح عربی میں بہت سے الفاظ ملکر قدیمی فصاحت اور لہجہ قائم نہیں رہا عربی کے اکثر الفاظ میں تبدیلی ہوگئی۔ انکی شکل کچھ سے کچھ ہوگئی۔ سیاح عرب کے ہر ایک حصہ میں یہ بات معلوم کر سکتا ہے کہ جو قوم سب سے علیحدہ رہتی ہے اسکی عربی قدیم اور صاف ہوتی ہے۔ وہ فعل کے ساتھ ضمیر[2] نہیں لگاتے۔ جس کا اب رواج ہوگیا ہے۔

غرضکہ معمر عرب اگر کوئی تقریر کرتے ہیں تو قدیم فصیح عربی بولتے ہیں۔ مگر نئی نسل جدید عربی بولتی ہے۔

---

[1] قدیم فصیح عربی سے جدید زبان کا فرق کچھ اس امر سے ظاہر ہو سکتا ہے کہ ق کی جگہ اب گ زیادہ بولا جاتا ہے۔ جیسے قران کو اب گران کہتے ہیں۔ اسیطرح حقی (میرا حق) کو اب گی کہتے ہیں۔

[2] ضَرَبْتَ (تونے مارا) کی جگہ اب بولتے ہیں اَنْتَ ضَرَبْتَ۔

گیارہواں باب

بقیع اور مقابر مشہورہ کی زیارت کا بیان

دُمدار ستارہ اور اسکے خیالی خواص

جس زمانہ میں میں مدینہ میں مقیم تھا اُسوقت وہاں افق مغرب میں ایک چمکتا ہوا دُمدار ستارہ دکھائی دیا اُسکو دیکھکر لوگ طرح طرح کی اندیشہ ناک پیشینگوئیاں کرنے لگے۔ تمام لوگوں کو گمان ہوگیا کہ اب معمولی مصیبتیں جنگ قحط اور وبا کی پڑ جائینگی۔ خوفناک ستاروں سے مصیبتوں کو منسوب کرنا آجتک مسلمانوں میں جاری ہے۔ بعض لوگوں نے یہ رائے دی کہ اب سلطان عبدالمجید فوراً مر جائینگے۔ حج کے موسم میں کرہ ہوائی میں ذرا بھی غیر معمولی بات واقع ہو جانیسے حاجیوں کو ہمیشہ اسبات کے یقین کرنیکی عادت ہوگئی ہے۔ کہ مہلک ریح الاصفار (ہیضہ کی وبا) پھیل جائیگی۔

حوازم اور حوامد کی لڑائی اور اُس کا انجام

اتفاق سے اس موقعہ پر قوم بنو حرب کے دونوں فرقوں حوازم اور حوامد میں لڑائی سختی کے ساتھ شروع ہوگئی۔ ان میں ہمیشہ دُشمنی رہتی ہے اور ذراسی اشتعالک پر انکے سلگتے ہوئے غصہ کی آگ فوراً شعلہ بنجاتی ہے۔ حوامد کی جمعیت تین یا چار ہزار جنگجو ہیں اور حوازم کے لڑاکوں کی تعداد اگرچہ سات سو سے زائد نہیں مگر بڑے بہادر اور بے باک بے جگر ہیں انکو یہ فخر ہے کہ وہ آجتک دشمن کے سامنے سے کبھی پسپا نہیں ہوئے۔ اپنے طرار اور تند شیخوں عباس اور ابو علی کی ماتحتی میں حوازم اپنے غیر متناسب دشمن کے پہلو میں خار کی مانند کھٹکتے ہیں۔

موجودہ لڑائی کا باعث یہ ہے کہ ایک حامدہ (حوامد کا صیغۂ واحد) نے ایک حزمی (حوازم کا صیغہ واحد) کے اونٹ کو جو اسکے کھیت میں چلا آیا تھا مارا۔ اسپر حزمی نے اس حامدہ کو مارا اور بہت بُرا بھلا کہا۔ تو حامدہ نے اسکو گولی ماردی۔ اسپر دونوں طرف کی قومیں طلب ہوئیں۔ انمیں کئی روز تک سخت لڑائی رہی۔ ۳۰ اگست کی سہ پہر کو پہاڑوں میں سے بندوقوں کی آواز اور انکی گونج مدینہ میں سنائی دیتی رہی۔ مدینہ کے بازاروں اور سڑکوں میں بدوی لوگ تلواروں

اور توڑے دار بندوقوں سے مسلح بعض صرف لٹھوں سے مسلح بڑی تیز رفتاری سے پہاڑوں کیطرف جاتے ہوئے نظر آتے رہے۔ وہ اس جوش میں تھے کہ ہمارے شامل جنگ ہونے سے پہلے کہیں لڑائی ختم نہ ہو جائے۔ شہر کے لوگ چپکے چپکے اِن بدوی لوگوں پر لعن و نفرین کرتے اور کہتے تھے کہ ان شریروں اور مفسدوں کی تمام کی تمام قوم غارت ہو جائے تو بہتر ہے حاجی اور زائر بھی خوف زدہ ہو گئے۔ انکو اندیشہ ہوا کہ ہمارے حمال بھی ہمکو یہاں چھوڑ کر بھاگ نہ جائیں اور یہ کہ مبادا اس ذراسی چنگاری سے اس آتشگیر ملک میں لڑائی کا شعلہ جوالہ تمام ملک میں نہ پھیل جائے۔ بعد میں مینے یہ خبر سنی کہ شام تک تو بدوی آپسمیں لڑتے رہے۔ پھر طرفین کے دس آدمی قتل و زخمی ہونے پر لڑائی بند ہو گئی۔

مسقط جانیکا ارادہ منقطع ہو گیا اس لڑائی کے سبب سے میرا اصل ارادہ کہ مدینہ سے مسقط[1] جاؤنگا فسخ ہو گیا۔ مینے ینبوع سے مدینہ آتے ہوئے بنو حرب قوم کے ایک بدوی مجرم نامی سے بہت کچھ دوستی بڑھا کر خفیہ طور سے اپنے مسقط جانیکے ارادہ سے اسکو آگاہ کر دیا تھا۔ اس نے یہ سمجھا کہ اس خطرناک سفر کی تکلیف برداشت کرنے میں میرا کچھ چھپا ہوا فائدہ ہے اسلئے اس نے پہلے پہل تو میرے ساتھ مسقط چلنے کا اقرار نہیں کیا اور کہا کہ میرا آنا جانا ینبوع اور مدینہ مکہ اور جدہ کے درمیان ہے مگر میں مسقط کے رستہ کی بابت تحقیقات کرکے دوپہر کو آکر جب کہ سب لوگ سوتے ہونگے تمکو خبر دونگا۔ آخر کار مجرم میرے ساتھ ماہِ اگست کے اختتام پر مدینہ سے مسقط جانے پر راضی ہو گیا۔ میں حامد کے گھر میں سے بدؤں کے بھیس میں بحر ہند (مسقط) کیطرف روانہ ہونیکی تیاری کرنے لگا۔ لیکن جب حوامد و حوازم میں لڑائی شروع ہو گئی تو مجرم نے جسکا ارادہ اپنی قوم حوازم کیطرف ہو کر لڑنے کا تھا مجھکو ٹالنا شروع کر دیا۔ اور کہا کہ میں تمہارے ہمراہ ماہِ ستمبر کے اخیر پر جانب مسقط روانہ ہوں گا۔ آخر کار جب مینے چلنے کے لئے اُسپر بہت ہی تقاضا کیا تو اس نے کشادہ دلی سے مجھے یہ بات صاف صاف طور سے کہدی کہ کوئی مسافر بلکہ بدوی تک بھی آجکل اسطرف مسقط تو بڑی بات اس جانب مشہور تواریخی مقام خیبر[2] تک بھی نہیں جا سکتا بعد میں

[1] قدیم زمانہ میں ایک کارروان مسقط سے مدینہ آیا کرتا تھا میرے احباب مجھے نہ بتلا سکے کہ اس کارواں کا آنا جانا کب سے موقوف ہوا لیکن سب لوگ کہتے تھے کہ ہم نے مدت سے عمان کا کارواں مدینہ میں آتا نہیں دیکھا۔ اب عمان کے حاجی جہاز میں بیٹھ کر جدہ آجاتے ہیں اور وہاں سے مدینہ آتے ہیں۔

[2] ابوالفداء کے بیان کے موافق مدینہ سے جانب شمال مشرق تا خیبر چھ منزل ہے۔ الادریسی نے خیبر کو مدینہ سے چار منزل لکھا ہے (باقی برصفحہ آئندہ)

مجھکو معلوم ہوا کہ مجرم کی یہ اطلاع بالکل سچ تھی اب میرے لئے سقط کیطرف تنہا روانہ ہونا بالکل ناممکن تھا میں نے بڑی پریشانی اور رنج میں شیخ حامد سے یہ حال کہا جب اُس سے صلاح لی تو اس نے کہا کہ تم کچھ دیوانہ ہو گئے ہو۔ تمام دنیا تو جلدی کر کے مناسکِ حج ادا کرنے کو جانب جنوب (مکہ) جارہی ہے اور تم شمال کیطرف جانا چاہتے ہو۔

نترسم کہ بکعبہ نرسی اے اعرابی کیں رہ کہ تو میروی بہ ترکستان است

سقط اور مدینہ کا درمیانی فاصلہ

مجھکو اس صلاح سے بہت مایوسی ہوئی مگر پھر آپ سے آپ تسلی ہوگئی۔ اگر حالات بہت اچھے ہوں اور راستہ پُرامن ہو تو ایک بدوی مسافر مدینہ سے سقط کم سے کم دس[۱] مہینے میں پہونچ سکتا ہے۔ اسلئے کہ مدینے سے سقط ۱۵۰۰ یا ۱۶۰۰ میل دور ہے۔ حالانکہ کمیشن[۲] عہدہ ضبط ہوجانے کے اندیشہ سے میں مجبور تھا کہ ماہ مارچ کے اختتام تک بمبئی پہونچ جاؤں۔ اسکے علاوہ حجاز کی راہ سے عرب میں داخل ہونے کی وجہ سے سوائے ایک گھڑی اور ایک قطب نما (کمپاس) کے مجھکو اپنے سب آلاتِ پیمائش لندن میں چھوڑنے پڑے۔ اسلئے اگر یہ سفرِ سقط کیا بھی جاتا تو جغرافیائی حالات معلوم ہونے کے فوائد بہت کم حاصل ہوتے۔ میں نے اب اپنے دل کو یہ تسلی دے لی کہ شاید مکہ سے کوئی موقعہ سقط جانے کا نکل آئے۔ لہٰذا مجھکو حجاز کا غیر آباد ملک دیکھنے اور حج کے موقعہ پر مکہ میں موجود ہونے کا یقین ہو گیا۔

بقیع[۳]

اب میں ناظرین سے جنت البقیع کی زیارت کا حال بیان کرتا ہوں۔ اس متبرک اور قابلِ ادب جگہ میں عابد و پارسا اور نیکدل مسلمان مسجد نبویؐ میں نماز ادا کر کے اول تو پروانہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ) مگر لوگوں نے مجھسے بیان کیا کہ مدینہ سے خیبر تک اونٹ تین دن میں آسانی سے پہونچ جاتے ہیں۔ تاریخ الخمیس بھی اسی بیان کی تصدیق کرتی ہے۔ میرے خیال میں خیبر مدینہ سے جانب شمال مشرق ۸۰ میل ہے۔ برکھارڈٹ نے خیبر کو مدینہ سے ۱۲۰ میل کے فاصلہ پر لکھا ہے مگر میرا یقین ہے کہ اس نے یہ فاصلہ بہت زیادہ لکھدیا۔

[۱] سقط مدینے سے ۱۱۰۰ یا ۱۰۰۰ میل سے زیادہ دور نہیں ہے۔ بالفرض اگر ۱۶۰۰ یا ۱۵۰۰ میل بھی ہو تو دس مہینے مسافت کی میعاد کرنل برٹن صاحب نے غلط لکھدی۔ اگر اونٹ کم سے کم ۲۰ میل بھی روزانہ چلے تو ۸۰ دن یعنی پونے تین مہینے میں حد ۴ مہینے میں ۱۶۰۰ میل طے کر سکتا ہے۔ برٹن صاحب کا حساب غلط معلوم دیتا ہے یا چھاپہ کی کچھ غلطی ہوگئی ہے۔ (مترجم عفی عنہ)

[۲] پانچسال سے زیادہ رخصت کسی انگریز افسر کو بموجب قانون پارلیمنٹ ہندوستان نہیں ملسکتی تھی اگر کوئی افسر ۵ سال سے زیادہ غیر حاضر رہتا تو اسکا نام ملازمت سے

[۳] بقیع کے معنے بہت سی جڑوں کی جگہ۔ اس جگہ کا نام بقیع الغرقد بھی تھا۔ اسلئے کہ غرقد کے درخت وہاں بہت تھے۔

ورنہ ہر جمعہ کو بالضرور جاتے ہیں۔ ایک روز صبح کے وقت ہماری جماعت ضرب الجنازہ کے راستہ سے شہر مدینہ کی جنوبی دیوار شہر پناہ کا چکر کاٹ کر بقیع میں گدھوں پر سوار ہو کر پہونچی۔ اسلئے کہ میرا پیر ابھی تک بالکل اچھا نہیں ہوا تھا۔ گدھے آہستہ آہستہ چلتے تھے۔ اسکا خاص باعث یہ تھا کہ تمام میدان میں حاجیوں کے خیموں کی رسیاں تن رہی تھیں چلنے کے لئے بمشکل تھوڑا سا راستہ رہا تھا۔ رسی یا میخ کی ٹھوکر لگنے سے ہمارے ساتھ کے کئی آدمی ایک یا زیادہ بار گدھے سے گر بھی پڑے۔ آخر کار چلتے چلتے ہم ضرب الجنازہ کے کنارہ پر پہونچگئے۔ مینے غلطی سے نخاویلہ کے بوسیدہ اور ٹوٹے پھوٹے قبرستان کو جو بدعتی لوگوں کا گورستان ہے بقیع یعنے بزرگان اسلام و اولیا ردین رحمہم اللہ اجمعین کے مشاہد عظام سمجھ لئے۔ شیخ حامد نے ذرا ترش ہو کر مجھکو میری غلطی بتلائی۔ مینے بھی ترش ہو کر جواب دیا کہ ہم اپنے وطن افغانستان میں تو ہر ایک بدعتی کی نعش کو آگ میں جلا ڈالتے ہیں۔ اس سچے اسلامی دستور کو سنکر ہماری جماعت بہت خوش ہوئی۔ پھر ہم اور آگے چلے اور تھوڑی دیر میں بقیع کے کھلے دروازہ پر پہونچگئے۔ میں اپنے گدھے سے اُتر کر بقیع کی چار دیواری کے اندر ایک دکہ یعنے پتھر کی بنچ پر بیٹھ گیا۔ تاکہ اس متبرک قبرستان کا عام نظارہ کر لوں۔ اور اس سب سے زیادہ تھکا دینے والی زیارت کے لئے تیار ہو جاؤں۔

احادیث در فضائل بقیع

ایک حدیث ہے کہ ستر ہزار اور بقولے ایک لاکھ اولیاء اللہ جنکے چہرے بدر کی مانند درخشاں اور تاباں ہونگے۔ قیامت کے دن بقیع کے قبرستان سے نکلینگے۔ دس ہزار اصحاب رسول اللہ اور بے شمار سادات یہاں مدفون ہیں ہزار ہا قبور کی پہچان نہیں ہے۔ اسلئے کہ قدیم زمانہ میں قبروں کے پتھروں پر نام نہیں لکھا جاتا تھا قیامت کے روز سب سے پہلے رسول اللہ اپنی قبر مبارک سے اُٹھیں گے۔ انکے بعد ابوبکرؓ اور پھر عمرؓ اور بعد ازاں البقیع کے تمام مدفون لوگ (انہیں عثمانؓ تیسرے خلیفہ بھی شامل ہیں) اور پھر مکہ کے قبرستان جنت المعلےٰ کے تمام لوگ قبروں سے اُٹھینگے۔

اس حدیث نے کہ "جو شخص دونوں حرمین میں سے کسی ایک حرم میں مریگا وہ قیامت کے دن مؤمنین میں اُٹھایا جائیگا"۔ ان دونوں جگہوں کو بہت بیش بہا بنا دیا ہے۔ جنۃ البقیع کا گوشہ گوشہ بزرگوں اور اولیاؤں سے بھرا ہوا ہے۔ ان بزرگواروں میں سے اگر ایک بھی کسی

ـــہ اور ایسی ہی خبر مقبرہ بنو سلمہ یا سالم کی شان میں وارد ہے۔ یہ مقبرہ مدینہ سے پچھم کیطرف جبل سلع کے نیچے واقع اور آجکل بند ہے۔ اب اسمیں کوئی دفن نہیں کیا جاتا۔

اور جگہ مدفون ہوتا تو وہ شہر ہمیشہ کے لئے مشہور ہو جاتا۔ مگر افسوس ہے کہ اسلام میں مدفون کو قبر سے نکالنے کی ممانعت ہے۔

قبر عثمان بن مظعون

بقیع میں سب سے پہلے عثمان بن مظعونؓ دفن ہوئے۔ یہ وہ شخص ہیں جنہوں نے مدینہ میں سارے مہاجرین سے پہلے انتقال فرمایا۔ یہ مدینہ میں ماہ شعبان سنہ ۳ ہجری میں فوت ہوئے۔ رسول اللہ نے بعد انکے انتقال کے انکی پیشانی کا بوسہ لیا اور فرمایا کہ انکو ہمارے حجرہ کے سامنے دفن کرو جہاں سے ہم انکی قبر دیکھتے رہا کریں۔ اس زمانہ میں درخت غرقد بقیع میں بہت تھے اسلئے اُن درختوں کو کاٹ کر زمین نکالی اور زمین کو ہموار بنایا اور عثمان بن مظعون کو اس نئے قبرستان کے وسط میں دفن کیا۔ بعد ازاں رسول اللہ نے اپنے دست ہائے مبارک سے ایک پتھر انکی قبر کے سرہانے اور دوسرا اپنے وفادار صحابی (عثمان بن مظعون) کے پائینتی لگا دیا۔ مرور ایام کے بعد عثمان بن مظعون کی قبر شریف پر ایک قبہ بنا دیا گیا۔

مروان کا نہایت زبون کام

مروان بن حکم نے جبکہ وہ معاویہ کیطرف سے والی (گورنر) مدینہ تھا وہ پتھر ہٹوا دئے اور کہا کہ میں نہیں چاہتا کہ عثمان بن مظعونؓ کی قبر پر ایسی علامت ہو کہ جس سے وہ ممتاز و معین رہے اس بات پر تمام دیندار اور نیک مسلمانوں نے اسے ملامت کیا اور کہا کہ تو نے یہ حکم بہت بُرا کیا کہ جس پتھر کو رسول اللہ نے اپنے دست مبارک سے اُٹھا کر رکھا ہوا سکو تو نے اُٹھوا ڈالا۔ اس نے کہا کہ اب حکم ہمارا نہیں پھرتا۔

قبر سیدنا ابراہیم ابن رسول اللہ

بعد ازاں رسول اللہ کے دوسرے خورد سال صاحبزادہ سیدنا ابراہیم ابن رسول اللہ کو جب بقیع میں عثمان بن مظعون کے پہلو میں دفن کیا تو اسوقت سے بقیع نہایت مشہور قبرستان ہو گیا۔

بقیع کی وضع قطع

بقیع ایک مستطیل شکل کا قبرستان چاردیواری سے محدود ہے جو حوالی شہر کے جنوب مغربی گوشہ سے ملی ہوئی ہے فصیل شہر اور اسکے درمیان ضرب الجنازہ حائل ہے۔ باب الجمعہ سے جو سڑک مشرقی ریگستان کو جاتی ہے وہ بقیع کے شمال کی طرف سے گذرتی ہے۔ اسکے گرداگرد کھجوروں کے نخلستان ہیں جتنے آدمی اسمیں دفن ہوتے ہیں۔ اسپر لحاظ کر کے یہ قبرستان بہت چھوٹا معلوم دیتا ہے۔ سوائے بدعتیوں (خارجی اور رافضیوں کے)

---

[1] اُس زمانہ میں مدینہ کی چاردیواری نہ تھی۔ اور حرم کے مشرق میں گھر وغیرہ کچھ نہ تھے صاف میدان تھا۔

ہر ایک شخص جو مدینہ میں مرتا ہے خواہ وہ اجنبی ہو یا مدینہ کا باشندہ ہو بقیع ہی میں دفن کیا جاتا ہے مسلمانوں کے طریقۂ تدفین کے موافق چونکہ نعش بہت جلد خاک ہو جاتی ہے اسلئے یہاں اور دفن کرنیکے لئے جگہ ملجاتی ہے ورنہ یہ قبرستان نعشوں سے اٹ جاتا اور پھر کوئی بھی نئی نعش دفن نہ ہو سکتی۔ چار دیواری کے اندر قبرستان میں جو تکالیف ہو سکتی ہیں وہ سب یہاں موجود ہیں۔ بقیع کا ناموزون وخورد دروازہ صرف دیوار ہی میں بنا کر آنے جانیکا راستہ بنالیا گیا ہے عیسائیوں کے قبرستان کی مانند اسکے اندر بھی نہ تو پھولوں کے گملے رکھے ہوئے ہیں نہ لمبے لمبے درخت ہیں۔ مقبروں پر قبوں کی سادہ عمارت اور اُنپر قلعی کی سپیدی ہو رہی ہے۔

وہابیوں کا بقیع کے گنبدوں کو گرادینا

بقیع کے قدیم مقبرے سعود وہابی نے اپنے زمانۂ حکومت میں توڑ تاڑ کر زمین کے برابر کردئے تھے۔ جو مقبرہ انکو عالیشان نظر آیا۔ یا جس مقبرہ کے نقش ونگار خوبصورت معلوم کئے انکو وہابی حکام نے بڑی بے رحمی کے ساتھ منہدم کرادیا۔ یہ لوگ قبر پر پتھروں کا ڈھیر ہاتھ سے جمع کر دینا کافی سمجھتے ہیں۔ اس لئے برکھارٹ کے زمانہ میں بقیع میں نہ کوئی گنبد تھا نہ کوئی قبر پر سنگِ مزار تھا۔ مٹی کی قبروں کے ڈھیر نظر آتے تھے۔ اب بقیع میں جسقدر مقبرے اور گنبد وقبّے موجود ہیں وہ سب سلطان عبد الحمید اول اور سلطان محمود کی فیاضی اور نیکدلی سے بنے ہیں۔ اگر کوئی غریب اجنبی زائر یہاں مرجاتا ہے تو اسکی نعش کے ہمراہ اُسکے دوست واحباب اس اجنبی شہر میں کہاں سے آئیں اسلئے اُجرت پر چار آدمیوں کو مقرر کرکے اُسکو دفن کرادیا جاتا ہے۔

کرایہ پر دفن کرنیوالوں کی سختی اور بیدردی

یہ لوگ بڑی جلدی۔ بے دردی اور سختی سے اُسکو دفن کر آتے ہیں۔ اول تو قبرستان میں جا کر اُسکی نعش زور سے زمین پر پھینکدیتے ہیں۔ نعش گرتے ہوئے نرمی اور لچک ظاہر کرتی ہے اُسوقت تنگ اور کسے ہوئے مردہ کے کفن سے اُسکے اعضا اوپر سے ایسے ظاہر ہوتے ہیں کہ دل لرز جاتا ہے۔ اگر قبر کھودنے کے اوزار ساتھ نہ لائے ہوں تو ایک آدمی اوزار لینے جاتا ہے باقی تینوں بیٹھے ہوئے مزہ سے حقہ پئے جاتے ہیں جب اوزار آجاتے ہیں تو جلدی سے ایک کم عمیق قبر کھودلی جاتی ہے اور پھر نعش کو اسقدر جلدی سے اسمیں گھسیڑ دیتے ہیں کہ مٹی چاروں طرف سے اُسکو چھوتی رہتی ہے یہ بات مسلمانوں میں ایک ظالمانہ حرکت خیال کیجاتی ہے کیونکہ انکا اعتقاد ہے کہ اس امر سے

ــ

سلہ اندر سے قبر اتنی بلند ہونی چاہئے کہ مُردہ منکر نکیر کے سوالات کا جواب دینے کے لئے سیدھا بیٹھ سکے۔

انسان کی مدد کی نعش کو تکلیف پہونچتی ہے۔ صرف ایک بات قابلِ تسکین ہے کہ یہ غریب متوفی چونکہ حاجی اور زائر مرا ہے اسلئے اسکو شہادت کا درجہ حاصل ہوا۔ اسکی روح بقیع سے جلد روانہ ہوکر جنت میں آرام کرتی ہوگی۔

میں اول اپنا داہنا پاؤں اُٹھاکر اس بزرگ قبرستان میں داخل ہوا جس طرح کہ مسجد میں داخل ہوتے ہیں اور میں نے اپنے پیروں سے جوتا بھی اُتار دیا تاکہ مجھپر کسی قسم کا شبہ خارجی یا رافضی ہونیکا نہ گذرے اگرچہ مدنی بقیع میں جاتے ہوئے اپنے جوتے پاؤں سے نہیں اُتارتے۔ لیکن اگر ایرانی بھی انکی تقلید کریں تو وہ بہت ناراض ہوتے ہیں۔

دعا برائے اہلِ بقیع اب ہم نے تمام اہلِ بقیع پر یہ دعا[۲] پڑھی "سلام ہو تمپر اے اہلِ بقیع سلام ہو تمپر اے داخلین جنابِ رفیع۔ دی گئی تم کو وہ چیز جسکا تم سے وعدہ کیا گیا تھا۔ سلام ہو تمپر اے شہدائے بقیع تم سب پر مجتمعاً اور ایک ایک پر فرداً فرداً۔ اگر خدا نے چاہا تو ہم بھی عنقریب آکر تم سے ملنے ہیں۔ اللہ تعالیٰ بخشے ہمکو اور تمکو اور اپنا رحم اور برکت فرمائے ہم پر اور تم پر۔"

اسکے بعد ہم نے سورۂ اخلاص اور کلمۂ شہادت پڑھا اور فاتحہ دل میں پڑھکر اپنے ہاتھوں کو اپنے چہرہ پر پھیر لیا اور آگے روانہ ہوئے۔

مشہدِ عثمان بن عفانؓ مظلوم ایک تنگ اور ناہموار پگڈنڈی سے چلکر جو بقیع کے مغربی کنارہ سے

---

[۱] اس توہم کے سبب سے دنیائے اسلام کے ہر ایک حصہ میں کچھ ایسی تدبیر کر دیتے ہیں کہ مٹی نعش پر نہ گرسکے۔

[۲] یہ دعا رسول اللہ کی خاص زبان کے الفاظ ہیں اسی لئے ان الفاظ کی عربی کی خوبصورتی اور خوش ادائی ظاہر ہوتی ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ ماہ صفر ۱۱ہجری میں اُس درد سر کے شروع ہونیکے وقت کہ جس سے آپکی وفات تشریف ہوئی ایک رات رسول اللہ اپنی دولت سرا سے برآمد ہوئے اور اندھیرے میں تشریف لیچلے۔ میں بھی غیرتِ رشک کی جہت سے کہ شاید آپ کسی اور بی بی کے گھر میں تشریف لیجاتے ہوں پیچھے پیچھے چلی۔ رسول اللہ سیدھے بقیع میں پہونچے اور وہاں مذکورۂ بالا دعا مانگی (اس مضمونِ دعا کو بعض لوگوں نے تھوڑے بہت اختلافِ الفاظ کے ساتھ اور طرح بھی لکھا ہے) اور تین مرتبہ دعا کے واسطے دستِ مبارک اُٹھائے۔ بعد اسکے وہاں سے آپ گھر کی جانب پھرے میں بھی جلدی جلدی بھاگ کر آپ سے پہلے گھر میں پہونچکر لیٹ گئی۔ آپنے اثرِ اضطراب معلوم کرکے مجھسے پوچھا کیا عائشہ یہ اتنی گھبراہٹ اسوقت تم میں کیوں ہے؟ میں نے رسول اللہ سے اپنے شبہ اور رشک کا ذکر کرکے صورتِ حال عرض کی آپنے اصلی حال ظاہر فرمایا کہ جبرئیلؑ اسوقت میرے پاس پیغام لائے تھے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اہلِ بقیع پر جاکر دعا کرو اور ان کی شفاعت کرو۔ بعض مورخ رسول اللہ اور عائشہ صدیقہ کی گفتگو کا اختتام بہت لطیف وظریف گفتگو پر کرتے ہیں۔

مشرقی کنارہ تک آتی ہے۔ ہم خلیفہ سوم کے مقبرہ میں داخل ہوئے۔ جب امیر المؤمنین عثمان رضی اللہ عنہ شہید ہوئے[1] تو آپ کے دوستوں نے آپ کو رسول اللہ کے حجرہ میں دفن کرنا چاہا۔ اور انہوں نے اپنی حیات میں خود عائشہ رضہ سے بھی اس بات کی اجازت لے لی تھی مگر مصریوں نے انکار کیا اور وہاں دفن کرنے سے مانع ہوئے بلکہ وہ نماز جنازہ بھی نہیں پڑھنے دیتے تھے۔ اور کہتے تھے کہ انکو کہیں دفن نہ کرو۔ اُم المؤمنین اُم حبیبہ (دختر ابوسفیان) یہ خبر سنکر مسجد کے دروازہ پر آکر کھڑی ہوگئیں اور فرمانے لگیں کہ تم عثمان بن عفان[2] رضہ کو دفن کرو نہیں تو میں باہر نکل آتی ہوں اور کشف سرّ رسول اللہ کرتی ہوں۔ یہ سنکر وہ مفسدین ممانعتِ دفن سے باز آئے اُسی رات کو کہ جسدن عثمانؓ شہید ہوئے آپکے کئی دوست آپکی نعش کو بقیع میں دفن کرنے لیگئے۔ وہاں بھی مفسدین دفن کرنے سے مانع آئے۔ مجبوراً ایک باغ میں جو بقیع سے باہر جانبِ مشرق تھا آپکو دفن کردیا۔

حسن کوکب اس باغ کا نام حسن کوکب تھا۔ یہ جگہ بقیع سے باہر تھی اسلئے وہاں اپنے موتی کے دفن کرنے سے لوگ کراہت کرتے تھے۔ مروان نے اس جگہ کو اپنے زمانہ عاملی مدینہ میں بقیع میں داخل کرکے چار دیواری بقیع کے اندر شامل کردیا۔ ہم نے عثمانؓ مظلوم کے مقبرہ کے سامنے کھڑے ہوکر وہ دعا اور فاتحہ پڑھی جو انکے لئے مقرر ہے اور جسکو مزور پڑھوتا جاتا ہے۔ کہتے ہیں کہ عثمانؓ ذی النورین[3] میں حیا اسقدر تھی کہ فرشتے[4] بھی آپ سے شرماتے تھے اسکے بعد ہم نے کچھ خیرات دی اور خادم[5] متولی قبر کو دس قرش دئے۔ یہ دوہری خیرات مجھکو آج ہر ایک مشہد اور مقبرہ پر دینی پڑی۔

[1] خلیفہ سوم عثمانؓ کو مفسدین نے شہید کیا اسلئے آپ حسب عقائد اہلسنت والجماعت شہید ہوئے۔ شیعہ کہتے ہیں کہ آپکا قتل جائز تھا اسلئے کہ اجماع المسلمین آپکے قتل پر ہوگیا تھا۔

[2] دعا کے وقت عثمان بن عفان کہنے سے پتہ چلتا ہے کہ عفان فرور مسلمان ہوگئے ہونگے۔ جا زیارت میں قحافہ والد ابوبکرؓ اور خطاب والد عمرؓ کا نام نہیں لیتا۔

[3] رسول اللہ کی دو دختریں عثمانؓ کے نکاح میں آئیں اسی لیئے آپکو ذی النورین کہتے ہیں۔ یہ اتنی بڑی فضیلت عثمانؓ کی ہے کہ آجتک کسی امت کے کسی ایک فرد واحد کو یہ خصوصیت حاصل نہیں ہوئی اسکے برخلاف شیعہ کہتے ہیں کہ عثمانؓ نے بدسلوکی سے رسول اللہ کی دونوں دختروں کو مارڈالا۔

[4] مسلمان چند شرائط کے ساتھ انسان کی خلقت کو فرشتوں کی خلقت سے افضل کہتے ہیں۔

[5] یہ لوگ اسی بزرگوار کی اولاد ہیں کہ جسکی قبر کے وہ خادم ہوتے ہیں ان لوگوں کو مسجد کا مدیر تنخواہیں دیتا ہے اور نذور و نیاز بھی انہی کا حق ہے۔ اسطرح سے بعض خاندانوں کی آمدنی بہت معقول ہے اور انکا خوب گذارہ چل رہا ہے۔

زیارت قبر ابو سعید الخدریؓ

بعد ازاں چند قدم شمال کیطرف چلکر اور مشرق کی جانب رُخ کر کے ابو سعید الخدری اصحاب رسول اللہ کی قبر کی زیارت کی۔ یہ قبر بقیع کے باہر ہے۔

زیارت قبر حلیمہ سعدیہ

تیسری زیارت ہم نے قبر حلیمہ سعدیہ[1] (بدوی) کی کی ان کی قبر پر ایک قبہ بن رہا ہے۔ یہ رسول اللہ کی مرضعہ (دودھ پلائی دائی) ہیں۔ مگر اہل تواریخ نے کہیں اس قبہ کا ذکر نہیں کیا۔ مقررہ دعا انکی قبر پر بھی پڑھی۔

زیارت گنج شہیدان بقیع

اسکے بعد شمال کیطرف رُخ کر کے ہم ایک احاطہ کے سامنے کھڑے ہوئے جسکی دیواریں چھوٹی چھوٹی تھیں۔ دو طرفہ پاس پاس پتھروں کے ڈھیر بیضوی شکل میں پڑے ہوئے تھے۔ یہی قبریں تھیں۔ یہ مشاہد اُن اُن اولیا اللہ و شہدا بقیع کے ہیں جو یزید[3] ملعون کے جرنیل مسلم کے ہاتھ سے شہید ہوئے تھے۔ تھوڑے سے لفظوں کی کمی بیشی کے ساتھ یہاں وہی دعا و فاتحہ پڑھی جاتی ہے کہ جو شہدا احد کے لئے مقرر ہے۔

زیارت سیدنا ابراہیم

پانچویں زیارت قبہ سیدنا ابراہیم بن سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کیجاتی ہے۔ انکی قبر جنت البقیع کے وسط میں ہے۔ بعض کہتے ہیں انکا چھ مہینے کی عمر میں اور بعض کہتے ہیں کہ دوسرے سال میں انتقال ہوا جس سے مسلمانوں کو سخت ملال ہوا۔ انکی والدہ ماریہ قبطیہ تھیں جنکو جریج نے جو اسکندریہ (مصر) کا مقوقس یعنے گورنر تھا رسول اللہ کو تحفۃً اور ہدیۃً دیا تھا۔ رسول اللہ نے اپنے دست مبارک سے قبر ابراہیم پر مٹی ڈالی۔ اور پانی چھڑکا۔ اور پہلے اس سے کسی قبر پر پانی چھڑکا نہیں جاتا تھا۔

---

[1] سعدیہ کے معنے مبارک ہیں۔ نیز اس سے حلیمہ کی قوم بنو سعد کا بھی اشارہ ہے۔

[2] بعض مؤرخ کا بیان ہے کہ اس عورت نے رسول اللہ کی جان بھی بچائی۔ ایک عرب کاہن نے اپنی کہانت سے یہ بات معلوم کر کے کہ یہ طفل پیغمبر ہوگا اور ہمارا قومی مذہب جڑ سے اکھیڑ کر پھینکدیگا رسول اللہ کیطرف اشارہ کر کے کہا کہ اس بچہ کو تلواروں سے قتل کر ڈالو۔ اسوقت حلیمہ نے انکو بچا لیا کیونکہ شریف ابھی تک بھی اپنے بچوں کو عرب بدو کے سپرد کر دیتے ہیں کہ ریگستان کی آب و ہوا میں پرورش پا کر وہ مضبوط ہو جائیں اور فصیح عربی زبان سیکھ جائیں۔

[3] امام شافعی کے مذہب میں یزید بن معاویہ پر لعنت بھیجنا جائز ہے اسلئے کہ اس نے رسول اللہ کی آل پر بہت ہی ظلم و ستم کیا اور نہایت قتل ناحق و فسق و فجور کا مرتکب ہوا۔ حنفی مسلمان بالخصوص سید بھی اسکو بہت برا کہتے ہیں۔ شیعہ اگر کسی سے ناراض ہوتے ہیں تو اسکو عمر کہتے ہیں جو اس سے زیادہ ناراضگی ہو تو شمر (قاتل امام حسین علیہ السلام) اور اس سے بھی زیادہ ناراضی کی حالت میں یزید کہتے ہیں۔ اس نام سے زیادہ لعنت کا اظہار کرنیکے لئے انکو پاس کوئی لفظ نہیں ہے۔

اور ابراہیم کی قبر پر پنگریزے بچھائے اور جب دفن سے فارغ ہوئے تو فرمایا السلام علیکم۔ اسی سبب سے بہت سے نیک آدمی بقیع کے اس حصہ (وسطیں) میں دفن ہیں۔ کیونکہ ہر ایک شخص کی یہی خواہش تھی کہ اُس جگہ میں دفن ہوں کہ جس جگہ کی مٹی کو رسول اللہؐ کے مبارک ہاتھوں نے مَس کیا ہے۔

قبۂ نافع مولا قاری

پھر ہم نے قبۂ نافع مولیٰ بن عمر رضی اللہ عنہ کی زیارت کی۔ علے العموم اہل مدینہ میں یہ قبر امام نافع قرآن کے قاری کے نام سے مشہور ہے۔

قبۂ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ

انکی قبر کے پاس ہی امام دار الہجرت امام مالک بن انس صاحب مذہب مالکی محبّ رسول اللہؐ و متوطن مقیم بلدۂ رسول اللہؐ کا قبہ ہے۔ امام مالک مذہب اسلام میں بہت بڑے مجتہد العصر گذرے ہیں۔ آپ کی قبر پر بھی ہم نے بعد زیارت دعا و فاتحہ پڑھی۔

زیارت عقیلؓ

آٹھواں قبہ عقیل بن ابی طالب برادر علیؓ کا ہے۔ حسب معمول ہم نے اس قبہ کی بھی زیارت کی۔ عقیلؓ بزمانۂ خلافت معاویہؓ شہر دمشق میں فوت ہوئے۔ بعض کہتے ہیں کہ آپکا تابوت وہاں سے مدینہ میں لے آئے اور اس جگہ دفن کر دیا۔ جہاں اول انکا مکان تھا۔ اور جسکو دار عقیل کہتے تھے۔

قبۂ امہات المؤمنینؓ

اسکے بعد ہم نے قبۂ امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن کی زیارت کی اس جگہ سوائے خدیجہؓ کے جنکی قبر مکہ میں ہے رسول اللہؐ کی کل زوجاتِ مطہرات مدفون ہیں۔ رسول اللہؐ نے پندرہ عورتوں سے نکاح کیا جنمیں سے آپکی وفات کے بعد صرف نو امہات المؤمنین زندہ رہیں۔ یہاں دعا اور فاتحہ پڑھ کے ہم نے

قبۂ بنات رسول اللہؐ

پھر قبۂ بنات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی۔ آپکی دختروں کی تعداد دس ہے۔[۵۱]

فقراء کی یورش

بقیع میں اُس روز صبح ہی سے فقیروں کی بڑی کثرت تھی۔ زائروں کی آمد کی وجہ سے یہ لوگ اغلباً اُس روز وہاں جمع ہو گئے۔ ہر ایک قبہ کے دروازہ پر اور اسکی دیواروں کے برابر برابر بڈھی فقیرنیں چار زانو بیٹھی ہوئی تھیں اور ہر ایک زائر کے چہرہ کی طرف سب کی سب دیکھتی اور اشارہ سے اپنا میلا رومال بتلاتی تھیں جو

---

۵۱ یہ تعداد دس کی غلط ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی دختروں کی تعداد صرف چار تھی۔ (مترجم عفی عنہ)

زمین پر اُنکے سامنے بچھا ہوا تھا۔ اور جسپر زائرین کے حسب حیثیت عطا کردہ سونے۔ چاندی اور تانبہ کے کچھ سکے پڑے ہوئے تھے۔ یہ تمام فقرا چلا چلا کر خیرات اور انعام طلب کرتے تھے۔ بعض فقیر معطی کیطرف سے فاتحہ کا ثواب اہل بقیع کو پہونچانے کا اقرار کرتے تھے۔ بعض دیدہ دلیر فقیر خیرات لینے کے لیئے زائروں کا دامن پکڑ لیتے تھے۔ بعض لوگ بقیع کی بلند جگہوں اور قبروں پر بیٹھے ہوئے سورہ یٰسین یا جونسی سورہ قرآن زائر چاہے لکھکر دینے کے لئے موجود تھے۔ غرضکہ ہر طرح سے زائر سے روپیہ لینے کے لئے تیار تھے۔ اگر عرب کی رسم انکار خیرات کے موافق اُن سے کہدیا جاتا کہ "اللہ کریم" یعنے اب میرے پاس خیرات دینے کو کچھ نہیں ہے تو وہ اسطرح دیکھتے تھے گویا مار ڈالیں گے۔ مقبرہ کے دروازوں پر بڈہی عورتیں اور لڑکے زائر کے جوتہ کی نگرانی کرنے کے لیئے آپسمیں کشمکش کرتے تھے۔ بعض اوقات جوتہ کی اُجرت کئی کئی آدمی آپسمیں تقسیم کرتے تھے۔ مقبروں کے اندر جو لڑکے اور بچے بہت پیچھے پڑکر خیرات نہیں مانگتے تھے تو خادم اور رشتہ دار انکو مانگنے کی ترغیب دیتے تھے۔ بدقسمتی سے شیخ حامد اسبات کیلئے مشہور تھا کہ یہ ہمیشہ متمول اور دولتمند زائروں کا مزدور بنا کرتا ہے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اُس روز میرے تین ڈالر (بارہ روپیہ) خرچ ہو گئے۔ اُس روز کم سے کم پچاس فقیرنیوں نے خیرات لیکر مجھسے چلا چلا کر یہ وعدہ کیا کہ ہم تمہارے لنگڑے پاؤں کی شفا کے لیئے اللہ تعالیٰ سے دعا کرینگی۔ مگر انکی دعاؤں کا کچھ عمدہ اثر اُس روز مجھکو معلوم نہیں ہوا۔

قبۃ العباسیہ بقیع سے روانہ ہونے سے پہلے ہم نے گیارہویں زیارت[۱] قبۃ العباسیہ یعنے گنبد عباسؓ کی کی۔ اس قبہ کو ۵۱۹ھ ہجری میں اصل میں خلفاء عباسیہ نے تعمیر کرایا ہے۔ اسکی عمارت اور سب قبوں سے زیادہ خوبصورت اور بڑی ہے اور دروازۂ بقیع میں سے داخل ہوتے ہی یہ داہنی جانب بنا ہوا نظر آتا ہے۔ اس مزار پر فقیروں کا بڑا ہجوم تھا۔ ایرانیوں کی بڑی تعداد یہاں جمع تھی۔ یہ لوگ اس مقبرہ کی زیارت کرکے روتے ہیں اور دعا اور فاتحہ پڑھتے ہیں۔ مقبرہ کی دہلیز کو بدقت عبور کرکے میں چند قبروں کے گرداگرد جو عمارت وسط میں ہیں پھرنے لگا۔ دیوار مقبرہ اور ان قبروں کے درمیان بہت ہی تنگ راستہ چھوڑا گیا ہے

[۱] بعض لوگوں کی یہ رائے ہے کہ بقیع کی زیارتیں قبہ عباسؓ سے شروع کرنی چاہئیں زمانہ سابق میں یہی دستور تھا اور اب بھی یہی رواج ہے۔ مگر زیارت کرنے کی ترتیب میں بہت اختلاف ہے کوئی دو بیان بھی اس امر میں متفق نہیں ہیں۔ شیخ حامد نے جہاں سے زیارت شروع کرائی وہیں سے مینے شروع کی۔

انکے گرداگرد کٹہرا لگا ہوا ہے۔ سب پر سبز چادریں پڑی ہوئی تھیں جن پر سفید حروف میں آیات و کلمات منقش تھے۔

زیارت امام حسینؑ و دیگر ائمہ ہدیٰ

قبہ عباس کے مشرقی حصہ میں قبر شریف امام حسن علیہ السلام کی ہے یہ علیؓ کے لڑکے اور رسول اللہؐ کے نواسے تھے۔ امام حسنؓ کی قبر کے پاس قبر امام زین العابدین بن امام حسین علیہما السلام ہے اور قبر امام محمد باقر (۱ امام بن امام زین العابدین اور قبر امام جعفر صادق ہے۔ یہ چاروں امام رسول اللہ کی اولاد ہیں

۱ برکھارڈٹ نے اس مضمون کو اپنے سفرنامہ میں لکھتے وقت کئی مسلسل غلطیاں کی ہیں۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ امام حسن بن علیؓ کا دھڑ یہاں (بقیع) مدفون ہے انکا سر قاہرہ بھیجدیا گیا تھا۔ کہ جہاں وہ ایک خوشنما مسجد موسوم بہ المحسنہ میں مدفون ہے۔ مسجد الحسنین (حسن و حسین علیہما السلام) میں خیال ہے کہ امام حسین علیہ السلام کا سر مدفون ہے۔ اس سر کو جنگ صلیبی کے زمانہ میں جب عیسائیوں کا قبضہ عسقلان پر ہوگیا تو سلطان صالح (بیبارس) عسقلان سے قاہرہ لے آیا تھا۔ مگر مصر میں جسقدر ایرانی رہتے ہیں وہ علانیہ اس روایت کو جھوٹا بیان کرتے ہیں یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ امام حسن علیہ السلام کو انکی بیوی جعدہ نے مدینہ میں زہر دیا تھا۔ اور امام حسین علیہ السلام کو لشکریان یزید نے کربلا میں شہید کرکے انکا سر کاٹ لیا تھا۔

چلۂ سروتن

شیعہ لوگوں کا بیان ہے کہ چالیس دن کے عرصہ کے بعد امام زین العابدین نے اپنے والد امام حسین علیہ السلام کا سر یزید سے واپس لے لیا۔ اور اسکو پھر کربلا میں لاکر دھڑ سے ملاکر دفن کردیا۔ اسی وجہ سے اس واقعہ کو ایرانی "چلۂ سروتن" کہتے ہیں۔ یعنے سر اور دھڑ کی تفاوت چالیس روز کی۔ شیعہ لوگ اسبات کی نہایت پُر زور الفاظ میں تردید کرتے ہیں کہ امام حسین علیہ السلام کی نعش تو کربلا میں اور سر قاہرہ میں مدفون ہے۔

بعض مورّخین کا بیان ہے کہ یزید پلید نے سر مبارک حضرت امام المؤمنین حسین بن امیر المؤمنین علی مرتضیٰ سلام اللہ علیہما کو عمرو بن العاص کے پاس کہ اُس بدبخت کیطرف سے وہ مدینہ منورہ کے عامل تھے بھیجا۔ اُنہوں نے اسکو کفن دے کر بقیع میں اُن کی والدہ سیدۃ النساء فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالےٰ عنہا کی قبر شریف کے پاس دفن کردیا۔

بعض نقل کرتے ہیں کہ بعد ہلاک یزید پلید امام حسین علیہ السلام کا سر مبارک اسکے خزانہ میں پایا گیا۔ لوگوں نے اسکو کفن دے کر دمشق ہی میں دفن کردیا۔ غرضکہ تاریخ اسلام کی اس ابتدائی واقعہ کے متعلق بڑی غیر یقینی ہے۔ کوئی خاص جگہ یقیناً متعین نہیں ہے۔

٭٭٭

اور ایک ہی قبر میں مدفون ہیں۔ انکے پاس ہی عباس بن عبد المطلب عم رسول اللہ کی قبر ہے۔ بعض لوگوں کو شبہ ہے کہ جن جن امام عالی مقام کے نام لئے جاتے ہیں انہیں سے آخری ایک یا دو آئمہ یہاں مدفون نہیں۔ یہ مسئلہ اختلافی ہے۔ المسعودی مؤرخ کا بیان ہے کہ اس جگہ سے ایک پتھر نکلا تھا جسپر لکھا ہوا تھا کہ یہ قبر فاطمۃ زہرا۔ امام حسنؓ۔ علی بن حسینؓ۔ محمد بن علی اور جعفر بن محمدؒ کی ہے۔

ابن جبیر نے اپنے سفر نامہ میں بقیع کا ذکر کرتے ہوئے اس قبہ کے حال میں صرف دو قبروں کا ذکر کیا ہے۔ ایک قبر عباسؓ اور دوسری قبر امام حسن علیہ السلام۔ امام حسنؓ کا سر عباسؓ کے پاؤں کیطرف بتلایا ہے۔

تابوت علی مرتضیٰؑ

بعض مورخین کا بیان ہے کہ ۸۶۷ھ ہجری میں اس قبۂ عباسؓ یعنے مشہد حسینؓ و عباسؓ میں ایک قبر جانب قبلہ کھدواتے تھے کہ زمین کے اندر سے ایک تابوت لکڑی کا نکلا اسپر سرخ پوشش تھی اور جگہ جگہ پیتل کی میخیں جڑی ہوئی تھیں۔ انہیں چمک و دمک ویسی ہی قائم تھی زنگ وغیرہ نہیں لگا تھا۔ اور تعجب کی بات یہ ہے کہ پوشش بھی پرانی نہیں ہوئی تھی۔ لوگوں کو یقین ہوا کہ یہ تابوت حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کا ہے جسکو امام حسن علیہ السلام نے یہاں لاکر دفن کر دیا ہوگا۔

قبۂ عباس میں اسوقت ایرانی رو رہے تھے۔ اسلئے وہاں کی زیارت کی مقررہ دعا اور فاتحہ بمشکل میرے مزوّر نے مجھے پڑھوائی۔ اس دعا میں شیخ حامد نے پانچویں اور چھٹے امام یعنے امام محمد باقر اور امام جعفر صادق کے نام نہ لئے اسلئے کہ انکے یہاں دفن ہونے میں شبہ ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہاں دفن ہیں۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہاں دفن نہیں ہیں۔

زیارت فاطمہ زہراؓ

پھر ہم یہاں سے لالچی لڑکوں کے ہاتھ سے اپنے دامن چھڑا کر بقیع کی جنوبی دیوار کیطرف چلے گئے اور وہاں ایک قبر کی جانب رُخ کرکے جس کو فاطمہؓ[1] کی قبر بتلاتے ہیں ہم نے وہ ہی دعا اور فاتحہ پڑھی کہ جو حرم نبویؐ میں انکی قبر پر پڑھی تھی۔

[1] جناب سیدہ رضی اللہ عنہا کی قبر شریف کی جگہ کی تعیین میں اخبار مختلفہ اور اقوال متنوعہ آئے ہیں۔ مسلمان مورخین اس بات کو بھی آپکی بزرگی پر دلالت کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جیسا کہ حلیہ کمال آپکا آپکی حیات میں چشم اعتبار سے چھپا تھا ویسا ہی جمال عصمت آپکا بعد ممات کے مخفی ہے۔ بعض لوگوں کا بیان ہے کہ آپ حرم نبوی ہی میں مدفون ہیں اور اس روایت پر اپنے بیان کو متمسک کرتے ہیں کہ

ختم زیارت بقیع

پھر ہم اس اگرم اور لوگوں کے ہجوم سے بھرے ہوئے قبہ سے باہر نکلے اور بمشکل اپنے جوتے عورتوں اور لڑکوں سے لیکر پہنے ایرانیوں کی دیوانہ وار حرکاتِ جسمانی سے ہمارے کپڑے بھی کہیں کہیں سے پھٹ گئے تھے ہم نکلکر بقیع کے دروازہ پر آئے اور قبرستان کیطرف

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ) ایک روز حضرت جناب سیدۃ النسا فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا اپنی موت کو قریب معلوم کرکے نہایت خوش و خرم اٹھیں اور غسل فرمایا اور نہایت پاکیزہ کپڑے پہنے اور رسول اللہ کی قبر شریف کے پاس اپنے مکان کی فرش پر ایک چٹائی بچھائی اور پھر قبلہ رخ لیٹ گئیں اور اپنا دست مبارک رخسارۂ مبارک کے نیچے رکھ لیا اور اپنی لونڈی سے فرمایا کہ اب میرا انتقال ہوتا ہے اور میں غسل کر چکی ہوں اور پاک کپڑے پہنے ہوں۔ بعد انتقال کے میرا بدن کوئی نہ کھولے اور اسی جگہ جہاں لیٹی ہوں دفن کردیں جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ دولت سرا میں تشریف فرما ہوئے تو آپنے جاکر دیکھا کہ روح مبارک اعلیٰ علیین کو پہنچ چکی تھی حضرت علیؓ نے سیدۃ النسا کی وصیت کے موافق انکو دفن کردیا۔ عمر و بن عبد العزیز کو بھی روایت پر نہایت یقین تھا اسی لئے انھوں نے سیدۃ النسا کے مکان کو حرم نبوی میں داخل کردیا۔ تمام اہل اسلام کا عموماً یہی یقین ہے کہ فاطمۃ الزہراؓ کی قبر حرم نبوی ہی میں ہے۔

جن لوگوں کا یہ گمان ہے کہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بقیع میں مدفون ہیں وہ اپنے سخن کی تائید میں امام حسن علیہ السلام کا یہ قول پیش کرتے ہیں کہ "اگر لوگ میرے جد امجد (رسول اللہ) کے پہلو میں دفن کرنے سے مانع آئیں تو مجھے بقیع میں لیجاکر میری ماں کے پہلو میں دفن کردینا" یہ لوگ جناب سیدۃ النسا کی موت اور تدفین کا حال اسطرح لکھتے ہیں کہ جناب سیدۃ النسا کی نعش کو غسل اور کفن علیؓ اور ام سلمہؓ نے دیا۔ بعض لوگ نقل کرتے ہیں کہ حضرت سیدہ رضی اللہ عنہا نے رحلت کے وقت اسما بنت عمیس زوجۂ صدیق اکبرؓ سے فرمایا کہ میں اپنی نعش کے باہر نکالنے کو از رہِ شرم مردمان مکروہ رکھتی ہوں کہ مجھے مردوں کے سامنے لیجائیں اور اس زمانہ میں دستور یہی تھا کہ عورتوں کی نعش کو بھی مردوں کی نعش کے طور پر باہر نکالکر قبرستان میں لیجایا کرتے تھے۔ اسما بنت عمیسؓ نے کہا کہ ہم نے حبش میں دیکھا ہے کہ لوگ ایک طرح کا جنازہ عورتوں کا بناتے ہیں جو عروس کی ڈولی کی مانند ڈھکا ہوا ہوتا ہے اور جس سے خوب ستر ہوتا ہے۔ ہم بھی تمہارے واسطے تابوت تمہارے خرمائے سے ویسا ہی جنازہ بناوینگے۔ اس گہوارہ کا حال سنکر اور بعض کہتے ہیں کہ اسکو ملاحظہ کرکے حضرت سیدہ بہت خوش ہوئیں اور تبسم فرمایا۔ ورنہ بعد رحلت رسول اللہ کے کسی نے اسوقت تک آپکو تبسم فرماتے نہ دیکھا تھا۔ اسکے بعد سیدہ نے اسما بنت عمیس کو وصیت فرمائی کہ جب تک میری نعش یہاں رہے اسوقت تک اس گھر میں کسیکو آنے نہ دینا۔ پھر جب آپکی وفات ہوگئی تو حضرت عائشہ صدیقہؓ اپنے پدر بزرگوار سے جاکر اپنی سوتیلی ماں (اسما) کی شکایت کی کہ مجھکو اندر جانے نہ دیا اور یہ بھی بیان کیا کہ اُنکے جنازہ کے واسطے ایک چیز مثل ہودج عروس بنائی ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ یہ سنکر حضرت سیدہ کے دروازہ پر آئے اور فرمایا کہ تو کیوں پیغمبر کی بی بی کو پیغمبر کی بیٹی کے پاس آنے سے منع کرتی ہے اور تو نے کیا چیز مثل ہودج عروس بنائی ہے۔ اسما نے جواب دیا کہ حضرت سیدہ کی وصیت کے موافق یہ سب باتیں کی گئی ہیں یہ سنکر صدیق اکبرؓ واپس اپنے گھر چلے گئے اور کسی قسم کا اعتراض نہ کیا۔

جناب سیدۃ النسا فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہ کی وفات کا حال انکی خواہش کے موافق ہر ایک اعلیٰ و ادنیٰ سے پوشیدہ رکھا گیا۔ رات کے وقت آپ کو دفن کیا گیا۔ سوائے جناب علیؓ کے اور چند اُنکے رشتہ داروں کے نہ کوئی جنازہ کے ہمراہ گیا اور نہ کسی نے نمازِ جنازہ پڑھی۔ اس موقعہ پر غیر حاضر رہنے کے سبب سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ اول پر شیعہ یہ الزام لگاتے ہیں کہ اُنھوں نے بے وقری اور ترکِ ادب کیا۔

تیسرا قول یہ ہے کہ قبر جناب سیدہ رضی اللہ عنہا اُس مختصر مسجد میں ہے جو بقیع میں قبۂ عباسؓ کے جنوب میں واقع ہے۔ یہ مسجد بیت الحزن کے نام سے مشہور تھی اسواسطے کہ حضرت زہرا سلام اللہ علیہا نے رسول اللہ کے غم میں آبادیوں میں رہنے سے متنفر ہوکر یہیں اقامت فرمائی تھی۔ یہاں آپ رسول اللہ کی مفارقت میں رویا کرتی تھیں۔ جناب سیدہ کی قبر اول اس جگہ بھی بتلائی جایا کرتی تھی زائر اب صرف دو جگہ جناب سیدہ سلام اللہ علیہا کی قبر پر دعا اور فاتحہ پڑھتے ہیں۔ ایک تو حرم نبوی میں اور دوسرے قبۃ العباسیہ میں۔

بیت الحزن

عورتوں کا جنازہ مانند ڈولی کے

رخ کر کے ایک اونچی جگہ پر کھڑے ہو گئے۔ اور اب ایک عام دعا اور فاتحہ پڑھکر تمام اہل بقیع کو اُس کا ثواب پہونچایا۔

زیارت مزار صفیہؓ

بعد ازاں بقیع[1] سے ہم شمال کیطرف روانہ ہو گئے دروازہ شہر کو اپنے بائیں ہاتھ پر رکھا۔ اور ایک چھوٹے قبہ میں پہونچے جو لب سڑک واقع تھا۔ یہ قبہ رسول اللہؐ کی پھوپھی صفیہ بنت عبدالمطلب کا مزار ہے کہ جو حمزہؓ کی ہمشیر تھیں اور جو اوائل اسلام میں بہت مشہور عورت تھیں۔ اب ہم زیارتیں کرتے کرتے بہت تھک گئے تھے اسلئے جلدی سے وہاں فاتحہ پڑھکر ایک سقہ سے پانی لے کر پیا اور شہر کے دروازہ کے قریب ایک قہوہ خانہ میں جا کر چاء اور قہوہ پیا۔ پھر اپنے گدھوں پر سوار ہو کر گھر واپس آ گئے۔

[1] اور دوسرے مشہور اشخاص بقیع میں حسب ذیل مدفون ہیں:۔

قبر فاطمہ بنت اسدؓ

حضرت فاطمہ بنت اسدؓ والدہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ انکو رسول اللہؐ نے نہایت شان و شوکت سے اپنے ساتھ دفن کیا رسول اللہؐ نے اپنے پیراہن سے انکا کفن کیا (تاکہ آتش دوزخ انکو مس نہ کرے) جب انکی قبر کھودی گئی تو آپنے خاک اُسکی اپنے ہی دست مبارک سے باہر نکالی۔ پھر اُس لحد میں آپ لیٹ گئے (تاکہ زمین انکو دبائے یا بھینچے نہیں اور اللہ تعالےٰ انکی قبر کو وسیع فرمادے) پھر جب انکا جنازہ باہر نکلا تو آپنے انکے جنازہ کا پایہ دوش مبارک پر لے لیا۔ اور ساری راہ میں قبرستان تک کبھی اگلا اور کبھی پچھلا پایہ جنازہ کا لیتے چلے گئے۔ بعد ازاں آپنے نماز جنازہ پڑھائی اور مرحومہ کے لئے عقبےٰ میں کئی راحتوں اور خوشیوں کا ذکر فرمایا۔ مرحومہ کی قبر پر یہ لکھوایا کہ بلکہ زیادہ صحیح یہ ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ کوئی شخص ضغطہ قبر سے امین نہ رہے گا مگر فاطمہ بنت اسدؓ۔

رسول اللہ پانچ اشخاص کی لحد میں لیٹے۔

مورخین کا بیان ہے کہ رسول اللہ صرف پانچ شخصوں کی قبر میں اُتر کر لحد میں لیٹے۔ اول قبر خدیجہ کبریٰؓ میں جو مکہ میں ہے۔ دوسرے خدیجہ کبریٰؓ کے لڑکے قاسم کی قبر میں۔ تیسرے اُم رومانؓ والدہ حضرت عائشہؓ کی قبر میں۔ چوتھے عبداللہ مزنیؓ کی قبر میں جو آپکے صحابی اور دوست تھے۔ پانچویں فاطمہ بنت اسدؓ رضی اللہ عنہا کی قبر میں۔

قبر عبدالرحمن بن عوفؓ

حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ۔ انکی قبر عثمان بن مظعونؓ کی قبر کے پاس ہے۔ روایت ہے کہ جب آپکی وفات کا وقت قریب آ پہونچا تو حضرت عائشہ صدیقہؓ نے کہلا بھیجا کہ اگر تمہارا دل رسول اللہؐ کے نزدیک دفن ہونیکو چاہے تو میرا حجرہ موجود ہے۔ یہ سنکر انہوں نے جواب دیا کہ میں نہیں چاہتا کہ تمہارے گھر کو تمہارے اوپر تنگ کر دوں۔ میرے اور میرے دوست عثمان بن مظعونؓ کے درمیان میں عہد تھا کہ "ہم تم دونوں ایک ہی جگہ دفن ہونگے"۔ پس آپ بقیع ہی میں دفن کئے گئے۔

کہتے ہیں کہ رسول اللہؐ کے حجرۂ مبارک میں صرف ایک قبر کی جگہ خالی ہے۔ مسلمانوں کا اعتقاد ہے کہ وہاں سوائے حضرت عیسےٰ بن مریم علیہ السلام کے اور کوئی بھی دفن نہیں ہو سکیگا۔

۵۵ مساجد مدینہ

ہر ایک زائر جن جن زیارات و مقامات کی زیارت کرتا ہے انکا حال میں نہایت مفصل اور مشرح طور سے لکھ چکا۔ مدینہ شریف کے متعلق سفر ناموں اور کتابوں میں ۵۵ مساجد اور دیگر متبرک مقامات کا حال مذکور ہے مگر آجکل اُنہیں سے بہت سی جگہوں بلکہ اُنکے ناموں کا حال بھی اہل شہر کو معلوم نہیں ہے انمیں سے نہایت مشہور حسب ذیل مسجدیں ہیں جنکا حال میں ذیل میں لوگوں کی زبانی بیان سے نقل کرتا ہوں۔

مسجد قبلتین

یہ مسجد شہر مدینہ سے جانب شمال مغرب کوئی تین میل کے فاصلہ پر وادی عقیق کے نزدیک واقع ہے بعض لوگ کہتے ہیں کہ تحویل قبلہ مسجد قبا میں واقع ہوا اور اسی لئے قبا کی مسجد التقویٰ کو مسجد قبلتین کا لقب دیتے ہیں۔ مگر دوسرے پہلے قول کو ترجیح دیتے ہیں کہتے ہیں کہ ام منشر (ایک معمر بی بی تھیں قوم بنی سلمہ میں سے۔ ایک روز رسول اللہ اُنکے یہاں تشریف لے گئے۔ اور وہاں کھانا کھایا۔ جب ظہر کا وقت آیا تو آپ بنی سلمہ کی مسجد میں تشریف لیگئے اور نماز میں مشغول ہوئے۔ دو رکعت نماز آپ بیت المقدس کیطرف ادا کر چکے تھے کہ وحی الٰہی آئی کہ قبلہ بیت المقدس سے کعبے کیطرف پھر گیا رسول اللہ نماز کے اندر ہی پھر گئے

قبر ابن حذافۃ السہمی (بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ)۔ ابن حذافۃ السہمی۔ یہ مہاجرین اوّلین سے ہیں اور اصحاب الہجرتین میں سے بھی ہیں۔ اُنھوں نے دونوں ہجرتیں ہجرت صغیرہ اور ہجرت کبیرہ کیں۔ احد کی لڑائی کے دن ایک زخم اُنکے کاری لگا کہ بسبب اُسکے عثمان بن مظعون کے انتقال کے ایک مہینہ بعد ۳ھ ہجری میں شوال کے مہینہ میں انتقال ہوا۔ اور بقیع میں مدفون ہوئے۔

قبر عبداللہ بن مسعودؓ عبداللہ بن مسعودؓ۔ انکا انتقال ۳۲ھ میں ہوا اور جنۃ البقیع میں دفن ہوئے بعض کہتے ہیں کہ کوفہ میں دفن ہیں۔ وہیں انکا انتقال ۳۶ھ میں ہوا۔

قبر سعد بن زرارہ سعد بن زرارہؓ۔ انکی قبر عثمان بن مظعون کی قبر کے پاس ہے۔

قبر سعد بن معاذؓ سعد بن معاذ۔ یہ غزوہ خندق کے روز سخت زخمی ہوئے اور اسی زخم کے سبب سے انکی وفات ہوئی رسول اللہ نے اپنے دست مبارک سے انکو دفن کیا۔

قبر ابو شحمہ عبدالرحمٰن الاوسط بن عمرؓ خلیفہ دوم رضی اللہ عنہما۔ یہ علی العموم ابو شحمہ کے لقب سے مشہور ہیں۔ اُنپر حضرت عمرؓ نے حدّ زنا (زنا زیانہ) لگائی تھی۔ اسی صدمہ سے بیمار ہوکر مر گئے۔

قبر ابو سفیان بن الحارث ابو سفیان بن الحارث بن عبدالمطلب۔ ابن عم رسول اللہ عبداللہ بن جعفر الطیار بن ابو طالب کی قبر کے نزدیک کہ جو عام طور سے "اجودِ عرب" (نہایت سخی) مشہور تھے اور عقیل بن ابی طالب برادرِ علی کرم اللہ وجہہ کی قبر کے نزدیک ابو سفیان بن الحارث مدفون ہیں۔

اسماء مذکورۂ بالا چند نہایت جلیل القدر اور بزرگ اصحاب کے نام ہیں جنکا ذکر تمام مورخین نے کیا ہے اگر کوئی تحقیق کرنیکا شائق ہو تو قدیم تواریخ اور کتب میں اُسکو بیشمار نام اُن اصحاب اور اشخاص بزرگوار کے ملسکتے ہیں کہ جو بقیع میں مدفون ہیں۔ اور اہل مدینہ جنکی قبروں کا نام و نشان اب بالکل بھول گئے ہیں۔

اور بیت المقدس کیطرف سے کعبہ کیطرف منہ کرلیا اور دونوں رکعت اخیرہ کعبہ[1] کیطرف اداکیں۔ اسی جہت سے اس مسجد کو مسجد قبلتین کہتے ہیں۔ لوگوں نے مجھسے بیان کیا کہ اس مسجد کا قبہ چھوٹا سا ہے نہ اسکی اندرونی دیواریں موجود ہیں نہ باہر کوئی چار دیواری یا مینارہ ہے۔

مسجد بنو ظفر یا مسجد بغلہ

(بعض لوگ ظفر کے لفظ کو ظفر لکھتے ہیں مگر یہ غلط ہے) اس مسجد کو مسجد بغلہ (مادہ خچر) بھی کہتے ہیں۔ کیونکہ مطری مؤرخ کے بیان کے موافق اس مسجد کے جانب جنوب کی پہاڑی (حرّہ) میں بہت سے پتھر ہیں کہ انپر نشانات اور آثار ہیں۔ ایک پتھر پر رسول اللہ کی کہنی کا نشان ہے۔ کہتے ہیں کہ اس پتھر پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بازو سے تکیہ کیا تھا۔ اور ایک پتھر پر دُلدل کے سم کے نشان ہیں۔ مقوقس والی مصر (سکندریہ) نے ماریہ قبطیہ کے ہمراہ ایک مادہ خچر اور ایک گدھا موسوم بہ یافور رسول اللہ کو تحفۃً وہدیۃً بھیجا تھا۔ اس مادہ خچر کا نام دُلدل تھا۔ اس مسجد میں ایک پتھر کی زیارت کرائی جاتی ہے۔ کہتے ہیں کہ اس پتھر پر جلوہ فرما ہوکر رسول اللہ نے ایک قاری سے قرآن شریف کی قرات سنی تھی۔ مورخین کا بیان ہے کہ جس عورت کو حمل نہ ہوتا ہو اسکو اس پتھر[2] پر جاکر بٹھادیں اللہ تعالیٰ اسکی تاثیر سے قابلیت حاملہ ہوجانیکی عنایت فرماتا ہے۔ بہت سی عورتوں نے ایسا کیا اور پھر انکی اولاد بڑی کثرت سے ہوئی۔ یہ مسجد بقیع سے مشرق کیطرف واقع ہے۔

مسجد الجمعہ یا مسجد عاتکہ

اسکو مسجد عاتکہ بھی کہتے ہیں جو حوالی قبا کی وادی میں ہے۔ رسول اللہ جب ہجرت کرکے مکہ معظمہ سے مدینہ میں تشریف لائے

[1] بعض لوگ اس واقعہ کو دوسری طرح سے بیان کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ نے حرم یعنے مسجد النبوی میں عصر کی نماز پڑھتے پڑھتے اپنا چہرہ شمال سے جانب جنوب مکہ معظمہ کیطرف پھیر لیا بعض صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین یہ حال دیکھکر فوراً سب مسجدوں میں دوڑ گئے اور تمام لوگوں کو تحویل قبلہ جانب کعبہ سے مطلع کیا۔ بہت سی مسجدوں میں لوگوں نے اس خبر کو سنکر فوری عمل نہ کیا لیکن ایک جماعت بنی سلمہ نے کہ اپنی مسجد میں نماز پڑھ رہے تھے اور دو رکعت ادا کرچکے تھے یہ خبر سنکر نماز ہی میں بیت المقدس سے کعبہ کیطرف پھر کر اپنا رخ ادھر کرلیا۔ ان لوگوں کی فوری فرمانبرداری کے نام میں اس مسجد کا نام قبلتین پڑ گیا۔

[2] معلوم نہیں کہ یہ پتھر اب بھی مسجد بنو ظفر میں ہے یا نہیں۔ مگر میں نے اسکندریہ (مصر) میں اپنے ایک دوست مسٹر لارکنگ کے گھر میں اہرام مصری کی شکل کا ایک ٹوٹا پھوٹا پتھر دیکھا تھا اسمیں بھی یہی خاصیت تھی۔

تو پہلا جمعہ آپ نے اِسی مسجد میں پڑھا۔ اور یہیں وعظ فرمایا۔

مسجد فضیخ یا مسجد الشمس یہ مسجد اس نام سے اسلئے مشہور ہوگئی کہ ابوایوب ایک جماعت انصار کے ساتھ اس مسجد کی جگہ پر شراب فضیخ کو کہ ایک قسم کی کھجور کی شراب ہوتی تھی استعمال کرنے کے لئے ساغر گل اپنے ہاتھوں میں لئے بیٹھے تھے۔ کہ اُسیوقت اُنھوں نے یہ سُنا کہ رسول اللہ پر آیت حرمتِ خمر نازل ہوئی۔ یہ سُنتے ہی شراب کے گلاس ہاتھوں سے زمین پر اوندھا دئے۔ اور شراب کے مشکیزوں کے منہ کھول دئے۔ تمام شراب زمین پر بہہ گئی۔ اسی لئے اسکو مسجد فضیخ کہتے ہیں۔ یہود بنی نضیر کے ساتھ لڑائی کرنیکے دوران میں رسول اللہ نے اس مسجد میں چھ روز تک نماز ادا فرمائی اب لوگ اس مسجد کو مسجد الشمس کہتے ہیں۔ اسلئے کہ یہ مسجد بلند ٹیلہ پر واقع ہے۔ اور طلوع شمس کے وقت آفتاب کی کرنیں سب سے پہلے اُسپر پڑتی ہیں۔ یہ مسجد قبا کے نزدیک قبا سے جانب مشرق واقع ہے۔

مسجد قریظہ یہ مسجد الشمس کے مشرق میں اُس جگہ واقع ہے کہ جس جگہ پر بنی قریظہ کا محاصرہ کرنیکے لئے رسول اللہ فروکش ہوئے تھے۔ جب رسول اللہ صلعم غزوۂ خندق سے فراغت پاکر مدینہ میں پھر آئے تو مشقت اور کلفت کو جسم شریف سے دور کرنے کے لئے غسل اور شانہ سر مبارک میں کرنا چاہتے تھے کہ یکایک حضرت جبرئیل ایک گھوڑے پر سوار زرہ پہنے گرد آلود تشریف لائے اور رسول اللہ سے عرض کیا کہ ابتک اللہ تعالیٰ کے ملائکہ نے ہتھیار نہیں کھولے۔ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ آپ سوار ہوجئے اور بنو قریظہ پر دوڑ مارئے۔ اور میں اُس قوم پر جاتا ہوں کہ اُس قوم کفار (بنو قریظہ) کو بے دل اور سست کردوں تاکہ آپ کو فتح حاصل ہوجائے۔" کہتے ہیں کہ ملائکہ کے گھوڑوں سے کوچہ و بازار مدینہ میں غبار بلند ہوگیا تھا۔ مگر سوار کوئی دکھائی نہیں دیتا تھا۔ رسول اللہ نے جہاد کی منادی تمام شہر میں کرادی اور حضرت علیؓ کو اپنا جھنڈا دیکر مقدمۃ الجیش کیا۔ (کسیکو کمانڈر انچیف یا سپہ سالار بنانے کا دستور عرب میں یہی تھا۔) اور اُس قوم ناپاک کو پچیس۲۵ روز تک محاصرہ میں رکھا۔ آخر کار بنو قریظہ مغلوب اور مرعوب ہوگئے۔ قوم اوس کے سعد بن معاذ کو اُنھوں نے اپنا ثالث بنایا کہ جو وہ حکم دیں اسپر ہم راضی ہیں۔ اوس کی قوم بنو قریظہ کی رشتہ دار تھی۔ ان لوگوں کو انکے مکانات اور قلعہ سے بالکل نکال دیا گیا۔ سعد بن معاذ نے

حکم دیا کہ اس قوم کے مردوں کو قتل کر دیا جائے اور اُنکا مال مسلمانوں پر بانٹ دیا جائے۔ اور انکی عورتوں اور لڑکوں کو لونڈی اور غلام بنالیا جائے۔ اس حکم کے موافق ۶۰۰ یہودیوں کے مدینہ کے بازار میں سر قلم کر دئے گئے۔

مسجد مشربۂ اُمّ ابراہیم (مسجد باغ اُمّ ابراہیم) اس جگہ حضرت ماریہ قبطیہ[۲] والدۂ حضرت ابراہیم ابن رسول اللہ کا ایک باغ تھا۔ اور یہیں رسول اللہ کے دوسرے[۱] بیٹے سیدنا حضرت ابراہیم پیدا ہوئے۔ یہ مسجد مدینۂ شریف کے میدان کے بلند ترین حصہ یعنے عوالی مدینہ میں مسجد بنی قریظہ سے شمال کیطرف اور حرۂ شرقیہ پر واقع ہے۔ یہ بہت مختصر مسجد ہے۔

مسجد الاجابہ یہ مسجد بقیع سے شمال کیطرف ایک مختصر مسجد ہے یا تھی۔ اجابت دعا کے سبب سے اسکا یہ نام پڑگیا۔ اسکی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اس جگہ رسول اللہ نے دو رکعت نماز ادا فرمائیں۔ اسوقت اسکی زمین بنو معاویہ (اوس کا ایک قبیلہ یا فرقہ ہے) کی ملکیت میں تھی۔ بعد نماز رسول اللہ نے نہایت طویل دعا کی پھر اصحاب کیطرف رُخ کر کے فرمایا کہ:- میںنے پروردگار عالم سے تین دعائیں کیں۔ اُن میں سے پہلی دو دعائیں قبول فرمائیں اور تیسری دعا قبول نہ کی۔ ایک دعا تو یہ تھی کہ میری اُمت کو قحط میں مبتلا کر کے ہلاک نہ کر۔ دوسری دعا یہ کہ عذاب غرق (طوفانِ آب) اُنپر مسلط نہ فرما۔ تیسری دعا جو قبول نہ ہوئی وہ یہ تھی کہ میری اُمت آپسمیں قتال اور جنگ و جدال نہ کرے۔"

مسجد فتح اس مسجد کو عام لوگ مساجد الاربع (چار مسجدیں) کہتے ہیں یہ وادی السیح[۳] میں جو قبا کی جانب سے آتی ہے مسجد قبلتین سے مشرق کیطرف نصف میل کے فاصلہ پر

۱ رسول اللہ کے فرزند اکبر کا نام قاسم تھا جنکا بچپن میں انتقال ہوگیا اور مکہ میں مدفون ہوئے۔ اسیوجہ سے رسول اللہ کا لقب ابوالقاسم پڑگیا تھا۔

۲ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا نہایت خوبصورت تھیں اور رسول اللہ صلعم بھی ان کو نہایت چاہتے تھے اسلئے مجھکو ان سے بہت رشک تھا۔ یہ دیکھکر رسول اللہ نے ان کو حارثہ بن النعمان کے گھر سے کہ جہاں انکو پہلے رکھا تھا عوالی مدینہ میں جہاں یہ مسجد اب واقع ہے اُٹھا کر لیگئے۔ عوالی اُن بلند میدانوں کو کہتے ہیں جو مدینہ سے جانب جنوب اور جانب مشرق واقع ہیں اور برعکس اسکے سافلہ اُس نشیبی زمین کو کہتے ہیں جو مدینہ سے جانب مغرب اور جنوب مغرب کیطرف واقع ہے۔

۳ میری رائے میں مسجد الفتح وادی السیح میں واقع نہیں ہے۔

حضرت ماریہ قبطیہؓ

واقع ہے۔ ان میں سے سب سے بڑی مسجد۔ مسجد الفتح یا مسجد الاحزاب (جماعت فوجی) کہلاتی ہے اور اسکا ذکر قرآن شریف میں بھی ہے۔ کہتے ہیں کہ رسول اللہ نے غزوۂ خندق کے ایام میں کہ جسکو غزوۃ الاحزاب بھی کہتے ہیں مسجد فتح میں تین دن تک نماز پڑھی اور دعا مانگی۔ غزوۂ احزاب آخری لڑائی تھی جو ابوسفیان کے ماتحت کفار قریش سے رسول اللہ کی ہوئی۔ اس لڑائی میں قریش بھاگ گئے۔ پھر وہ رسول اللہ کے ساتھ ہرگز مقابلہ نہ کر سکے۔ رسول اللہ کی تین روز کی دعا کا اثر یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک ہوا سرد و تند و تیز معہ بارش و برف بھیجی جس سے کفار قریش مغلوب ہوکر فرار ہوگئے۔ چونکہ اس مسجد میں رسول اللہ کی دعا قبول ہوئی تھی اس لئے تمام راسخ الاعتقاد مسلمانوں کا خیال ہے کہ جو دعا مسجد الاحزاب میں کی جائے اُسکو اللہ تعالیٰ کبھی رد نہیں فرماتا۔ ہمیشہ قبول فرما لیتا ہے۔ رسول اللہ نے جو دعا مانگی تھی اُسکو مختلف مؤرخین نے مختلف الفاظ میں لکھا ہے۔ نقل کرتے ہیں کہ امام شافعیؒ نے اُس وقت میں کہ ہارون الرشید نے انکے ساتھ کچھ برائی کرنی چاہی تھی یہ دعا پڑھی۔ اللہ تعالیٰ نے اس دعا کی برکت سے شر و آفت اعداد سے انکو بچا دیا۔ میں رسول اللہ کی دعا مذکورہ کو یہاں لکھ دیتا۔ مگر وہ بہت طویل ہے اسلئے اسکا لکھنا ملتوی کرتا ہوں۔

علمائے اسلام کا اسبارہ میں بہت اختلاف ہے کہ وہ کونسی جگہ تھی جہاں رسول اللہ نے اس موقعہ پر کھڑے ہوکر دعا مانگی تھی۔ مگر کثرت رائے یہی ہے کہ وہ مسجد الفتح ہی تھی۔ جو ان چاروں مسجدوں میں سے سب سے زیادہ اونچی ہے۔

مسجد سلمان الفارسیؓ

مسجد فتح کے نیچے اور اسکے جنوب میں جو مسجد واقع ہے اُسکو مسجد سلمان الفارسی کہتے ہیں۔ سلمان الفارسی ہی کی روشن دماغی اور اعلیٰ رائے کو قبول کرکے رسول اللہ نے غزوۂ احزاب کے دن خندق کھدوائی۔

سلمان اصل میں ایران کے باشندے تھے۔ ۲۵۰ برس کی عمر میں اور بقول بعض ۳۵۰ برس کی عمر میں اپنی تمام زندگی سچے مذہب کی تحقیق اور تلاش میں گذار دینے کے بعد کہ جس عرصہ میں اول یہ مجوسی[۱] (آتش پرست) رہے۔ پھر یہود کا مذہب اختیار کیا اور پھر عیسائی بنے آخرکار یہ رسول اللہ پر ایمان لاکر مسلمان ہوئے اور زمرۂ اصحاب رسول اللہ میں داخل ہوئے اپنی اس پُر واقعات طویل زندگی میں سلمان دس بار غلام کے طور پر فروخت ہوئے۔ یہ مسجد اُنہی کے نام سے مشہور ہے۔

---

[۱] مجوس کو اول سا خود آتش پرست سمجھا جاتا تھا۔ اس زمانہ میں اور دوسرا مذہب صابئین تھا۔ صابئین اجرام سماوی کو پوجا کرتے تھے۔ صابئین یا ربوس

مسجد علی۔ مسجد سلمان الفارسی کے پیچھے مسجد علی ہے۔

مسجد ابو بکرؓ پہاڑ کی جڑ میں قبلہ کی جانب (جنوب کیطرف) جو مسجد سب مساجد سے چھوٹی ہے اسکو مسجد ابو بکر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وجہ نسبت ان مساجد کی ان حضرات کیطرف یہ ہے کہ غزوۂ احزاب کے دن یہ حضرات انہی جگہوں میں ٹھہرے ہونگے۔ طول زمان کی جہت سے جب یہ سب مساجد منہدم ہوگئیں تو خلیفہ ولید نے انکو پھر بنوادیا۔ بعد ازاں اُسکے جانشین انکی وقتاً فوقتاً مرمت کرتے رہے۔

مسجد الرایہ (جھنڈے کی مسجد) اصل میں اس مسجد کو اس جگہ پر کہ جہاں غزوۂ خندق کے دوران میں رسول اللہ نے اپنا خیمہ نصب کیا تھا خلیفہ الولید نے تعمیر کیا بعض لوگ اسکو مسجد الذباب بھی کہتے ہیں۔ یہ مسجد ایک پہاڑی پر واقع ہے جسکا نام ذباب ہے۔

جبل ثواب مسجد الرایہ اور مسجد الفتح کے درمیان جبل سلع یا جبل ثواب[۱] حائل ہے۔ اصل میں یہ بہت بلند جگہ مثل ٹیلہ کے ہے اسلئے اسکو جبل کہنے لگے ہیں جبل ثواب کے مشرقی ڈھلان پر مسجد الرایہ اور مغربی ڈھلان پر مسجد الفتح واقع ہے۔ یہ مسجد ایک اونچے مکان پر نہایت مفرح اور مروح اور منور واقع ہوئی ہے۔ مدینہ منورہ اور قبہ مطہرہ وہاں سے صاف نظر آتا ہے۔

قوت الاسلام بقیع سے جانب جنوب مشرق ڈیڑھ میل کے فاصلہ پر ایک مسجد کا گنبد ہے اسکو قوت الاسلام کہتے ہیں۔ یہاں رسول اللہ نے کھجور کی ایک خشک لکڑی بودی جو فوراً اُگ آئی اور اس میں اُسیوقت شگوفے کھلکر پھل لگ گئے۔ (یہ رسول اللہ کا معجزہ تھا۔ مترجم عفی عنہ) ایک موقعہ پر جب مسلمان حج کرنے نہ جاسکے تو آپنے اللہ تعالیٰ سے مناجات کرکے یہیں سے کعبہ اور عرفات کا منظر سب مسلمانوں کو دکھلادیا۔ (یہ دوسرا معجزہ تھا مترجم)

مسجد عنین یہ مسجد مقبرۂ حضرت سید الشہداء حمزہ رضی اللہ عنہ کے جنوب میں جبل الرمات یا واقع ہے اور اس پہاڑی کو جبل الرمات اسلئے کہتے ہیں کہ غزوۂ اُحد کے دن تیر اندازان لشکرِ اسلام اُس پہاڑی پر کھڑے ہوئے تھے۔ بعضے کہتے ہیں کہ حضرت سید الشہداء

---

[۱] مسجد جبل ثواب اس لئے کہلاتی ہے کہ غزوۂ خندق کے دوران میں رسول اللہ اس پہاڑی کے ایک غار میں رہا کرتے تھے۔ اور غزوۂ خندق کے بعد اُس غار میں اکثر تشریف لیجاکر نماز اور عبادت و وظائف میں مشغول رہا کرتے تھے۔

حمزہ رضی اللہ عنہ کے اسی جگہ پر برچھی لگی تھی جس سے آپکا انتقال ہوا۔

مسجد الوادی اس مسجد کا نام مسجد العسکر بھی ہے۔ یہ مسجد جبل عینین کے شمالی کنارہ پر واقع ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ سید الشہداء سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت کی یہی جگہ ہے۔ آپ برچھی کھا کر مسجد عینین سے یہیں آکر گرے تھے

قبۃ المسرے سیدنا حمزہ سید الشہداء رضی اللہ عنہ کے زخم کھا کر گرنے کی جگہ آجکل قبۃ المسرٰی بتلائی جاتی ہے۔

ان چودہ مذکورہ بالا مساجد کے سوا اور چالیس ۴۰ مسجدوں کے نام میں نے کتابوں میں دیکھے ہیں اور سنے ہیں مگر سوائے نام کے اب کسی ایک کا بھی نشان موجود نہیں ہے۔

اس لئے اگر میں اب مسجد بنو عبدالاشہل۔ مسجد بنو حارثہ مسجد بنو حرام۔ مسجد الفسح۔ مسجد السقیا۔ مسجد بنو بیاضہ اور مسجد بنو فاطمہ کا ذکر نہ کروں تو کچھ مضائقہ نہیں ہے۔

بارھواں باب

شامی (دمشقی) قافلہ کا بیان

قافلہ طیارہ دمشقی قافلہ ۲۷ ذیقعدہ (یکم ستمبر) کو مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ روانہ ہونیوالا تھا میں نے یہ ارادہ کر رکھا تھا کہ مدینہ میں آخری وقت تک ٹھہرونگا اور قافلہ الطیارہ کے ہمراہ جو دمشقی قافلہ کے چلے جانے کے چار پانچ روز کے بعد ہمیشہ ۲ ذی الحج کو مدینہ سے جانب مکہ معظمہ جایا کرتا ہے روانہ ہو جاؤں گا۔ یہ قافلہ جیسا کہ اسکے نام سے ظاہر ہے بڑی تیز رفتاری سے مسافت قطع کرتا ہے۔ اسمیں جسقدر اونٹ ہوتے ہیں انپر سامان بہت ہلکا لادا جاتا ہے۔ اور دو دو منزلیں بطور ایک منزل کے طے کر کے لمبے لمبے کوچ کئے جاتے ہیں۔

قافلہ رکب یکایک یہ افواہ اڑی کہ مدینہ سے اس سال کوئی طیارہ روانہ نہیں ہوگا اسلئے تمام حاجیوں کو یا تو شامی قافلہ کے ساتھ چلا جانا چاہئے یا رکب کا انتظار کرنا چاہئے۔ رکب تیز ناقوں (سانڈنیوں) کا قافلہ ہوتا ہے جسمیں ہر ایک شخص اپنے ہمراہ صرف

ضروری سامان کا مختصر بیگ یا گٹھڑی لیجا سکتا ہے۔ یہ قافلہ مدینہ سے مکہ معظمہ اُس راستہ سے جاتا ہے کہ جسکو الخبط کہتے ہیں اور پانچویں دن مکہ معظمہ میں پہونچ جاتا ہے۔

شریف زید گورنر مدینہ نے اپنے دوست لیڈر بدوؤں کے سردار سعد سے جاکر ملاقات کی اور قافلہ کو بحفاظت تمام مکہ معظمہ جانے دینے کے لیئے اُس سے گفتگو کی۔ اُس نے یہی جواب دیا کہ اگر قافلہ کو بحفاظت تمام گذارنا منظور ہے تو مجھکو ترکی حکام سے کہکر پھر رئیس قوم (شیخ) کرادو۔ ورنہ جو قافلہ درہ ہائے کوہ میں سے گذریگا میں اسکو لوٹ کر ہر ایک متنفس کو قتل کر ڈالونگا۔

ضرب الشرقی

شریف زید ۲۵ ذی قعدہ (۳۰ اگست) کو مدینہ واپس لوٹ آیا۔ دوسرے روز علی الصباح شیخ حامد بازار سے دوڑا ہوا آیا اور کہا کہ آفندی تم فوراً تیار ہو جاؤ اسلیئے کہ کوئی طیارہ یہاں سے مکہ کو نہیں جائیگا۔ اب سب حاجی یہاں سے کل روانہ ہو جائیں گے اللہ تعالیٰ یہ سفر تمپر آسان کریگا۔ تم اپنے پانی کے مشکیزے درست کرلو اسلیئے کہ تم کو ذرب الشرقی سے سفر کرنا ہے جہاں تم تین روز تک راستہ میں پانی کی شکل نہ دیکھو گے۔

ضرب السلطانی

غریب حامد نے یہ بات خوف زدہ ہوکر کہی لیکن مجھکو یہ خبر سنکر بڑی خوشی ہوئی۔ جرمنی سیاح برکھارڈٹ نے تو یہ سفر درب السلطانی کی راہ سے طے کیا تھا کہ جو ساحلِ سمندر کے قریب قریب کا راستہ ہے اور اسی راستہ کا مفصل حال اس نے لکھا ہے۔ مگر آجتک کوئی یوروپین ضرب السلطانی کی راہ سے جو زبیدہ خاتون اور خلیفہ ہارون الرشید کا مشہور راستہ حج ہے اور نجد کے ریگستان میں سے گذرتا ہے نہیں گیا تھا اسلیئے اُس راستہ کا حال معلوم ہونے کی توقع میں مجھکو بڑی خوشی تھی۔

خرید شغدف و شبریہ

چونکہ دوسرے روز علی الصباح روانہ ہو جانے کی توقع تھی اسلیئے ہم نے ایک منٹ بھی فضول ضائع نہیں ہونے دیا۔ میرا ملازم محمد بازار میں گیا۔ اور ستّی قرش میں میرے لیئے ایک شغدف خرید لایا جو تمام ایام حج میں کام دیتا رہا۔ اور پندرہ قرش میں شیخ نور کے لئے ایک شبریہ خرید لایا کیونکہ شیخ نور نے اونٹ پر اسباب کے صندوقوں کے اوپر سونا پسند نہ کیا۔ محمد تمام دن اپنی آستینیں چڑھائے ہوئے حمّال کیطرح کام کرتا رہا۔ اس نے شغدف پر چٹائی چڑھائی اور کپڑا منڈھا۔ ٹوٹے پھوٹے حصوں کی مرمت اور چیزیں رکھنے کے لئے اُسکے اندر اور باہر بڑی بڑی تھیلیاں لگائیں

اور ٹھنڈے پانی کی صراحیاں لٹکانے کے لئے جگہ بنائی۔

درستی سامان سفر

اس عرصہ میں شیخ نور احمد مشکیزوں کو دیکھتے رہے معلوم ہوا کہ چوہوں نے مشکوں کو کتر کر بڑے بڑے کئی سوراخ اُن میں ڈال دئے تھے اُسوقت اگر ہم اشرفی بھی اجرت کی دیتے تب بھی کوئی کاریگر انکی مرمت کے لئے مل نہ سکتا۔ اسلئے میں خود اُن سوراخوں کو بند کر دینے کے لئے بیٹھ گیا۔ شیخ نور کو میں نے چودہ روز کا سامان خورد و نوش خریدنے کے لئے بازار بھیجدیا۔ مدینہ سے مکہ معظمہ تک سفر گیارہ روز میں ختم ہو جاتا ہے۔ مگر اجناس اکثر خراب بھی ہو جاتی ہیں اور بدوی حمالوں کو اپنے ساتھ کھانا کھلایا جاتا ہے جنکی بھوک زیادہ ہوتی ہے اسکے علاوہ راستہ میں اجناس کی چوری جانے کا بھی اندیشہ لگا رہتا ہے۔ اسلئے میں نے زیادہ سامان دانستہ منگوایا۔ اپنے ہمراہی کے مشورہ سے میں نے گیہوں کا آٹا۔ چاول۔ ہلدی۔ پیاز۔ کھجوریں دو قسم کی فطیری روٹیاں۔ پنیر۔ لیموں۔ تنباکو۔ شکر۔ چاء۔ اور قہوہ خریدا۔

حمّال سے معاہدہ

شیخ حامد ہمارے سفر کی سب سے ضروری چیز کے مہیا کرنے کے لئے روانہ ہوا جس راستہ میں چوریاں کثرت سے ہوتی ہوں اور کبھی کبھی مسافر قتل بھی کر ڈالا جاتا ہو۔ اور جہاں حمّال کی فراری میں روک ڈالنے کے لئے کوئی قانون نہ ہو نئے اور حد سے زیادہ مطالبے کی حد قائم کر دینے کے لئے کوئی ضابطہ موجود نہ ہو وہاں اسبات کی بہت ضرورت رہتی ہے کہ حمّال ایماندار اور وفادار ملجائے۔ کچھ عرصہ کے بعد شیخ حامد ایک لڑکے اور ایک بدوی کے گھر واپس آیا۔ یہ بدوی پستہ قد۔ دُبلا پتلا مگر مضبوط تھا اور متناسب اعضاء رکھتا تھا۔ اسکی داڑھی سفید تھی اور آنکھیں چمکدار صاف اور روشن تھیں۔ اعضاء پر حسب معمول زخموں کے نشان تھے۔ اس بدوی کا نام مسعود تھا اور قوم بنو حرب کے قبیلہ حامدہ کی فرقہ راحلہ کا آدمی تھا۔ یہ باوقار انداز سے آیا اور اپنا دہنا ہاتھ مصافحہ[1] کے لئے پیش کیا پھر بیٹھ گیا۔ بیچوان میں نے سے اُس نے انکار کیا مگر قہوہ کا پیالہ قبول کر لیا اور اسکو پی کر وہ ہماری طرف اسطرح دیکھنے لگا کہ گویا اب وہ عہد و پیمان کرنے کے لئے تیار ہے۔ ہم نے اُس سے اس طرح گفتگو شروع کی کہ "ہم اونٹ نہیں چاہتے۔ ہم تو آدمی چاہتے ہیں"۔

مصافحہ

[1] عرب میں ہاتھ ملانے کو مصافحہ کہتے ہیں۔ عرب مصافحہ اس طرح سے کرتے ہیں۔ کہ دہنے ہاتھوں کی ہتھیلیوں کو بغیر انگلیوں کے دبائے آپس میں ملا دیتے ہیں۔ اور پھر ہاتھ اُٹھا کر اپنی پیشانی پر ملتے ہیں۔

ہماری اور اسکی گفتگو نہایت فصیح و بلیغ حجازی[۱] عربی میں ہوئی بہت سی گفت و شنید کے بعد یہ ٹھہرا کہ اگر ہم کو درب الشرقی سے سفر کرنا پڑا تو ہم دو اونٹوں[۲] کا کرایہ تیئیس[۲] ڈالر دینگے۔ اور عربون یعنے زر بیعانہ نصف کرایہ تک دیا جائیگا۔ شیخ نے یہ اقرار کیا کہ میں تمکو عمدہ اونٹ لاکر دونگا۔ اور کسی حادثہ ہو جانے کی حالت میں اونٹوں کو بدل کر نئے اونٹ لا دونگا اور اپنے اونٹوں کو خود پانی پلایا کرونگا۔ اور عرفات سے واپس لاکر تمکو مکہ میں اُتار دونگا۔ تمام عرب میں پیشگی قیمت اور زرِ بیعانہ لینے کا عام قاعدہ جاری ہے۔ میں نے سنا ہے کہ بعض مقامات جیسے عدن میں بائع مشتری سے قہوہ کے بار جہاز کی قیمت کا ½ حصہ پیشگی لے لیتا ہے حالانکہ اُسوقت تک بائع مشتری کے لئے ایک بوری بھی قہوہ کی نہیں بھرتا۔

شیخ نے یہ کہکر کہ شغدف کے نیچے جو تمہارا خیمہ ہے وہ ہی ایک اونٹ کے لئے کافی بوجھ ہے میرا بڑا صندوق اُسی اونٹ پر چلنے سے بالکل انکار کر دیا اور کہا کہ دوائیوں کا سبز صندوق اور خرجیاں اور اجناس متنوعہ کی تھیلیاں اور اُن سب پر شیخ نور کی کھاٹ (شبریہ) یہ سب چیزیں دوسرے اونٹ کے لئے پورے طور سے کافی ہیں۔

ہم نے اپنی طرف سے یہ اقرار کیا کہ ہم شیخ اور اُسکے لڑکے کو دونوں وقت کھانا کھلائینگے یا تو انکو خورد و نوش کی خام اجناس دیدیا کرینگے یا اچھی طرح سے پکا کر کھانا کھلا دیا کرینگے۔ اور جب ہم جبل عرفات سے مکہ واپس آجائینگے تو باقی کرایہ دیکر جو کچھ ہم سے ہوسکیگا انعام بھی دینگے۔

ابو شواریب کا لطیفہ

شیخ حامد نے پھر معمر بدوی شیخ کی تعریف مجھسے بہت کی۔ بعد ازاں شیخ حامد نے بدوی کیطرف مڑکر کہا کہ "اے مسعود حربی۔ تو اِن میرے دوستوں سے اچھی طرح سے پیش آنا"۔ معمر بدوی نے یہ جواب دیا اور اِس جواب میں وقار تھا اور کسی قسم کا تفاخر نہ تھا کہ جسطرح یہ ابو شواریب[۳] (موچھوں کا باپ) ہمارے ساتھ

[۱] اِس موقع پر میں نے عربی کے تین جدید لفظ سنے۔ ایک تو خریطہ جسکا مطلب یہ تھا کہ مدینہ کو واپس آنیکے بغیر صرف مکہ تک کا ایک طرفہ سفر کیا جائے دوسرے تعارفہ یعنے مکہ سے جبل عرفات تک جانا تیسرے تنزیلہ یعنے جبل عرفات سے مکہ واپس آنا۔ خریطہ۔ تعارفہ۔ تنزیلہ۔

[۲] مجھکو ایک اور فالتو اونٹ کا کرایہ کچھ حصہ رسدی دینا پڑا۔ اس شتر پر ہماری سب جماعت کا پانی بار کیا گیا۔ اس راستہ سے ہر اونٹ کا کرایہ دس دس ڈالر دینا پڑا۔ اگر درب سلطانی کی راہ سے جاتے تو ہر اونٹ کا کرایہ ½ ۶ ڈالر دینا پڑتا۔

[۳] شافعی مذہب کے کل لوگ قریبًا اپنی موچھوں کو کتر کر بہت مختصر کر لیتے ہیں بعض لوگ بالائی لب اور بچہ ریش اور منہ کے کنارہ کے بال

(باقی بر صفحہ آیندہ)

سلوک کریگا ہم بھی اُسکے ساتھ ویسا ہی برتاؤ کرینگے" یہ کہکر وہ اُٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا کہ تم روانگی کی توپ چلنے کی آواز سنتے ہی فوراً تیار ہو جانا۔ پھر وہ ہم کو سلام کرکے چلا گیا۔ اُسکے پیچھے اُسکا لڑکا بھی چلا گیا۔ اُس لڑکے نے یہ ہشیاری کی کہ او نگھنے کے بہانہ سے ہماری تمام چیزوں کی جو کمرہ میں موجود تھیں فہرست اپنے ذہن میں جمالی۔

مالحین

جب یہ بدوی چلے گئے تو شیخ حامد نے اپنا سر ہلایا اور مجھکو یہ صلاح دی کہ ان دونوں کو بہت افراط سے کھانا دیا کرنا اور انکے ہمراہ ایک ہی رکابی میں کھائے بغیر ۲۴ گھنٹے نہ گذرنے دینا تاکہ بدوی تمہارے ساتھ مالحین رہیں یعنے نمک کی شرائط کے موافق دوستدار[۱] بنے رہیں۔

شیخ حامد کی نصیحت بدوؤں کے متعلق

بعد ازاں شیخ حامد نے مجھسے کہا کہ بدوی بڑے شریر اور بدذات ہوتے ہیں اور انکی عادت ہے کہ وہ مسافروں کا پانی پی لیتے ہیں۔ تم اپنے پانی کے مشکیزہ اونٹ کے آگے کی طرف رکھنا پیچھے نہ رکھنا اور انکے منہ خوب احتیاط سے باندھ کے اور منہ اوپر کیطرف کرکے شغدف میں لٹکا دینا اور عام دستور کے برخلاف یہ کارروائی کرنا تو تمہارا پانی محفوظ رہیگا اور رات کو پانی خیمہ کے پردہ کے اندر چھپا دیا کرنا۔ اور ہمیشہ بہت سا پانی اپنے پاس رکھنا۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) اور رخساروں کے بالائی حصہ کو بالکل صاف منڈا کر خط بنواتے ہیں۔ مجھے ذرا خط بنوانے میں دیر ہوگئی اسلئے بدوی عرب نے مجھکو فوراً یہ خطاب دیدیا۔ خدا کی مخلوق کا دوسرا نام رکھ لینے کی عادت عربوں میں بہت ہے۔ انکی یہ عادت اسلئے ہے کہ وہ ہر ایک چیز کا بہت غور سے مشاہدہ کرتے ہیں۔ مگر ان ذاتی اشاروں میں کسی قسم کی حقارت یا ہتک انکے پیش نہاد خاطر نہیں ہوتی۔ عرب میں ہر شخص کو کسی نہ کسی چیز کا باپ ضرور بنا دیتے ہیں۔ اسلئے کسی چیز کا باپ بنجانا بہتر ہے بہ نسبت اسکے کہ دیگچی کا باپ یا سخت بدبودار چیز (ابو نترت) کا باپ بنایا جائے۔

[۱] ہندوؤں میں سمندر دیوتا کے محفوظ رکھنے والا اور انکا اصل جوہر نمک کو سمجھا جاتا ہے اسلئے وہ اپنے دیوتاؤں کو نمک کا چڑھاوا چڑھایا کرتے تھے۔ یورپ میں قدیم زمانہ میں یہ خیال تھا کہ نمک مختلف عناصر سے بنا ہوا ایک مرکب ہے اور کسی انسانی ذریعہ سے وہ اجزا نمک میں سے علیحدہ علیحدہ نہیں ہو سکتے اسلئے آدمیوں کا آپس میں نمک کھا لینا اس بات کا مترادف سمجھا جاتا تھا کہ اب انکی دوستی اور اتحاد ناقابل فسخ ہوگیا ہے۔ یونان کا قدیم شاعر ہومر نمک کو پاک اور بزرگی والا لکھا کرتا تھا۔ یونانیوں کے نزدیک کسی اجنبی کے ساتھ نمک کھا لینا اُسکے دوست بنجانیکا مترادف سمجھا جاتا تھا یونان اور عرب کے علما اور فضلاء مہمان نوازی اور نمک کے الفاظ کو یہ سمجھتے ہیں کہ وہ دوستانہ تعلقات کے ہونیکا اظہار کرتے ہیں حجاز کے بدوؤں کے ذکر میں قانون نمک کے متعلق میں انکے عجیب عجیب خیالات ظاہر کرونگا۔ مرابط لکھنوی

الوداعی ملاقات

سہ پہر کو عمر آفندی اور دوسرے دوست و آشنا مجھسے الوداعی ملاقات کرنے آئے انھوں نے مجھکو کام کرتے ہوئے دیکھا میں بھی تھیلوں کو سی اور پیجیان کو درست اور شکیزوں میں پیوند اور دوائیوں کی شیشیوں کو بکس میں بند کر رہا تھا۔ چونکہ ہم دونوں کو آپسمیں پھر ملاقات ہونے کا یقین نہ تھا اسلئے عمر آفندی نے ہدیہ کے طور پر مجھکو کئی پنسلیں[1] اور ایک چاقو دیا اور کہا یہ چیزیں میری یاد تمکو دلاتی رہینگی۔ اُس نے کہا کہ اگر ممکن ہوا تو رکب کے ہمراہ میں بھی حج کے لیے آنیکی کوشش کرونگا۔ شیخ حامد نے بھی یہی کہا۔ مگر مینے اُسکا چہرہ دیکھکر قیافہ سے یہ بات معلوم کر لی کہ ابھی وہ باہر سے واپس وطن آیا ہے اسلئے اسکی والدہ اور ماں اتنی جلدی اُسکے پھر وطن سے باہر جانے پر رضامند نہیں ہیں۔

قافلہ کی گھبراہٹ روانگی

شام کے وقت بر المناخہ میں نہایت شور و غل اور گھبراہٹ پڑ گئی۔ تمام خیموں کا شہر زمین پر گر پڑا۔ لوگ اونٹوں پر بوجھ لاد رہے تھے۔ اونٹ شغدفوں اور شبریوں صندوق اور اسباب کے وزن کے مارے اَرڑا رہے تھے۔ گھوڑے اور خچر بھاگتے پھرتے تھے۔ آدمی اپنے کاموں کے لئے جلدی جلدی اِدھر اُدھر چاروں اطراف میں چل پھر رہے تھے۔ بعض لوگ رسول اللہ کی قبر شریف کی الوداعی زیارت کرنے کے لئے جلدی جلدی جا رہے تھے۔ عورتیں اور بچے زمین پر بیٹھے ہوئے یا اِدھر اُدھر بھاگتے اور چلاتے تھے کہ ہماری شغدفوں کو توڑ نہ ڈالنا۔ کبھی کبھی کسی بے نشانہ گولی کے چلنے کی آواز آجاتی تھی جس سے لوگوں کو تھوڑی دیر کے لئے یہ یقین ہوجاتا تھا کہ قافلہ کے کوچ کرنے کی توپ چلی ہے۔ کبھی کبھی پہاڑیوں میں سے بارود کی آواز آجاتی تھی جس سے تمام حاجیوں کو اندیشہ ہوگیا کیونکہ ابھی تک وہ بیم اور رجا کی حالت میں تھے اور اسلئے دونوں آراموں میں سے ایک آرام سے بھی ابھی تک وہ دور تھے۔[2]

زیارت الوداع

غروب آفتاب کے ایک گھنٹہ کے بعد ہماری سب تیاری سفر پوری

[1] اِن چیزوں کی درآمد سے اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ الحجاز میں بھی تہذیب اور تجارت کی ترقی کا اب دور دورہ شروع ہو گیا ہے۔ گذشتہ نسل میں اُستاد لوگ اسکولوں میں سانگ یا بیسہ کی لکڑی کا قلم بنا کر اُس سے پنسل کا کام لیا کرتے تھے۔

[2] دو آرام کامیابی اور مایوسی ہیں۔ عربوں کا بیان ہے کہ شک یا طول امل کی نسبت مایوسی کا ہو جانا بہت بہتر ہے اسلئے کہ اس سے دل یکسو ہو کر آرام سے ہو جاتا ہے۔

ہو گئی۔ صرف شغدف کا کچھ کام باقی رہگیا جسکو محمد بلا کسل و کلفت ابھی تک درست کئے جاتا تھا۔ وہ عقلمند تھا جانتا تھا کہ دس بارہ روز تک سخت دھوپ میں اسی شغدف سے کام لینا ہے۔ اسلئے خوب درست کر رہا تھا۔ مغرب کے وقت بہت گرمی تھی اسلئے ہم نے گھر کے باہر چھت پر کھانا کھایا۔ شیخ حامد نے مجھسے کہا کہ چلو مسجد النبوی میں زیارت الوداع کرآؤ۔ میں نے کہا کہ اب کسقدر جلد ہم اور تم علیحدہ ہو جانے والے ہیں اور معلوم نہیں پھر کب ملنا ہو یہیں سے دعاءِ وداع پڑھ دیں۔ یہ سنکر شیخ حامد اور سب ہمراہی مسکرائے۔ پھر انھوں نے مجھکو یقین دلایا کہ جسطرح مسجد نبوی میں جاکر یہ زیارت ہوتی ہے اسیطرح فاصلہ سے بھی دعاء وداع پڑھی جاسکتی ہے۔

پھر شیخ حامد نے مجھسے دو رکعت نماز کی پڑھوائیں اور پھر حرم نبوی کیطرف رُخ کرکے ہم کھڑے ہوگئے۔ اور ہاتھ دعا کے لئے اُٹھالئے۔ شیخ حامد دعاء وداع جو کچھ پڑھتا گیا میں پڑھتا گیا۔ دعا کے بعد کلمۂ شہادت اور فاتحہ پڑھکر دعا کو ختم کیا۔

نیک لوگ ایسے موقعہ پر حرمِ نبوی میں رسول اللہ کی قبر شریف کی زیارت کرتے ہیں اور وضہ میں اگر ہو سکے تو دو چار آنسو اپنی آنکھوں سے گرانے کی کوشش کرتے ہیں۔ ایک بھی آنسو اسوقت نکل آئے تو اسکو قبولِ دعا کا اثر سمجھتے ہیں اور اپنی حیثیت کے موافق فقراء اور مساکین کو خیرات دیتے ہیں۔ اور اپنے پچھلے گناہوں سے توبہ اور آیندہ کے لئے پارسائی۔ عبودیت۔ تقویٰ اور فرمانبردارِ شریعت نبوی رہنے کا اقرار کرتے ہیں اور نہایت رنج و غم اور درد و اندوہ سے اپنے رسولؐ اور اپنے شافع یوم محشر سے بصد حسرت و افسوس جدا ہوتے ہیں۔

مدینہ سے روانہ ہونے سے پہلے یہ بھی دستور ہے کہ کم سے کم ایک رات مسجد نبوی (حرم رسول اللہ) میں شب بھر عبادت کرے۔ اور خواندہ آدمی کو چاہئے کہ رسول اللہ کی قبر شریف کے سامنے کم سے کم ایک ختم قرآن ضرور کرے۔

مزور وغیرہ کا حساب بے باق کرنا

اب چھوٹی چھوٹی چیزوں کے حساب بے باق کرنیکا ناگوار وقت آیا۔ مشرقی ممالک کا قرض خواہ اپنا حساب بے باق کرنے کے لئے ہمیشہ آخری وقت روانگی کا کسی سبب سے پسند کرتا ہے۔ شیخ حامد نے کئی بار مجھسے اپنی عسرت اور تنگدستی کا حال اشاروں اشاروں میں یہ کہا تھا کہ مجھکو

اللہ تعالیٰ پر بھروسہ ہے صرف وہی اس آفت سے اپنی مہربانی سے بچا دیتا ہے۔ شیخ حامد نے میری مہانداری اور مہماں نوازی ایسی خوش اخلاقی، محبت اور دل سے کی کہ ان پانچ پونڈ میں سے جو میں نے شیخ حامد کو سویز میں قرض دئے تھے ایک حبہ بھی واپس لینا مناسب نہ سمجھا۔ شیخ حامد کے تینوں بھائیوں کو بھی میں نے ایک ایک یا دو دو ڈالر دئے۔ بلکہ اُسکے ایک دو چچازاد بھائیوں کو بھی میں نے ایک ایک یا دو دو ڈالر دئے۔ اس میرے دینے سے وہ سب لوگ خوش ہو گئے۔

مدینہ میں آخری رات اسکے بعد میرا اسباب اب مکان سے نیچے گلی میں لیجانے لگے اور گھر کے سامنے زمین پر اسکا بار لگا دیا تاکہ ایک منٹ کی اطلاع پر اسکو فوراً اونٹ پر لاد دیا جائے۔ اسوقت بہت سے لوگ مکہ کی جانب روانہ ہو چکے تھے۔ عشا کے وقت یہ خبر آئی کہ آدھی رات کو شامی کارواں کوچ کریگا۔ ہم دو بجے رات تک بیٹھے رہے۔ پھر جب کسی توپ کی آواز نہ سنی اور نہ اونٹوں کو آتے دیکھا تو ہم بھی لیٹ گئے۔ اور باقی رات کے گرم حصے میں سو گئے۔ اسطرح سے میرے قیام کی آخری رات مدینہ میں بسر ہوئی۔ دوسرے روز صبح کے ۸ بجے ہم روانہ ہوئے۔ شیخ حامد اور دوسرے دوست باب المصری تک مجھکو پہونچانے آئے۔ پھر میں اُن سب سے بغلگیر ہوکر اور مصافحہ کرکے اور جدائی پر حسرت و افسوس کرکے رخصت ہوا اور شغدف میں سوار ہوکر دمشقی قافلہ کے ہمراہ جانب مکہ معظمہ روانہ ہوا۔

مدینہ سے زندہ بچ آنے پر مبارکباد آخر میں اب میں اپنے آپ کو مبارکباد دیتا ہوں کہ میں مدینہ منورہ سے یعنے نمبر اول کے خطرہ سے بچکر زندہ اور صحیح سلامت نکل آیا۔ مکہ معظمہ تو ساحل بحر سے بہت قریب واقع ہے۔ اگر وہاں یورپین سیاح کا راز بھی کھل جائے کہ یہ مسلمانی بھیس میں مصنوعی مسلمان بنا ہے تو اس حالت میں بھی وہ بھاگ کر چند گھنٹے میں جدہ پہونچکر انگریزی وائس کانسل (پولیٹیکل ایجنٹ) کی حفاظت میں داخل ہو سکتا ہے۔ یا ترکی حکام کی حفاظت میں پھر زندہ رہ سکتا ہے اور ممکن ہے کہ کوئی انگریزی جنگی جہاز بھی بندرگاہ جدہ میں لنگر انداز ہو تو اسپر بھی پناہ لی جا سکتی ہے۔ مگر شہر مدینہ میں میرے جیسے مسافر پر شبہ پڑ جانا سخت اہم نتیجہ کا موجب ہوتا بلکہ زندہ رہنے کی توقع مفقود ہو جاتی۔

نمبر دوم کا خطرہ مجھکو اپنی جان کا مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ تک سفر کے درمیان میں ہے۔ کیونکہ اس راستہ میں مقامی حکام کے لئے یہ بات بہت ہی آسان ہے کہ اگر کسی مسافر پر انکو شبہ پڑ جائے تو وہ کسی بدوی کو صرف ایک ڈالر دے کر اس مشتبہ مسافر کو قتل کرا سکتے ہیں۔

تمام شد